بالنعم۔ وجنبہ الذی من فرط فیہ ندم وعلی اھلبیتہم الاطہار دعائم الاخیار۔ وعناصر الابرار۔ حجج الجبار وساسۃ العباد وارکان البلاد۔ وابواب الایمان وامناء الرحمن۔ صلوۃ دائمۃ بدوام الدھور والازمان متوالیۃ متتالیۃ۔ متکاثرۃ متظافرۃ۔ ماحدی الحادیان واطرد الخافقان فقط

مصنف رسالہ نصیحۃ الشیعہ اپنی جلد اول کو ختم کر کے جلد دوم شروع کرتے ہین لیکن جلد اول کی پیشانی کو جو اونہون نے وہ حسبنا کتاب اللہ قول حضرت عمر سے زینت دی تھی اوسکو مٹا کر اس جلد دوم کے چہرہ کو وہ ان اللہ معنا سے مزین کیا ہے۔ یہ قول پیغمبر ہے جسکا خدا نے قرآن مین حکایتاً ذکر فرمایا ہے اوس قصہ مین کہ جب حضرت ابوبکر پیغمبر کے ہمراہ غار ثور مین تھے اور باندیشہ کفار حزن مین گرفتار ہوے تو پیغمبر نے اپنی تقویت اون پر ظاہر کی کہ یہ غم مت کر تحقیق کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے جس سے کوئی فضیلت حضرت ابوبکر کے لئے پیدا نہین ہوتی یہ کلمہ پیغمبر نے اوس شخص سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے کہ جسکے قلب پر اثر اندیشہ

کفار تھا - اور مصنف مخاطب نے اس اپنی جلد دوم مین مسئلہ امامت سے بحث شروع کی ہے اور جس مین غرض اون کی یہ ہے کہ حق امامت علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہلبیتؑ قایم نہو کر حق خلافت حضرت ابوبکرؓ کے لئے جو پیغمبرؐ کے ہمراہ غار ثور مین تھے قرار پا جاوے جن پر حزن طاری ہوا تھا اور جنکے مقابلہ مین پیغمبرؐ نے وہ کلمہ فرمایا ہے -

حالت اس واقعہ پر غور کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ کلمہ پیغمبرؐ کا مصنف مخاطب کی اس تصنیف کے لئے کس قدر قابل آرایش ہو سکتا ہے -

•

کلمہ "حسبنا کتاب اللہ" کو جو مصنف نے اس جلد دوم کی پیشانی پر نہین چھپایا غالباً اوسکا یہ سبب ہو کہ بمقابلہ جلد اول کے جو جلدین رسالہ روشنی کی نکلی ہین اونکی پیشانی تقدیر پر یہ نص پیغمبرؐ لکھی گئی ہے " انی تارک فیکم الثقلین " جو مٹ نہین سکتی اوسی نص پیغمبرؐ نے قول حضرت عمرؓ کو جو خلاف نص پیغمبرؐ تھا مٹا دیا ہے لیکن منشاء قول حضرت عمرؓ کا دل سے مصنف کے دور نہین ہوا کہ وہ اپنی اس جلد دوم کو قران کی شہادت سے حق کے فیصلہ کا ارادہ کرتے ہین - مگر قران مین جو آیات متشابہات ہین اور سوائے ظاہر کے باطن

بھی رکھتے ہین اون سے حق کا فیصلہ کرنا ہر کسی کا کام نہین ہے بلکہ اون کے معنی اور مقاصد کو سمجھنا اور سمجھانا اون خاص لوگونکا کام ہے کہ جنکو خدا نے قرآن مین بتایا ہے[۱]۔

اور اسی اعتقاد نے کہ قرآن کی آیات کے معنی اور مقصود کو ہر شخص اپنے فہم کے موافق قرار دینے کا حق رکھتا ہے مسلمانونکے متعدد فرقے قایم کرا دئے ہین کہ ہر فرقہ کا مقتدا اپنی حقیقت کے لئے اوسی قرآن سے دلیل اور حجت لاتا ہے کہ عقل اسی بات کو چاہتی ہے کہ قرآن کے معانی اور مقاصد اعلم ترین خلائق نے جو بیان کئے ہون تمام مسلمانونکا فرض ہے کہ اوسی کو قبول کرین اور وہ اعلم ترین خلائق بھی ایسے ہونے لازم ہین کہ جنکو پیغمبر نے بتا دیا ہو تاکہ باہم مسلمانون کے کوئی اختلاف پیدا نہو۔ اور اوسی نظر سے پیغمبر نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ درمیان تمہارے دو چیزین چھوڑے جاتا ہون کتاب اللہ اور عترت اپنی۔ اگر ان دونون کو مضبوط پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہوگے۔ اور وہ آپس سے جدا نہون گے یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھسے ملاقات کرین[۲]۔

[۱] رسالہ روشنی جلد ثانی بحث مسئلہ امامت ۵۲ [۲] دیکھو عبقات الانوار حدیث ثقلین

جیسے کہ وہ حسبنا کتاب اللہ کا قول صحیح نہیں ہو سکتا ہے ویسے ہی مجرد شہادت قرآن بغیر شہادت عترت رسولؐ کے کسی چیز کے فیصلہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

مصنف بحث امامت کو یوں شروع کرتے ہیں کہ وہ شیعہ رسولؐ کے بعد جناب امیرؑ کو اور اون کے بعد ائمہ کو امام معصوم مفترض الطاعۃ بتاتے ہیں۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ رسولؐ کے بعد نہ کوئی معصوم ہے نہ کسی کی طاعت فرض ہے اصلاح امور انتظامی کے لئے کسی شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کر لینا مسلمانوں کا کام تھا اسی بادشاہ اسلام کو خلیفہ کہتے ہیں۔

مصنف نے جو سنی اور شیعہ کا اعتقاد ظاہر کیا ہے تو وہ اعتقاد اس آیت قرآنی کے

(یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ترجمہ ای جو لوگو کہ ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم مین سے ہوں)۔

موافق شیعوں کا ہے اور سنیوں کا مذہب اوسکے خلاف ہے۔

اس آیت میں صریح حکم ہے کہ سوائے خدا اور رسولؐ کے بعد رسول کوئی اولی الامر بھی ہے اور اطاعت اولی الامر کی ویسی ہی واجب کی گئی ہے جیسے کہ خدا اور رسولؐ کی۔ اور رسولؐ اور اولی الامر مفترض الطاعت یکسان قرار دئے گئے ہین جو دلیل تو عدذات رسول اور اولی الامر کی ہے۔ اور جب اولی الامر کی اطاعت مثل رسولؐ کے فرض کی گئی تو ضرور ہے کہ اولی الامر مثل رسولؐ کے معصوم بھی ہو۔

یہ امر بالکل خلاف عقل ہے کہ اطاعت غیر معصوم کی مثل معصوم کے فرض کیجائے جس سے بیعزتی پیغمبرؐ کی لازم آتی ہے۔

اہل سنت جو بعد رسول کے کسی کی اطاعت فرض نہین جانتے اور مفترض الطاعت کسی کو اور عصمت کسی مین کہ جو فرض اطاعت سے پیدا ہوتی ہے بعد رسولؐ کے نہین مانتے یہ مذہب اونکا قطعی خلاف نص صریح قرانی کے ہی۔ یہ کسیطرح سے نہین ہو سکتا کہ بعد رسولؐ کے کسی کو مفترض الطاعت نہ مانا جائے۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اولی الامر کی قرار دینے مین سُنّی و شیعون سے اختلاف کرین جیسا کہ علماء اہل سُنت نے اولی الامر مین کہ کس سے مراد ہے شیعون سے اور خود باہم بھی مخالفت کی ہے - لیکن ہم جلد ثانی روشنی مین اچھی طرح دیگر کثیر آیات قرآنی سے دکھا آئے ہین کہ سوائے علیؑ مرتضیٰ اور ائمہ اہل بیتؑ کے اولی الامر کی نہ کسی اور سے مراد ہے اور نہ ہو سکتی ہے -

مذہب اسلام مین دین اور دنیا الگ الگ چیز نہین ہے انسانون کی اصلاح معاد اور معاش کا نام دین اسلام ہے جو روحانی - جسمانی - باطنی - اور ظاہری امور انسانی سے علاقہ رکھتا ہی - ہر قسم کے امور انتظامی جنکا تعلق انسان سے ہے متعلق دین کے ہین -

قرآن جس مین قواعد اور آداب دین بیان ہوئی ہین صرف موعظت اور پند کا مجموعہ نہین ہے بلکہ اوسمین وہ تمام احکام صادر کیے گئے ہین جنکا علاقہ معاشرت اور معیشت انسانی سے ہی اور جو من جمیع الوجوہ امور دنیاوی انسانون سے متعلق ہین -

پیغمبر نے جیسا کہ تبلیغ احکام کرکے مذہب اسلام کو قایم کیا
ضرور ہے کہ بعد پیغمبر کے کوئی شخص ایسا ہو کہ مذہب اسلام کو قایم
اور برقرار رکھے اوسکا قایم اور برقرار رکھنا اوسی حالت
مین ہو سکتا ہے کہ جب اونہین احکام کو نافذ اور جاری کرے
اور ایسے ہی شخص کو اصطلاح شرع مین امام کہتے ہین۔ اور
جیسے کہ رسالت کو خلافت فی الارض لازم ہوگئی تھی۔ ویسے ہی ضرور ہے
کہ خلافت امامت کے تحت مین ہو۔ بغیر ایسے اولی الامر
مفترض الطاعت کے غیر ممکن ہے کہ ہر مجرم اپنے ہاتھ سے اپنے آپکو
سزا دے سکے۔

بعد پیغمبر کے جو کوئی سب سے زیادہ عالم دین ہو وہی مستحق
خلافت فی الارض ہو سکتا ہے تاکہ وہ بخوبی حفاظت اور
اجرائے احکام خدا و سنت رسول سیاست مدن کی قوت سے
کرکے انتظام تمدن کر سکے۔

اگر مسلمان عالم اور ہادی دین کو چھوڑ کر دوسرے کو
خلیفہ فی الارض بنائینگے تو خلافت فی الارض کے عالم دین
کے ہاتھ مین نہ ہونے سے اوسی قدر اجراء احکام خدا اور
سنت رسول مین ضرر پہونچے گا کہ جو ایک اولی الامر کے

معطل رہنے سے پہونچ سکتا ہے کہ جو مطابق قرآن اور سنت رسول کے حکم کرنے والا اور صاحب الامر ہو۔

بلکہ غیر منصوص الاوصاف اولی الامر سے ضرر کو ویسے ہی تقویت ہو گی جیسے غیر رسول سے بمقابلہ رسول کے اگر خلیفہ فی الارض قبول کیا جاوے یا بمقابلہ اعلم کے کسی بے علم کو قرار دینے سے۔

اصلاح امور انتظامی کے لئے کسی شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کر لینا مسلمانوں کا بحیثیت شریعت کے بغرض حفاظت دین اور اجراء احکام خدا اور رسول کے اپنی مرضی اور خواہش سے ہرگز کام نہیں تھا۔ بلکہ بموجب حکم خدا اور سنت رسول کے باقتضاء مذہب اسلام اصلاح امور انتظامی کے لئے اوسی شخص کو اپنا بادشاہ تبدیل کرنا مسلمانوں کا کام تھا کہ جسکو خدا نے بتایا اور رسول نے جتایا ہو اور جو باقتضاء مذہب اسلام اوسکا مستحق ہو۔

بعد وفات رسول خدا صلعم کے اس بات کی ضرورت تھی کہ ایسا شخص خلیفہ بادشاہ اور جانشین پیغمبر کا مقرر

سلہ دیکھو رسالہ روشنی جلد ثانی بحث مسئلہ امامت۔

کیا جاوے کہ جو محافظت احکام خدا اور رسول اور ہدایت خلق اللہ کی اپنے اوس علم کامل سے جسکو پیغمبر سے حاصل کیا ہو کر سکے اور شریعت کی پابندی سے ہر امر کا فیصلہ کرے اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے کہ جسکی نسبت خدا اور رسول کا کچھ ایما ہو۔

منیب اپنے کاروبار کے سرانجام کے لئے کسی نائب کا انتخاب اور اوسکی قابلیت کا اندازہ خود ہی کر سکتا ہے اور کم سے کم اعلم الناس ہونا ایسے شخص کا ایک امر ضروری ہے ہاں برخلاف اوسکے اگر کسی شخص کو اپنا بادشاہ مسلمان مقرر کر لیں تو وہ بادشاہ مسلمانوں کا کہا جا سکتا ہے مگر بادشاہ اسلام اور خلیفۂ رسول نہیں ہو سکتا بادشاہ اسلام اور خلیفۂ رسول وہ ہو سکتا ہے کہ جو امام امت رسول اور ہادی دین ہو اور جسکا استخلاف صراحۃً یا کنایۃً پیغمبر نے کیا ہو اور وہی منصوص من اللہ ہوگا۔

شروع سے مذہب اسلام نے ایک ہی شخص (پیغمبر) کو امامت اور امارت کے لئے قبول کیا ہے اور ایک ہی شخص کو سردار دین اور دنیا کا مانا ہے اور یہی ایک ایسی

تحریک مسلمانون کے دلون مین عہد پیغمبرؐ مین تھی کہ جس نے سلطنت اور خلافت مسلمانون کے لئے قایم کردی اور اسی اتحاد تحریک کے توڑنے نے اور امارت اور امامت کی شاخین جدا جدا کرنے نے اور امام سے خلافت کو لے لینے نے اصول مذہب اسلام مین رخنہ ڈالکر مسلمانو کو تباہ اور برباد کرکے زوال پر پہونچایا۔

مذہب اسلام پیرو ملت ابراہیمؑ کا ہے جو امور ملت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ کے لوگون نے خراب کردئیے تھے اونکی اصلاح پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر اور نہی کے ذریعہ سے کی۔ اور جن امور مین کہ تفصیل کی ضرورت تھی اونکو صراحت سے بیان فرمادیا اور جو امور کہ صحیح طور پر برقرار چلے آتے تھے اون کو قبول کرکے صرف تازہ کرکے دکھادیا۔ اون مین نہ کسی امر کی حاجت تھی نہ نہی کی اور نہ کسی تفصیل کی امر جانشینی جو متعلق امارت کے ہے اسی قسم اخیر کو شامل تھا۔

قبل پیدایش حضرت محمدؐ کے عہد حضرت اسمٰعیلؑ سے حکومت اور سلطنت ملک عرب کی اس نوع سے تھی کہ

ہر قبیلہ اور قوم میں ایک امیر جو اپنے خاندان میں کسی وجہ سے افضل ہوتا تھا چلا آتا تھا اور بعد ایک کے دوسرے کو قوم و قبیلہ بلکہ اوسی خاندان والے اوسی کے قریب تر رشتہ دار افضل کو قبول کر لیتے تھے۔

یہی روش امارت کی جو امور انتظامی قوم اور قبیلہ کو شامل تھی قبیلہ قریش میں نسل حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت ہاشمؓ کو پہونچی اور اون سے یکے بعد دیگرے حضرت عبد المطلبؑ جد پیغمبرؐ اور حضرت ابو طالبؑ پدر علیؑ مرتضیٰؓ پر منتہی ہوئی۔ اگر حضرت محمدؐ پیغمبرؐ نہ مانے جاتے تو اپنے دیگر اوصاف کی وجہ سے بعد حضرت ابو طالبؑ کے حضرت محمدؐ امیر قبیلہ قریش کے بموجب دستور قدیم ملک عرب کے قبول کئے جاتے اور بعد اون کے علیؑ مرتضیٰ۔

لیکن حضرت ابو طالبؑ کے اخیر زمانہ زندگی میں حضرت محمدؐ کی صفت نبوت اور رسالت ظاہر ہونے لگی اور بعد وفات حضرت ابو طالبؑ کے مذہب اسلام نے جو تعدد امارت قبائل عرب کا تھا۔ اوسکو مٹا کر کل قبائل عرب کو شامل امارت قبیلہ قریش کے کر لیا مگر دستور

قدیم امارت اور خلافت کے متعلق جو چلا آتا تھا اوس وسعت قومی اور ملکی نے اوس مین کچھ خلل نہین ڈالا اور اوسی دستور قدیم کو اوسوقت پیغمبرؐ نے قبول کرکے اور اپنے آپکو امیر کل قبائل عرب کا سمجھکر آہستہ آہستہ اور وقتاً فوقتاً اصلاح امور کل قبائل عرب کی کرکے اوس کام کو اپنے عہد مین پورا کر دیا اور بنظر اوسی دستور قدیم ملک عرب کے اپنے عہد مین متعدد اور اکثر موقعونپر علی مرتضےٰ اور اپنے اہل بیت کے فضائل کہ جو بناء جانشینی کے لئے ضروری تھے اور حقیقت مین بھی وہ اوصاف انمین تھے ظاہر فرماتے رہے اور چند موقعون پر علی مرتضیٰ کے ساتھ ایسے برتاؤ کئے کہ جس سے ایک خاص قرب منصب جانشینی لوگون کی آنکھ مین نظر آنے لگے اور آخر کار اپنی اخیر زندگی مین خم غدیر پر حجت الوداع سے واپس آتے ہوئے ہزارون مسلمانون کے سامنے علی مرتضیٰ کو اپنا ولی عہد اور اپنا جانشین آیندہ بتا اور جتا کر اوسی دستور قدیم ملک عرب کے قبول کرنے کو تازہ کرکے دکھادیا۔[۱]

۱ دیکھو النظر السموق فی سیرۃ الفاروق - ۱۲ -

عمل حکمت محتوی فکر اور عمل کو ہے یعنی کسی چیز کو فکر کرکے پیدا کرنا اور پھر اوسکو بذریعہ عمل کے جاری کرنا اور قایم رکھنا ایسے ہی مذہب اسلام اصلاح روحانی اور انتظام جسمانی کو شامل ہے اور جسکی بنیاد فکر اور عمل پر قرار دی گئی ہے اور جسکا تعلق اعتقاد اور فقہ سے ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو آنحضرت نے قریب کنبہ والوں کی مجلس جمع کرکے دعوت طعام و اسلام کی اور اوس وقت علی مرتضیٰ نے پیغمبر کی نصرت اور حمایت کا علانیہ اقرار کیا اور پیغمبر نے اوسوقت اونکو اپنا وزیر اور وصی اور خلیفہ قرار دیا جسکا یہ منشا تھا کہ امر فکر جسکے اظہار کو اصطلاح شریعت مین تبلیغ رسالت کہتے ہین متعلق ذات خاص اپنے پیغمبر نے رکھا اور امر تبلیغ رسالت کو بذریعۂ عمل جاری کرنا اور اوسکا قایم رکھنا سپرد علی مرتضیٰ کے کیا جسکو اصطلاح شرع مین منصب امامت کہتے ہین۔

تمام واقعات سوانح عمری پیغمبر خدا اور علی مرتضیٰ سے (جنکے سوانحات عمری ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے

ہین اور جیسے عمل فکر سے اور فکر عمل سے جدا نہین ہوسکتی ویسے اون کے سوانحات عمری ایک دوسرے سے جدا نہین ہین) ظاہر ہے کہ عین ابتداء دعوت اسلام کے وقت پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضیٰ کی جو امر سپرد کیا یا جس امر کیلئے کہ پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو قرار دیا وہ ہی امر برابر جاری رہا۔ امر رسالت مین پہلے مسئلہ توحید تھا جو فکر سے متعلق ہے اور جسکو پیغمبرؐ خدا نے سب سے پہلے ظاہر کیا اوسی مسئلہ توحید کا بذریعہ عمل کے جاری کرنا شرک کا مٹانا تھا اور شرک مٹ نہین سکتا تھا جبتک کہ وہ لوگ کہ جو مزاحم اوس مسئلہ کے تھے اور سوائے ذات کبریائی وحدہ لاشریک کے دوسرون کو خدا قرار دیتے تھے وہ قتل نہ کئے جائین اور اون کے بُت معبود توڑے نہ جائین۔

جیسے یہ امر قابل یقین کے ہے کہ مسئلہ توحید پیغمبرؐ نے ظاہر کیا ویسے ہی یہ امر قابل یقین کے ہے کہ پیغمبرؐ نے بذات خاص اور اپنے ہاتھ سے نہ کسی کافر مشرک بُت پرست کو قتل کیا اور نہ کسی بُت کو توڑا علیؑ مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے کثرت سے تمام نامی کفار اور بت پرستون کو قتل کیا

اوراون کے معبود بتون کو توڑ کر زمین پر ٹپک دیا۔

خانۂ کعبہ مین جو بت کہ دور دست بالائے بام تھے علیؑ کے عمل سے اجراء مسئلہ توحید کے دکھانے کے لئے پیغمبرؐ نے یہانتک کیا کہ علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے اون بالا دست بتون کو زمین پر گروایا تاکہ کسی کو شبہ باقی نہ ہے کہ تعمیل مذہب اسلام کی کرنیوالا اوراوسکا جاری اورقایم رکھنے والا سوائے علیؑ مرتضیٰ کے کوئی نہین ہے اور کار امامت کو سوائے اوس کے اوسکی موجودگی مین کوئی انجام نہین دیسکتا۔

پیغمبرؐ خدا بعد تولد فوراً کعبہ مین ڈالے گئے تھے ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ خانہ کعبہ مین شکم مادر سے گرے۔

پیغمبرؐ کی قوت فکری سے اور علیؑ کی قوت عملی سے خانۂ خدا بتون سے پاک ہوا اوراون کے پوجنے والے اور مسئلہ توحید کے مزاحمت کرنے والے نیست ونابود ہوئے یہ ہے مراد آیت جاء الحق وزھق الباطل۔ کی وہ آیا حق اور مٹ گیا باطل۔

پیغمبرؐ اور علیؑ اس آیت کے مصداق مین ایسے

لپٹے ہوئے ہین کہ جنکو کوئی جدا نہین کرسکتا۔

جب خانہ کعبہ بتون سے اور بگاڑنے والوں کی پرستش کرنیوالون سے پاک اور صاف ہوگیا تب پیغمبرؐ نے طائف کے بتون کے توڑنے کے لئے علیؑ مرتضیٰ کو بھیجا اور علیؑ مرتضیٰ نے اونکو جا کر توڑا اور عمل بت شکنی کا اتمام علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھ سے ہوا اور یہی دونون بزرگوار نمونہ اپنے باپ ابراہیمؑ کے بت شکنی مین ہوئے کہ جس مین سے ایک نے بت شکنی کا حکم کیا اور دوسرے نے عمل کیا۔

حضرت ابراہیمؑ پیرو حضرت نوحؑ کے تھے جسکی قرآن مین خبر ہے اونہون نے کبھی نہ بتون کی پرستش کی تھی نہ اونہون نے کبھی اونکو اپنا معبود جانا تھا اور ایسے ہی پیغمبرؐ اور علیؑ مرتضیٰ نے نہ کبھی بتون کو پوجا نہ کبھی اون کو اپنا معبود جانا۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبر آخر الزمان اور علی مرتضیٰ نے بے دھڑک ہو کر بت شکنی کی اور بتون کے توڑنے کے وقت ذرہ بھی جھجک اون کی طبیعت مین نہین آئی اور اسی وجہ سے پیغمبر آخر الزمانؐ

صلعم نے سوائے علیؓ مرتضیٰ کے کسی اور کے ہاتھ سے اس کام کو نہین لیا۔

سوائے علیؓ مرتضیٰ کے جسقدر مسلمان پیغمبرؐ کے ساتھ تھے وہ سب اونہین بتون کی پرستش کئے ہوئے تھے اور ایک زمانہ مین اونکو اپنا معبود جانتے ہوئے تھے اور بعض بزرگ صحابہ کی عمر کا دراز حصہ اسی شغل مین گذر چکا تھا اگر سوائے علیؓ مرتضیٰ کے کوئی دوسرا بت شکنی پر مامور کیا جاتا تو اوسکی طبیعت مین اوس پہلی وقعت بتونکی معبود ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی جھجک ضرور ہوتی اور وہ اوس بے دھڑک پن سے انجام نہ دے سکتا جیسا کہ علیؓ مرتضیٰ نے انجام دیا۔

ہم ایسے طبعی معاملہ کو اس زمانہ مین بھی تجربہ سے پاتے ہین کہ ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہی لیکن کسی مولود کی وہ حالت ہوتی ہے کہ اوس کو اوسکے ماں باپ یہودی یا مجوسی یا نصرانی یا خدا پرست نہون اور بت پرست ہون بنا دیتے ہین اور جب اوسکا ایک حصہ زندگی اوسی حالت پر گذر جاتا ہی اور وہ لوگی

عادت طبیعت ثانی ہوجاتی ہے - اگروہ پھر مذہب اسلام قبول کرتے ہین تو وہ امور مذہب سابق کو باطل تو سمجھنے لگتے ہین لیکن عمل کے وقت ایسے امور کی بابت کہ مذہب اسلام جنکو جایز کرتا ہے اور مذہب سابق مین اون کے حرام تھے اون کو ایسی کراہیت آتی ہے کہ جسکے ارادہ سے اونکو قی ہوجاتی ہے -

اسکے برخلاف حالت اوس مولود علے فطرت اسلام کی ہے کہ جو فطرت اسلام پر پیدا ہوا اور فطرت اسلام پر ہی اوس نے تعلیم پائی اور اوسی فطرت پر جوان ہوا - اور اوسی فطرت پر مرا - بچپن کے زمانہ مین بھی معصوم تھا اور زمانہ حلم سے بھی اخیر زندگی تک بغیر سرزد ہونے کسی خطا کے مذہب اسلام کے لئے جان دیکر معصوم رہا - اور باعتبار واقعات کے یہی معنی ہین کہ روز پیدایش سے روز وفات تک معصوم رہا اور یہی مراد ہے کہ پیدا ہونے سے تادم مرگ محفوظ عن الخطار ہا -

ان دونون حالتون مین علیؑ اور غیر علیؑ کی صورت دیکھنے سے ایسے نظر آجاتی ہے کہ جیسے کوئی آئینہ مین اپنی صورت دیکھے۔

پیغمبر خدا صلعم نے جسوقت کہ ابتدائی دعوت اسلام کی تھی اوسی وقت یہ سمجھ لیا تھا کہ مسئلہ توحید کے قایم کرنیکا عمل سوائے علیؑ کے کوئی نہین کر سکے گا اور جان لیا تھا کہ جیسے مینے بت پرستی نہین کی ہے ویسے ہی علیؑ نے بھی نہین کی ہے جیسے مین بیدھڑک بت شکنی کا حکم دونگا ویسے ہی علیؑ اوسکو بیدھڑک عمل مین لائے گا اور جس بات کو مین کرنا چاہونگا اوس کو علیؑ ہی کر سکے گا اور یہی معنی ہین کہ جو پیغمبر نے علیؑ کو اپنا نفس قرار دیا ہے اور جسکی خبر قران مین ہے۔

ایسے ہوتے ہین پیغمبر فکر کرنے والے اور ایسے ہوتے ہین امام عمل کرنیوالے۔

کیا اصل بنیاد امامت علیؑ کی وہی نہین ہے کہ جسکی بنیاد بعثت پیغمبر کے ساتھ ساتھ ہے۔

پیغمبر کی فکر سے اور علیؑ کے عمل سے مذہب اسلام

کامل ہو کر اتمام کو پہونچا۔

کیا مثل رسول کے علیؑ کو معصوم اور مفترض الطاعت ماننا روا ہو سکتا ہے۔؟

وقت ہجرت پیغمبر کے یہ واقعات پیش آئے ہیں کہ پیغمبر نے دیگر مسلمانوں کو جو مکہ میں تھے آہستہ آہستہ پہلے سے مدینہ کو روانہ کر دیا تھا۔ بروز ہجرت مکہ میں پیغمبر اور حضرت ابو بکرؓ اور علیؑ مرتضیٰ باقی رہ گئے تھے کہ وقت ہجرت پیغمبر نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور اپنی ردائے خاص جو شہر حضرموت سے پیغمبر کے لئے ہدیہ آئی تھی جسکو لوگ پہچانتے تھے کہ یہ رداخاص پیغمبر کی ہے علیؑ مرتضیٰ کو اوڑھا دی تاکہ لوگ یقین رکھیں کہ خود پیغمبر سوتا ہے۔

پیغمبر کا یہ فعل کہ اپنی جگہ علیؑ مرتضیٰ کو لٹانا اور اپنی ردائے خاص اونکو اوڑھانا اور لوگونکو یہ یقین دلانا کہ یہ لیٹنے والا پیغمبر ہے افضلیت علیؑ مرتضیٰ کے لئے امر عظیم ہے۔

کوئی پیغمبر اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ بجائے

اپنی اور لبس لباس پیغمبرؐ سے پیغمبر ہونیکا کسی کے لئے یقین دلاوے - بلکہ اگر کوئی شخص خود اپنی ہیئت کذائی سے پیغمبرؐ کے ساتھ التباس کرے اور اپنے آپ کو پیغمبرؐ بنا کر دکھاوے - تو واجب القتل ہو جائیگا (گورنمنٹ انگریزی نے بھی اسکو ایک سنگین جرم قرار دیا ہے جسکی تعریف تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۷۰ مین لکھی ہی) البتہ پیغمبرؐ اوسی کسی کے لئے ایسا امر قبول کر سکتا ہے کہ جسکو مثل اپنے اور بجائے اپنے ہونے کا یقین کرتا ہو -

جب علیؑ مرتضیٰ کو پیغمبرؐ اپنی جگہ لٹا کر اور اپنی خاص چادر اوڑھا کر اوس مقام سے ہجرت کر گئے اور معہ حضرت ابوبکر کے غار مین روپوش ہوئے اور غار سے مدینہ مین پہونچ گئے اور علیؑ مرتضیٰ تین روز تک بغرض انصرام وصایائے پیغمبرؐ مکہ مین رہے -

وہ تنہا رہنا اوس زمانہ مین ایک جان واحد خدا پرست کا مکہ مین کہ جہاں اوسوقت سب کے سب بت پرست تھے بعینہ ایسا تھا کہ جیسے پیغمبرؐ اوس زمانہ مین

جبکہ کوئی شخص مسلمان نہین ہوا تھا تھا اوسی کمہ کے بت پرستون مین خدا کا نام لینے والے تھے ۔

واقعات زمانہ نے اس درجہ پر جو مساوات پیغمبرؐ کے ساتھ علیؑ کے لئے پیدا کی اسکی منزلت اہل ایمان ہی جان سکتی ہین ۔

وقت ہجرت کے بنظر اوس مشورہ کفّار کے جس مین شیخ نجدی کی رائے کو قبول کیا گیا تھا اپنے قتل ہوجانیکا پیغمبرؐ کو یقین تھا اور بغیر ہجرت کے پیغمبرؐ قتل سے اپنی حفاظت ناممکن جانتے تھے اور جیسے کہ پیغمبرؐ کو اپنے قتل کا بغیر ہجرت اور اپنی حفاظت کا بسبب ہجرت کے یقین تھا ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ کو بجائے اپنے اپنے بستر پر لٹا جانے اور اپنی خاص ردائے اوڑھا جانے اور علیؑ مرتضیٰ کو اپنی ہیئت کذائی مین بنا جانے سے یقین علیؑ مرتضیٰ کے قتل ہونیکا تھا ۔

غور کرنا چاہئے کہ پیغمبرؐ ایک ایسے خورد سال نوجوان کو کہ جسکی پرورش اور تعلیم روحانی اور جسمانی پیغمبرؐ نے اپنی قوت سے بطور اپنے فرزند کے کی تھی اور جس نے

دنیا مین آکر کسی قسم کا اوس وقت تک لطف نہین اوٹھایا
تھا اوسکو ایسے خطرناک مقام پر کیون چھوڑ گئے اور جسمین سخت
اندیشہ بحالت قتل ہو جانے علیؑ مرتضیٰ کے قریش اور کفار مکہ کی
طرف سے اس طعن کا بھی تھا کہ خود جان بچا کر چلے گئے اور اوس کم سن کو
اپنا فدیہ کرا دیا اور کیا وجہ ہوئی کہ حضرت ابو بکر بھی کہ جو ایک سن رسیدہ
سرد و گرم زمانہ کا دیکھے ہوئے اور زیست کا مزہ چکھے
ہوئے اوسوقت مکہ مین موجود تھے اونکو بجائے علیؑ کے
پیغمبرؐ نے اپنے بستر پر نہ لٹایا جنکو بظاہر کوئی ضرورت زیادہ
زندہ رہنے کی نہ تھی مگر ہان اونکا دل چیر کر اگر دیکھا جاتا
تو آرزوے خلافت پیغمبرؐ سے لبالب نکلتا اور خود
اونکا بجائے علیؑ کے لیٹ رہنے کی خواہش نہ کرنا
اوسی آرزو پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے انکار نہین
ہو سکتا کہ وقت شروع دعوت اسلام کے پیغمبرؐ
علی مرتضیٰ کو خلیفہ اور وزیر اور وصی مقرر کر چکے تھے
اور حضرت ابو بکرؓ کو اوسکا علم ہو چکا تھا حضرت ابو بکرؓ نے
وقت ہجرت یہ چاہا کہ اگر علیؑ قتل ہو جائین گے تو اونکی
خلافت اور وزارت کا کھٹکا مٹ جائیگا۔ بہرحال جو

کچھ ہو پیغمبر نے حضرت ابوبکر کو بجائے علیؑ کے اپنی جگہ نہین لٹایا۔

پیغمبرؐ کا بجائے اپنے علیؑ کا لٹانا اور حضرت ابوبکرؓ یا کسی دوسرے کا اوس خطرناک موقع کے اوپر نہ چھوڑنا۔ پیغمبرؐ کی صداقت اور اون کے دین کے برحق ہونیکی دلیل ہے۔

ہر پیغمبرؐ کو لازم ہے کہ وہ امر تبلیغ رسالت مین اپنی جان تک صرف کرنے مین دریغ نہ کرے مگر یہ وقت ابتداء تبلیغ رسالت کا تھا اور امر تبلیغ رسالات بہت کچھ باقی تھا ایسے موقع پر پیغمبرؐ کو حفاظت اپنی جان کی ویسے ہی لازم تھی جیسے کہ امر تبلیغ رسالت مین قتل ہوجانا۔ پس ضرور تھا کہ پیغمبرؐ اپنی جان کی حفاظت کرین اور بجائے اپنے کسی ایسے شخص کا قتل ہوجانا گوارہ کرین کہ جسکی پرورش اور تعلیم مثل فرزند کے کی ہو اور جسکی جان مثل جان رسولؐ کے ہو۔

اسی قسم کے واقعات نے تو پیغمبرؐ سے علیؑ کو اپنا نفس کہلایا ہے جسکی خبر خدا نے دی ہے۔ اور

ایسے ہی سانحات کی وجہ سے تو پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت جتایا ہے " لحمک لحمی و دمک دمی " تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے "

کیا حضرت جعفر طیّار اور حضرت عقیل جو حقیقی بھائی علیؑ مرتضیٰ کے تھے بنظر یکسان ہونے قرابت کے مصداق اوس سخن پیغمبرؐ کے ہنین ہو سکتے ۔؟

قسم ہے خدا کی کہ ہنین ہو سکتے پیغمبرؐ نے اون دونون کو کہان ایسے پالا تھا کہ جیسے علیؑ کو پالا ۔؟

جب علیؑ مرتضیٰ پیدا ہوئے پیغمبرؐ نے اپنی گود مین لیا اور ہمیشہ اونکی نگہداشت کرتے رہے اور زمانہ قحط مین حضرت ابوطالبؑ اونکے باپ سے جدا کرکے اپنے حصّہ مین پرورش کے لئے لگالیا ۔

بیشک یہ بدلا اوس پرورش کا تھا کہ بعد وفات حضرت عبدالمطلب دادا پیغمبرؐ کے حضرت پیغمبرؐ کو حضرت ابوطالبؑ نے اپنی پرورش اور حضانت مین لے لیا تھا ۔

مگر اس مبادلہ سے دیکھنا چاہئے کہ علیؑ مرتضیٰ کے لئے کس درجہ کا شرف اور فضل حاصل ہوتا ہے کہ جس کو

پیغمبر نے اپنے ساتھ مقابلہ مین مبادلہ کیا اور پیغمبر کے ساتھ جو احسان کہ حضرت ابوطالب نے کیا تھا اوسکے بدلے مین پیغمبر نے علیؑ کے ساتھ احسان کیا۔

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان

پیغمبر نے جب علیؑ مرتضیٰ کو اپنی طرف پرورش کے واسطے لگالیا تب سے علیؑ مرتضیٰ پیغمبر سے جدا نہین ہوئے اور اوس زمانہ پرورش علیؑ مرتضیٰ مین پیغمبر اپنی ذاتی اور اپنے قوت بازو کی کمائی جیسے اپنے اوپر صرف کرتے تھے ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ پر اور اوس کمائی سے جیسے گوشت اور خون پیغمبر کا پیدا ہوتا تھا ویسے ہی علیؑ مرتضیٰ کا۔

علیؑ مرتضیٰ کی نسبت اسی واقعہ خاص نے پیغمبر سے کہلوایا ہے کہ جو تیرا گوشت ہے وہ میرا گوشت ہے جو تیرا خون ہے وہ میرا خون ہے جو مطابق ایک سچے واقعہ کے ہے۔ مگر وہ واقعہ حالت زمانہ نے سوائے علیؑ کے کسی دوسرے کو نصیب نہین ہونے دیا یہانتک کہ سگے بھائی علیؑ مرتضیٰ کے اس شرف کو

نہ پہونچ سکے کہ اونکی پیدایش کا زمانہ اس حالت سے پہلے کا تھا گو اونکے ما بعد کے واقعات نے دوسری منزلتوں سے کم وبیش مشرف کیا۔

جسطرح کہ پیغمبرؐ کا گوشت اور خون پیدا ہوا تھا اوسیطرح علیؑ کا گوشت اور خون پیدا ہوا اور یہ امر محقق ہے کہ امر قبیح اور حسن افعال جسمانی سے پیدا ہوتے ہین اور یہ امر مسلمہ ہے کہ پیغمبرؐ سے کوئی امر قبیح اور فحش سرزد نہین ہوا پس اوس ارشاد پیغمبرؐ کا ضروریہ نتیجہ ہے کہ ”جیسے میرے گوشت اور خون سے کوئی امر قبیح اور فحش سرزد نہین ہوگا ویسے ہی تیرے گوشت اور خون سے۔ اور جیسے میرے گوشت اور خون سے امور حسنہ سرزد ہونگے ویسے ہی تیرے گوشت اور خون سے“

یہ مراد ہے شیعون کی کہ جیسے پیغمبرؐ معصوم تھے ویسے ہی علیؑ۔

پیغمبرؐ نہایت عدل کے ساتھ ہر ایک امر کرتے تھے۔ جب وقت شروع دعوت اسلام کے پیغمبرؐ

علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ اور وزیر مقرر کر چکے تھے تو سوائے
علیؑ کے کوئی مستحق اس بات کا نہین تھا کہ جس خطرہ مین
وقت ہجرت خود پیغمبر تھے بجائے اون کے سوائے اونکے
وزیر اور خلیفہ کے کوئی دوسرا اوس خطرہ مین ڈالا جائے
اگر پیغمبر کسی اور کو بجائے علیؑ کے اپنے بستر پر لٹاتے
اور اپنا مشابہ بناتے اور ایسے موقع پر کسی دوسرے کو
خطرہ مین ڈالتے تو امر منافی عدالت پیغمبرؐ کے ہوتا مقتضائے
عدالت پیغمبر یہی تھا کہ قتل ہونیکے واسطے یا تو خود لیٹین
یا اپنے وزیر اور خلیفہ کو لٹائین -

اگر پیغمبرؐ علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر اوس خطرناک
حالت مین نہ لٹا جاتے اور حضرت ابو بکر یا دوسرے کو
اوس موقع پر چھوڑتے تو اوس ارادہ پیغمبرؐ سے دلیل
سچائی پیغمبرؐ اور اون کے دین کی ہرگز پیدا نہوتی کیونکہ
وہ غیر لیٹنے والا اور دیگر مخلوق پیغمبرؐ کی نسبت پکار اوٹھتی
کہ پیغمبرؐ اپنی جان اور اپنے عزیزون کو بچاتا ہے اور
ہمکو معرض ہلاکت مین ڈالتا ہے -

ایسا خیال اوسی کسی کے دل مین نہین گذر سکتا تھا

کہ جو علیؑ سا کامل الایمان ہو اور جس نے کسی اعرابی یہودی کی اور کسی قسم کا خطرہ جسکے قلب مین پیدا نہین ہوا باوجود اسکے کہ رداے حضرموت جنکو وہ اوڑھے ہوئے تھے اشارہ کر رہی تھی کہ موت حاضر ہے۔ اور جس نے اپنے نفس کو خوشنودی خدا کے واسطے بیچ ڈالا جسکی تصدیق خود خدا فرماتا ہے۔ اور علماے اہل سنت نے قبول کیا ہے کہ آیت "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" اسی موقع پر علیؑ کی شان مین نازل ہوئی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ علیؑ کے دل مین کچھ بھی خواہش نفسانی باقی نہین رہی تھی اور اون کے دل مین بجاے خواہشات نفسانی کے مرضات اللہ ہی مرضات اللہ تھی اور کچھ نتھا۔ اوسموقع پر علی مرتضی کے بیخوف وخطر نہایت استقلال کے ساتھ لیٹ رہنے ہی نے سچائی پیغمبر اور اونکے دین کی دیکھائی اور پیغمبر کی صداقت اور اونکے دین کی دلیل اپنے عمل سے پیدا کی۔ وہ عمل کہ جو امام کا کام تھا ایسے امام معصوم اور مفترض الطاعت ہوتے ہین۔ جنکو شیعہ مانتے ہین

جب ابتدائی دعوت اسلام پیغمبرؐ نے اپنے کنبہ والون کو جمع کرکے کی تھی وہ وقت پیغمبرؐ کے لئے نہایت مشکل کا وقت تھا جمہور کے مخالف ہو کوئی ایسا امر تازہ قایم کرنا چاہے اور اوسکے ہر پہلو پر نظر کرے تو مزاحمتونکے پہاڑ اوسکے پیش نظر ہو جاتے ہین۔ اور جان کے ضرر کردینے پر یقین کرلینا لازمات سے ہوتا ہے۔

اوس مجمع دعوت مین تنہا علی مرتضیٰ نے کہ اوسوقت تک جوان بھی نہین ہوے تھے کھڑے ہوکر اوسی مشکل اور نہایت مشکل وقت پر پیغمبرؐ اور اونکے دین کی اعانت اور نصرت کا اقرار کیا اور جسکے جواب مین پیغمبرؐ نے اون کو اپنا وزیر اور خلیفہ اور وصی قرار دیا جسپر مجمع نے مضحکہ اوڑایا تھا لیکن پیغمبرؐ کو علی مرتضیٰ کی جرٔت اور شجاعت پر یقین ہوگیا تھا اور ہونا چاہیے تھا۔ اوسی اطمینان اور اعتماد نے علی مرتضیٰ کو اوس خطرناک وقت ہجرت مین پیغمبرؐ کے بستر پر لٹایا ہے۔ کہ پیغمبرؐ کو یقین تھا کہ سوائے علی مرتضیٰ کے دوسرا دہشت کے مارے اوس موقع پر لیٹ نہین سکیگا اور فوراً بھاگ نکلیگا جسکے باعث راز

فاش ہو کر پیغمبرؐ بدست کفار گرفتار ہو جاوینگے۔

ضرور پیغمبرؐ نے یقین کر لیا تھا کہ علیؑ مرتضیٰ کی ہی جرات اور شجاعت ایسی ہے کہ جو نہ کسی طرح کا خوف دشمنون سے اور نہ اپنی جان کی پروا کریگا اور کسی عنوان پیغمبرؐ کے راز کو فاش نکر سکیگا۔

اسی وجہ سے پیغمبرؐ اپنی جان کی کنجی علیؑ مرتضیٰ کی سپرد کر کے تشریف لیگئے اور پیغمبرؐ نے جو فکر کی تھی اور تدبیر اپنی حفاظت کی سوچی تھی اوسکو علیؑ مرتضیٰ نے اپنے عمل سے ویسے ہی انجام دیا کہ جسکی توقع پیغمبرؐ علیؑ مرتضیٰ سے رکھتے تھے۔

بلا شبہ علیؑ مرتضیٰ کے عمل اور حسن کارگذاری کی وجہ سے پیغمبرؐ کی جان کی حفاظت ہو گئی۔

اگر علیؑ مرتضیٰ اوس فکر پیغمبرؐ کی تعمیل مین ذرا بھی قصور کرتے یا وقت حملہ کفار کے پیغمبرؐ کا راز فاش کر دیتے تو کچھ شک نہین ہے کہ پیغمبرؐ کفار کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے اور جو امور تبلیغ رسالت کے اور علم الٰہی پیغمبرؐ کے سینہ مین تھا وہ سب نیست اور نابود ہو جاتا اور پیغمبرؐ کو موقع خلافت فی الارض کا بھی نہ ملتا اور اس امر کے لیے وقت ہی نہ آتا کہ بعد پیغمبرؐ کے

اونہون نے خلیفہ فی الارض ہونیکی حالت مین وفات پائی
کون مستحق خلافت ہے ۔

حضرت عمر نے اپنی حالتون پر نظر کرکے اگرچہ بارہا
فرمایا ہے کہ "لولا علی لھلک عمر" لیکن تمام امت
رسول کو اوس عمل علی پر (کہ جو وقت ہجرت پیغمبر کے
وقوع مین آیا اور جس سے جان پیغمبر کی اور علم رسالت
محفوظ رہا) نظر کرکے اسکا قائل ہونا چاہیے تھا اور چاہیے
کہ "لولا علی لھلک الرسول" جس شخص نے کہ حفاظت
رسول اور علم الٰہی کی اپنے عمل سے کی کیا وہ بعد رسول کے
امت رسول کا امام برقرار رہنے کے قابل نہین ہوسکتا تھا
اور کیا کچھ شبہ ہوسکتا ہے کہ ایسے شخص کو پیغمبر بعد اپنے خلافت
کے لئے پسند اور قبول نہ کرین گے اور کیا اوس کے لئے مرضی
اور رجحان طبعی پیغمبر کا نہو؟ علی مرتضی نے جو کچھ اوسوقت
عمل کرکے دکھایا دراصل وہ ہی حقیقت امامت کی ہے ۔

دراصل امام اوسی کو کہتے ہین کہ پیغمبر نے جو کچھ تبلیغ
رسالت کی ہو اوسکو قایم رکھے ایسے ہی امام کو شیعہ
معصوم اور مفترض الطاعت قرار دیتے ہین ۔ جس نے

اپنے عمل میں کچھ خطا نہیں کی اور امر رسولؐ کی باحسن وجہ تعمیل سے اپنی اطاعت دوسروں پر فرض کر دی۔

درحقیقت شروع دعوت اسلام کے وقت پیغمبرؐ نے جو علیؑ مرتضیٰ کو وزیر اور خلیفہ اور وصی مقرر کیا تھا وہ اقرار نکری تھا اور وقت ہجرت کے جو پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنا مشابہ بنا کر اپنے بستر پر لٹایا اور وصیت کر کے غیر حاضر ہو گئے اور علیؑ مرتضیٰ کو بجائے اپنے اور بعد اپنے چھوڑ گئے وہ وقت علیؑ مرتضیٰ کے وزیر اور خلیفہ اور وصی مقرر کرنے کا عملی تھا۔

واقعہ حفاظت جان پیغمبرؐ کا ایک عجیب واقعہ ہے کہ جس کے ضمن میں حفاظت جان حضرت ابو بکرؓ کی بھی بوجہ علیؑ مرتضیٰ کے لازم آتی ہے۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر علیؑ مرتضیٰ ذرا سی بھی بے احتیاطی کرتے تو پیغمبرؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی ضرور قتل ہو جاتے مگر علیؑ مرتضیٰ کی وجہ احتیاطی سے بطفیل پیغمبرؐ حضرت ابو بکرؓ کی بھی جان بچ گئی لیکن بطفیل پیغمبرؐ حضرت ابو بکرؓ کی جان بچانے والا علیؑ ہی ہے اور حضرت ابو بکرؓ کو شکر گذاری علیؑ مرتضیٰ کی اپنی جان بچنے کی لازم آتی ہے۔ اور یہ احسان عظیم علیؑ مرتضیٰ کا حضرت ابو بکرؓ کو کسی حالت میں

قابل فراموش کرنے کے تھا ورنہ اون کو نعش پیغمبر کو بے غسل وکفن چھوڑ کر مضطربانہ سقیفہ بنی ساعدہ مین جانے اور خلیفہ بننے کے لئے موقع ہی نہ ملتا۔!

مگر افسوس ہے کہ کسی چیز نے اون کے دل مین وہ واقعات قایم نہ رہنے دئے کہ پیغمبر کی اور خود اونکی جان کس نے محفوظ رکھی تھی اور پیغمبر نے فکری اور عملی طریقے سے کسکو اپنا وزیر اور خلیفہ اور وصی مقرر اور قایم کیا تھا اور وہ اوس امام کو کہ جو پیش پیغمبر عملی کام امامت کا کرتا تھا بھول گئے کہ زندہ ہے یا نہین؟- اور کس چیز نے اوس فکر اور عمل رسول سے جو امر تبلیغ رسالت کے ساتھ مستمر نسبت علی کے چلا آتا تھا منحرف کرا دیا۔؟

کیا پیغمبر یہ کہہ گئے تھے کہ اپنی زندگی مین عملاً کار امامت جس سے مین لیتا ہون وہ میرے بعد امام نہ رہے گا۔؟

زیادہ افسوس شیعون مقلدان علی کو جرات اہلسنت مقلدان حضرت ابوبکر پر ہے کہ وہ اولیا ثبوت شیعون سے استخلاف کا نسبت علی کے طلب کرتے ہین حالانکہ خود اونکو یہ دکھانا چاہئے کہ پیغمبر سلب اختیار امامت علی مرتضیٰ کی نسبت کر گئے تھے

علیؑ مرتضی کی وجہ سے صرف ایک جان حضرت ابوبکرؓ کی بطفیل پیغمبرؐ نہین بچی بلکہ علیؑ مرتضے کی خدمات اسلام پیش پیغمبرؐ پر جب نظر کیجاتی ہے تو واقعات غزواۃ سے یہ ہی پایا جاتا ہے کہ غزواۃ کی تمام مشکلون کو جھیل کر اور فتحیابی حاصل کرکے ہر ایک صحابی کی جانکو بچایا ہے اور جس عمل علیؑ مرتضے سے بطفیل پیغمبرؐ اون صحابہ کی جان بچی ہے وہ عمل علیؑ مرتضے کا کار منصبی امامت پیش پیغمبرؐ امر تبلیغ رسالت کے لئے تھا۔

اگر اس موقع پر کوئی یہ کہے گا کہ بعض صحابہ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے غزواۃ مین اپنے فرار سے بھی کچھ حصہ لیا ہے تو مین یہ کہونگا کہ اگر وجود علیؑ مرتضی کا نہ ہوتا یا وہ اوس کسی غزوہ مین شہادت پاجاتے تو فراریون کو کہین پناہ نہ ملتی اور کفار کے ہاتھ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضرور قتل کیے جاتے۔ اس

یہ احسانات علیؑ مرتضی کے کسی وقت کسیکو نہ فراموش کرنے کے قابل تھے نہ ہین۔ جو حالت کہ زندگی پیغمبرؐ مین پیش پیغمبرؐ علیؑ مرتضے کی تھی وہ ہی حالت علیؑ مرتضی کی

بعد وفات پیغمبرؐ شیعہ قبول کرتے ہین اور اوسی اعتبار سے امام معصوم اور مفترض الطاعت مانتے ہین۔

اہل سنت اوس حالت علیؑ کو جو پیش پیغمبرؐ تھی اور پیغمبرؐ نے کار امامت لینا اپنی زندگی مین علیؑ سے مستمر کردیا تھا اوس حالت علیؑ کو اہل سنت بعد پیغمبرؐ کے متغیر کرتے ہین۔

پیغمبرؐ نے وقت ہجرت کے جو علیؑ مرتضے کو اپنے بستر پر لٹایا ایسے وقت مین کہ اون کے قتل ہونیکا اندیشہ قوی تھا لیکن پیغمبرؐ نے اون کے قتل ہوجانیکی کچھ پروا نہین کی اوس مین یہ امر بھی مضمر ہے کہ پیغمبرؐ علیؑ مرتضی کی نسبت جانتے تھے کہ اسکا ایمان کامل ہوگیا اور اب اوس کے واسطے بجز درجہ شہادت حاصل کرنے کے اور کسی درجہ پر فائز ہونے کی حاجت نہین رہی ہے اور وہ درجہ افضل ترین منزلت سے تھا جو کاملیت ایمان پر شہادت دیتا ہے۔ جو لوگ اوس وقت تک کامل الایمان نہین تھے اون کو پہلے سے مدینہ کو روانہ کیا یا اپنے ساتھ لیا کہ اون کے واسطے آہستہ

آہستہ آہستہ تکمیل ایمان کی ضرورت تھی کہ وہ تمام لوگ کچھ کچھ حصہ زندگی کا کفر پر بسر کر چکے تھے اور علیؑ مرتضیٰ نے ابتدا سے طریقہ پیغمبر پر تعلیم اور پرورش پائی تھی اور ایک چشم زدن کو بھی کفر اختیار نہیں کیا تھا اور یہ امر دلالت کرنے والا اونکی کاملیت ایمان پر بمقابلہ دوسروں کے ہے۔

یہ سچ ہے کہ بستر خواب پیغمبرؐ پر علیؑ مرتضیٰ کو شرف درجہ شہادت حاصل نہیں ہوا اور پھر دوسرے موقع پر بجائے بستر سؤال نکے درمیان محراب مسجد کوفہ عین عبادت خدا مین مشرف بدرجہ شہادت ہوے۔

اگرچہ حضرت عمرؓ بھی مسجد مین زخمی ہوئے اور حضرت عثمان اپنے محل مین قتل کئے گئے لیکن یہ دونون اپنی ذاتی تنزاع کے باعث قتل ہوئے ہین اور علیؑ مرتضےٰ کا قتل فی سبیل اللہ ہے۔

علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کے قاتل کو علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام سے کوئی ذاتی رنج پیدا نہین ہوا تھا۔

جس طور سے کہ مذہب اسلام کو وہ چلانا چاہتے تھے اوس کی مخالفت سے اون کو قتل کرایا ہے کہ یہی امر درجہ شہادت پر فائز ہونے کے واسطے ہوسکتا ہے۔

جسوقت علیؑ مرتضےٰ بموجب ارشاد رسولؐ کے بستر پیغمبرؐ پر لیٹنے کو آمادہ ہوئے ہیں تو اوسوقت پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ "اے علیؑ کفار نے اتفاق کیا ہے کہ فرش خواب پر آکر مجکو قتل کرین اور حکم خدا یہ ہے کہ تو میرے فرش پر میری عبا اوڑھکر میری جگہ خواب کرتا کہ اونکو گمان یہ ہو کہ مین سوتا ہون اور مین اب باہر جاتا ہون اور ایسی جگہ پہونچون کہ انکے شر سے امن مین رہون۔

حضرت علیؑ نے عرض کی کہ اگر مین آپ کی جگہ خواب کرون تو آپ کو تو کچھ ضرر نہوگا فرمایا کہ نہین حضرت علیؑ نے عرض کی کہ حضرت نے اپنی سلامتی کی مجکو خوشخبری دی اسوقت مین اپنے مرگ سے خوشحال ہون گے

کچھ شبہ نہین کہ علیؑ مرتضیٰ نہایت خوشی سے بہ نیت قتل ہوجانے اپنے کے راہ خدا مین بدلے پیغمبرؐ کے تمام شب بستر خواب پیغمبرؐ پر لیٹے رہے اور باوصف اسکے کہ کفار تمام رات پتھر پھینکتے رہے علیؑ مرتضیٰ نے ذرا مضطر ہوکر جنبش نہین کی یہانتک کہ کفار کو گمان رہا کہ پیغمبرؐ سو رہے ہین جب صبح کو کفار حملہ آور ہوئے اور چاہا کہ ایک دم سے تلوارین مارین تب علیؑ مرتضیٰ دفعتًا اپنے بستر سے اوٹھے اور تلوار کھینچکر اون پر حملہ کیا کہ سب حیران ہوگئے۔

جس سے ظاہر ہے کہ علیؑ مرتضیٰ نے شام سے صبح تک اپنی نیت قتل ہوجانے کو راہ خدا مین مستمر رکھا اور جسکی تصدیق خدا کرتا ہے کہ اونسنے اپنی جان کو بیچڈالا خوشنودی خدا کے واسطے جو کوئی کسی فعل حسن کی نیت کرتا ہے اور اوس نیت کو مستمر رکھتا ہے گو وہ فعل واقعہ نہو مگر ثواب اوسی فعل کا اوسکو حاصل ہوجاتا ہے۔

علیؑ مرتضیٰ کی وہ شان تھی کہ جسنے اپنی زندگی

سلہ خصائص امام نسائی چھاپہ کلکتہ۔

مین خاص ایسا درجہ شہادت کا حاصل کرلیا تھا کہ جو
کسی دوسرے کو ویسا درجۂ شہادت نصیب نہین ہوا۔
یاد رکھنا چاہیئے کہ بمقابلہ کفّار کے جنگ کرکے شہید
ہونا اور درجہ رکھتا ہے اور عیوض پیغمبرؐ کے قتل
ہوجانے کے لئے آمادہ ہوجانا اور درجہ رکھتا ہے
علیؑ مرتضیٰ کو یہ اعلےٰ درجۂ شہادت نصیب ہوچکا تھا
قبل اوس شہادت کے کہ جو باعث وفات ہوئی
جو شخص کہ اپنی زندگی مین شرف اعلےٰ درجۂ شہادت
حاصل کرکے زندہ رہے وہ صرف امام نہین ابو الائمہ
ہونے کی قابلیت رکھتا ہے کیا ایسے ابو الائمہ کو معصوم
اور مفترض الطاعت نہین مانا جاسکتا۔؟
اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا ہے کہ جیسے
کلام عرب مین اعلےٰ درجہ پر قرآن فصیح اور بلیغ مانا گیا ہے
ویسے ہی بعد پیغمبرؐ کے یہ مانا گیا ہے کہ افصح اور ابلغ
ترین عرب علیؑ مرتضیٰ تھے۔
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اعلےٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ
ترین کتاب کو کوئی سمجھ سکتا ہے سوائے اوسکے کہ جو افصح

اور بلیغ ہو؟ غور کرنا چاہیے کہ علیؑ مرتضیٰ مین ایسی اعلےٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت کیونکر پیدا ہوئی؟ مین اس کو قبول کرتا ہون کہ علیؑ مرتضیٰ کی قدرتی صنعت دماغی اوس قسم کی تھی لیکن اوس دماغ کو رونق اوس تعلیم کی مشق کے سبب سے تھی اور اوس دماغ پر اوس تربیت کا اثر پڑا تھا کہ جو پیغمبرؐ نے اون کو دی تھی شروع سے پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنے پاس اور اپنے ساتھ رکھا اور شروع سے جیسے قرآن نازل ہوتا گیا ویسے ہی پیغمبرؐ اون کو سکھاتے اور معنی اور مراد ہر آیت کی بتاتے گئے۔

وہ تعلیم خاص اوس درجہ پر تھی کہ جیسے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ "لی مع اللہ وقت" ویسے علیؑ مرتضیٰ نے کہا ہے کہ "لی مع الرسول وقت"

ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ گمان کرسکتا ہے کہ قرآن کے معنی سمجھنے مین اوس سے خطا ہوسکتی ہے یا اوس سے بہتر کوئی آیات قرآنی کی تاویل کرسکتا ہے؟

لوگون پر قرآن کا پہونچانا رسول کا کام تھا
اور معنی اور مراد اوسکی بتانا امام کا کام تھا اور اسی
اعتبار سے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "ای علی جیسے
مین نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے ویسے ہی
تو تاویل قرآن پر جنگ کریگا"
پیغمبر خدا صلعم نے آیات سورۂ برأت کفار
مکہ پر پڑہنے کے لئے مدینہ سے اول حضرت ابوبکر کو
بھیجا تھا اور پھر علی مرتضیٰ کو اوس کام پر پیغمبر نے بموجب
وحی کے مامور فرمایا اور حضرت ابوبکر کو درمیان راہ سے
لوٹا لیا اوسکی دراصل حقیقت یہ ہی تھی کہ علی جیسا
آیات قرآنی کے معنی جانتے تھے ویسا حضرت ابوبکر
نہین جان سکتے تھے - ضرور پیغمبر کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر
حضرت ابوبکر سے اوس کام کے انجام دینے کے
وقت کسی نے معانی اور مراد اون آیات کی پوچھی
تو وہ کچھ جواب نہ دیسکینگے لازم ہے کہ کوئی ایسا
شخص بھیجا جائے کہ اگر کوئی اون آیات قرآنی کے
متعلق کچھ پوچھے تو وہ اوسکا بیان مثل پیغمبر کرے

اور ایسا شخص پیغمبرؐ کی نگاہ میں کہ جس پر مثل اپنے
اطمینان ہو سوائے علیؑ مرتضٰے کے کوئی نہ تھا
اور نہ ہو سکتا تھا۔

تمام سلاطین کا یہ معمول ہے کہ سفیر ایسے شخص کو
مقرر کرکے بھیجا جاتا ہے کہ جو اوس نوشتہ کے
مقصود اور مراد کو سمجھتا ہو اور بیان کر سکتا ہو کہ
جو اوسکے ہمراہ ہو چنانچہ علیؑ مرتضٰے نے قبل شروع
قرات آیات قرانی کے لوگوں کو جتا دیا تھا کہ "میں
رسوؐل ہوں رسوؐل خدا کی طرف سے"

اس سے زیادہ اطمینان بخش اسی کی تائید میں
وہ واقعہ ہے کہ جو پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضٰے کو واسطے
تلقین اور ہدایت کے بجائے اپنے یمنؑ کو بھیجا اور
بغیر کسی جنگ کے وہاں کے لوگ علیؑ مرتضیٰ کے
ہاتھ پر ایمان لائے اور علیؑ مرتضیٰ نصارائے نجران سے
جزیہ وصول کرتے ہوئے حجۃ الوداع میں پیغمبرؐ کے
شریک ہوئے۔

کیا یہ واقعات ظاہر نہیں کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے

اپنی طرف سے کار تبلیغ رسالت اور اوسکا قایم
اور جاری رکھنا علیؑ مرتضےٰ کے سپرد نہین کیا اور
کیا قایم مقام اون کو نہین بنایا اگر اسکا نام منصب
امامت نہین ہے تو ہم کو کوئی بتاے کہ کیا ہے؟
اور ایسے امام کو معصوم اور محفوظ عن الخطا اور
مفترض الطاعت نہ مانے جانے کے لئے سوا اثر
کیا دلیل ہے۔؟

بعد علیؑ مرتضیٰ کے جو گیارہ ائمہ اہلبیتؑ انبیاے
رسول اللہ گذرے ہین اونکی سوانحات عمری نے
دکھادیا ہے کہ وہ انفاس زکیہ رکھتے تھے اور وہ
قدم بقدم پیغمبرؐ اور علیؑ مرتضیٰ کے ہمراہ مین چلے
ہین اور اون کو بے لوث مسلمانون نے مقدس
اور محفوظ عن الخطا برابر مانا ہے اون کے پاس
وہی علم تھا کہ جو سینہ پیغمبرؐ مین تھا اور جسکو پیغمبرؐ نے
علیؑ کے سینہ مین پہونچایا تھا اون کے پاس وہی
کتاب تفسیری پیغمبرؐ کی تھی جسکو علیؑ نے بموجب تلاوت
پیغمبرؐ کے اپنے ہاتھ سے لکھ لیا تھا اوسی کی بموجب

وہ مخلوق خدا کو ہدایت اور تلقین کرتے تھے۔
محمد پیغمبر صلعم سے لیکر محمد امام دوازدہم تک شریعت
اسلام مثل ایک تن درخت کے رہی۔ اس درمیان
مین اوس کے سوائے جس کسی نے اپنے آپ
کو اوبہارا اوسکی مثال علحدگی کی بعینہ ایسی ہی جیسے
تن درخت سے کوئی شاخ پھوٹتی ہے اور وہ کمزور
ہوتی ہے۔
علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت جس شان اور صفت کے
معصوم اور مفترض الطاعت گذرے ہین اوسی
شان اور صفت سے شیعہ اون کو مانتے ہین۔
اہل سنت نے اونکو چھوڑکر جو شاخین نکالی ہین
اوس مین اونکا نہ کوئی امام معصوم تھا نہ کسی کی
اطاعت فرض تھی اسیوجہ سے وہ کہتے ہین کہ "
رسول کے بعد نہ کوئی معصوم ہے نہ کسی کی اطاعت
فرض ہے "
مذہب اسلام مسلمانون کا بنایا ہوا نہین ہے
بلکہ خدا اور رسول کا بنایا ہوا ہے۔ خدا اور رسول

جس کسی کو مذہب اسلام کا بادشاہ اور خلیفہ رسول بناوے اور جتاوے وہی مذہب اسلام کا بادشاہ اور خلیفہ رسول ہو سکتا ہے اور مسلمان جس کسی کو اپنا بادشاہ مقرر کر لین وہ اون کا بادشاہ اور خلیفہ فی الارض اونکا ہو سکتا ہے مگر وہ خلیفہ رسول اللہ نہین کہا جا سکتا گو خلیفۃ الناس اوسکو کہہ سکین۔

مذہب اسلام کا بادشاہ بعد رسول کے اور خلیفہ رسول وہی مانا جا سکتا ہے جسمین وہ خاص خصوصیتین ہون جو پیغمبر مین تھین اور جو عمومیت مین پیغمبر کے ساتھ متحد اور متشابہ ہو اور جس نے امر فکری رسول کو اپنی قوت عملی سے کامل اور تمام کیا ہو اور ایسا ہی شخص صحیح مرکز پر مذہب اسلام کو قایم رکھ سکتا ہے اور وہی مستحق لقب بادشاہت اسلام اور خلافت رسول کا ہو سکتا ہے۔

شرافت نسبی جس کو عرب خلافت اور سلطنت کے لئے بہت مانتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی وہی علیؑ کی

حضرت عبدالمطلب کے پوتے حضرت پیغمبرؐ بھی تھے اور علیؑ بھی۔ پیغمبرؐ بھی بنی ہاشم سے تھے اور علیؑ بھی۔ رسولخدا وقت پیدائش فوراً خانہ کعبہ میں لائے گئے تھے اور علی مرتضیٰ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں صلبی باپ کے یہاں دونوں نے پرورش نہیں پائی حضرت عبدالمطلب نے رسولؐ کو حفاظت میں حضرت ابو طالب کی دیدیا۔ اور ابو طالب نے علیؑ کو رسولؐ کے حصہ میں پرورش کیلئے لگا دیا تھا۔

جس اپنی کمائی سے پیغمبرؐ کا گوشت اور خون پیدا ہوا۔ اوسی کمائی پیغمبرؐ سے علیؑ کے خون اور گوشت نے نشو ونما پایا جس جگہہ پیغمبر پلے اور بڑھے اوسی جگہہ علیؑ پلے اور بڑھے جس مکان میں پیغمبرؐ رہے اُسی مکان میں علیؑ رہے۔ دونوں نے کسی زمانہ میں شرک یا کفر کا ارتکاب نہیں کیا عین وقت شروع دعوت اسلام بران دونو سے خدائے واحد کا ماننا آن واحد میں ظاہر ہوا۔ پیغمبرؐ نے اُسیوقت دعوت اسلام کی علیؑ نے نصرت واعانت کا اقرار کرکے اُسکی تائید کی۔ بحیثیت بنی ہاشم ہونے کے انصرام خانہ کعبہ کیلئے ایک سلسلہ وراثت کیوجہ سے جیسے پیغمبرؐ وارث اور

اور مستحق تھے ۔ ویسے ہی علیؑ ۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ جبکہ رسولؐ جوان تھے اور علیؑ کم سن تھے اور کوئی اور مسلمان نہیں ہوا تھا اُس زمانہ مین سوای تن واحد رسولؐ کے حامی توحید اور ہدایت اسلام مکہ مین جہان خانہ خدا ہے کوئی نتھا ۔ ایک زمانہ ہجرت کا وہ تھا جبکہ سب مسلمان اور پیغمبرؐ مکہ سے ہجرت کر گئے تھے سوای علی مرتضیؑ کے مکہ مین وحدانیت کا ماننے والا اور بیت اللہ مین حامی اسلام کوئی نتھا ۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے پیغمبر آخری ہین ۔ ویسے ہی علیؑ مہاجر آخری ہین ۔ اشاعت توحید کے لئے جیسے پیغمبر کو سفارت کی مشکلین پڑی ۔ ویسے ہی علیؑ کی حب سے مراد خوف قتل ہے ۔ اگر زوجہ کی وجاہت سے پیغمبرؐ ذی وجاہت ہو گئے تھے (حضرت خدیجہ کیساتھ عقد کرنیسے ضرور ایک قسم کی وجاہت پیغمبر کو ہو گئی تھی ۔ کہ حضرت خدیجہ کے مال سے پیغمبرؐ نے تجارت کی جسکی خبر قران مین ہے ۔

(ووجدک عائلا فاغنی) ترجمہ اور پایا تجکو درویش عیالدار پس غنی کر دیا تجکو تو علیؑ بھی وجاہت زوجہ کی سبب سے کہ دختر پیغمبر شہنشاہ دو عالم تھین ۔ اور زمانہ اسلام مین پیدا ہوئین ۔ اور زیر سایہ پیغمبرؐ

تعلیم و تربیت پائی - اور وارث حضرت خدیجہ اپنی ماں کی بہتیں دنی وجاہت ہو گئے - سلہ

سلہ صحیح بخاری مین موجود ہے کہ حضرت ابو بکر نے پیغام الحق تا
مناقات حضرت فاطمہ کے علیؑ کو نہیں بھیجا کہ اونکی وجہ سے علیؑ کی وجاہت تھی
یہ وجاہت حضرت فاطمہ کی کچھ لوگوں کی ہی دلوں نہین تھی - بلکہ یہ وجاہت
اونکی خود پیغمبر کی نظر میں بھی تھی - جیسا کہ سنی شیعہ سب کے یہاں مسلم ہے -
کہ جب حضرت فاطمہ دختر اونکی اونکے پاس جاتی تھین تو حضرت پیغمبر صلعم انکی
تعظیم کیلئے اوٹھ کھڑے ہوتے تھے" یہ مقام بہت ہی قابل غور ہے کہ ایک
ایسا شخص جو پیغمبر ہو اپنی دختر کی ایسی عظمت کرے - لیکن یہ پیغمبر کا تعظیم
کرنا سراپا اخلاق مین ڈوبا ہوا ہے - حضرت فاطمہ وارث حضرت خدیجہ کی
تھین - وہ حضرت خدیجہ کہ جنکی ملازمت پیغمبر نے اختیار کی تھی - اور جن سے
اول پیغمبر نے عقد کیا - اور جنہوں نے پیغمبر کو پاکر پایا - اور بکر پیغمبر سے
عورت کے لئے شرف ہو سکتا ہے - نہ بکر کسی عورت کا پیغمبر کیلئے - اور جو سب
سے اول ایمان لائین - اور جنکا مال و دولت حمایت اسلام مین خرچ ہوا -
اور جنکی محامد اور اوصاف ہمیشہ پیغمبر بیان کرتے رہے - تمام مورخین نے
قبول کیا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابو طالب کی وفات سے حضرت
پیغمبر مکہ مین ضعیف ہو گئے تھے - اور انہیں دو لونڈی وجاہت کی باقی نہ رہی

جس جامہ کو رسولؐ نے اوڑھا اور وہ خاص جامہ نبوّت سمجھا جاتا تھا اُسی جامہ کو علیؑ نے اوڑھا (ردائی حضرموت جسکو اپنے بستر پر پیغمبرؐ نے علیؑ کو اوڑھا کر لٹا دیا تھا-)

جس مرکب خاص پر پیغمبرؐ سوار ہوئے - اوسی مرکب پر علیؑ مرتضیٰ سوار ہوئے - یعنی جس دُلدل پر کہ پیغمبرؐ سوار ہوتے تھے

نقصیحات کیوجہ سے ایسا غلبہ کفار کا ہو گیا تھا کہ پیغمبرؐ کو مجبوری ہجرت کرنی پڑی تھی - جس زمانہ مین کہ حضرت پیغمبرؐ حضرت فاطمہؑ کی تعظیم دیتے تھے - اگرچہ وہ زمانہ شہنشاہ دوعالم ہو جانے پیغمبرؐ کا تھا - مگر پیغمبرؐ کہ جو ایک اعلیٰ درجہ کے خوش خلق تھے اُنسے غیر ممکن تھا کہ وہ اپنے اُس زمانہ عروج مین اپنے اُس زمانہ ملازمت اور حمایت حضرت خدیجہ کو بھول جائین اور جسوقت کہ اُنکی سامنے حضرت خدیجہ کی نشانی آوے تھے حضرت خدیجہ کو یاد کرکے انکی وارث کی تعظیم کیلیے کھڑے نہ ہو جائین - ایسا اخلاق پیغمبرؐ ہی سی ہو سکتا تھا جو انکی سچے پیغمبرؐ ہونیکی دلیل ہے - اور جس وہ رسم مذموم اُٹھ گئی کہ مرد علی العموم عورتون کو بیعزتی اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - یہان تک کہ لڑکیونکو قتل کر ڈالتے تھے اور اس فعل پیغمبرؐ سے مردون نے عورتون کی وقعت و وقار کی - اور لڑکیون کیے زندہ رکھنی کی ہدایت پائی - پیغمبرؐ جیسے مردون کیلیے مبعوث برسالت ہوئی تھے ویسی ہی عورتون کیلیئے - اور قدرتی طور پر کوئی مرد عورتون کیلیے ٹھیک نمونہ

اور جو پیغمبر کے پاس ہدیہ آیا تھا اُسی دلدل پر علی مرتضی سوار ہوتے تھے کہ پیغمبر نے انکو عطا کیا تہا (عطا اور ہدیہ ایک بات ہے ادنی جب کوئی چیز اعلی کو بلا قیمت دے اسکو ہدیہ کہتے ہین اور جب اعلی ادنی کو کوئی چیز دے اوسکو عطا کہتے ہین۔)
ایسے ہی ناقہ عضبا جو خاص سواری نبی کا تہا اوسی پر پیغمبر نے

بقیہ نمبر ۵ نہین بن سکتا کہ جسکی عورتین تقلید کرین۔ اس لئے نہایت ضرور تہا کہ پیغمبر نے اپنی تعلیم و تربیت سے جیسا علی مرتضی کو مردون کے مذہب اسلام کا نمونہ بنایا ویسی ہی حضرت فاطمہ کو عورتون کیلئے اپنی تعلیم و تربیت سے نمونہ بنادین اور بنظر اون اوصاف کے جو حضرت خدیجہ مین تہے اور بنظر اسکے کہ حضرت فاطمہ بطن حضرت خدیجہ اور صلب حضرت پیغمبر سے تہین کوئی اور عورت عورتون کیلئے نمونہ نہین بن سکتی تہی کہ جسکی تعلیم اور تربیت پیغمبر پر واجب تہی اور جب حضرت فاطمہ مین قابلیت نمونہ بننے کی ہوگی تو پیغمبر نے اون کو خطاب سیدۃ النساء العالمین کا دیا۔ کیا جب سردار عورتونکی سردار عالم کے پاس آوے تو ایک سردار کو گو وہ اعلی تر ہو دوسرے سردار کی تعظیم دینا زیبا نہین ہے۔

ایسی شوہر جیسی کہ علی اور ایسی زوجہ جیسی کہ فاطمہ اونکی اولاد ائمہ اہلبیت کیا خلاصہ عالم ماننے کے قابل نہین ہوسکتے ہین کیا وہ ابنای رسول اللہ

علی مرتضیٰ کو سوار کر کے بھیجا تھا سورہ برات کفار مکہ پر پڑھنے کیلئے اور حضرت ابوبکر کے لوٹا نے کیلئے ۔

اور ایسے ہی ذو الفقار جو پیغمبر کو ملی تھی اور پیغمبر جسکو باندھتے تھے وہی شمشیر پیغمبر نے علی کو دی ۔ جس سے علی پیغمبر کی طرف سے کفار اور مشرکین کو قتل کرتے تھے ۔

وہ عمامہ رسول جسکو عمامہ سحاب کہا جاتا ہے

وہ لباس پیغمبر جسکو پیغمبر اوڑھتے اور پہنتے تھے ۔ اور وہ دیگر سواریاں جس پر پیغمبر سوار ہوتے تھے ۔ اور وہ سلاح جنگ جو پیغمبر کے پاس رہتے تھے ۔ اور جن کو بعد وفات پیغمبر نے چھوڑا تھا ۔ یہ تمام چیزیں حضرت ابوبکر نے علی مرتضیٰ کو دیدیں[۱] جو جانشینی رسول کیلئے علامت تھیں اور

[۱] دیکھو صفحہ ۱۳۰ پہلا حصہ ضمیمہ جلد اول رسالہ روشنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳)

جن سے کبھی کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی ۔ اور جنمیں وہی خون تھا جو پیغمبر اور علی اور فاطمہ کی رگوں میں جاری تھا معصوم نہیں سمجھے جا سکتے ؟ یہ حقیقت ہے زوجہ کی وجاہت سے پیغمبر اور علی کے ذی وجاہت ہو جائیگی ۔ ایڈیٹر

جن کو علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت نے استعمال کیا اور اپنے پاس رکھا۔ ۵۹

۵۹ یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ حضرت ابو بکر جنہوں نے خلافت رسول قبول کر لی تھی اور جن لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ رسول انکو تسلیم کر لیا تھا انکے ہاتھ میں نشانہائے خلافت رسول علی مرتضیٰ کو
دیجاتی ہیں حالانکہ وہ علامتیں جانشینی رسول کی خود حضرت ابو بکر کو اپنے پاس
رکھنا تھیں کہ وہ در اصل حق دار جانشین کا تھا۔ لیکن درحقیقت یہ ایک معجزہ ہے
کہ خود حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں وہ نشانیاں جانشینی رسول کی اصلی جانشین
رسول اور اسکے مستحق کے پاس پہونچیں۔ باوصف اسکے کہ وہ خود جانتے
تھے اور سب سمجھتے تھے کہ متروکہ رسول کسی کو نہیں دیا جا سکتا مگر ہیبت حق
اونپر ایسی طاری ہوئی کہ وہ ان بلا ستون خلافت کو بپاس ادب رسول خود
اسکے استعمال کی جرات نکر سکے۔ علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت ہی وہ نشان
رکھتے تھے۔ کہ پیغمبرؐ کی اُن نشانیوں کو بے تکلف استعمال میں لاتے
تھے۔ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہانتک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے
معرکہ کربلا میں (وہ معرکہ جس کے بعد خلافت کی خاندان رسالت میں اترنے
سے مایوسی ہو گئی) جس وقت حجت آخری کی ہے اور اپنے آپ کو پہچنوایا ہے
تاکہ لوگ غلطی نہ کر سکیں کہ وہ کون تھے۔ اور کسکے بیٹے تھے اوسوقت جہاں
انہوں نے اپنی بزرگوں کی نشانیوں کو جتلایا ہے کہ جو انکے پاس تھیں کہ
تلوار کس کی میرے پاس نہیں ہے۔ اور ردا کسکی میرے دوش پر ہے۔ اور

پیغمبر کو جیسے ہراس اور گھبراہٹ کبھی اور کسی وقت نہین
ہوئی ویسے ہی علیؑ مرتضی کو باوصف اسکے کہ خوف اور
ہراس کے لیئے امور عظیمہ اونکے واسطے پیش آئے جیسا کہ
اونکی سوانح عمری مین موجود ہے اور یہ امر انکے وصف جرأت
و شجاعت پر دلالت کرتا ہے - اور اُنکے اس وصف کا
کوئی منکر نہین ہے - معانی قرانؐ جیسے رسولؐ کو القا ہوتی
تہے - ویسے ہی رسولؐ علیؑ کو القا کرتے تھے - جیسے خدا نے
پیغمبر کو ہدایت کیلئے بھیجا تھا - ویسے ہی پیغمبر نے علیؑ کو یمن
بھیجا - جیسے پیغمبر نے اپنے لیئے فرمایا ہی انا ابن ذبیحین
اور درحقیقت تھے - ویسے ہی علیؑ ذو اشہادتین تہے
جسکی شرح ہم اوپر کر آئے ہین -
اب مین وہ چند امور شان علیؑ کے بیان کرتا ہون کہ جو خصائل
رسولؐ کے لیئے تتمہ تہے اور علے نے اپنے فعل اور
عمل سے اون فضائل رسولؐ کو پورا کیا کہ جو خصائل خود رسولؐ
کو اپنے فعل اور عمل سے ظاہر کرنا لازمی نہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ اور سپر کسکی میری پشت پر ہی اسوقت سب سی پہلے یہی فرمایا ہی -
کہ دیکھو میری سر پر وہی عمامہ ہی کہ جو رسولؐ کے سر پر ہوتا تہا - اڈیٹر

اور جسکا ذکر اوپر نہیں آیا ہے۔ رسول اُمی تھے۔ اور علی پڑھے
اور لکھے۔ صلحنامہ حدیبیہ کیوقت جس کا تعلق امر خلافت
فی الارض سے تھا پیغمبر کی طرفسے علیؑ نے صلحنامہ لکھا۔ رسولؐ
نے بذات خاص وقت کارزار کبھی اپنی قوت حرب کو ظاہر
نہیں فرمایا علیؑ نے اپنی قوت کارزار طرف سے نبیؐ کے
ایسی دکھائی کہ جسکا اظہار بذات خاص پیغمبرؐ کو ضروری تھا۔
رسول نے اولاد نرینہ نہیں چھوڑی تھی علی کیوجہ سے نسل پیغمبری
میں اولاد نرینہ جاری ہوئی۔ چنانچہ خود نبیؐ نے فرمایا ہے
کہ دیگر انبیا کی ذریت انکی صلب میں تھی۔ میری ذریت صلب
علیؑ میں ہے۔

میں ایک اور تخصیص کے بیان کرنیسے کہ جو پیغمبر کو علی کیساتھ
تھی باز نہیں رہ سکتا ہوں۔ اول پیغمبرؐ اپنے دادا حضرت
عبد المطلب کیطرف سے حضرت ابوطالب پدر علی کو سپرد کئے گئے
تھے پھر علیؑ کو انکی باپ اور ولی پیغمبرؐ کے سپرد کیا۔ پھر خود علی
نے آپنے آپ کو وقت شروع دعوت اسلام کے پیغمبرؐ کے سپرد
کیا۔ پھر علیؑ نے اپنے نفس کو سپرد خدا بدلہ پیغمبرؐ کے وقت ہجرت
پیغمبرؐ کی کیا۔ پھر پیغمبر نے اپنی پیاری۔ اور عزیز دختر کو

وقت عقد نکاح کے علی کے سپرد کیا۔ پھر وقت آخر پیغمبر نے
اپنا علم اور اپنا جسم اور اپنی آل علی کو سپرد کی۔
مذہب اسلام اصلاح جسمانی اور روحانی کے لئے موضوع
ہی اور جیسے کہ طہارت روحانی کے لئے اس میں ذکر ہے
ویسے ہی طہارت جسمانی کیلئے۔ پیغمبر نے جو اپنی آل اور قرآن
چھوڑا وہ اونکے نتائج جسمانی اور روحانی ہیں۔ اور اسی
سبب سے وہ آپس سے جدا نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اسی اعتبار
سے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے قیامت
تک جدا نہ ہونگے۔ پیغمبر نے علی کو خاص تعلیم قرآن کی دی
اور وقت آخر اپنا تمام علم اونکو سکھا دیا۔ اور اپنی اولاد کا محافظ
انکو قرار دیا۔ اور اسی کا نام درحقیقت وصیت ہے۔ اور اسی
لئے ضرور ہے کہ علی جو محافظ آل پیغمبر (اولاد جسمانی پیغمبر)
کے تھے۔ وہی علی جس کو تعلیم قرآن کی پیغمبر نے دی تھی۔
تعلیم روحانی پیغمبر کا بھی محافظ ہو کہ وہ دونوں آپس سے جدا نہیں
ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جو اپنے آپ کو تعلیم روحانی
یعنی قرآن کا جس قدر کہ انکو حاصل ہوا تھا اگرچہ محافظ قرار
دے لیا۔ لیکن حفاظت جسمانی پیغمبر یعنی آل پیغمبر کی حفاظت کو

کو انہون نے بالکل چھوڑ دیا۔ اور وہ کسی قدر بہی اسکی حفاظت نہین کر سکتے تہے۔ اسلئے کہ کسی قسم کا قدرتی حق یا وصیتی انکو سپرد نہین تہا۔

پیغمبر مین جو تین چیزین تہین رسالت یا نبوت یا دونو تقریباً ایک حکم رکہتی ہین۔ اور نتیجہ مین متحد ہین۔ انحضرت صلعم کو قرآن مین کہین خدا نے یا ایہا الرسول کہکر پکارا ہے اور کہین۔ یا ایہا النبی۔ دوسری ولایت یا امامت کہ انکا نتیجہ بہی ایک ہی ہے۔ اور قرآن مین کہین ولی کا لفظ بولا گیا ہی کہین امام یعنی امر رسالت و نبوت کو بذریعہ عمل کی جاری کرنا اور قائم رکہنا۔ تیسری خلافت کو جو تابع اسی امامت اور ولایت کے ہے یعنی امامت اور ولایت چل نہین سکتی جبتک کے سیاست مدن ہاتھ مین نہو۔ نتائج واقعات اور اونکی حقیقت کو جو سمجھی دیکہا یا ہے۔ اس سی قابل یقین کی ظاہر ہوتا ہی کہ جو تین امر پیغمبر مین تہہ منجملہ ان تینون امرونکے امر ولایت و امامت کو پیغمبر نے علی مرتضی کی حوالہ کر دیا تہا۔ اوسیوقت جب کہ شروع دعوت اسلام پیغمبر خدا نے کی تہی اور علی کو اپنا وزیر اور وصی اور خلیفہ مقرر کیا تہا۔ اور اسی منصب کی حیثیت سی عہد پیغمبر مین پیش

پیش پیغمبرؐ علی مرتضی عمل کرتے چلے آئے اور جس کو پیغمبر بحیثیت اسقدر پسند و قبول فرماتے رہے۔

وقت وفات پیغمبرؐ امر رسالت اور نبوت بیشک ختم ہوگیا لیکن امر امامت اور ولایت یعنی جاری اور قائم رکہنا امور تبلیغی رسالت کا باقی رہا۔ جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا ہے جو کوئی انکار کا ارادہ رکہتا ہو اُسکو اس امر کا اقرار کرنا پڑیگا کہ دین اور شریعت پیغمبریؐ کے لئے بعد پیغمبرؐ کے کوئی مکلف نہین ہے۔ اور جسقدر کہ اُسوقت مین بہی مسلمان تہے اونکو بہی یہ اختیار حاصل ہوگیا ہے کہ جس دین اور شریعت کو چاہین اختیار کرین یا جو دین و شریعت چاہین ایجاد کرین یا ہر شخص اپنی مرضی اور خواہش سے جو چاہے وہ کرے۔

وفات رسولؐ سے جب اجرا امور تبلیغی رسالت اور اُسکا قائم رکہنا موقوف نہین ہوا۔ تو کیا وجہ ہے کہ پیغمبرؐ نے جسکو اس کام کیلئے مقرر کیا تہا اور اپنی تمام زندگی مین اول سے آخر تک جس کسی شخص سے وہ کام لیتے رہے اور کسیوقت وقت اخیر تک اُس کام سے اسکو منع نہین کیا۔ بعد وفات پیغمبرؐ اُسی شخص سے وہ کام نہ لیا جاوے اور پیغمبرؐ نے مستمر طور پر جسکو اُس کام کیلئے قبول کیا تہا اسکو قبول نکیا جاوے اور اسکی اس کام مین مدد کیجاوے اور مدد کیا تہی

جگہ دوسری کو خلیفہ قبول کرنا اور امر خلافت پر بجای اُسکی کسی دوسری کو قرار دینا کہ امر امامت و ولایت اُس اصلی امام اور ولی کا کہ جو عہد پیغمبر سے تہا بغیر خلافت کے چل نہین سکتا تہا۔

اسی تقریر سے مجکو یقین ہے کہ مصنف اور اُن کے ہم خیال اس امر کو سمجہہ جائینگے کہ بادشاہ اسلام کسکو کہتے ہین اور کہہ سکتے ہین اور مسلمانون کا بادشاہ کون ہوتا ہے۔؟

بادشاہ اسلام کو خلیفہ رسول بیشک کہہ سکتی ہین۔ لیکن بادشاہ مسلمانون کو خلیفۃ الناس اور خلیفہ فی الارض کہینگے مگر یاد رہے کہ خلفاء فی الناس فی الارض کفار و مشرکین تک ہوئے ہین جنکی خبر قران مین موجود ہے۔ اور غیر مسلمان بہی خلفاء فی الناس و الارض ہوتے ہین۔

اسی موقع پر مین یہ پوچہتا ہون کہ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کو اصلاح امور انتظامی کیلئے جو مسلمانون نے اپنا بادشاہ مقرر کرلیا تہا یا کرلیا۔ اور وہ مسلمانون کا کام تہا یا کنیا؟ اور وہ بادشاہ اسلام ہے یا کیا؟ اور انکو بادشاہ اسلام ہونیکی وجہہ سے خلیفہ کہتے ہین یا کیا اگر اصلاح امور انتظامی کے لئے مسلمانون نے انکو اپنا بادشاہ مقرر کرلیا تہا اور مسلمانون کا وہ کام تہا

اور اسی وجہ سے وہ پادشاہ اسلام تھے۔ اور خلیفہ کہلاتے تھے تو مذہب اسلام کے لئے نہایت شرمناک امر ہے۔

اسلئے جو افعال اور کردار حصول پادشاہت اور خلافت کے لئے اور اسکی قائم اور برقرار رکھنے کے لئے سرزد ہوسکے اور وہ ناجائز عیش و نشاط مین مصروف رہنے کیوجہ سے علانیہ خلاف شرع جو امور عمل مین لائے۔ وہ مذہب اسلام کے نورانی چہرہ کو نیلا اور سیاہ کرنیوالے ہین۔

درحقیقت اصلاح امور انتظامی کے لئے اپنی خواہشات سے بغیر ہدایت خدا و رسول کے انکو اپنا پادشاہ مقرر کر لینا مسلمانون کا کام تھا۔ اور وہ کسی طرح پادشاہ اسلام اور خلیفہ رسول قرار نہین پاسکتے۔ جن مسلمانون نے کہ اونکو اپنا پادشاہ اور خلیفہ فی الارض مقرر کر لیا تھا درحقیقت وہ بھی اونکو پادشاہ اسلام نہین مانتے تھے۔

پادشاہ اسلام وہی سمجھا جاسکتا ہے کہ جو ٹھیک ٹھیک بموجب شریعت کے عمل کرے اور لوگون پر اُس کا عمل کرکے شریعت

شریعت کو قائم اور برقرار رکھے۔ خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس
اپنے آپ کو اپنے اپنے عہدون مین عالم تر دین کا بہی جانتے تھے
اور دوسرون سے مسائل دینی پوچھتے رہتے تھے۔ اور
جن علمانے کہ اُن سلطنتون اور خلافتون مین دخل پا لیا تھا
وہ اونکی خواہشات نفسانی کو فتوی دے کر پورا کرتے تھے
ایسی حالت مین کیا وہ خلفاء یا دشاہ اسلام سمجھے جاسکتے ہین
پادشاہ اسلام وہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اپنے عہد مین
عالم تر دین کا او جس سے کوئی خطا سرزد نہوی ہو۔ اور
ایسا پادشاہ اسلام نہین ہو سکتا مگر امام زمانہ اور اسی
اصول پر شیعہ خلفائے ثلثہ کو پادشاہ اسلام اور امام زمانہ قبول
نہین کرتے ہین۔

مصنف عموماً عقاید ضروری اور خصوصاً توحید اور رسالت
حضرت محمدؐ کا ازروی نصوص قرانی اور انکا وجود قران مین
قبول کرلیتے ہین اور مسئلہ امامت کو کہتے ہین کہ "اول سی آخر
تک قران مین پتہ بھی نہین"۔ لیکن یہی فقرہ مسئلہ امامت کے
متعلق مصنف نے اپنے اخبار جلد اول کے نمبر ۲۵ مین لکھا تھا
اور اسی موقع پر ہم نے نہایت تفصیل سی آیات قرانی کو لکھکر

دکہا دیا ہے کہ مسئلہ امامت کا وضاحت کیساتہ قرآن مین موجود ہے اور از روی نصوص قرآنی کے اعتقاد مسئلہ امامت پر ضروری ہے منجملہ اونہین آیات کے ایک آیہ یہہ بہی ہے کہ جسکو ہمنے ابہی ذکر کیا کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول اور اولی الامر کی فرض کی گئی ہے" اور جیسی کہ رسول مفترض الطاعۃ ہے ویسی ہی اولی الامر قرآ مین اسنے بعد رسولؐ کی جسکی اطاعت فرض کی ہے کسی جگہہ اسکو اولی الامر بولا ہی اور کسی جگہہ امام اور کسی جگہہ دوسرے اوصاف سے ۔

ہم نے جسقدر آیات قرآنی بحث مسئلہ امامت مین دکہائی ہین ۔ انمین مسئلہ امامت پر نصوص صریح موجود ہین ۔ اور اکثر اُن آیات کی متعلق احادیث کتب اہل سنت سے آیات کی تفسیر مین پیش کی گئی ہین ۔ جن سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ آیات علی مرتضے اور ائمہ اہل بیت کی شان مین ہین ۔ اور جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ امام مفترض الطاعۃ از روی احادیث تفسیری اہل سنت کے بہی علیؑ مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت منصوص من اللہ ہین ۔ جسقدر آیات شیعہ پیش کرتے ہین یا اونکی کتب مین اون آیات کا موہ تفسیر کے ذکر ہے ۔ وہ مسئلہ امامت پر نص صریح ہین ۔

جن آیات کی تفسیر میں پیغمبرؐ یا علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہلبیت سے روایت ہوتی ہیں خواہ وہ تفسیر مروی کتب اہل سنت میں ہوں یا کتب شیعہ میں۔ اون سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ دربارہ امامت علیؑ اور ائمہ اہلبیتؑ کے ہیں۔

مگر مصنف اس امر کو اس انداز طبعزاد سے بدنما کر کے دکہاتے ہیں۔ کہ "شیعی بہت سی آیتیں پیش کرتے ہیں جن میں مسئلہ امامت بہ نص صریح مذکور ہے۔ لیکن وہ الفاظ قرآن موجود میں نہیں ملتے۔ شیعی کہتے ہیں کہ ائمہؑ کی زبان پر تھی یا اُس قرآن میں ہونگے۔ جسکو جناب صاحب الامرؑ ہمیں چھپا کر غار میں لے بیٹھے"

شیعہ جن آیات کو مسئلہ امامت کے لئے نص صریح قرار دیتے ہیں۔ وہ آیات قرآن میں بعینہ موجود ہیں۔ البتہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے اون آیات کی جن الفاظ سے تفسیر کی ہے وہ الفاظ تفسیری قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ مگر وہ تفسیر ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی وہی تفسیر ہے کہ جو پیغمبرؐ نے اپنی زبان سے بتائی تھی اور علی مرتضیٰؑ نے اپنے ہاتہ سے لکھہ لی تھی اور وہی مصحف تفسیری ائمہ اہلبیتؑ کے پاس چلا آتا تھا۔ اور وہی تفسیر

زبانی پیغمبر کے ائمہ کی زبان پر تھی۔ احادیث سے ایات قرآنی کی تفسیر صرف کتب مذہب شیعہ مین ہی منقول اور مروی نہین ہوئی ہے۔ بلکہ کتب اہل سنت مین بھی پیغمبر سے تفسیر ایات قرانی منقول اور مروی ہوئی ہین۔ چنانچہ مصنف مخاطب نے اپنی تفسیر اکسیر اعظم جلد ثانی صفحہ ۴ پر جہان اس ایت کی تفسیر کی ہے (ما ننسخ من ایۃ او ننسہا) ”نہین بدلتے ہم کسی آیت کو یا (نات بخیر منہا او مثلہا) بھلا دیتے اوسکو تو لاتے ہین بہتر اس سے یا اوسکی برابر“)

وہان پہلی نسخ کے معنی بیان کئے ہین اور یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ جو احکام تبدیل ہو جاتے تھے وہ چند روزہ ہوتے تھے اور مدت اسکی علم الہی مین ہوتی تھی۔ اور حکم اسکا اس زمانہ کی واسطے عین مصلحت اور حکمت تھا“ اور ایک قسم نسخ کی یہ بیان کی ہے کہ وہ کسی آیت کا حکم منسوخ ہو مگر وہ ایت قران مین موجود ہے۔ پھر بھلا دینے کے یہ معنی بتاتے ہین کہ ایت دفعتہ سب کی سینون سے محو ہو جاوے اور لکھا ہوا بھی خود بخود مٹ جاوے“ اور ایک روایت لکھی ہے کہ نماز صبح مین ایک شخص انصار میں سے ایک سورہ

نماز تہجد مین جو پہلے سے خوب یاد تہی بہول گیا۔ اور صبح کو سب صحابہ سے کہا کہ ہم بہی اس رات اس سورہ کو بہول گئے ہیے۔ اور رسولؐ نے فرمایا کہ اس شب اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ اور مین بہی اوسکو بہول گیا۔ سب ادمیون کے سینوں سے محو ہو گئی اور جسکے پاس لکہی ہوئی تہی وہ حرف بہی مٹ گئے"

اور ایک دوسری روایت لکہی ہے کہ "اکثر ایسا ہوتا تہا کہ رات مین رسول اللہ پر وحی نازل ہوتی تہی۔ اور دن مین اسکو بہول جاتے تھے" (نعوذ باللہ من ذلک کیسے اطمینان ہوسکتا ہے کہ جو کچہ نبیؐ نے بتایا اسمین کچہ بہولا ہوا نہین ہے جب رسولؐ کی یہ عادت ہو کہ رات کو وحی نازل ہو اور صبح کو بہول جائین۔ تو ایسے رسولؐ کی حافظہ پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے خدا ایسی روایتون پر صحت اعتقاد سے محفوظ رکہے)

حضرت عمرؓ کا یہ قول بہی نقل کیا ہے کہ "ہم سب مین زیادہ قران جاننے والے ابی بن کعب ہین۔ اور احکام جاننے والے علیؑ ابن ابیطالب۔ مگر ہم ابی بن کعب کا یہ قول نہین مانتے ہین۔ کہ مینے جتنا قران رسول اللہ سے لیا ہے اوسکو نہین چہوڑونگا"

پہر علمای اہل سنت کی رای نسبت نسخ کے یہ ظاہر کی ہے کہ اوسکی تلاوت منسوخ ہوگئی تہا اور ابو مسلم معتزلی کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ جو الفاظ اب منسوخ التلاوت سمجھی جاتی ہین یہ درحقیقت بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کئے تہے۔ جسکو بعض صحابہ نے غلطی سے قران سمجھ لیا تہا۔ اسکے بعد مصنف اپنی طرف سے یہ ظاہر کرتے ہین کہ اس زمانہ مین بعض[۱] شخصون نے مخالفین کی خوف سے اسی قول کو اختیار کیا ہے ہمارے نزدیک محدثین اور قدماء اہل سنت کا مذہب چہوڑکر ایک معتزلی کے قول کا اختیار کرنا نہایت عجیب ہے ان سب مخالفتون کے سواء ایک بہت بڑی خرابی اس قول مین یہ ہے کہ صحابہ کی طرف غلط فہمی کی نسبت کیجاتی ہے حالانکہ قران ہم تک انہین کیواسطہ سے پہونچا ہے۔ اور اوسکی ثبوت کا مدار بالکل انہین پر ہے۔ اور صحابہ کا اس باب مین جو مذہب ہے وہ بخاری کی ان روایتون سے ظاہر ہوگیا جن کو ہم ابہی نقل کر چکے ہین بلکہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے

[۱] سرسید احمد خان کیطرف اشارہ ہے۔

تھے اونکو بھی صحابہ قران مین لکھہ لیتے تھے ۔ مگر قران کے الفاظ سے اون کو جدا سمجھتے تھے ۔ تفصیل اسکی اتقان مین مذکور ہے

ہمکو نسخ ایت کی اس موقع پر بحث کرنیکی حاجت نتھی لیکن الفاظ تفسیری کو ایات منسوخ التلاوہ کہا جاتا ہے ۔ اسلئے ضرور ہے کہ ہم نسخ کی حقیقت ظاہر کرین کہ وہ کس چیز سے مراد ہے ۔ مصنف مخاطب نے اور اُن کے ہمداستان علمائے اہلسنت نے جو کچہ اسکی مراد اور مقصود لیا ہے وہ ہم ابہی مختصر لکھہ آئے ہین ۔

مگر سر سید احمد خان اپنی تفسیر جلد اول صفحہ ۱۶۲ پر اسی آیت کے تحت مین یہ لکہتے ہین کہ اس ایت کی تفسیر مین ہماری بیان کے مفسرون نے نہایت لچر بحثیان کی ہین ۔ اور مذہب اسلام کو بلکہ خدا کو بدنام کیا ہے ۔ اور قران مجید کو ایک شاعر کی بیاض بنا دیا ہے ۔

اس آیت سے پہلی آیت مین خدا تعالی نے فرمایا ہے ۔ کہ اہل کتاب اس بات کو دوست نہین رکہتے کہ خدا کی طرف سے تمپر کچہ بہلائی اوترے اور بہلائی سے علانیہ مراد قران اور احکام شریعت ہین ۔ اہل کتاب جو اس بات کو دوست نہین رکھتے

له دیکھو تفسیر اکسیر اعظم جلد ثانی صہ ۸۸

سے تہے اسکی صاف صاف دو وجہین تہین - اول یہ کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل مین گذرے تہے اور انکو پسند نہین تہا کہ بنی اسماعیل مین جنکو وہ بالطبع حقیر ہی سمجہتے تہے کوی نبی پیدا ہو - اُسکی نسبت خدا نے فرمایا - کہ اللہ مخصوص کرتا ہی اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے - دوسری وجہ یہ تہی کہ احکام شریعت محمدیؐ کے موسوی شریعت کے احکام سے کسیقدر مختلف تہی - اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجہتے تہے کہ وہ دائمی ہے اور کبہی کوی حکم اُسکا تبدیل نہین ہونیکا - اُسکی نسبت خدا تعالے نے فرمایا - کہ جو آیت ہم منسوخ کرتے ہین یا بہلا دیتے ہین - تو اُسکی جگہہ اوسی کی مانند یا اُس سے بہتر آیت دیتے ہین "

اسکے بعد سرسید یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ اُس مقام مین آیت کے لفظ سے قران کی آیت مراد نہین ہے بلکہ موسوی شریعت کے احکام کہ جو شرع محمدؐ مین تبدیل ہوگئے ہین - یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین -- ..

وہ نفرت کی نگاہ سے دیکہتے ہین اپنے یہان کے اون مفسرین کو جنہون نے اس آیت مین لفظ آیت کو قران کی

آیتون پر محمول کیا ہے۔ اور یہ سمجھا ہی کہ قران کی ایک ایت سے دوسری آیت منسوخ ہوجاتی ہے" اور ننسہا کے لفظ سے یہ قرار دیا ہی کہ پیغمبر خدا بعض ایتوں کو بھول بھی گئے تھے۔ اسکے خلاف وہ فرماتے ہین کہ ان دو لفظون مین ننسخہا اور ننسہا کی بیان پر جھوٹی اور مصنوعی روایتون کے بیان کرنیسے اپنی تفسیرون کے ورق کے ورق سیاہ کر دئے ہین جن مین ایک روایت بھی صحیح نہین ہے"

مفسرین علماء اہل سنت نے جو ایات قران کی چار قسمین قرار دی ہین ثابت التلاوۃ والحکم۔ منسوخ الحکم وثابت التلاوۃ۔ منسوخ التلاوۃ وثابت الحکم۔ منسوخ التلاوۃ والحکم۔ سر سید اس تقسیم کو انہین جھوٹی روایتون کی بنا پر ظاہر کر کے کہتے ہین کہ ہم ان باتون پر اعتقاد نہین رکھتے اور یقین جانتے ہین کہ جو کچھ خدا کی طرف سے اترا وہ بلا کم و کاست موجودہ قران مین جو در حقیقت انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات مین تحریر ہوچکا تھا موجود ہے اور کوئی حرف بھی اُس سے خارج نہین ہے۔ اور نہ کوئی قران مجید کی آیت منسوخ ہے۔ بلکہ احکام ادیان سابقہ کی نسبت بھی لفظ نسخ کا مجازی معنی مین مستعمل ہوا ہے نہ حقیقی معنی مین"

پھر سرسید ابومسلم کی نسبت لکھتے ہین کہ "وہ خلاف جمہور مفسرین کے ہماری رای سی متفق ہے – اوسکا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن مین نسخ واقع نہین ہوا اور آیات منسوخہ سے مراد وہ شریعتین ہین جو کتب متقدمہ مین تھین" اور تفسیر کبیر سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ "یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت کا لفظ قرآن کی ایتون سی مخصوص نہین مانا جا سکتا ہے بلکہ وہ عام ہے اور ہر دلیل پر بولا جا سکتا ہے" اور امام فخر رازی سنے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ "قرآن مجید مین منسوخ آیتین ہونے پر اس آیت سے استدلال کرنا ٹھیک نہین ہے بلکہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ جب کوئی ایت منسوخ ہو تو اوسکے بدلے دوسری آیت جو اس سی اچھی ہو لانی واجب ہے" اور نسخ کے ثبوت مین وہ ان ایات کو لاتے ہین

"واذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون"

ترجمہ اور جسوقت بدلتے ہین ہم ایت مکان ایت کی – اور اللہ جانتا ہے جو اوتارتا ہے تو کہتے ہین کہ اسکے سوا کچھ نہین کہ تو بہتان باندہنے والا ہے بلکہ انمین کی بہت سی نہین جانتے"

"ویمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب" | ترجمہ "وہ محو کرتا ہی اللہ جو کچہہ کہ چاہتا ہی اور ثابت رکہتا ہی اور اُس کے پاس ام الکتاب ہی"

مگر سر سید ان آیتون سے بہی منسوخ ہونے آیتون کا استدلال قبول نہین کرتے ہین اور یہ کہتے ہین کہ "وہ فقہاے اسلام نے نہایت غلط قیاس اور بیجا استدلال سے اور صرف اپنے دل کے پیدا کیے ہوے خیالات سے قرآن کی آیتون کا اس طرح منسوخ ہونا قرار دیا ہی جو خدا کی شان اور قرآن کے ادب کے بالکل برخلاف ہی اور ہرگز مذہب اسلام کا وہ مسئلہ نہین ہی اور نہ اُن فقہا کے استنباط کے لیے کوئی دلیل ہی"

پہر سر سید نے نسخ کے معنی لغوی اور اصطلاح شرعی جو علماے اہل سنت نے قرار دیے ہین اُس کو ظاہر کرکے یہ نتیجہ بہی نکالا ہی کہ "وہ اس سے یہ بہی لازم نہین آتا کہ اگر خدا نے ہم کو کسی ایک کام کرنے کا ایک دفعہ حکم دیا اور پہر اُس کام کے مانند دوسرا کام کرنے کو منع کیا تو یہ حکم اُس کا ناسخ ہوگا کیونکہ اگر یہ منع نہوتا تب بہی وہ حکم ثابت نہ تہا"

علماے اہل سنت نے جو تعریف ناسخ اور منسوخ کی بیان

کی ہو اُس کی نسبت سرسید یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ منصوص نہین ہی۔ یعنی ظاہر ہی کہ یہ تعریف ناسخ اور منسوخ کی نہ خدا نے بتائی نہ رسول نے بلکہ علما نے خود اپنے قیاس اور خیال اور استنباط سے قائم کی ہی۔ اور کسی مسلمان پر واجب نہین ہی کہ خواہ مخواہ اس تعریف کو تسلیم کرے ؎

اور اپنی طرف سے یہ قرار دیتے ہین کہ وہ جس وقت نسخ کو شرع سے متعلق کیا جاے گا تو اُسوقت حیثیت کو اُسکا جزو قرار دینا واجب اور لازم تھا کیونکہ جس قدر احکام شرعی ہین وہ سب کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہین۔ پس اگر باوجود بقا اُس حیثیت کے جس پر وہ حکم صادر ہوا تھا دوسرا حکم برخلاف پہلے حکم کے صادر کیا جاے۔ تو کہا جائیگا کہ دوسرا حکم ناسخ ہی اور پہلا حکم منسوخ۔ اور اگر وہ حیثیت جس کی بنا پر پہلا حکم صادر ہوا تھا موجود نہ رہے تو دوسرا حکم پہلے حکم کا حقیقۃً ناسخ نہین ہی گو مجازاً ایک کا دوسرے کو ناسخ کہین

ذات باری کے تنزہ اور اُس کے تقدس اور اُس کے علم و دانش مین نقصان اُسی وقت لازم آتا ہی جبکہ ایک حیثیت کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہو اور پھر باوجود موجود ہوتے اُسی حالت

اور حیثیت کے دوسرا حکم اس سے مخالف دیا ہو لیکن اگر حالت اور حیثیت مختلف ہو گئی ہے تو دوسرا حکم دینا اس کے تقدس کو کچھ نقصان نہیں پہونچاتا بلکہ نہ دینا اوس کے تقدس اور علم و دانش کو نقصان پہونچاتا ہے۔

پس ہم قبول کرتے ہین کہ ایسے احکام بھی موجود ہین جو شرائع سابق مین ماموربہ تھے اور شرائع مابعد مین ماموربہ نہین رہے یا بالفرض ہم تسلیم کر لین کہ خود مذہب اسلام ہی مین اول کوئی حکم ماموربہ تھا اور پھر بعد کو ماموربہ نہین رہا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حیثیت اور حالت متحد نہین رہی تھی تو ہم ایک کو دوسرے کا ناسخ نہین قرار دینے کے اور ہم کیا کوئی ذی عقل بھی ہندو مسلمان یہود عیسائی دہریہ اُن مین سے کسی کو ناسخ و منسوخ نہین کہنے کا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم مجازاً یا بطور ایک اصطلاح کے اُنکو ناسخ اور منسوخ کہنے لگین۔

اخیر مین سرسید نے اس امر پر بحث کر کے کہ قول و فعل آنحضرت کا حکم قرآنی کا ناسخ ہے یا نہین اور اُسمین علما کا مختلف قول ہونا بیان کر کے یہ فرمایا ہے جبکہ ہم قرآن سے قرآن کا حقیقتہً منسوخ ہونا نہین تسلیم کرتے تو حدیث سے اُسکا حقیقتہً منسوخ ہونا کیونکر تسلیم کر سکتے ہین ہان احادیث صحیحہ کو جنکا درایتہً صحیح ہونا ثابت ہو گیا ہو مفسر قرآن

سمجھتے ہین""

بعد بحث نسخ کے سرسید نے جو آخری نتیجہ نکالا ہی وہی شیعون کی طرف سے بھی بیان کیا گیا ہی کہ وہ جو مراد اور معنی آیات قرآنی کے بہ تعلیم پیغمبر علی مرتضیٰ کو معلوم ہوئے اور جس کو پیغمبر نے بتایا اور علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور جس کو مصحف مرتبہ علیؑ یا کتاب علیؑ کہا گیا ہی اور اُسی کے بموجب دیگر ائمہ اہلبیت ارشاد فرماتے رہے اور اُسکی صحت اور صداقت پر شیعون کو اعتماد کلی ہی""

وہ احادیث پیغمبر اور علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیت درحقیقت تفسیر آیات قرآن کی ہین جن کو مین تفسیر پیغمبری کہتا ہون اور جس سے مسئلہ امامت بنص صریح ثابت قرار پاتا ہی گو وہ الفاظ تفسیری قرآن موجودہ مین نہون ۔۔

سرسید نے جس حیثیت سے کہ بحث آیات قرآنی کے ناسخ اور منسوخ ہونے کی کی ہی وہ اپنی وضع مین بیشک عمدگی رکھتی ہی لیکن اُنہون نے ناقابل التسلیم علماء اہل سنت کی تعریف ناسخ اور منسوخ کو قرار دیا ہی بوجہ غیر منصوص ہونے اُس کے کہ وہ نہ خدا نے بتائی ہی نہ رسول نے ۔

اور ایک امام اہلبیت نے بھی اشارہ فرمایا ہی کہ ایک آیت

قرآن کی تفسیر دوسری آیت قرآن سے ہونا چاہیے اور اکثر ائمۂ
اہلبیت کا یہی عمل رہا ہے کہ ایک آیت قرآن کی تفسیر دوسری
آیت قرآن سے فرمائی ہے۔

اس لیے مین سورۂ حج سے ایک آیت دکھاتا ہون
کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے جس کو خدا منسوخ کرکے اپنی آیات کو
محکم کرتا ہے اور جس چیز کو خدا منسوخ کرتا ہے وہ کسکی طرف سے ہوتی
ہے۔

اور یہ وہ آیت ہے کہ جس کو جناب علی مرتضے نے تلاوت
فرماکر نسخ کی مراد بتائی ہے۔

آیت

ومآ ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته والله عليم حكيم ليجعل ما يلقي الشيطان فتنة	ترجمہ اور نہین بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت کہ آرزو کرتا تھا وہ۔ ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اُس کی کے پس منسوخ (دور) کرتا ہے اللہ اُس

للذین فی قلوبھم مرض و القاسیۃ قلوبھم وان الظالمین لفی شقاق بعید"

چیز کو کہ ڈال دیتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ آیات اپنی کو اور اللہ جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے

تاکہ کردے خدا اُس چیز کو کہ ڈالتا ہے شیطان آزمائش واسطے اُن لوگوں کے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے (کفر و نفاق) اور سخت ہونے والے ہیں دل اُن کے اور تحقیق کہ ظلم کرنے والے البتہ بیچ خلاف و نزاع دور کے ہیں" (یعنی بسبب انکار و عناد کے حق سے دور ہیں)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر رسول اور نبی کے لیے یہ ہوتا ہے کہ نبی کی آرزو میں شیطان نزاع اور مخالفت ڈال دیتا ہے اور خدا شیطان کی ڈالی ہوئی چیز کو منسوخ کردیتا ہے اور اپنی نشانیوں کو محکم کرتا ہے مگر شیطان جو کچھ ڈالتا ہے اُس سے کفار اور منافقین کی آزمائش ہوجاتی ہے۔

تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰ میں ایک طویل لانی

حدیث جناب علی مرتضی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے منقول ہے بمقابلہ ایک زندیق کے جس نے چند اعتراض خدا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید و فرقان حمید پر کیے تھے۔ جناب علی مرتضی صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے اُس کے جواب مین چند آیات قرآنی کے مراد اور معنے بیان فرمائے ہین۔

منجملہ اُن کے اس آیت کے تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ "خداوند عالم نے اپنے نبی سے اُس چیز کا کہ جو اُس کا دشمن اُس کی کتاب مین بعد اُس کے حادث کرے گا ذکر فرما دیا۔ اسپنے اس قول مین

آیت

"وما ارسلنا من قبلک من رسول الآیۃ" | یعنی کوئی نبی ایسا نہین ہے کہ جس نے آرزو کی ہو جدائی کی اُس حالت

سے کہ جس کا معاینہ کرتا ہے وہ اپنی قوم کے نفاق اور نافرمانی سے۔ اور چاہتا ہو منتقل ہو جانا اُن سے طرف

ذارا قامت کے مگر یہ کہ شیطان کہ جو اُن کی عداوت سے
پیش آتا ہے نزدیک فقدان اُسی نبی کے۔ ڈالدیتا ہے
اُس کتاب مین جس کو اُس کے پروردگار نے اُس پر
نازل کیا ہی (قدح اور طعن اُسی نبی پر) پس خدا اُس
کو قلوب مومنین سے نسخ کردیتا ہے۔ اور اُس کو کوئی
قبول نہین کرتا ہے اور نہ التفات کرتا ہے سوائے
قلوب منافقین اور جاہلین کے اور خدا اپنی آیات کو
محکم کرتا ہے اس طرح کہ اپنے اولیاء کو ضلال اور ظلم
اور متابعت اہل کفر و طغیان سے محفوظ رکھتا ہے
وہ اہل کفر کہ جن کے لیے خدا نے یہ بھی پسند نہین
کیا کہ وہ مثل چوپاؤن کے ہون بلکہ فرمایا کہ وہ
چوپاؤن سے بھی زیادہ تر گمراہ ہین۔"
اس آیۂ وافی ہدایہ کے مضمون فیض مشحون
اور تفسیر شریف کو جب امر امامت سے بنظر احادیث
شفیع روز جزا سالار انبیا خاتم النبیین سید المرسلین
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور واقعات کے منطبق کیا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ

پیغمبر کی کیا تھی اور اس مین شیطان نے کیا ڈالدیا۔ اور خدا نے اوس کو قلوب مومنین سے کیسے مٹا دیا۔ اور دل کی بیماری والونکا اور قاسیۃ القلوب اور ظالم اور شقاق بعید والون کی کیسی کیسی آزمایش ہوئی۔

مین افسوس کیساتہ علمای اہل سنت سے اس آیت کی تفسیر جو بیان کیا ہے اوس کی ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتا۔ وہ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ نماز مین تھے۔ اور پڑہا اونہون نے سورۃ النجم مسجد حرام مین۔ اور قریش سنتے تھے قرات اونکی۔ پس جبکہ پہونچے آنحضرت صلعم اس آیت پر۔

(أفرأيتم اللات والعزى ومنات الثالثة الأخرى) "آیا پس دیکھا تمنے لات وعزی کو اور منات تیسری آخری کو"

تو جاری کیا شیطان نے اوپر زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

فإنما الغرانيق العلى وإن شفاعتهن لترتجى "تحقیق کہ وہ خوبصورت تارے ہین اور تحقیق کہ شفاعت اونکی ہر آئینہ امید کیجاتی ہے"۔ پس خوش ہوئے قریش اور سجدہ کیا اُنہون نے اور تہا قوم مین ولید بن مغیرہ بہت بڈہا۔ اوسنے ایک مٹھی

سنگریزہ اٹھا کر اسی پر سجدہ کیا۔ اور قریش سے کہا کہ محمدؐ نے شفاعت لات اور عزی کا اقرار کیا۔ پس نازل ہوئی جبرئیل اور کہا کہ پڑہا تم نے جو کچھ کہ نہیں نازل کیا ہے تم پر۔ اور نازل ہوئی یہ ہی آیت۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کو آرزو ان مشرکین کے ایمان کی بہت تھی۔ اور اپنے جی میں آرزو کرتے رہتے۔ کہ کیا اچھا ہوتا کہ خدا تعالے کوئی ایسی آیت نازل کرتا کہ ان کی خاطر کے موافق ہوتی سب سورۃ النجم نازل ہوئی۔ اور رسول خدا نے آیت افرائیتم اللات کو تلاوت کیا۔ تو شیطان نے موافق آرزو رسولؐ کے حضرت کی زبان پر مدح بتوں کی جاری کردی اور یہ آیت عتاب کے بعد نازل ہوئی۔

ان روایات میں جو پیغمبرؐ کی زبان پر اور پیغمبرؐ کی آرزو کے موافق جو شیطان کا مدح بتوں کی ڈالدینا بیان ہوا ہے وہ نہایت قابل شرم کے ہے جس کو ایک سچے مسلمان کا دل ہرگز قبول نہیں کرسکتا ورنہ پیغمبر پر شیطان کا غالب آنا۔ اور خلاف توحید بتوں کی ستائیش زبان پیغمبرؐ سے کرانا۔ ایک امر نہایت مذموم پیغمبرؐ کی طرف منسوب کرنا ہے۔ ایسی حالت اگر پیغمبرؐ کی قبول کی جاسے تو پیغمبرؐ کی کس بات پر اعتماد اور بھروسہ

ہو سکتا ہے ۔ نہایت قابل تعجب کے یہ ہے کہ جس سورہ
کے شروع میں خدا ایک ستارہ کی قسم سے ہوتی کہ وہ نیچے کو
اترے یہ فرماتا ہو کہ نہیں گمراہ ہوا ہے صاحب تمہارا اور نہ
بہکا ہے ۔ اور نہیں بولتا ہے خواہش نفس سے وہ
مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے "

اسی سورہ کی تلاوت میں روایات کتب اہل سنت سے وہ نسبت
ناروا پیغمبرؐ کی طرف عاید ہو ۔ لیکن مخالف علیؑ مرتضیٰ مجبور تھے
کہ ایسی سورہ کی تلاوت کے وقت پیغمبر پر وہ تہمت
لگائیں ۔ اس سورہ کی شان نزول میں ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ ہم نے نماز عشا ایکمرتبہ رسولخداؐ کے ہمراہ
پڑھی جب حضرت صلعم نے سلام آخری پھیرا تو ہماری طرف ہو نہ
کرکے فرمایا کہ قریب ہے کہ وقت طلوع فجر کے ستارہ گرے ۔ اور
تم میں سے ایک شخص کے گھر میں وہ ستارہ گریگا ۔ اور جس
شخص کے گھر میں وہ ستارہ گریگا ۔ پس وہ شخص وصی میرا ہے
اور خلیفہ میرا ہے اور امام ہے بعد میرے پس جسوقت کہ
صبح قریب ہوئی تو ہر ایک شخص ہم میں سے اپنے گھر میں ستارہ کے
گرنیکا منتظر ہو کر بیٹھ گیا اور ہر ایک کو آرزو یہ تھی کہ میرے

گھر میں یہ ستارہ گرے تو سب سے زیادہ طمع اس امر کی
میرے چچا عباس کو تھی پس جسوقت کہ صبح ہوئی تو آسمان سے ستارہ
ٹوٹ کر گرا اور اپنے اجالے سے علی کے گھر میں گرا۔ رسولخدا صلعم نے علی
سے فرمایا کہ قسم ہے اس شخص کی جسنے مجھکو پیغمبر کرکے
بھیجا البتہ تحقیق واجب ہوئی ہے واسطے تیرے وصیت
اور خلافت اور امامت بعد میرے۔ پس منافقوں نے جبکہ
یہ سنا تو کہا کہ محمد گمراہ ہوگیا ہے علی کی محبت میں اور نہیں کہتا ہے
اسکی شان میں مگر اپنی خواہش سے۔ اور اللہ نے یہ آیت نازل کی
اور اسی روایت کے قریب قریب ابن مغازلی شافعی نے
کتاب مناقب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا۔ ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے کہ میں رسولخدا صلعم کی خدمت میں
حاضر تھا۔ اور بنی ہاشم سے بہت بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ
آسمان سے زمین کیطرف آیا۔ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ
جس کے گھر میں یہ ستارہ گرے وہ وصی اور جانشین میرا ہے
اور بعد اس کے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ستارہ علی ابن ابیطالب
کے گھر میں گرا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ محمد علی کی محبت میں گمراہ
ہوگیا ہے تب خداتعالی نے یہ آیت نازل کی

ان روایات پر حکیمانہ طور سے بھی غور کرنیکے بعد یہ نتیجہ ضرور نکلے گا کہ ان آیات کی منشاء میں علی مرتضیٰ کی امامت کی نشان ہے مخالفان علی مرتضیٰ کو ضرور تہا کہ وہ ایسی آیات کی نسبت پر ایسی ایک ایجاد کریں۔ کہ جس سے پیغمبرؐ کی زبان پر تسلط شیطان قائم ہو جاوے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسی قسم کی جرح اور قدح اُس بیان کو جو پیغمبرؐ کی نسبت کیا ہے اور اُن روایات کتب اہل سنت کو جن پر وہ بیان مبنی ہے باطل اور وضعی قرار دیتی ہے۔ لیکن گو وہ نسبت جو پیغمبرؐ کیطرف ظاہر کی گئی ہے باطل قرار پاوے تا ہم اس بیان اور روایات سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ شیطان جو کچہ تلاوت او ر ارزو میں ڈالدیتا ہے خدا اُسی کو نسخ کرتا ہے بنظر اُس تفسیر کے کہ جو علی مرتضیٰ نے اُس ایت کی بابتہ فرمائی ہے۔ اون روایا کتب اہل سنت اور بیان انکی علماء کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ جو قت پیغمبرؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ایت افرایتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخریٰ ترجمہ ایا پس دیکہتے ہو تم لات اور عزی کو اور منات تیسری پچہلی کو اُسوقت اُن لوگوں کے دلمو منین کہ جو جدید ایمان لائے ہوئے تہے اور کفر تازہ چہوڑ کے اسلام میں آئے تہے شیطان نے یہ ڈال دیا تہ

فانہا الغرانیق العلیٰ ؎ تحقیق کہ وہ خوبصورت بت ہیں

وان شفاعتھن لترتجیٰ ؎ اور تحقیق شفاعت انکی البتہ امید کیجاتی ہے

جس کو خدا نے منسوخ کر دیا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی کہ نسخ (دور) کرتا ہے خدا اُس چیز کو کہ ڈال دیتا ہے اسکو شیطان۔ پھر محکم کرتا ہے خدا آیات اپنی کو۔ جس کو ہم نے اسباب کو ظاہر کرنے کیلیے دکہایا ہے کہ خدا کس چیز کو نسخ کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ راویان اور علمای اہلسنت نے بجائے صحابہ کے دلون کی القاء شیطانی کیلیے زبان رسول اللہ کی۔ مگر یہ امر ظاہر ہو گیا کہ نسخ امر شیطانی کا کیا جاتا ہے۔

آیت اول الذکر مین جیسے معنی نسخ کے ہین۔ ویسے معنی نسیان کے ہین۔ جس چیز ڈالی ہوئی شیطان کو خدا جہان سی دور کر دیتا ہے۔ اُسی چیز کو خدا وہان سی بھلا دیتا ہے۔ اور جسکا نتیجہ یہی کہ پیغمبر نے جو تفسیر آیات قرآنی کی جس معنی مین فرمائی ہے اس معنی مین اسکا قائم اور برقرار رہنا اور اُس معنی مین اسکو قبول کرنا لازم ہے۔ اور جو معنی اُسکے کہ شیطان نے لوگون کے دلون مین ڈالے ہین۔ اوسکو دور کرنا۔ اور اسکو بھول جانا چاہئے۔ ورنہ اُن او منافقون کے لوگون مین شامل رہنا ہوگا جن کی اوصاف اخیر آیت مرقوم

خدا نے خود فرمائی ہیں - بجز عالی مصنف مخاطب نے اس امر کو قبول کیا ہے کہ بعض الفاظ کو جو بطور تفسیر کے رسول اللہ ارشاد فرماتے تھے - اوسکو بھی صحابہ قرآن مین لکھ لیتے تھے لیکن یہ بیان مصنف کا کہ صحابہ قرآن کے الفاظ سے انکو جدا سمجھتے تھے صحیح نہین ہے اور ایسا کوئی امر اتقان مین مذکور نہین ہوا بلکہ حضرت عمر کا ایک ایت کی نسبت یہ بیان ہے کہ مین نہین جانتا کہ وہ قرأت قرآن ہی یا تفسیر ہے اتقان مین جو روایتین اسکی نسبت مذکور ہوئی ہین اور اُن پر جو بحث کی گئی ہے اسکا یہ نتیجہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو الفاظ زایدات قرانی مین پڑہے جاتے تہے اسکو اصل قرآن مین شامل نہ کہنے سے یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ الفاظ تفسیری تہے لیکن اُسی موقع پر اون الفاظ زاید کی نسبت انہین روایات اور اسی بحث سے یہ نتیجہ بھی بخوبی نکل سکتا ہے کہ گو وہ الفاظ تفسیری مگر ایسے تفسیری تہے جنکو پیغمبر نے بیان فرمایا تہا اور جن صحابہ نے اون الفاظ زاید کو اپنے قرآن مین لکھ لیا تہا وہ انکو مثل قرآن یا حکم قرآن مانتے تھے - یہان تک کہ ابن مسعود نے اپنا مرنا گوارا کیا لیکن اپنا قرآن جسمین وہ الفاظ زاید تفسیری لکھے ہوئے تھے ضائع کرنے کیلئے نہ دیا -

نہ پہونچا تک خیال کرتا ہوں کہ اس نتیجہ سے کوئی اختلاف نہ کر سکیگا
البتہ جو الفاظ یا عبارتیں جو الفاظ تفسیری آیات کو کتب شیعہ و سنی میں مروی
اور منقول ہیں ۔ وہ قرآن موجودہ میں نہیں مل سکتے ۔ مگر اصل
متن قرآن کی شرح موجودہ میں نہیں ہو سکتی ۔ البتہ شرح حامل المتن
ہوتی ہے ۔ ہم کہہ چکے ہیں جلد اول رسالہ ہشتی میں کتب
فریقین سے کہ کسی کے بیان کوئی امر تفصیل سے ہے اور کسی
کے بیان کوئی امر اجمال سے ۔ مگر قائل یقین کے نتیجہ
نکلتا ہے کہ کوئی آیت قرآنی ایسی نہ تھی کہ جسکو علی مرتضی نجانتے
ہوں کہ وہ کسوقت اور کس جگہ نازل ہوئی اور کیا ارشاد اور
مقصود معین ہے ۔ اور اسکی تعلیم پیغمبر نے علی مرتضی کو دی ۔ اور
علی مرتضی نے اپنے ہاتھ سے اوسکو لکھا ۔ اور بعد دفن پیغمبر
سب سے اول انکا کام یہ تھا وہ یہی تھا کہ قرآن کو بترتیب نزول
جمع کریں معہ ان تعلیمات پیغمبر کے جو اونکو ہمیشہ ہوتی رہیں ۔ اور جیسا
کہ قرآن کو اونھوں نے زبان پیغمبر سے سنا ۔ ویسی ہی اوسکی
ہر آیت کی تفسیر اور اسکا منشا اور مقصود زبان پیغمبر سے کلیتہ
علی مرتضی نے اور کچھ دیگر صحابہ نے جسوقت کہ پیغمبر کو کسی نے
کچھ پوچھا ۔ علی مرتضی نے کل اور ابن مسعود اور ابن ابی کعب نے

تھا جس نے اپنے علم کی اس سے اپنے قرآن میں لکھ لیا تھا۔
لیکن قرآن موجودہ سے جس قدر کہ زائد تھا وہ درحقیقت
تفسیر تھی۔ لیکن وہ تفسیر ایسی تھی کہ جیسے قرآن۔ اسلئے
کہ قرآن و تفسیر دونوں زبان پیغمبر سے سنی گئی تھیں۔
اور اس تفسیر پیغمبر کا احترام اور وقعت ایسی ہی تھی کہ جیسے
قرآن کی۔ علی مرتضیٰ نے جب قرآن جمع کرلیا۔ اوسی شان
سے کہ جسکا ذکر کیا گیا۔ تب اُس قرآن کو عہد خلافت اول
مین پیش کیا گیا۔ لیکن بزرگوار حضرات شیخین سے نے جواب دیا
کہ ہمکو تمہارے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ اور جسکی
نسبت بعض علماء اہل سنت سے نے ایک سچی رای دی ہے
کہ اگر وہ قرآن لے لیا جاتا تو اُس سے نفع کثیر حاصل ہوتا[۱]۔
یہ وہی قرآن تھا جو علی مرتضیٰ کے پاس رہا اور جسکو لوگ مصحف علی[۲]
کہا کرتے تھے اور جسکو لوگون نے دیکھا بھی ہے جسکی متعلق
متعدد روایات کتب اہل سنت مین موجود ہین۔
وہی قرآن ائمہ اہلبیت کے پاس برابر چلا آیا اور وہی قرآن اور تعلیم امام

[۱] دیکھو شرح مشکوۃ شاہ عبدالحق و استیعاب و تاریخ الخلفاء۔

سے بچے۔ بعد دیگرے ذریعہ علم درجہ اعلیٰ کا ہر امام اہلبیتؑ کے لئے ہوا۔

تمام خلافتین اور خلفاء فی الارض مخالف اور دشمن ائمہ اہلبیتؑ کے رہے۔ اور سخت مصیبتوں اور مشکل حالتوں مین انہوں نے اپنی زندگیاں بسر کین۔ اور انجام کار کسی نہ کسی تدبیر سے اونکی زندگیاں ختم کی گئین۔ یہانتک کہ امام حسن عسکریؑ امام یازدہم کی جوانی اور پیری سب قید لشکر مین گذر گئی۔ اور جسکی سبب سے اونکا لقب عسکری ہوگیا

حضرت امام محمد باقرؑ امام دوازدہم اسی قید خانہ مین پیدا ہوے تھے۔ اور انکو بنظر اس تجربہ کے جو انکو اپنے عدا سے کہ جن کو سوا اسی امر امامت اور خلافت کے اور کسی امر پر عداوت نہین تھی۔ اپنی محفوظی کا کیسطرح اطمینان نہین ہو سکتا تھا۔ اور اسی اندیشہ سے کہ جو انکے جد پیغمبرؐ کو وقت ہجرت پیش آیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو روپوش کر دیا۔ اور وہ قران جو علیؑ مرتضیٰ بحیثیت میراث علمی کے ملا تھا اپنے ہمراہ لیگئے۔ جیسے کہ پیغمبر علم نبوت اپنے سینہ مین لیکر غار ثور مین پنہان ہوے

امام دوازدہم علیہ السلام کی نسبت کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہین ہے کہ جناب صاحب الامر اُس قرآن کو بھی چھپاکر غار مین لے پہنچے ؛؛

علی مرتضیٰ سے لیکر امام دوازدہم کی غیبت صغریٰ تک شیعون سے وہ قرآن تفسیری چھپایا نہین گیا۔ اُسی قرآن تفسیری سے جیسے کہ زبان پیغمبر پر وہ قرآن تفسیری تہا ویسے ہی ائمہ کی زبان پر برابر لیتے رہے۔ باوصف اسکے کہ ائمہ عجیب نازک حالتون مین تہے۔ اور شیعہ خوف جان اور مال کی مصیبتون مین۔ مگر سچائی دین اور ایمان کی ہر مشکل کو آسان کر لیتی تہی۔

حضرت صاحب الامر علیہ السلام کہ جنکا دور امامت ہنوز جاری ہے جس شب مین کہ روپوش ہو گئے۔ اور صبح کو اپنے باپ کے قیدخانہ مین نہ ملے۔ اسوقت اہل لشکر نے درحقیقت اپنے اوپر کسی الزام عائد نہونیکی وجہ سے یہ مشہور کردیا اور یقین دلایا کہ سوای اس غار کی اور کوئی راہ اونکے چلی جانیکو سبطی منہی اور شیعون نے بہی امام زمانہ کو پوشیدہ ہو جانیکی راز کو افشا کرنا پسند نکر کے اہل لشکر کے سخن کی تائید کی حالانکہ زمانہ غیبت صغریٰ مین اونکی نواب

جانتے تھے کہ وہ کس مقام پر روپوشش ہیں - اور انسے مسائل دریافت کرتے تھے اور جواب لکہا سکتا ہے تھے -

حضرت صاحب الامر علیہ السلام اس قران تفسیری کو اسیواسطے ساتھ لیگئے تھے کہ اسی علم کے بموجب زمانہ غیبت صغری تک انکو ہدایت کرنا باقی تھی اصل یہ ہے کہ اسوقت عموماً دوست و دشمن کو یہ معلوم نہوا کہ امام صاحب العصر کس جگہہ روپوش ہو گئے اور کسجگہہ روپوش ہیں - مگر ممکن ہے کہ ابتداءً اسی غار میں سرمن رأی میں پوشیدہ ہو گئے ہوں جیساکہ پیغمبر غار ثور میں - اور جیساکہ پیغمبر پر غار ثور میں دشمنوں کا دست قدرت نہ پہنچ سکا ویسا ہی انپر نہ پہنچا ہو اور پہر انہوں نے کسی جگہہ اپنے زمانہ غیبت کو پورا کیا ہو - جن کے خروج کا شیعوں نے انتظار کیا - اور وہ خود منتظر آفت رہے - یہ فقرہ مصنف کا کہ "جناب صاحب الامر ع قران شیعوں سے چھپاکر غار میں سے پہونچے" جس حیثیت سے کہ لکہا گیا ہے بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے -

- مصنف بطور نمونہ کے بعض وہ روایتیں اصول کافی کے نقل کرتے ہیں - کہ جسمیں ائمہ علیہم السلام نے آیت کی تفسیر کی ہے - اور مصنف یہ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ تفسیر

کو بھی تحریف کیا گیا ہے – مصنف نے کل روایات تفسیری کے ظاہر کرنیکے واسطے بعینہ الفاظ تحریر کیا ہے جو کتاب حجت کو حدیثہ الواب میں ہیں – اور انکی ذکر سے تحریر کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایات مسئلہ امامت کیلیے ایسی صاف و صریح ہیں کہ مصنف یا انکا کوئی ہم خیال کچھ تشکیک نہی کر نہیں سکتا –

جن روایات پر کہ مصنف نے نکتہ چینی کی ہے اور اسکی ہنسی اوڑائی ہے حقیقت تغیر کرکے دکھایا ہے – اون روایات کو ہم اس طور پر لکھتے ہیں کہ اول اصل عبارت عربی کل روایت کی – اور اسمین آیت قرآنی پر ایک خط کھینچتے ہیں کہ جس سے آیت قرآنی کی تمیز ہو جاوے – اور جسقدر کہ عبارت تفسیری اس آیت کی ہے – اوسکو خط ہلالی میں لکھینگے – اور ایسے ہی اسکا ترجمہ اردو میں – اور اسکے بعد اوسکی شرح کیجائیگی تاکہ بآسانی معلوم ہو جاوے کہ مصنف کی نکتہ چینی کسقدر غلط اور خلاف ہے – اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ علی العموم احادیث بالمعنی مروی ہیں نہ باللفظ –

عن ابی بصیر عن ابی عبد الله ع فی قول	ترجمہ ابو بصیر سے روایت ہے امام جعفر صادق
الله عز و جل و من یطع الله و	علیہ السلام سے قول اللہ
رسوله (فی ولایة علی والائمة من بعده)	عز و جل میں اور جو کوئی اطاعت
فقد فاز فوزا عظیما ہکذا انزلت ۔	کرے اللہ کی اور اسکی رسول کی

(یعنی ولایت علی اور ائمہ کے جو اسکے بعد ہین) پس پہونچا مراد بزرگ کو (اسی طرح نازل ہوئی وہ)"

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ قول اللہ عزوجل اسی قدر قبول کیا گیا ہے ومن یطع اللہ ورسولہ جو کوئی اطاعت کرے اللہ اور اسکے رسول کی" اور اس اطاعت اللہ و رسول کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ یعنی ولایت علی کے اور ائمہ کے جو اسکے بعد ہین" اور بعد اس تفسیر کے پھر اس بقیہ آیت کا ذکر ہے فقد فاز فوزا عظیما پس تحقیق پہونچا مراد بزرگ کو" اسکے بعد پھر یہ ارشاد امام کا ہے کہ ایسی ہی نازل ہوئی وہ"

اس ارشاد سے یہ مقصود ہے کہ وہ آیت اسی معنی اور مراد مین نازل ہوئی ہے چنانچہ صافی شرح کافی مین بھی ایسا ہی کہا گیا ہے ایسی حالت مین خواہ مخواہ یہ مقصود امام کا ہرگز نہین سمجھا جا سکتا کہ وہ آیتہ مع ان الفاظ تفاسیری کے نازل ہوئی ہے خود علماء اہلسنت نے جو قرآن کی تفسیرین لکھی ہین۔ یا کسی متن کی شرح لکھی ہے بعینہ یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ اول الفاظ آیت قرآن کی لکھی۔ اور اسکے بعد عبارت تفسیری یا اول عبارت متن اور پھر عبارت شرح اور اکثر بعد عبارت تفسیری یا شرح کے خود مفسر یا شارح کہتا ہے کہ مراد اوسکی ایسی ہے۔

کہ مراد اسکی ایسی ہے۔

مثلاً اسی آیت کی اگر کوئی یہ تفسیر کرے۔

ومن یطع اللہ ورسولہ فی التوحید والعدل والنبوۃ والولایۃ علی وائمۃ من بعدہ تو کیا یہ سمجھ لیا جائیگا کہ عبارت تفسیری عبارت قران کی ہے ہرگز نہیں۔

منشاء روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اس قول اللہ تعالے میں امام نے کیا تفسیر کی ہے۔ اور کیا مراد بتائی۔ مضمون روایت میں جسقدر قول اللہ کا ہی۔ اسکو قول اللہ کا سمجھنا چاہیے اور جسقدر قول غیر اللہ کا ہی اسکو تفسیر اور قول امام۔ یہ عبارت روایت جو کوئی تھوڑا سا بھی زبان عرب اور اسکی محاورہ کو جانتا ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ عبارت قران کی اس روایت میں کسقدر ہی اور قول تفسیری امام کا کسقدر ہے کل مضمون روایت کا کوئی کہہ نہیں سکتا کہ وہ عبارت قرآن کی ہے

آیت قران میں جو ارشاد ہوا ہے کہ جو کوئی اطاعت کرے خدا اور اسکے رسول کی تو وہ ارشاد اس امر کے لئے ضرور قابل طلب ہے کہ خدا اور رسول کی کس چیز میں اطاعت کیا جائے۔ اسلئے کہ اس آیت میں امور اطاعت کا کچھ بیان نہیں ہے۔ لہذا کوئی اولہ امور اطاعت کی یہ شرح ہو سکتی ہے کہ خدا اور رسول اور

مطلق حقیقی جانتے ہیں — لہذا خدا کو ایک مانو اسکا شریک نہ سمجھو بعد ازاں
اسکے بعد حضرت محمد کو رسول — اور بعد رسول اولی الامر کو مفترض
الطاعۃ مثل رسول کے جانو — قیامت کا آنا برحق مانو —
نماز روزہ حج زکوۃ خمس جہاد — سب احکام پر عمل کرو
اسکے سوا دیگر اوامر و نواہی امور معروف اور منکر
کا بیان قرآن میں ہوا ہے — وہ تمام امور تفصیل میں اس
اطاعت خدا و رسول کے جس کا ذکر اس آیت میں ہے
داخل ہو سکتے ہیں —

لیکن اور مسلمانوں نے بعد پیغمبر سوائے مسئلہ امامت کے دیگر مسائل میں ایسا اختلاف نہیں کیا تھا کہ جسمیں امام علیہ السلام کو خواہ مخواہ ضرورت ہدایت اور تفسیر کی ہوتی اسلئے امام علیہ السلام نے بنظر ضرورت وقت کے اس آیت سے سمجھا امور اطاعت کے صرف ایک امر اطاعت کا ذکر فرمایا ہے — اور ممکن ہے کہ راوی نے خاص وہی امر دریافت کیا ہو —

امام علیہ السلام نے جو اطاعت خدا اور رسول میں امر ولایت علی اور ائمہ مابعد کو شامل فرماکر اسکو فوز عظیم کہا ہے

اوسکی تائید ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے جو ماخذ
اس تفسیر کی ہے اور وہ آیت اس آیت سے کچھ اوپر قرآن
مین موجود ہے جہان کافرون نے قیامت کا پیغمبرؐ سے
سوال کیا تھا اور خدا قیامت کے بیان مین کافرون پر لعنت
اور عذاب آتش اون کے واسطے بیان کرکے اسطرح اونکا
مقولہ نقل کرتا ہے -

آیت

یقولون یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا	ترجمہ - کہینگے وہ (کافر) کاش ہم اطاعت کرتے اللہ کی اور اطاعت کرتے ہم رسول کی اور کہین گے وہ ای پروردگار ہمارے کہ تحقیق کہ اطاعت کی ہم نے سردارون

اپنے کی اور بزرگون اپنے کی پس گمراہ کیا اونہون نے
ہم کو راہ سیدہی سے ای پروردگار ہمارے دے تو اونکو
دوگنا عذاب سے اور لعنت کر تو اون کو لعنت بہت "
اس آیت سے ظاہر ہے کہ اطاعت خدا اور رسولؐ
نہ کرنا اور اطاعت اپنے سردارون اور بزرگون کی کرنا باعث

عذاب الہی اور عذاب کا ہوا ہے اور جو لوگ کہ مستوجب عذاب الہی قرار پائے ہین اون کے لئے اطاعت اونکے سردارون اور بزرگون کی وجہ عذاب کی بیان ہوئی ہے اور یہ اطاعت علاوہ اطاعت خدا اور رسول کے ذکر کی گئی ہے۔

اس آیت کے عکس درحقیقت وہ آیت ہی جسکی تفسیر پر بحث کیجاتی ہے اور جس مین اطاعت خدا اور رسول کو فوز عظیم قرار دیا گیا ہے اور امام نے بمقابلہ سرداران اور بزرگان عذاب پانیوالون کے فوز عظیم پانیوالون کے سردار اور بزرگون کا تفسیرا ذکر فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ انکی اطاعت فوز عظیم ہے برخلاف سردارون اور بزرگون عذاب پانیوالون کے جنہون نے اونکو گمراہ کیا۔

جب ان دونون آیتون کو یکجا پڑھا جاے تو امام نے جو تفسیر فرمائی ہے اوسکی صداقت اور حقیقی ہونے مین ذرا بھی شک نہین رہ سکتا ہی۔

اس روایت مین جو امام علیہ السلام نے الفاظ تفسیری فرماے ہین اوسکو مصنف یہ قرار دیتے ہین کہ وہ الفاظ

بھی شامل نزول تھے" اور اوسپر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ " قرآن موجودہ صحیح نہین بلکہ اس مین تحریف ہو گئی "

جب مصنف مخاطب نے الفاظ تفسیری کو شامل نزول قرآن دینے مین غلطی کی ہی تو صریح ہے کہ جو یہ نتیجہ وہ نکالتے ہین کہ قرآن موجودہ صحیح نہین بلکہ اوسمین تحریف ہو گئی' وہ بھی غلط ہے۔ علماء شیعہ نہایت تحقیق سے برابر اجتہاد کرتے چلے آتے ہین کہ " قرآن موجودہ مین نہ کمی ہے نہ زیادتی "

البتہ خود کتب معتمد اہلسنت مین یہ قبول کیا گیا ہی۔ کہ جو قرآن کہ پیغمبر پر نازل ہوا تھا اوس مین کچھہ کچھہ الفاظ اوس عہد مین پڑھے جاتے تھے کہ جو اب قرآن موجودہ مین نہین ہین۔ ابی ابن کعب اور ابن عباس نے آیت متعہ کو اسطرح پڑھا ہے۔

"فما استمتعتم به منهن (الى اجل مسمى) فاتوهن اجورهن فريضة"[۱]	ترجمہ پس جو کچھہ کہ استمتاع کرو تم ساتھہ اوس کے اون (عورتون) سے (وقت مقرر تک) پس دو تم اجرت (مہر) اونکے مفروض اور مقرر کرنا کرکے" الخ

۱ پارہ پانچ رکوع اول تفسیر کبیر معالم التنزیل۔ کشاف مستدرک۔

مگر قرآن موجودہ مین لفظ "اسلے اجل مسمی" موجود نہین ہے۔

کنز العمال مین روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لڑکے کی گود[1] مین یہ آیت پائی۔

آیت

النبی اولی بالمومنین من انفسہم (وھو ابوھم)	ترجمہ نبی اولی ہے ساتھہ مومنین کے اون کے نفسونسے (اور وہ باپ اونکا ہے)

واضح ہو کہ قرآن موجودہ مین "وھو ابوھم" نہین ہے۔ پس کہا حضرت عمرؓ نے کہ چھیل ڈال اوسکو اے لڑکے پس کہا اوس نے قسم خدا کی نہین چھیلونگا مین اوس کو درحالیکہ وہ مصحف ابی بن کعب مین ہے پس چلے گئے وہ طرف ابی کے اور کہا حضرت عمرؓ سے ابی نے کہ مشغول ہوا مین قرآن کا اور مشغول ہوے تم خرید فروخت کرانے مین بازار و نمین جسوقت کہ ڈال لیتے تھے تم چادر اپنی اوپر گردن اپنی کے اور دروازہ ابن العجمہ پر پیش کرتے تھے۔[2]

[1] نہایت حفاظت سے مراد ہے۔ سورہ احزاب رکوع اول۔ [2] یہ اشارہ ہے بیچ حضرت عمرؓ کے دلال پیشہ ہونے پر جیسا کہ صاحب حیواۃ الحیوان دمیری نے تحقیق کیا ہے۔

بعض اہلسنت کے مفسرون نے قبول کیا ہی کہ وہ اس آیت مین "وہوابوہم" بھی پڑھا جاتا تھا جسکی تفصیل ایک موقع پر ہم نے پچھلے لکھی ہے۔

تفسیر درمنثور مین ابن مسعود سے یہ روایت کی گئی ہے کہ عہد رسول اللہ مین ہم اس آیت ذیل کو اسطرح پڑھتے تھے۔

آیت

"یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك (ان علیا مولی المؤمنین) وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس۔"	ترجمہ اے رسول پہونچا جو کچھہ نازل کیا گیا طرف تیرے پروردگار تیرے کیطرف سے (تحقیق کہ علی مولی المؤمنین ہین) اور اگر

نہ کیا تو نے پس نہ پہونچایا تو نے رسالت اپنی کو اور اللہ نگاہ رکھنے والا ہے تجھکو لوگون سے"

"ان علیا مولی المؤمنین" "تحقیق کہ علی مولی مومنین کا ہے" قرآن موجودہ مین نہین ہے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ وہ تفسیر فرمودہ پیغمبر مثل قرآن کے تھی جو امامت کا حق علی از روے نص کے فیصلہ کرنے والی ہے۔ ابن مردویہ نے

عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے "در تحقیق کہ وہ پڑھتے تھے یہ حرف" (تفسیر درمنثور)

"وکفی اللہ المؤمنین	ترجمہ اور کافی کیا اللہ نے
القتال (بعلی بن ابی طالب)	مؤمنین کا قتال کو (ساتھ
وکان اللہ قویا عزیزا"	علی ابن ابی طالب کے)

اور ہے اللہ قوی اور غالب "یہ حرف بعلی ابن ابی طالب" کا قرآن موجودہ میں نہیں ہے۔

تفسیر ثعلبی میں یہ روایت ہے کہ مصحف ابن مسعود میں یہ پڑھا جاتا تھا۔

"ان اللہ اصطفی ادم ونوحا	ترجمہ بیشک اللہ نے برگزیدہ
وال ابراھیم وال عمران	کیا آدم اور نوح کو اور آل ابراہیم
(وال محمد) علی العالمین"	اور آل عمران کو (اور آل محمد کو)

اوپر تمام جہان کے،، قرآن موجودہ میں جملہ "وآل محمد" موجود نہیں ہے اور حقیقت میں وہ لفظ عطف تفسیری آل عمران کا ہے جسکا ذکر بعد آل ابراہیم کے ہے۔ عمران نام حضرت ابوطالبؑ پدر علیؑ مرتضی کا ہے اور ذریت پیغمبر بی بی فاطمہؑ صلب علی مرتضیٰ سے پیدا ہوئی اس لئے آل محمدؐ تفسیر آل عمران کی ہے۔

جامع الاصول مین روایت بخاری سے لی گئی ہے۔

و لما نزل و انذر عشیرتك الاقربین و رھطك منھم المخلصین"	ترجمہ اور جسوقت نازل ہوا۔ اور ڈرا تو کنبہ کو نزدیک تر سے اور گروہ اپنے کو جو اُن

مین سے مخلصین ہین "و رھطك منھم المخلصین" قرآن موجودہ مین نہین ہے۔

اسی قسم کی زیادتی اور نقصان کا قرآن مین خلاف قرآن موجودہ کے علماء اہلسنت نے بہت کچھ ذکر اور روایت کیا ہے جسکی تفصیل کتاب تنزیہ القرآن مین اوس کے عالم مصنف نے لکھی ہے۔ اگر اوس کو یہ نہ کہا جائے کہ وہ الفاظ تفسیری ہین یا آیات منسوخ التلاوت ہین یا قرآن سات حرفون پر نازل ہوا تھا یا لحن عرب مختلف تھا تو قرآن موجودہ کو ضرور محرف مانا جائیگا۔

تحریف قرآن کی دو قسم پر ہو سکتی ہے ایک تحریف "لفظی" دوسرے تحریف "معنوی" درحقیقت اصل تحریف جو ناروا ہے وہ تحریف معنوی ہے اور کمی اور زیادتی الفاظ کی اگر تحریف معنوی کو شامل نہو تو درحقیقت وہ

تحریف ہی نہین سمجھی جا سکتی۔

کتب مذہب شیعہ مین احادیث ائمہ اہلبیتؑ موجود ہین جس مین اونہون نے اسی موجودہ قرآن پر عمل اور قرات کی ہدایت فرمائی ہے اور یہان تک جتلایا ہے کہ "اگر تمھارے پاس کوئی حدیث اوے پس عرض کرو تم اُس کو کتاب اللہ پر پس جو کچھ کہ موافق ہو کتاب اللہ کے پس لو تم اوس کو اور جو کچھ کہ مخالف ہو کتاب اللہ کے پس چھوڑ دو تم اوس کو"

یہ احادیث صاف دلالت کرتی ہین کہ ایمۂ معصومین کے نزدیک قرآن موجودہ مین کچھ تحریف نہین ہوئی اور یہ نتیجہ کسیطرح سے نہین نکل سکتا جیسا کہ مصنف مخاطب نے نکالا ہے کہ "وہ قرآن موجودہ صحیح نہین بلکہ اُس مین تحریف ہو گئی ہے" متقدمین اور متاخرین علماء شیعہ نے نہایت شرح اور بسط سے قرار دیا ہے کہ "قرآن موجودہ مین کچھ تحریف نہین ہوئی ہے"

پھر مصنف اس روایت تفسیری پر بحث کرتے ہین۔

عن عبد الله بن سنان	ترجمہ عبد اللہ ابن سنان نے

عن ابی عبد اللہ علیہ	امام جعفر صادقؑ سے روایت
السلام فی قولہ و لقد	کی ہے بیچ قول اوس (خدا)
عہدنا الی ادم من قبل	کے اور ہر آئینہ تحقیق عہد کیا
(کلمات فی محمدؐ و علیؑ	ہم نے طرف آدم کے
و فاطمہؑ و الحسنؑ و	پہلے سے (چند کلمات کے
الحسینؑ و الائمۃ من	بارے مین محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ
ذریتھم) فنسی (ھکذا	اور حسنؑ اور حسینؑ اور ایمہؑ
و اللہ انزلت علی محمد	کے اور اون کے ذریت
صلی اللہ علیہ و الہ)	مین سے) پس بھول گیاؤ

(ایسی ہی قسم خدا کی نازل ہوئی اوپر محمدؐ کے) آخر اس آیت کا یہ ہی

؎ ولم نجد لہ عزما۔	ترجمہ اور نہ پایا ہم نے واسطے
و اذ قلنا للملائکۃ	اوس کے قصد کو اور (یاد کر
اسجدوا لادم ؎	تو اے محمدؐ کہ جبوقت کہا

ہم نے فرشتون کو کہ سجدہ کرو تم واسطے آدم کے" اس روایت مین بہی سوائے الفاظ آیت قرآنی کے دیگر الفاظ جو امام نے فرمائے ہین وہ تفسیر ہے چنانچہ شارح صافی نے نسبت اون کلمات

؎ سورہ طہ

تفسیری کے صاف لکھا ہے کہ "مراد اون کلمات تفسیری سے تصریح مقدر الفاظ قرآن کی ہے" اور اخیر مین جو امام نے ارشاد فرمایا ہے اوس کا مقصود یہی ہے کہ "یہ آیت اوس معنے اور مراد مین نازل ہوئی ہے کہ جیسے امام نے اوسکی تفسیر فرمائی ہے" یہ مقصود اوس کا ہرگز نہین ہے کہ "جو کلمات تفسیر امام نے فرمائی وہ لفظ بہی بحیثیت قرآن کے نازل ہوئے ہین"

اس مضمون تفسیری پر مصنف ایک یہ نکتہ چینی بہی کرتے ہین کہ "دوسری خطا آدم سے یہ سرزد ہوئی کہ وہ محمدؐ اور اونکے اہلبیت کے عہد کو بہول گئے" ایسی نکتہ چینی کا باعث مصنف کی وہ غلط فہمی ہے کہ جسکی رو سے اونہون نے آدم کو حضرت ابوالبشر سمجہ لیا ہے حالانکہ اس آیت مین مراد آدم سے جنس آدم نوع انسان سے ہے اور مراد اس آیت کی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ "بیشک عہد کیا ہم نے ہر آدمی (روح انسان) یا فطرہ انسانی) سے (چند کلمات مین جو حق مین محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ائمہ اونکی ذریت کے ہتے) پس

"جو ن لیا وہ جنس آدم اور نوع انسان جو کوئی کہ اون نے حق کو بہول گیا"

جب مراد لفظ آدم کی جو اس آیت مین ہے صحیح لیجائے تو اعتراض مصنف کا کسی طرح وارد نہین ہوسکتا۔ اس پوری آیت کے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بہی ایک تفسیر ہے جس کو مصنف نقل کرتے ہین۔

"عهدنا اليه في محمد والائمه من بعده فترك ولم يكن له عزم انهم هكذا وانما سمي الوالعزم اولي العزم لانه عهد اليهم في محمد والاوصياء من بعده والمهدي وسيرته واجمع عزمهم على ان ذلك كذلك والاقرار به"	ترجمہ عہد کیا ہم نے آدم کیطرف باب مین محمد اور ائمہ کے جو اوس کے بعد ہین پس ترک کیا اوس نے اور نہ تہا واسطے اوس کے قصد تحقیق کہ وہ ایسے ہی ہین اور سوائے اس کے نہین ہی کہ نام رکہا گیا الوالعزم صاحب قصد عزمی سے اسواسطے کہ تحقیق اوس خدا نے عہد لیا طرف اون کے بیچ محمد اور اوصیاء بعد اوس کے اور

مہدی اور اوسکی سیرت مین (مہدی کا دور جب تک چلے) اور رجع ہوگیا تہا قصد اونکا تحقیق کہ وہ اسیطرح ہو اور اوسکے اقرار پر،،۔

اس تفسیر پر بہی مصنف اوسی غلط فہمی مراد لفظ آدم کی وجہ سے اعتراض کرتے ہین کہ جس غلط فہمی سے اونہون نے جنس آدم نوع انسان کو حضرت ابو البشر سمجھ لیا ہے اور یہہ کہتے ہین کہ "حضرت آدم بھولے نہ تھے بلکہ اوس عہد کو ترک کر دیا تہا" لیکن جب آدم کے معنی جنس آدم نوع انسان لئے جائین تو کوئی اعتراض قایم نہین رہ سکتا اور جیسے مصنف نے مراد لفظ آدم کی غلطی سے ویسی ہی عزم کے معنے مصنف نے یقین کے غلط لئے ہین اور جس سے یہہ نکتہ چینی کی ہے کہ "حضرت آدم کو یہہ یقین نہ آیا کہ محمدؐ اور اون کے اہلبیت ایسے ہون گے" عزم کے معنے قصد کے اور کسی چیز پر دل رکہنے کے اور جادہ پر راہ چلنے کے ہین اوس جنس آدم نوع انسان کی نسبت کہ جنہون نے محمدؐ اور آل محمدؐ کو ترک کیا یہہ بیان ہے کہ اوس عہد مین جو خدا نے جنس آدم نوع انسان کے ساتھ کیا تھا محمدؐ اور ائمۂ مابعد کے باب مین اوسنے اوسپر دل نہ دیا

بھین کی اور اوس جادہ پر راہ نہین چلی یہ معنے ہین
بھول جاتے تھے اور ارادہ نہ پائے جانے کے جیساکہ آیت
مین ذکر ہے۔

مصنف اوس اعتراض کے بعد کہ وہ حضرت آدم نے اوس عہد کو
ترک کردیا اور اونکو یقین نہ آیا کہ محمدؐ اور اون کے اہلبیتؑ ایسے
ہون گے یہ اعتراض کرتے ہین کہ وہ حضرت آدم کے علاوہ
جتنے انبیاء غیر اولی العزم ہین سب کی یہہ ہی حالت ہوئی ہے
خلاف منشاء اور مقصود تفسیر امامؑ کے ہے انبیاء غیر اولی العزم کا
مطلق ذکر اوس تفسیر مین نہین ہے بلکہ اولی العزم کی وجہہ تسمیہ
بتائی گئی ہے کہ جن لوگون سے وہ عہد کیا گیا اور اوس عہد پر
اونکا عزم جمع ہو گیا اور اونہون نے اقرار اوسکا کیا کہ محمدؐ اور
اوصیاء بعد اون کے اور مہدیؑ اور اوسکی سیرت ایسے ہی
ہون گے اونکا نام اولی العزم رکھا گیا ہے اور جیسے حضرت آدم
ابوالبشر کی نسبت مراد ترک عہد کی نہین ہے ویسی ہے کسی اور
نبیؑ کی نسبت بھی ذکر ترک عہد کا نہین ہے۔ اس آیت مین جو
لفظ آدم آیا ہے اور جسکی تفسیر ددائمہ اہلبیت سے ہوئی ہے
اوس آیت کے اور تفسیر ائمہ علیہم السلام کے طرز بیان سے

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم سے مراد اسجگہ حضرت ابو البشر نہین ہے بلکہ جنس آدم نوع انسان سے مراد ہے اور مقصود ائمہ کا اس آیت کی تفسیر سے یہ ہے کہ خدا نے روز ازل کل انسانونسے نبوت پیغمبر آخر الزمان اور امامت اور ولایت ائمہ ما بعد پیغمبر کا عہد لیا ہے لیکن لوگ اوس عہد کو بھول گئے یعنے نبوت پیغمبر آخر الزمان اور امامت اور ولایت ائمہ ما بعد کے عہد کو ترک کیا اور اسپر دل نہادی نہین کی اور اوس جادہ پر راہ نہین چلے،، اور یہ بیان بمقابلہ اونہین لوگون کے ہے کہ جنھون نے ایسا کیا شروع قرآن سورۃ البقرہ مین ابتدائی پیدائش آدم کا جو ذکر خدا نے فرمایا ہے۔

"واذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی	ترجمہ اور جب وقت کہ کہا تیرے پروردگار نے فرشتون کے لئے تحقیق کہ مین کرنیوالا ہون زمین مین خلیفہ (اپنا نائب پادشاہت کا) کہا اونھون نے آیا کریگا تو اوس (زمین) مین جو فساد کریگا اوس کے

اور خون بہائے اور ہم تیری تعریف بیچتے ہین اور پاکیزگی	اعلم ما لا تعلمون وعلم ادم الاسماء کلہا

جانتے ہین ہم تیرے سے لئے کہا اوس (خدا) نے تحقیق کہ مین زیادہ جاننے والا ہون جو کچھ کہ تم نہین جانتے اور سکھائے اوس (خدا) نے آدم کو نام سارے "

یہ قصہ ابتدائے پیدائش آدم کا جو خدا نے ذکر کیا ہے اور اوس مین فرشتون سے فرمایا ہے کہ "مین خلیفہ فی الارض کرنیوالا ہون" اور فرشتون نے اوس کے جواب مین کہا ہے کہ "تو جو فساد کرے زمین مین اور خون بہائے اوس کو خلیفہ کریگا" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ فی الارض کرنے سے مراد خدا کی جنس آدم نوع انسان مخلوق سے ہے نہ ذات خاص حضرت ابو البشر سے اور نہین تو فرشتون کے جواب سے یہ لازم آتا ہے کہ ذات حضرت ابو البشر کی فساد کرنیوالی زمین پر اور خون بہانے والی ہوگی حالانکہ حضرت ابو البشر کی نسبت کوئی اس بات کا قائل نہین ہے کہ اپنی ذات سے وہ ایسے ہوئے یا ایسے تھے البتہ نوع انسان آدم مخلوق خدا کی نسبت ہر کوئی اوس وصف کا قائل ہے

"علم آدم الاسماء" کے بیان مین تفسیر بیضاوی مین لکھا ہے کہ "اللہ تعالی نے آدم کو مختلف اجزا اور متبائن قوتون سے پیدا کیا تہا جو طرح طرح کے معقولات اور محسوسات اور متخیلات اور متوہمات کے جاننے کے لایق تہین اور حقایق اشیاء اور اونکے خواص اور اون کے اسماء اور علوم کے اصول اور صنایع کے قواعد اور اون کے آلات کی کیفیت اوس کے دل مین ڈالی تہی" تفسیر کشف الاسرار وہتک الاستار مین وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ "آدم کے لفظ سے ذات خاص آدم کی اکیلی مقصود نہین ہے بلکہ اوس سے نوع انسانی مراد ہے"

اور آیت

"لقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم"	(ترجمہ) اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے تمکو پہر صورت بنائی ہم نے تمہاری پہر کہا ہم نے واسطے فرشتون کے کہ سجدہ کرو تم واسطے آدم کے

"بہی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ "خلقت اور صورت انسانی کو آدم بولا گیا ہے نہ کسی ذات واحد کو"

ان آیات سے یہ نتیجہ باسانی نکلتا ہے کہ ان آیات مین خدا نے

انسانی فطرت اور اوس کے جذبات کو بتایا ہے اور جو قوتین انسان مین بھلائی اور برائی کی تہین اونکو جتایا ہے اور اس امر سے بہی انکار نہین ہوسکتا کہ انسان کی فطرت مین ایک قوت اختیاری بہی ایسی ودیعت کی گئی ہے کہ جب انسان اوس قوت کو امور اخلاق یا بد اخلاقی یا امور معروف اور منکر کے لئے کام مین لاوے تو وہ غلبہ حاصل کر سکے اور جب ایسے قوام کے ساتھ فطرت انسانی قبول کیجا سکتی ہے تو فضل اور شرف انسان کو اوسی حالت مین حاصل ہوسکتا ہے کہ جب وہ قوت عمل امور اخلاق حمیدہ اور معروف کو کام مین لاوے اور قوت خواہشات نفسانی کو کہ جن سے اوصاف رذیلہ پیدا ہوجاتے ہین مردہ اور مغلوب رکہے جو لوگ کہ ایسے اوصاف رکہنے والے ہین مفرد رہے نہ دوسرے لوگ جن مین ایسے اوصاف نہون وہ اونکی اطاعت اور فرمانبرداری کرین اور حقیقت مین خدا کا عہد بہی بہی طرف نوع انسان کے تہا اور علم اجمالی اور تفصیلی الٰہی اوس وصف حمیدہ کے لوگون کو محیط تہا جن مین حضرت محمدؐ آخر الزمان اور ائمہؑ مابعد اون کے داخل تہے

اور اسی اعتبار سے ائمہ معصومین نے وہ تفسیر فرمائی ہے جسپر مصنف مخاطب ایسی غلط نکتہ چینی کرتے ہین گویا اون کے یہان کا باوا آدم ہی نرالا ہی قصہ آدم کے متعلق دوسری آیت یہ ہی۔

"فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" [ترجمہ پس سیکھے آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمہ اور توبہ قبول کی اللہ نے اوسکی تحقیق وہی ہی بڑا معاف کرنے والا مہربان]

تفسیر آیت عمدہ مین جو امام علیہ السلام نے چند کلمات کا لفظ باب مین محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ائمہ اونکی ذریت کے فرمایا ہے وہ لفظ کلمات وہ ہی ہے کہ جو اس آیت قصہ تلقی آدم مین ہے۔ اور آیت قصہ تلقی آدم کے متعلق دعاے توبہ حضرت آدم از روے احادیث نبوی کتب معتمد اہلسنت مین منقول ہوئی ہین اوس مین ذکر اور وسیلہ انہین پانچ بزرگوارون و آل محمدؐ کا موجود ہے اور جسکو ایک موقع پر پہلے ہم مفصل لکھ آئے ہین [1]۔

[1] جمع الجوامع سیوطی و در منثور ـ فردوس الاخبار ـ معجم صغیر طبرانی مسند ... ابن عساکر ـ دلائل النبوۃ حافظ ابونعیم و بیہقی مناقب شافعی ... ثعلبی کتاب المودت ہمدانی ـ و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا جلد اول حصہ ...

آیت ''عہد'' مین جو لفظ ''نسی'' بہول گیا ہے
وہ بنظر دیگر آیات قرآنی کے بہی حضرت ابو البشر پر
کسیطرح منطبق نہین ہو سکتا اسلیئے کہ دیگر آیات
قرآنی مین اشرار اور نافرمان لوگون کی نسبت
وہ کلمہ بولا گیا ہی ۔

آیت

ومن اظلم ممن ذکر بایات ربہ فاعرض عنہا ونسی ما قدمت یداہ[1]	ترجمہ اور کون زیادہ ظالم ہی اوس سے کہ یاد دلائی جاوین نشانیان

پروردگار اوس کے کی (پیغمبر اور ائمہ ہدیٰ) پس منہ پہیرلے
وہ اوسنے اور بہول جاوے جو کچہ پیش کیا ہے دونون
ہاتون اوس کے نے (روز ازل جو عہد ہوا ہے)

جب سامری نے گوسالہ پرستش کے لیے تیار کیا ہے
اوسکے متعلق خدا خبر دیتا ہے ۔

هذا الٰهکم واله موسے فنسیٰ[2]	ترجمہ پس کہا اونہون نے (سامری اور اوس کے پیروؤن نے)

[1] پارہ پندرہ رکوع ۲۰ [2] پارہ ۱۶ رکوع ۱۲ سورۃ طٰہٰ

یہہ بچہڑ خدا تمہارا ہے اور خدا ہے موسی کا۔ خدا فرماتا ہے)۔
پس بہول گیا وہ (سامری جو کچھہ کہ اوس کے ذمہ تہا ایمان
خدا کی وحدانیت اور موسیٰ اور ہارونؑ کی نبوت پر)"

"اولم یر الانسان انا خلقناہُ من نطفۃٍ واذا ھو خصیمٌ مُّبینٌ وضرب لنا مثلا ونسیے خلقہٗ"	ترجمہ کیا نہین دیکہا انسان نے تحقیق کہ پیدا کیا ہم نے اوسکو ایک قطرہ آب سے پس اوسوقت وہ جہگڑا کرنے والا ظاہر ہے

(سورہ یٰس رکوع ۵ آیت ۷۷)

اور مارتا ہے ہمارے لیے مثل اور بہول گیا جیسے اپنی پیدایش کو"
اس آیت مین خدا نے بجاے آدم کے لفظ انسان
صاف بولا ہے اور اوسکی خلقت کو بتایا ہے اور وقت
خلقت انسانی کے جو عہد کیا گیا ہے وہ داخل فطرت
انسانی ہے جسکی نسبت خدا فرماتا ہے کہ انسان بہول گیا
اوسکو"

"واذا مس الانسان ضرٌّ دعا ربہ منیبًا الیہ ثم اذا خوّلہ	ترجمہ اور جسوقت پہونچتا ہے انسان کو کوئی ضرر پکارتا ہے پروردگار اپنے کو

ذ نعمۃ منہ نسیے ما کان	کہ رجوع کرنیوالا ہے طرف
ید عوا الیہ من قبل	اوسکی پہر جسوقت کہ منہ دیا
وجعل اللہ اندادا	اوسکو نعمت اپنی سے بہول گیا
لیضل عن سبیلہ	اوس چیز کو کہ پکارتا تہا طرف

اوس کے پہلے اس سے اور گردانے واسطے اللہ کے شریک تاکہ گمراہ کرے وہ راہ خدا سے"

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر انسان اپنی قوت سے ضرر حاصل کر لیتا ہی اور حصول نعمت کے وقت بہول جاتا ہے اوس عمل باعث ضرر کو اور خدا کا شریک گردانکر لوگونکو راہ خدا سے ڈگا دیتا ہی - اور عہد فطرت روز ازل کو یاد نہین رکہتا - ان آیات سے ظاہر ہی کہ خدا کے عہد کو اور اپنی خلقت اور فطرت اور قوت کو انسان بہول جاتا ہی ایسے بندی خدا کے نافرمان ہوتے ہین حضرت ابو البشر کی نسبت ایسا نسیان کا اطلاق کسیطرح نہین ہو سکتا ان وجوہ سے لازم آتا ہی کہ ان آیات مین جنکی تفسیر ائمہ علیہ السلام نے فرمائی ہے لفظ "آدم" سے مراد نوع انسان ہے نہ حضرت ابو البشر ذات واحد۔

مصنف نے حضرت آدم اور بہت سے انبیا کی نسبت ترک عہد اور انتشار رحمہ اور آل محمدؐ کا جو نتیجہ نکالا ہے وہ کسیطرح صحیح قرار نہیں پاسکتا بلکہ یہ غلط اعتراض اونھون نے شیعون کے اپنے مذہب کے اصول کی بنا پر قایم کیا ہے کہ جسکی رو سے وہ خطا انبیا کے قائل ہین اور جو برخلاف مذہب شیعہ کے ہے جسکی رو سے وہ انبیا کو ایسا معصوم جانتے ہین کہ جنسے خطا سرزد ہو البتہ اس موقع پر مصنف جو یہہ ظاہر کرتے ہین کہ ”صحابہ نے بعد رسول کے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا نہ فضیلت اہلبیت کا شیعہ مسئلہ امامت فرض کرکے اونکو مرتد کہتے ہین“ اس فقرہ کی دونون شقین باہم لازم ملزوم ہین اگر صحابہ نے بعد رسولؐ کے محمدؐ اور فضیلت اہلبیت کا انکار نہین کیا تو مسئلہ امامت اہلبیت کا قبول کرنا خواہ مخواہ فرض اور واجب ہو جائیگا جو کوئی فضیلت اہلبیت سے بعد رسولؐ کے انکار کرنیوالا ہے وہ حضرت محمدؐ کا اس حیثیت سے ”ما جاء بہ النبی“ کا منکر ہے۔

اس موقع پر مصنف سے بہت تعجب ہے کہ کسطرح خلاف اون کے مسلک کے اون کی زبان سے یہہ کلمہ نکلا کہ ”صحابہ نے بعد رسولؐ کے فضیلت اہلبیت کا انکار نہین کیا“ لیکن

اگر وہ تفصیل سے اقرار فضیلت اہلبیت کا امور مذکورہ میں
نسبت صحابہ کے لکھ دیتے کہ جس کی نسبت ہمارے مصنف اور
اون کے ہم خیالون سے شیعہ اکثر دریافت کرتے رہتے ہیں کہ
کہ کس چیز میں صحابہ فضیلت اہلبیت کو بالمقابلہ اپنے تسلیم کرتے تھے
اور مانا؟ اگر بیان اُنکی اقبال فضیلت کا بمقابلہ نسبت صحابہ کے
ظاہر کیا جائیگا تو غیر ممکن ہے کہ انکار فضیلت اہلبیت کا ناجائز ہونا کے
اور ناحق پر ہونا صحابہ کا بمقابلہ اہلبیت کے تسلیم نہ کیا جاوے
اس موقع پر میں یہہ سوال کرتا ہون کہ صحابہ نے بعد رسول
کے فضیلت اہلبیت کا جو انکار نہیں کیا تو اقرار اونکی فضیلت کا
بعد نبی کے کس چیز میں تھا؟ آیا اہلبیت نبی افضل تھے اوس
علم میں کہ جو پیغمبر سے لوگون کو پہونچا تھا؟ یا ہادی دین ہونے میں
اور اصلاح امور دنیاوی امت رسول میں کہ وہی عین
دین تھا اور اوسی کا نام خلافت اور جانشینی رسول تھا؟
یا وہ دیگر اوصاف شجاعت اور سخاوت اور حلم اور تحمل اور ورع
اور زہد اور تقوی غرض تمام اوصاف حمیدہ میں افضل تھے؟
یا بسبب دستور قدیم ملک عرب کے بوجہہ قرب قرابت
حضرت محمد کے افضل استحقاق امارت قوم کا رکہتے تھے؟

اور جس کسی مین ایسے افضل اوصاف موجود ہون تو وہ افضل مستحق امارت کل ملک اور قوم کا ہے یا نہین؟ لیکن مصنف نے جب بلا کسی قید او تخصیص کے یہہ قبول کر لیا کہ صحابہ بعد رسول فضیلت اہلبیت کے منکر نہین ہوئے تو یہہ قبول کرنا ہوگا کہ صحابہ تمام امور مین فضیلت اہلبیت سے انکار نہین کرتے تھے ہین ایسی حالت مین دونوان فرقون سنی اور شیعہ کو مبارک باد دیتا ہون کہ جو نزاع درمیان ان بڑے دو گروہ مسلمانون کے مدت سے چلا آتا تھا وہ قطع ہوگیا اگر یہی اعتقاد کل اہلسنت قبول کرلین اور خود مصنف بہی کسیوقت اوسکی تاویل نہ کرین۔

ہم جلد اول رسالہ روشنی اور اوسکے مضمون مین بہت جگہ ایسے واقعات دکھا آئے ہین جن سے یقین ہوجاتا ہے کہ اہلبیت پیغمبر کی منزلت اور فضیلت کچھہ بہی صحابہ کے دل مین بعد رسول نہین تھی اور نہ تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے۔

بعد رسول کے اون کے جسم شریف کو بغیر کفن اور دفن کیے چھوڑ دینا اور اونکی تجہیز و تکفین مین شریک نہ ہونا برابر اسکے ہے کہ حضرت محمد کو چھوڑ دیا اور وقت انعقاد اور انتخاب خلافت کے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابو بکرؓ کی نسبت کیا گیا اوسمین

غصب کرنا حضرت علی مرتضیٰ کا جو سردار اہلبیت پیغمبر سے تھے کرنا اور
اون کا حق شرکت کو دبا دینا اور امر عظیم کو بغیر شرکت علیؑ کے
خلافت بعد وفات پیغمبر صاحب مقبولیت پیغمبر کے قرار دینا۔ اور جب
علی مرتضیٰ نے اوس پر اعتراض کیا اور اپنا حق ظاہر کر کے
بیعت سے انکار اور اوسپر عذر کیا اوسوقت اور خلافت کے لئے
علی مرتضیٰ کو قبول نکرنا اور فدک کو خلاف دعوی اور مرضی
حضرت فاطمہ زہرا کے ضبط کرنا کہ جس سے وہ تا زیست ناراض
رہین اور حضرت ابوبکر کا حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا خلاف
اور حق علی مرتضیٰ کے اور حضرت عمر کا تعین خلیفہ کا
اصحاب شوری پر رکھنا اور علی مرتضیٰ کو مثل دیگر صحابہ کے
مستحق ہونیوالون کے زمرہ مین رکھنا بلکہ اور وسے قیود
او شرائط کے ایسی فکر کرنا کہ علی مرتضیٰ ہرگز خلیفہ مقرر نہ
ہوسکین بلکہ قتل کر دئے جائین ۔ اور مجلس شوری مین علی
مرتضیٰ کو خلیفہ قبول نہ کرنا جبکہ اونہون نے سیرت شیخین پر
عمل کرنے سے واجبی انکار کیا اور برخلاف اوسی انکار کے
حضرت عثمان کو جنہون نے اقبال عمل سیرت شیخین پر خلاف
دین اسلام کے کیا خلیفہ مقرر کرنا۔ اور جب بعد قتل حضرت

عثمانؓ کے کچھ لوگون نے علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ کو قبول کیا اوسکی مخالفت مین بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر کا مخالفت پر امادہ جنگ ہونا۔ اور حضرت معاویہ اور عمرو عاص کا اوسی امر خلافت پر علی مرتضیٰ سے اور پہر حضرت امام حسن علیہ السلام سے جنگ کرنا اور یزید بن معاویہ کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید اوساوس کے خاندان کو کہ جو خاندان رسالت تھا تباہ کرنا۔ اور بعد تمام خلفا بنی امیہ اور بنی عباس کے ائمہ اہلبیت کو ضعیف اور کمزور کرکے اور زہر دے کر شہید کرنا یا زندہ دیوار شہر پناہ بغداد مین چنوا دینا فضیلت اہلبیت سے اگر انکار کرنا نہین ہے تو کیا ہے؟ اور جو فضیلت اہلبیت کی خدا اور رسول نے قرار دی تہی اور جس کو پیغمبرؐ لائے تہے اور جسکو پیغمبرؐ برابر ظاہر کرتے رہے اوسکو نہ ماننا حضرت محمد صلی علیہ و الہ وسلم سے اگر انکار نہین ہے تو کیا ہے۔؟

اگر بعد رسول کے اہلبیت پیغمبرؐ کو ہادی دین اور خلیفہ فی الارض قبول کر لیا جاتا کہ بغیر خلافت فی الارض کے ہدایت دین کی کامل طور پر جاری نہین ہوسکتی تہی تو البتہ سمجہا جاسکتا تہا کہ پیغمبر رسول کے صحابہ نے حضرت محمدؐ سے جیسے کہ وہ تہے اور

فضیلت اہلبیت سے انکار نہین کیا ورنہ زبان پر کچہ ہو اور دل مین کچہ اور عمل مطابق خواہشات نفسانی کے ہو تو ایسی حالت مین مصنف کا اقرار عدم انکار صحابہ کا حضرت محمد اور فضیلت اہلبیت سے بیکار ہے۔ اور اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا اطلاق نہین ہوسکتا اور ایسی حالت مین صحابہ کی نسبت شیعہ جو کچہ لکھتے ہین مصنف اور اون کے ہم خیال غور کرین کہ وہ لکھنا اون کا صحیح ہے یا نہین۔؟

پھر مصنف اس روایت تفسیری پر معترض ہوے ہین

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل بہذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ	ترجمہ جابر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا کہ نازل ہوی جبریل ساتھ اس آیت کے محمد صلی اللہ علیہ والہ
بئسما اشتروا بہ	پر بری چیز ہے وہ جس کے
انفسھم ان یکفروا	بدلے اونہون نے اپنی جانونکو
بما انزل اللہ (فی	بیچڈالا یہ کہ انکار کرین اوسکا
علی) بغیا"	جسکو اللہ نے (علی کے بابمین)

اوتارا بطور سرکشی کے ؎

جسقدر الفاظ آیت قرآن مین موجود ہین اوس کے یہ معنے ہین کہ وہ بری چیز ہے جو کہ بیچا ڈالا اونھون نے اوس کے ساتھ جانون اپنی کو یہ کہ انکار کرین بطور سرکشی کے ساتھ اوس چیز کے کہ نازل کیا اللہ نے ؎

امام علیہ السلام نے اوسکی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ ؎ جو کچھ اللہ نے نازل کیا علیؑ کے بارہ مین اوس سے از روی سرکشی کے انکار کرین ؎ یعنے جو کچھ کہ خدا نے نازل کیا ہے اوسکی تفسیر مین امام علیہ السلام نے علی کو بھی شامل اور لفظ ؎ فی علی ؎ تفسیراً بیان کیا ہے ایسی حالت مین وہ لفظ تفسیر قرآن موجودہ مین جو متن ہے کسطرح مل سکتا ہے اور اوسکے متعلق اعتراض مصنف کا قایم نہین رہ سکتا ہے۔

مگر مصنف اس روایت پر تازہ اعتراض یہ کرتے ہین کہ وہ قصہ ؎ یہ غم سے پہلی ہی تمام مراتب طے ہو گئے تھے ؎ لیکن افسوس ہے کہ اونھون نے از روی تحقیق کے یہ نہین دکھایا کہ یہ آیت کب نازل ہوی ہے حالانکہ اس امر کا ہر کوئی قائل ہے کہ قرآن موجودہ بہ ترتیب نزول جمع کیا ہوا نہین ہے

اول شکوہ کرنا تھا کہ یہ آیت آیت قصہ غم غدیر سے ماقبل کی

ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ نزول اس آیت کا کسیوقت

ہوا مرعلیٰ اوسکو ہر وقت شامل ہوگا۔

پیغمبر نے بموجب حکم الہی کے جسوقت کہ ابتداء دعوت

اسلام کی اپنے نزدیک ترکنبہ والون پر کی تھی اور اون کے

واسطے طعام بھی طیار کرایا تھا اوسیوقت علی مرتضیٰ سے عہد

وزیر اور خلیفہ مقرر ہونے کا ہوگیا تھا اور علم الہی میں جیسی

حالت رسالت پیغمبر کی تھی ویسی ہی امامت اور امارت

علی مرتضیٰ کی اور جسکو پیغمبر اپنے زمانہ رسالت مین اول سے

آخر تک بارہا بتاتے اور جتاتے رہے ہین۔

آیات قرآن سے جابجا ثانی مسئلہ امامت مین ہم دکھا آئے

ہین کہ بغاوت اور سرکشی خدا اور رسول اور امیر منصوص

من اللہ کے ساتھ ایک شان رکھتی ہے۔ اون آیات

مین ہر ایک کے ساتھ سرکشی کا بیان جداگانہ تفصیل کے

ساتھ ہوتا ہے۔

اس آیت مین سرکشی کا بیان بالاجمال اور عام ہے۔

اور جس مین بغاوت علی مرتضیٰ کے ساتھ شامل تھی۔

امام علیہ السلام سے نے کہ اوسوقت صرف اس ایک ہی
بغاوت کے بیان کی ضرورت تھی اوسی ایک بغاوت کو
اس آیت مین از روی تفسیر کے ظاہر فرمایا اور اس آیت
مین وقت نزول آیت سے از روی سرکشی کے ایندہ کے انکار
کرنیوالونکا ذکر ہے نہ گذشتون کا خواہ وہ توحید سی منکر ہووین
یا رسالت سے یا امارت اور امامت سے ۔ مصنف جو اوس کے
مضمون کو زمانہ گذشتہ سے متعلق کر کے اعتراض کرتے ہین
وہ کسیطرح درست نہین ہو سکتا ۔
اور اگر حکم اس آیت کا زمانہ ماضی سے بہی متعلق قرار دیا جاے
تو بہی تفسیر امام علیہ السلام مین کچہہ خلل واقع نہین ہو سکتا
گو آیت خم غدیر معاملہ جانشینی علی مرتضی کی اخیر آیت سمجہی
جاے لیکن دیگر آیات سے جنکو ہم مسئلہ امامت مین نمبر ۲۵
جلد ثانی مین دکہا ا ے ہین ظاہر ہے کہ اوصاف ا است
خدا نے علی مرتضی مین بہت پہلے ظاہر کر دے تہے
اور جس کو لوگ دلمین انکار کرتے تہے اور اوس پر بالقلب
راضی اور خوشنود نہ تہے ۔
علاوہ اس کے قرآن مین جو امور بطور ماضی کے مذکور ہوے

ہین چونکہ وہ بطور نپد اور موعظت کے ہین اونکے بموجب آیندہ کو بھی عمل کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے - اور مصداق اوسکا ہر زمانہ مین اور اوسکا ماننا ہر شخص کو کسی زمانہ کا ہو بعد نزول آیت فرض ہے -

جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جو یہ روایت کرتے ہین - ترجمہ

قال نزل جبرئیل بھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ ھکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا (فی علی) فاتوا بسورۃ من مثلہ"	"نازل ہوے جبرئیل ساتھ اس آیت کے اوپر محمد صلی اللہ علیہ والہ کے اسطرح اگر ہو تم لوگ بیچ شک کے اوس چیز سے کہ نازل کیا ہمنے اوپر بندہ اپنے کے (علی کے باب مین) پس لے اور ایک سورہ مثل اوس کے"

اوسکو مصنف نے بھرا اعتراض کرنے کے لئے ڈھونڈا ہے لیکن اوسمین لفظ "فی علی" تفسیری ہے جیسا کہ خود مضمون روایت سے ظاہر ہوتا ہے اور "ھکذا" سے صاف مراد

چہوڑی ہے کہ اس مراد کو شامل یہ آیت نازل ہوئی۔ اور
مراد کو اس آیت مین شامل ہونے سے اس آیت کا خطاب
ہرگز ہمارا زمانہ سے مختص نہین ہوسکتا ہے کہ مصنف رسالہ
ظاہر کرتے ہین کہ وہ مثل بنا اول سطر تو جہ نہین ہوتا
کو ان لوگون نے جب مسلمانون نے ان کے سامنے پیش ہو۔
اور گویہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا
معجزہ شرکیت کے سامنے پیش نہین ہوا کیا بلحاظ زمانہ نزول کے
اوسکی فصاحت اور بلاغت سے عاجز کیا گیا تھا تو بھی اس
تفسیر سے کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے نہ مصنف
مخاطب کے لئے کوئی حجت قایم ہوتی ہے۔
پہلے یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ کل قرآن دفعۃ
واحد مین نازل نہین ہوا بلکہ آہستہ آہستہ تیئیس برس مین
نازل ہوا ہے کہ بعد مبعوث ہونے کے آنحضرت صلعم تیرہ
برس مکہ مین رہے اور پھر بعد ہجرت دس برس مدینہ مین
رہے اور یہ آیت تحدی جیسی نازل ہوئی ہے ویسی ہی متعدد
آیات تحدی نازل ہوئی ہین ایسی حالت مین اب کوئی
تحقیق نہین کرسکتا کہ کون آیت تحدی کس وقت نازل ہوئی

ہان اگر یہ قرآن بہ ترتیب نزول جمع کیا جاتا یا بہ ترتیب نزول جو قرآن علی مرتضی نے جمع کیا تہا وہ عام طور پر جاری کیا جاتا تو وہ امر باسانی دریافت ہوسکتا تہا اور اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ابتدائے نزول کے وقت چند لوگ مسلمان ہوے اور اوسوقت تک بہت کم حصہ قرآن کا نازل ہوا تہا۔ بعد اون لوگون کے مسلمان ہونیکے اور بعد نزول اون حصہ قرآن کے جو باقی حصہ قرآن کا نازل ہوا اوس حصہ کے مخاطب وہ مسلمان کہ جنہون نے ابتداءً اسلام قبول کیا ہین اور ہوسکتے ہین۔ اسی کے ساتہ یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہیے کہ علم الہی محیط تہا نزول کل قرآن کا اور اوسی ترتیل کے ساتہ نازل ہونیکا اور زمانہ رسالت اور زمانہ کل نزول جزءً جزءً اور حالت مشرکین اور مسلمین اور اونکا آہستہ آہستہ ہر ایک چیز پر جزءً جزءً ایمان لانے اور اسلام کے قبول کرتے جانے کا جس ترتیل سے کہ قرآن نازل ہوا — ایسی حالت مین کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابتدائی آیات جو نازل ہوئین وہ صرف مشرکین کے لیے تہین اور مابقی قرآن صرف اون مسلمانون کے لیے تہا کہ جو ابتداً ایمان لاے تہے مسلمین۔ کل قرآن بالاجمال مشرکین اور مؤمنین اور مسلمین سب کے لیے ہے۔ اول مشرکین توحید اور رسالت پر جب ایمان

لے ائین تب وہ ہی مشرکین مسلمان شدہ دیگر مسائل قرآنی پہ کہ جسمین
مسئلہ امامت بہی ہے ایمان لاوین اور علی ہذا القیاس مسئلہ قیامت
اور دوزخ اور بہشت پر اور احکام نماز و روزہ حج اور جہاد و خمس اور زکواۃ
کو مان کر کامل مسلمان ہو جائین گو وہ کسیوقت اور کسی زمانہ گذشتہ
یا آئندہ مین ہون۔ اس آیت مین جو خدا نے فرمایا ہی "مما نزلنا علی عبدنا"
اوس سے یہ ہے کہ نازل کی ہم نے اوپر بندے اپنے کے" اوس سے
مقصود صرف نزول الفاظ اور مضمون نہین ہے بلکہ درحقیقت ہر قسم کی
موعظت اور پند مقصود ہے اور اوس موعظت اور پند مین جیسا کہ اوسکا
نزول مقصود ہے ویسا ہی اوس کا انسانون پر قائم رکہنا مقصود ہے اور
اوس موعظت اور پند کو جیسا کہ بذریعہ ملکہ نبوت کے پیغمبر نے ظاہر کیا ویسا
ہی بعد پیغمبر کے ضرور ہی کہ بذریعہ ملکہ امامت کے وہ موعظت اور پند
قائم اور برقرار رہے اور اسی اخیر چیز کو کہ شامل نزول من اللہ تہی
امام علیہ السلام نے از روی تفسیر کے بیان فرمایا ہے کہ جس کے
بیان کی اوس زمانہ مین ضرورت تہی۔ وہ موعظت اور
پند کہ جس کے نزول سے اس آیت مین مقصود ہے ایسی
عام تہی کہ مشرک اور کافر اور مسلمان سب کے لیے شامل تہی اور سب کے لئے اوسکا
حاوی ہونا ضرور تہا اسی لئے خدا نے اس آیت کا شروع یون فرمایا ہے

۲۱ اے لوگو (مشرک کافر مومن مسلمان) اپنے پروردگار کی بندگی کرو
جس نے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے اونکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار رہو
(خدا وہ ہے) جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان
کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا پھر اوس سے تمہاری کہانے کے لئے
پھل اوگائے پس مت گردانو اللہ کا شریک کسی کو اور یہ سب
باتیں) تم جانتے ہو (خدا نے اپنی توحید اور قدرت کو بتا اور جتا کر پھر فرمایا)
اور اگر ہو تم بیچ شک کے اوس چیز میں نازل کی ہم نے اوپر
بندے اپنے کے (یہاں خدا نے پھر نازل کرنے والی چیز کو عام
کر دیا ہے جس مین رسالت اور امامت اور مسئلہ توحید کا جاری کرنا
اور قائم رکھنا اور مسئلہ رسالت اور امامت اور تمام مسائل دین اور
دنیا جو کتاب خدا اور سنت رسول سے ظاہر ہون شامل ہے
بعد اوس کے خدا تحدی فرماتا ہے) پس لاؤ تم اسکی مانند کوئی
سورۃ اور خطاب اسمین ہر قسم کی انسان کیطرف ہے۔ اور جس کا
نتیجہ یہ ہے کہ۔ جو توحید کا منکر ہے وہ توحید کا اقرار اور تصدیق کرے
اور جو رسالت کا منکر ہے وہ رسالت کا اقرار اور تصدیق کرے جو
امامت کا منکر ہے وہ امامت کا اقرار اور تصدیق کرے اور ایسی ہی
جو کوئی جس امر دین کا منکر ہے اوس کا اقرار اور تصدیق کر لے۔

اور ہر چیز کے ساتھہ بمقابلہ ہر قسم کے منکر کی تحدی ہے - ایسی حالت مین خطاب اس آیت کا مسلمانون سے مختص نہین ہو سکتا بلکہ مسلمانون اور ہر درجہ کے مسلمان اور غیر مسلمان ہر کسی کی نسبت عام خطاب ہے جو کوئے کسی امر مین شک رکہتا ہو - اور اسیواسطے خدا نے شروع آیت مین "یا ایہا الناس" کا لفظ بولا ہے -

مسلمان اس آیت کے خطاب مین جیسے مختص نہین ہو سکتے ہین ویسے ہی اس آیت کے خطاب سے بری اور مستثنی بہی نہین ہو سکتے سوائے اوس وجہ کی جو ہم نے ظاہر کی کہ - جیسے قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور ہر ایک مسلمان کو بعد اوسکے اسلام لانے کے جو کچہہ قرآن نازل ہوتا گیا اوسپر ایمان لانا ضروری تہا - دوسری وجہہ یہی ہے کہ مسلمانون مین منافق بہی تھے اور اقسام نفاق جو علماء اہلسنت نے قرار دئے ہین جن کو ہم پہلے ایک موقع پر کسی جلد مین لکھہ آئے ہین اوس کے اعتبار سے بہت کم مسلمان صفت نفاق سے محفوظ رہ سکتے تھے علاوہ اس کے ایسے لوگ بہی مسلمانون مین تھے کہ پیغمبر ؐ پر جو کچہہ نازل ہوا تہا اوس مین شک کرتے تھے - (یاد کرو قصہ صلح حدیبیہ جس مین حضرت عمر نے نبوت پیغمبر ؐ پر شک کیا تہا ایسا شک کہ اوس روز کا سا شک اون کو کبہی نہین ہوا تھا) ایسی صورتون

اور ان باتون مین مسلمان خطاب سے اوس آیت کے کیسے بری رہ سکتے تھے اور قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا معجزہ جس مین پند و موعظت کا معجزہ تہا جیسے مشرکین کے سامنے پیش کیا گیا ویسی ہی اون مسلمانون کے سامنے کہ جن کے دل مین نفاق یا کسی امر مین ریب تہا یا شک آجاتا تہا پیش کیا گیا اور جیسا کہ اوس معجزہ سے بمقابلہ کل موعظت کے مشرکین کو عاجز کیا گیا ویسی ہی اون منافق یا ریب اور شک کرنیوالون مسلمانونکی جس جس امر مین وہ شک کرنے والے تھے تحدی کیگئی —

امام نے جو اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے اوس سے ہرگز یہ بات لازم نہین آتی ہے کہ یہ فصاحت کا معجزہ تمام قرآن مین نہین اور او نہین آیات مین ہے جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی تہین ؛

قرآن مین جو کچھ نازل کیا گیا ہے اوسسے تحدی کی گئی ہے اور جو کچھ کہ نازل کیا گیا ہے اوس کا ایک حصہ امر علیؑ کو بہی شامل ہے ایسی حالت مین وہ نتیجہ کسیطرح پیدا نہین ہوتا ہے جو مصنف نے نکالا ہے ۔

اور ایسی ہی جو مصنف یہ لکھتے ہین ۔ کہ قرآن موجودہ مین

ایک آیت مین بھی بہ نص صریح علیؑ کا ذکر نہین اور نہ کوئی آیت ایسی ہے جس مین کسی یقینی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ یہ آیت علیؑ کے باب مین نازل ہوی پس نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن موجودہ مین ایک آیت بھی ایسی نہین جس مین یقیناً فصاحت اور بلاغت کا ایسا معجزہ ہو کہ اوسکی مثل بنانا ممکن نہ ہوئے صحیح نہین ہے اور نہ صحیح ہو سکتا ہے۔

قرآن مین بہت کچھ آیات ایسی ہین کہ جن مین نص صریح امامت کے لئے ہے اور بہت کچھ آیات ایسی ہین جس مین یقینی دلیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آیات حضرت علیؑ کے باب مین نازل ہوی ہین اور متعدد آیات کو اون کے باب مین نازل ہونا علمار اہلسنت نے قبول کیا ہے (دیکھو جلد ثانی مسئلہ امامت) لیکن نص صریح کو ماننا یا نہ ماننا یا کسی یقینی دلیل کو قبول کرنا یا نہ قبول کرنا ہر شخص کے ایمان اور اذعان پر موقوف ہی۔ جن لوگون کے دلونمین ریب اور بدگمانی ہے وہ قرآن کو قبول کرتے ہین نہ کر سکتے ہین نہ اوس کے منشار اور مرادیات پر یقین لاتے ہین اور نہ لا سکتے ہین قرآن موجودہ مین کل آیات ایسی ہی ہین خواہ وہ کسی مقصد اور منشاد

کی ہون اور اوس مین کسی قسم کی موعظت ہو یقیناً وہ موعظت اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ جو قرآن مین بیان کی گئی ہے ایسا معجزہ ہے کہ مثل اوس کے بنانا ناممکن ہے۔

جن لوگون نے کہ توحید اور رسالت کو نہین مانا وہ بمقابلہ موعظت قرآن اور پند کے جیسے عاجز سمجھے جا سکتے ہین ویسی ہی جو لوگ کہ مسئلہ امامت کو اور علی مرتضیٰ کی امام منصوص من اللہ ہونے کو نہین مانتے ہین وہ بمقابلہ اون آیات قرآنی کے عاجز سمجھے جاتے ہین کہ جو مسئلہ امامت اور فضائل علیؑ کو شامل ہین۔

ایسی حالت مین یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ "فصاحت کا معجزہ صرف اونہین آیات مین ہے جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی نہین ہے" بلکہ۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "فصاحت کا معجزہ اون آیات مین بھی ہے کہ جو علی کے باب مین نازل ہوئی ہین"

آسی موقع پر جہان مصنف نے یہ لکھا ہے کہ "دوسرا کوئی آیت ایسی ہے جس مین کسی یقینی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے باب مین نازل ہوئی ہے"

یہ حاشیہ چڑہایا ہے " البتہ ابوبکرؓ کے حق مین آیت غار ایسی ہے جسپر فریقین کا یقین ہے کہ رفیق غار ابوبکرؓ اور "ان اللہ معنا" سے اللہ کی معیت جیسے رسول کو ثابت ہے اوسیطرح ابوبکرؓ کے لئے ثابت ہے" مصنف اس حاشیہ چڑہانے سے مجبور تھے کہ وہ کوشش بطلان امامت علیؑ مین جس کے از روے نص قرآنی شیعہ قایل ہین سرگرم ہین اور جس سے غرض یہ ہی ہے کہ امامت حضرت ابوبکرؓ کی از روے نص قرآنی ثابت ہو جاے۔

لیکن افسوس ہے کہ اون کے علماء متقدمین اور متاخرین اون کے ارادہ کی جڑ کاٹ چکے ہین۔ اور اوسی مسلک پر خود مصنف بھی بہت تیزی سے قدم رکھتے ہین کہ "مسئلہ امامت کا قرآن مین پتہ نہین ہے اور نہ امام یا خلیفہ رسول یا بادشاہ اسلام منصوص من اللہ اور مفترض الطاعت ہوتا ہے رسول کے بعد نہ کوئی معصوم ہے نہ کسی کی اطاعت فرض ہے" پھر کسواسطے حضرت ابوبکرؓ کے حق مین کیسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ پہلے اس بات کو قبول کر لینا

چاہیئے کہ مسئلہ امامت قرآن مین موجود ہے اور امام یا خلیفہ رسول یا سلطان اسلام منصوص من اللہ ہوتا ہے یا اوسکی اوصاف اور فضائل نصی ہوتے ہین"۔ بعد اوس نے کے بمقابلہ علیؑ اور شیعون کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ از روی نص قرآنی کے ایسا حق حضرت ابو بکرؓ کے لیے تھا" اور اوس دعوی کی تائید مین کسی آیت قرآنی کو پیش کرنا زیبا ہے۔

جس چیز کا دعوی نہین اوس کے لئے شہادت پیش کرنا اصول کے جاننے والون سے پوچھنا چاہئے کہ کیا جواب مل سکتا ہے ؟

اور جب قرآن کے بموجب اہلسنت کے نزدیک کوئی فضیلت علت امامت کے لئے نہین بلکہ مفضول بھی امام یا خلیفہ رسول یا بادشاہ اسلام ہوسکتا ہے تو حجت کسی فضیلت کی حضرت ابو بکرؓ کے لئے قرآن سی لانا بیکار اور غیر ضروری ہے۔ اون کو یہی ثابت کرنا چاہئے کہ تقرر امام یا خلیفہ رسول یا بادشاہ اسلام کا باختیار مسلمانون کے ہے گرکوئی فضیلت کسی دوسرے کی قرآن سے پائی جاتی ہو مگر وہ فضیلت علت امامت یا خلافت رسول یا بادشاہت اسلام کے نہین ہوسکتی ۔

یہ بیان مصنف کا کہ آیت غار پر فریقین کا یقین ہے کہ رفیق غار ابوبکرؓ تھے اور "ان اللہ معنا" سے اللہ کی معیت جیسے رسولؐ کے لئے ثابت ہے ویسے ہی ابوبکرؓ کے لئے ثابت ہے" غلط ہے۔

شیعہ بیشک اس واقعہ کے قائل ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ غار میں پیغمبرؐ کے ساتھ تھے" اور اسی قدر کا ذکر قرآن میں ہے لیکن رفاقت کہ جس سے کوئی سود پیغمبرؐ کو پہونچے یا جس سے کوئی آسانی پیغمبرؐ کو ہو۔ اور یہ ہی معنی رفاقت کے ہیں۔ اوس کے نہ شیعہ قائل ہیں اور نہ آیۂ غار میں ایسا کوئی لفظ حضرت ابوبکرؓ کے لیے بولا گیا ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر کی حالت مخالف اور مختلف حالت پیغمبرؐ کی تھی۔

خود جو نہیں میدان میں صحبتوں نہیں مجلسوں نہیں حضر میں سفر میں پیغمبرؐ کے ساتھ اور اون کے پاس ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے اور رہتے تھے۔ کافر۔ منافق۔ مومن۔ مسلمان ضعیف الاسلام ناقص الایمان۔ مجرد معیت اور ہمسفر ہونا خواہ صحبت کسی امر کے لئے دلیل نہیں ہو سکتی فخر کے قابل اگر کچھ ہو سکتا ہے تو سچا ایمان کاملیت کے ساتھ

کہ جس مین کبھی لغزش نہ آسکے اور وہ بلا خوف جانبازی اور جان نثاری کے عمل سے جب جب - اوس کا وقع او سے ثابت ہونا چاہیے جو حقیقی رفاقت ہو سکتی ہے مگر ایسی عمال اور اوس کے موقعے خود بتا رہے ہین کہ خلفاء ثلاثہ نے اوس کسقدر حصہ لیا ہے -

قرآن محاورہ اور بول چال انسانی مین نازل ہوا ہے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا تا مین حضرت ابوبکرؓ کو کفار متلاشی کے خوف سے حزن ہوا - وسوقت پیغمبرؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اطمینان دلایا ہے کہ "تم غمگین مت ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے"

اس کا یہ مقصود نہین ہو سکتا کہ پیغمبرؐ کے ساتھ جو حضرت ابوبکرؓ تھے تو خدا جیسا کہ پیغمبرؐ کے ساتھ تھا ویسا ہی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھا جیسے حضرت محمد صلعم پیغمبرؐ تھے اور خدا اون کے ساتھ تھا ویسی ہی مثل پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکرؓ بھی تھے اور خدا ویسا ہے اون کے ساتھ تھا -

بلکہ اوس موقع اور واقعہ کے متعلق پیغمبرؐ کو جو اطمینان تھا کہ دشمنون سے کچھ ضرر نہین پہونچے گا وہی اپنا اطمینان

پیغمبر نے حضرت ابوبکرؓ پر ظاہر کی ہے اور جس وجہ سے ایسا اطمینان پیغمبرؐ کو تھا اوس وجہ کو پیغمبرؐ نے ظاہر فرمایا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تاکہ حضرت ابوبکرؓ کی طمانیت ہو جائے اوس وجہ سے اونکو ثبات حضرت ابوبکر کے لئے پیدا نہین ہوئی۔

خدا کے ساتھ ہونے سے مراد صرف یہ ہو سکتی ہے کہ علم اور قدرت خدا اوس واقعہ کو متعلق ہے یعنے خدا ہمارے حال کو جانتا ہے اور وہ ہمکو محفوظ رکھے گا اور اصل مقصود حفاظت پیغمبرؐ تھا چنانچہ خدا اوسی آیت مین اوس کے بعد فرماتا ہے "وایدہ بجنود لم تروھا" اور مدد کی ہم نے اوس (پیغمبر) کی ساتھ لشکرون کے کہ نہین دیکھتے تھے تم اونکو" اگر ہمراہی حضرت ابوبکرؓ پیغمبرؐ کو مفید ہوتی تو خدا بصیغہ تثنیہ یون فرماتا کہ مدد کی ہم نے اون دونون کی " حضرت ابوبکر نے بجائے اس کے پیغمبر کو ہر اندیشہ کیطرف سے مطمئن کرکے اون کے دل کو تسکین پہونچاتے پیغمبرؐ کو اپنے حزن سے اذیت تردد کی پہونچائی" لیکن پیغمبرؐ نے اپنے دل کو اوس علم الٰہی سے تقویت دی کہ جسکی رو سے وہ جانتے تھے کہ ہمارے حفاظت خدا کرے گا اور جس

بنیاد پر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ "خدا ہمارے ساتھ ہے"! اوسکو خدا نے اپنے پیغمبرؐ پر تسکین نازل کرنے سے ظاہر کیا جسکا ذکر اسی آیت قرآنی مین ہے۔

آیت

فأنزل الله سكينته عليه " ترجمہ پس نازل کی خدا نے تسکین اپنے اوپر اوس (پیغمبرؐ) کے اگر خدا کو اس موقع پر حضرت ابوبکر پر تسکین نازل کرنا مقصود ہوتا تو ضرور خدا نزول تسکین کے لئے صیغۂ تثنیہ کا بولتا چنانچہ اسی سورۃ التوبہ مین خدا نے جہان اپنی نصرت کا ذکر مواطن کثیرہ اور یوم حنین کا فرمایا ہے وہان سکینہ کی آیت اسطرح ہے

آیت

ثم انزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين | ترجمہ پھر نازل کی خدا نے تسکین اپنے اوپر رسول اپنے کے اور اوپر مومنین کے۔" ایسے نادان رفیق سے جس سے دل کو قلق پہونچے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی اس موقع سے نصیحت حاصل کرکے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوتا یا [illegible] تھا دونوں کے ساتھ ہوتا [illegible] دیا تھا

[illegible]

[illegible] ان کے ساتھ [illegible] کچھ نہیں ہو سکتا

جب تک [illegible] اور رسول کے اتباع

میں [illegible] کا سا [illegible] چھوڑا جاوے۔

[illegible]

[illegible]

پیغمبرؐ کے ساتھ رہنا اور پیغمبرؐ کا ساتھ دینا اوس کسی کی نسبت صادق آسکتا ہے کہ جس نے روز پیدایش سے پیغمبرؐ کے ساتھ مین اور پیغمبرؐ کے زیر سایۂ عاطفت پرورش پائی اور اور کسی مشکل اور مصیبت کے وقت اپنی جان کا خوف اور باک نہ کرکے پیغمبرؐ کا کسی حال مین ساتھ نہ چھوڑا یہان تک کہ جب پیغمبرؐ نے وفات پائی تو اپنے ہاتھ سے پیغمبرؐ کو غسل و کفن دے کر سپرد خاک کر دیا اور بمقابلہ اس آخری ساتھ دینے کے سلطنت اور خلافت پر اوس وقت خاک ڈالدی۔

وقت ہجرت کے جبکہ پیغمبرؐ غار ثور مین پنہان ہوے تھے اور گو بظاہر حضرت ابوبکرؓ پیغمبرؐ کے ساتھ تھے مگر جو کوئی بستر پیغمبرؐ پر قتل ہونے کے لئے بجائے پیغمبرؐ کے لیٹ رہا اصلی اور حقیقی ساتھ دینے والا پیغمبرؐ کا وہی تھا اور اوسی سے پیغمبرؐ کا مقصود اپنے اس مقولہ مین ہے کہ "خدا ہمارے ساتھ ہے کہ ہم (مین اور وہ) محفوظ رہین گے اور خدا ہماری حفاظت کرے گا" وہی بستر پیغمبرؐ پر لیٹ رہنے والا جانتا تھا کہ کفار پیغمبرؐ کی ہلاکت کا ارادہ مصمم رکھتے

ہین اور اسیوجہ سی پیغمبرؐ ہجرت کرتے ہین اور اپنی ردا مجھکو
اسیواسطے اڑہا گئے ہین تاکہ کفار کو پیغمبرؐ کی موجودگی کا یقین
رہے کہ وہی اپنے بستر پر ہین ایسے شخص کو قطعی اندیشہ اپنے
قتل ہو جانے کا بجائے پیغمبرؐ کے ہوسکتا تہا کہ اوس نے
بہ قایمقامی پیغمبرؐ اپنی جان بیچڈالی تہی کہ جسکی تصدیق
خدا نے قرآن مین فرمائی ہے -

آیت

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله"	ترجمہ اور بعض لوگون مین سے وہ شخص ہے کہ بیچتا ہے جان اپنی کو واسطے

طلب خوشنودی خدا کے"

ایسا ہی شخص دراصل باطن مین حقیقی طور پر پیغمبرؐ کا ساتہ
دینے والا تہا - مراد پیغمبرؐ کے اس مقولہ کی کہ "خدا ہمارے
ساتہ ہے" بیشک صرف ذات پیغمبرؐ پر محدود نہین ہے بلکہ
اس مین وہ شخص بہی شامل ہے جو حقیقی ساتہ دینے والا
پیغمبرؐ کا تہا اور اوسمین وہ نفس داخل ہے جو نفس
رسولؐ کے مثل تہا اور اوسی اعتبار سے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے

نمبر شمار	اسماء معاونین (٣٢)	تعداد چندہ
٨٥	عالیجناب سید فدا حسین صاحب [illegible]	[illegible]
٨٦	عالیجناب سید نذیر حسین صاحب [illegible]	[illegible]
٨٧	عالیجناب سید سجاد حسین صاحب [illegible]	[illegible]
٨٨	عالیجناب سید میاں جان صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر	[illegible]
٨٩	عالیجناب سید ظہور حسین صاحب [illegible]	[illegible]
٩٠	عالیجناب سید حمزہ [illegible] خان صاحب	[illegible]
٩١	عالیجناب سید مولوی رحمت علی صاحب [illegible]	[illegible]
٩٢	عالیجناب نواب [illegible] خان صاحب [illegible]	[illegible]
٩٣	عالیجناب حکیم مرزا [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]
٩٤	عالیجناب مولوی سید [illegible] حسین صاحب	[illegible]
٩٥	عالیجناب سید مرتضیٰ حسین صاحب [illegible]	[illegible]
٩٦	عالیجناب مرزا محمد مہدی خان صاحب [illegible]	[illegible]
٩٧	عالیجناب سید محمد جان صاحب [illegible]	[illegible]
٩٨	عالیجناب نواب سید مظفر علی خان صاحب [illegible]	[illegible]
٩٩	عالیجناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]	[illegible]
١٠٠	عالیجناب سید اکبر حسین صاحب [illegible]	[illegible]
١٠١	عالیجناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]	[illegible]
١٠٢	عالیجناب مولوی سید [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]
١٠٣	عالیجناب سید [illegible]	[illegible]
١٠٤	عالیجناب [illegible]	[illegible]
١٠٥	عالیجناب سید [illegible]	[illegible]
١٠٦	عالیجناب [illegible]	[illegible]
١٠٧	عالیجناب سید [illegible]	[illegible]

اسمائے معاونین جنہوں نے تازہ معاونین سے مدد فرمائی [illegible]

[illegible]	نام معاونین	نمبر شمار
[illegible]	جناب سید محمد حسین صاحب منصف	۱
[illegible]	جناب سید علی محمد صاحب	۲
[illegible]	جناب نواب [illegible] خان صاحب [illegible]	۳
[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
[illegible]	جناب [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

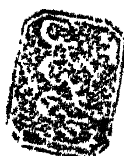
جلد ثالث رسالہ روشنی

(بابت)

سہ ماہی دوم سنہ ۱۸۹۶ء

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

(باہتمام)



میرزا عبد التقی قزلباش ایڈیٹر

اودھ لا پریس میں چھپکر

دفتر رسالہ روشنی چوک لکھنؤ سے شائع ہوا

بقیہ رسید زر بابت جلد ثانی ۹۵ء

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو جلد ۳ بابت ماہ جولائی ۹۴ء)

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ	تعداد
۱۰۸	عالیجناب منشی محمد حسن خانصاحب انسپکٹر پولیس پنجاب ۔	ے ر
۱۰۹	عالیجناب مولوی سید آفتاب حسین صاحب پروفیسر ۔	ے ر
۱۱۰	عالیجناب سید امیر حسن و امیر حسین صاحبان ۔	ے ر
۱۱۱	عالیجناب سید عوض علیصاحب رٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ۔	ے ر
۱۱۲	عالیجناب سید حیدر علیخانصاحب رضوی انریری مجسٹریٹ دکن	ے ر
۱۱۳	عالیجناب حکیم سید محمد صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دربار	ے ر
۱۱۴	عالیجناب آغا صفدر علی بیگ صاحب قزلباش اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہار	عہ
۱۱۵	عالیجناب منشی سید علی محمد خانصاحب کورٹ انسپکٹر پولیس پنجاب ۔	ے ر
۱۱۶	عالیجناب سید حمزہ علیصاحب امین منصفی ۔ ۔ ۔ ۔	ے ر
۱۱۷	عالیجناب سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر پولیس پنجاب ۔	ے ر
۱۱۸	عالیجناب سید محمد امیر صاحب انریری مجسٹریٹ پنجاب ۔	ے ر
۱۱۹	عالیجناب منشی مہتاب الدین صاحب اہلکار پولیس پنجاب ۔	ے ر
۱۲۰	عالیجناب سید معصوم علیشاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس پنجاب ۔	ے ر
۱۲۱	عالیجناب سید مہر علیشاہ صاحب اہلکار پولیس پنجاب ۔	ے
۱۲۲	از گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی دادہ ۔ ۔ ۔ ۔	ے

(باقی آئندہ)

العبد

عبد التقی قزلباش ایڈیٹر

کہ "خدا ہمارے ساتھ ہی" یعنی میرے کہ جس کے قتل کا مصمم ارادہ بستر خواب پر کفار نے کر لیا ہی اور علیؑ کہ جس کو اپنے بستر خواب پر لٹا آیا ہوں اور جس کے قتل ہو جانے کا بجاے میرے اندیشہ ہی—

حضرت ابو بکرؓ اس کلمہ پیغمبرؐ کے مخاطب ہین وہ اس کلمہ مین کسیطرح داخل نہین ہو سکتے کہ اُن سے اس کلمہ کا خطاب نتھا البتہ وہ لوگ اس کلمہ مین داخل ہو سکتے ہین جن کو مخاطب کے سواے باطن مین پیغمبرؐ اپنے ساتھ جانتے تھے—

اگر اس کلمہ مین مقصود داخل ہونے حضرت ابو بکرؓ مخاطب کا ہوتا تو پیغمبرؐ یون فرماتے کہ "خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہی" اور اسی کی تائید حضرت ابو بکرؓ کے اس بیان سے ہوتی ہی جس کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب ازالۃ الخفا مین نقل کیا ہی—حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہین—

"فارتحلنا والقوم یطلبوننا فلم یدرکنا منہم الا سراقۃ بینا وبینہ قدرمح ورمحین اوثلثۃ قلت یا رسول اللہ	ترجمہ "پس کوچ کیا ہمنے اور اور قوم ڈھونڈھتی تھی ہم کو پس نہ پایا ہم کو اُن مین سے کسی نے مگر سراقہ نے کہ درمیان

هذا الطلب قد لحقنا فقال لا تحزن ان الله معنا حتى اذا دنى فكان بيننا و بينه فرمح لم فقلت یا رسول الله هذا الطلب قد لحقنا و بکیت قال لم تبکی قال قلت اما و الله لا ابکی علی نفسی و لکن ابکی علیک الحدیث"

پکارا ہے اور اُس کے بقدر ایک نیزہ یا دو نیزون یا تین نیزون کے فاصلہ ہوگا۔ کہا مین نے اے رسولؐ اللہ یہ ڈھونڈھنے والا مل گیا ہم سے۔ فرمایا کہ مت غمگین ہو تحقیق کہ اللہ ساتھ ہمارے ہے۔ یہان تک کہ جس وقت اور نزدیک ہوگیا وہ۔ اور تھا درمیان ہمارے اور اُس کے فاصلہ اُس گھوڑے کا۔ پس کہا مین نے اے رسول اللہ یہ ڈھونڈھنے والا تحقیق مل گیا ہم سے۔ اور رویا مین فرمایا کیون روتا ہے تو۔ کہا مین نے سُن لیکن قسم خدا کی نہین روتا ہون مین اپنی جان کے لیے لیکن روتا ہون مین اوپر آپ[۱] کے"

[۱] مین تعجب سے دیکھتا ہون کہ وہ دشمن خدا تن واحد تھا اور ادھر پیغمبر خدا اور حضرت ابوبکر دو نفس تھے حضرت ابوبکر کے ایسے حزن کا کہ جس کی وجہ سے وہ رو دیے کیا باعث تھا اور بجز اس کے مین نہین پاتا ہون کہ حضرت ابوبکر کے نزدیک بمقابلہ اُس ایک دشمن خدا کے

اس روایت معتمد سے یہ نتیجہ بخوبی نکلتا ہے کہ حیثیت حضرت ابوبکر کا وجود اور عدم مساوی درجہ رکھنے والا تہا اور حضرت ابوبکر کو اپنی جان کا کوئی خوف نہین تہا جو کچھہ حزن اُنہون نے ظاہر کیا وہ پیغمبر کی جان کی بابت ظاہر کیا مگر پیغمبر کی جان کے ساتہہ ایک اور جان قربان ہونے کو تیار تہی اُس شخص کی کہ جو بجاے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوابگاہ جناب رسالت مآب پر لیٹ رہا تہا اور وہ جان پیغمبر خدا جان پیغمبر خدا سے نیاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶)

یہ دونون کمزور تہے اور حضرت ابوبکر کو یقین ہوگیا تہا کہ پیغمبر کو وہ دشمن خدا قتل کرڈالے گا اور حضرت ابوبکر جانتے تہے کہ مین اُس دشمن خدا کا مقابلہ نہین کرونگا اور وہ مجکو قتل نہین کریگا بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ اور تنہا پیغمبر کو حضرت ابوبکر اس قابل نہین جانتے تہے کہ وہ بمقابلہ اُس دشمن کے عہدہ برآ ہوسکین اگر اُس موقع پر وہ نفس کہ جس تنہا پر خوابگاہ پیغمبر مین گروہ کثیر کفار کا حملہ ہوا اور جس نے اُن کا مقابلہ کیا اور جس کو خدا نے اُن کے شر سے محفوظ رکہا موجود ہوتا تو حضرت ابوبکر کو پیغمبر کے قتل ہوجانیکا یقین نہوتا۔ ایڈیٹر

خطرناک حالت مین تھی۔ انہین دونون جانون کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ کلمہ فرمایا ہی کہ "خدا ہمارے ساتھہ ہی" یعنی ہم دونون کا کہ جو حالت خطرہ مین ہین مددگار اور معاون ہے "ان اللہ معنا" مین نہ حضرت ابوبکر داخل ہین اور نہ اُس سے اُن کو کوئی فضیلت حاصل ہو سکتی ہی۔

آیت غار مین حضرت ابوبکر کا نام نہین ہے صرف روایات سے ہر فرقہ نے یہ قبول کیا ہے کہ غار مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ حضرت ابوبکر تھے۔ جس سے کوئی فضیلت حضرت ابوبکر کی پیدا نہین ہوتی لیکن جناب علی مرتضی علیہ السلام کی شان مین جس قدر آیات نازل ہوے ہین جن سے اُن کی فضیلت قابل امامت پیدا ہے اور گو اُن آیات مین نام نامی جناب علی مرتضے علیہ السلام کا مذکور نہین ہوا لیکن اکثر حصہ اُن آیات پر اہل سنت کا بموجب روایات اور احادیث کے یقین ہے کہ وہ شان مین جناب علی مرتضی علیہ السلام کی نازل ہوئی ہین۔

مصنف پہر اصل متن مین جو نتیجہ نکالتے ہین کہ دو آیت کی تفسیر مین لفظ (فی علی) کے بڑہانے سے مقصود آیت بدل دیا اللہ نے کافرون سے خطاب کیا تہا اور وہ معارضہ مسلمانون سے ہوگیا!! اُس حقیقت پر غور کے بعد جو ہم نے اُسی جگہ دکہائی ہے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ وہ نتیجہ کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا۔

اُس آیت مین (فی علی) کا لفظ بڑہانے سے (جو تفسیراً بیان کیا گیا ہے) یا اُس معنی مین اُس آیت کی تفسیر کرنے سے اصل مقصود اُس آیت کا (جیسا کہ اس جگہ مصنف اُس لفظ کو تفسیر قبول کرتے ہین) کچہہ بہی بدلتا نہین بلکہ اُس تفسیر سے مقصود آیت مین جو اجمال تہا اُس کی تشریح ہوتی ہے۔ بے شک اللہ نے قرآن کی ہر ہر آیت مین فصاحت کا معجزہ رکہا تہا اور ہر ہر آیت کا معارضہ کافرون سے طلب کیا تہا (اُس پند ونصائح کا جو ہر ہر آیت مین مذکور ہے) لیکن کافرون مین وہ سب لوگ شامل ہین کہ جو کل ما جاء بہ النبی ؐ سے منکر ہون یا اُسکے کسی جزو سے۔

مصنف مقصود آیت کو پیش خود فرض کیے ہوتے ہین اسی سبب سے وہ سمجھتے ہین کہ تفسیر اُس آیت سے مقصود تبدیل ہوتا ہی مگر جب اُس آیت کے اجمال کو تفصیل کے ساتھ دیکھا جائے تو کچہ مقصود مین تبدیلی لازم نہین آتی ہی جیسے کسی شرح بیان سے کسی قول مغلق کی تشریح کیجائے ۔

امام علیہ السلام کی تفسیر کی جو حالت ہم نے دکھائی ہی اُس سے علانیہ ظاہر ہی کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ اور معارضہ اُنہین آیتون سے ہرگز مختص نہین ہو گیا ہو جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی ہین اور نہ خود امام علیہ السلام کی تفسیر مین کوئی لفظ ایسا ہی کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ امام علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہی کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ اور معارضہ اُنہین آیات سے مختص ہی جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی ہین ۔ مصنف تفسیر امام علیہ السلام کو بدنما دکہلانے کے لیے اُسکی عمداً غلط تعبیر کرکے جو نتیجہ تحریف کا پیدا کرتے ہین درحقیقت تفسیر امام علیہ السلام کو تحریف کرتے ہین جس سے اُنکو شرم کرنی چاہیے ۔

پہر مصنف نے اعتراض کے لیے یہ روایت پسند کی

ہی جو بموجب تفسیر امام ؑ کے نص صریح امامت علی ؑ مرتضیٰ کے لیے ہی۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال نزل جبریل ؑ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ بھذہ الآیۃ ھکذا یا ایھا[۱]	ترجمہ "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ انہون نے فرمایا کہ نازل کیا جبریل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس
الذین اوتوا الکتب امنوا	آیت کو اس طرح " اے وہ لوگو
بما نزلنا (فی علی نوراً مبیناً)	کہ دی گئی ہی اُنکو کتاب ایمان

لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا ہم نے (حق علی ؑ مین کہ روشن اور ظاہر ہی")

قرآن موجودہ مین "بما نزلنا" کے بعد یہ الفاظ ہین "مصدقا لما معکم" یعنی ای اہل کتاب ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا ہم نے درحالیکہ تصدیق کرنیوالا ہی واسطے اُس چیز کے کہ ہمراہ تمہارے ہی"

طرز بیان روایت سے ظاہر ہی کہ "نزلنا" کی تفسیر مین امام نے امر علی ؑ کو کہ جو روشن اور ظاہر تھا بیان فرمایا ہی مقصود امام

[۱] سورۂ نساء پارۂ پنجم رکوع ۴۔

کا یہ نہین ہی کہ وہ الفاظ تفسیری بھی داخل نزول من حیث القرآن تھے" بلکہ یہ مراد ہی کہ وہ نزول قرآن امر علی کو بھی شامل ہی" اور اہل کتاب کو کل قرآن کے ماننے کو حکم دیا گیا ہی جس مین جیسے توحید اور رسالت کا بیان ہی ویسے مسئلہ امامت کا۔

کتب آسمانی جو قرآن سے مقدم نازل ہوئی ہین اُن مین بھی جیسے توحید اور رسالت کا بیان ہی ویسا ہی امامت کا ہی اور اسی واسطے اس آیت مین یہ ارشاد خداوندی ہی کہ "اے اہل کتاب ایمان لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کی ہم نے (توحید رسالت امامت) درحالیکہ تصدیق کرنے والی ہی واسطے اُس چیز کے کہ جو ساتھ تمھارے ہی" اور جس مین اس بات کا اشعار ہی کہ کتب سابق مین بھی مسئلہ امامت بیان ہوا ہی اُس کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہی۔ اور جس کو ہم جلد ثانی مین ایک موقع پر دکھا آئے ہین۔

جس زمانہ مین کہ امام نے یہ تفسیر فرمائی ہی اُس زمانہ مین بعد وفات رسول علانیہ مسئلہ امامت کے قرآن مین ہونے سے انکار شروع ہو گیا تھا اس واسطے امام نے نزلنا کی تفسیر مین صرف مسئلہ امامت کا ذکر فرمایا جسکا نتیجہ یہ ہی کہ قرآن

مسئلۂ امامت کو شامل ہی- اور اس تفسیر [illegible]

ہوسکتا کہ فقط اُن آیات پر ایمان لاتے [illegible]

باب مین ہین جیسا کہ مصنف نے [illegible]

اُنکا وارد ہوسکتا ہی-

پہر مصنف نے اس روایت [illegible]

کیا ہی-

"عن ابی جعفر علیہ السلام	[illegible]
قال نزل جبرئیل بهذه الآية	[illegible]
علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ	فرمایا کہ [illegible]
هكذا فبدل الذين ظلموا	آیت محمد صلی [illegible]
(آل محمد حقهم) قولا غير الذي قيل	پر اس طرح [illegible]
لهم فانزلنا على الذين ظلموا	لوگون نے کہ ظلم کیا اُنھون نے
(آل محمد حقهم) رجزا من السماء	(آل محمد پر اُن کے حق مین) بدلا
بما كانوا يفسقون"	قول کہ غیر اُس قول کے تہا جو

اُن سے کہا گیا تہا پس اوتارا ہم نے اُن پر کہ جنہون نے ظلم کیا

(آل محمد کے حق کا) ناپاکی یا عذاب آسمان سے [illegible] کے

۱؎ شروع سورۃ البقرہ۔

کرتے تھے وہ فسق کرتے ''

مصنف یہ کہتے ہین کہ '' حضرت موسیٰ کے زمانہ مین جب
بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ گناہون سے مغفرت کی دعا مانگو
جو لفظ حطۃ ہے انہوں نے قول مغفرت کو بدل دیا'' ۔

مصنف آیۂ سابقہ بھی لکھتے ہین۔

'' واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منھا حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفر لکم خطٰیکم وسنزید المحسنین ''	ترجمہ '' اور جس وقت کہا ہمنے کہ داخل ہو اس بستی مین پس کھاؤ تم اُس (بستی) مین سے جو کچھ چاہو تم سیر ہو کر اور داخل ہو دروازہ مین (بیت المقدس)

سجدہ کرتے ہوے اور کہو تم '' حطۃ '' (کلمۂ استغفار) بخشینگے
ہم خطائین تمہاری اور نزدیک ہے کہ زیادتی کرینگے ہم نیکی کرنے
والون کو ''

پھر مصنف یہ اعتراض کرتے ہین کہ '' اس آیت مین
قصہ بنی اسرائیل کا ہے اس مین '' ظلموا آل محمد حقھم '' کا کہین
پتہ نہین اور امام معصوم نے جو یہ الفاظ فرمائے ہین اُسکو پہلی
آیت سے کوئی ربط نہین۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی

اُس وقت تک آل محمدؐ کا حق کس نے چھینا تھا۔ نص امامت غدیر خم مین نازل ہی نہین ہوئی تھی۔ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ کون لوگ تھے جنہون نے محمدؐ کے زمانہ سے پہلے آل محمدؐ کا حق چھینا تھا۔ اور کیا چارہ ہی کہ ان لوگون سے حضرت آدمؑ اور انبیاے غیر اولی العزم مراد ہون جنہون نے محمدؐ اور آل محمدؐ کی بابت عہد ترک کیا اُنہین پر عذاب نازل ہوا ہوگا۔ (معاذ اللہ منہما)"

جس آیت کی تفسیر امامؑ سے روایت ہوئی ہو اُس آیت سے پہلے جو آیت قرآن موجودہ سے نقل کی گئی ہو اُس کی نسبت مصنف نے کوئی تحقیق نہین دکھائی کہ وہ آیت اس آیت تفسیری سے مقدم نازل ہوئی ہی۔ نہ کوئی اس کی تحقیق ظاہر کی ہی کہ آیت نص امامت خم غدیر سے پہلے وہ آیت قصۂ بنی اسرائیل مین نازل ہوئی ہی۔

شاید مصنف کا یہ ارادہ ہی کہ مثل قرآن کے اُنکا قول مانا جاے۔ مگر علماے شیعہ اور سنی از روے تحقیق اس بات کے قائل ہین کہ "قرآن موجودہ بترتیب نزول جمع نہین کیا گیا ہی" لیکن نزول ان آیتون کا اگر مقصود مصنف

[illegible] کیا جائے تو بھی کوئی اعتراض مصنف کا

[illegible]۔

[illegible] میں یہ بتا آئے ہیں کہ قرآن

[illegible] پند و موعظت کے لیے

اور [illegible] کے تمام بیانات ہر زمانہ کے لیے

[illegible] ہوئے ہیں جو بیان جس زمانہ کے

[illegible] پر منطبق ہوسکے بھلائی اور برائی حالت

[illegible] صادق کیا جائیگا۔

[illegible] بنی اسرائیل کا بیان ہوا ہی اُس میں

موعظت [illegible] جس اُس عہد میں لوگون نے کیے ہیں

اس عہد میں بھی اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے اور جو عمل قبیح

اُس عہد میں لوگون نے کیے ہیں اُس سے اجتناب لازم ہی

مصنف مخاطب قبول کرتے ہیں کہ وہ کچھ بنی اسرائیل

نے دعاے مغفرت کو بدل دیا تھا"

اور دیگر علماے اہل سنت نے بھی قبول کیا ہی کہ وہ

اس تبدیل سے کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہیں ہی۔ بلکہ

گناہوں سے معافی چاہنے کا حکم تھا مگر انھوں نے اُس حکم کو

بدل ڈالا اور توبہ و استغفار کی پروا نہین کی بلکہ فتح کے سبب سے مغرور اور متکبر ہو گئے"۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ "وہ جب اُن کو تواضع اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو اُنہون نے اسکے حکم کی تعمیل نہ کی اور اُسپر اتفاق نہ کیا"۔ اور صاحب بیضاوی لکھتے ہین کہ "وہ اُنہون نے بدل دیا حکم توبہ اور استغفار کا جو اُنکو دیا گیا تھا دنیاوی چیزون کے چاہنے سے جس کے وہ خواہشمند تھے"۔

واضح ہو کہ آیت قصۂ بنی اسرائیل سے ظاہر ہے کہ وہ دعاے مغفرت کلمۂ (حطۃ) تھا۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ "اُس قوم بنی اسرائیل نے بجاے لفظ حطہ معنی مغفرت کے لفظ ہم صورت اُس کا بمعنی گندم سرخ کے استعمال کیا"۔

چونکہ اس آیت مین یہ قصہ بنی اسرائیل نظیراً بیان ہوا ہے اس واسطے امت پیغمبر آخر الزمانؐ کے لیے دیکھنا چاہیے کہ کون قول خدا کا بمنزلۂ "حطہ" کے ہے کہ جو باعث مغفرت امت کا ہو۔ اور جس کو کچھہ لوگون نے امت رسولؐ مین بدل دیا ہو۔

شرح جامع صغیر معتمد کتاب اہل سنت مین یہ حدیث

پیغمبرؐ کی منقول ہی۔

"علی باب حطة من دخل فیها کان مومنا ومن خرج منها کان کافرا"	ترجمہ "علیؑ باب حطہ ہی جو کوئی داخل ہوگا اُس مین ہوگا وہ مومن اور جو کوئی خارج ہوگا اُس سے ہوگا کافر"

شارح کا یہ قول ہی کہ "مراد اُس سے پیروی اور اطاعت علیؑ کی ہی جس نے پیروی کی اُس کی وہ مومن ہوا اور جس نے پیروی اُس کی نہ کی وہ کافر ہوا"

اس بنا پر تفسیر ان آیات کی یہ ہوتی ہی کہ جیسے عہد حضرت موسیٰ مین قوم بنی اسرائیل کے لیے قول "حطہ" دعاء مغفرت تھی ویسے ہی قول "حطہ" امت پیغمبر آخرالزمانؐ کے لیے قبول امامت جناب علی مرتضیٰؑ کا تھا جس کی تبدیل کرنے سے لوگون نے حق آل محمدؐ مین ظلم کیا۔ اور جیسے قول حطہ کو کہ دعاء مغفرت بنی اسرائیل کے لیے تھی کچھ لوگون نے بدل دیا ویسے ہی امت رسول آخرالزمانؐ مین کچھ لوگون نے قول امامت علیؑ کو بدل دیا اور وہ ظلم کرنے والے آل محمدؐ پر حق آل محمدؐ مین تھے

بموجب اُس حدیث پیغمبر کے جو کتاب معتمد اہل سنت مین منقول ہی جو تفسیر ان آیات کی ہوسکتی ہی وہی تفسیر امام نے فرمائی ہی اور جس کا وہی نتیجہ ہوتا ہی کہ جو شارح جامع تفسیر نے بیان کیا ہی کہ پیروی اور اطاعت علی مرتضیٰ کی لازم ہی جس کسی نے اُس کو حسب تفسیر صاحب بیضاوی دنیاوی چیزون کی غرض سے جس کے وہ خواہشمند تھے تبدیل کیا یعنی خود علی مرتضیٰؑ سے اتباع اپنی خلافت اور حکومت کا کرایا یا بجاے پیروی اور اطاعت علی مرتضیٰؑ کے دوسرون کی پیروی اور اطاعت کی وہ کافر ہوا اور جن لوگون نے کہ علی مرتضیٰؑ کی امامت کو قبول کیا جو مثل قول حطہ کے باعث مغفرت ہی وہ مومن ہوا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد کوئی اعتراض مصنف مخاطب کا تفسیر امام علیہ السلام پر وارد نہین ہوسکتا ہی ان آیات کی تفسیر مین پیغمبر اور امام علیہما السلام نے علی اور آل محمدؐ کے حق کو بطور تمثیل کے ظاہر کرکے حالت حق علیؑ اور آل محمدؐ کو بیان فرمایا ہی جس سے نہ ربط آیات مین کچھ فرق آتا ہی نہ تقدیم اور تاخیر نزول کسی آیت سے کوئی شبہہ پیدا ہوسکتا ہی

اور قول حطہ کو جو باعث مغفرت تھا بنی اسرائیل مین جن جن لوگون نے تبدیل کیا اور امت پیغمبر آخر الزمان ؐ مین جن جن لوگون نے امامت علیؑ کو قبول نہ کرکے اور قول امامت کو تبدیل کرکے حق آل محمدؐ کا چھین لیا وہ سب ملوم ہو چکے ہین۔

آیت کا مضمون بیشک یہ ہی کہ وہ امور قوم بنی اسرائیل مین واقع ہو چکے تہے لیکن علم الٰہی مین جس نے وہ آیت نظیر کے طور پر بہیجی تہی پیغمبر آخر الزمان ؐ کی امت مین ویسا ہی واقع ہونے والا تہا۔

اور پیغمبرؐ نے جو مثال بتائی ہی اُس سے واضح ہوتا ہی کہ ویسے ہی امور بدلنے قول حطہ کے اُنکی امت مین واقع ہونے والے ہین اور زمانہ امام مین جنہون نے وہ تفسیر فرمائی ہی امت پیغمبر آخر الزمان ؐ مین وہ امور واقع ہو چکے تہے۔

اُن امور کے واقع کرنے والون سے خواہ امت موسیٰ مین خواہ اُمت پیغمبر آخر الزمان مین حضرت آدم علیہ السلام اور انبیاے غیر اولی العزم سے ہرگز مراد نہین ہو سکتی جیسا کہ مصنف مخاطب نے ارادہ کیا ہی۔

کتب شیعہ مین اس قسم کی روایتین ہرگز نہین ہین جنسے
ثابت ہوتا ہو کہ اسماے ائمہ بتصریح قرآن کی آیتون مین نازل
ہوے تے جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہین۔ لیکن خود آیات
قرآن موجودہ مین مسئلہ امامت بتصریح موجود ہی جیسا کہ جلد ثانی
مین ثابت ہو چکا ہی۔

البتہ کتب شیعہ مین ایسی روایتین موجود ہین کہ جس
مین آیات کی تفسیر مین یہ بیان ہوا ہی کہ امامت حق ائمہ
اہل بیت ہی اور اسماے ائمہ بہی مذکور ہوے ہین۔ اور وہ
قرآن کہ جس مین تفسیر مسئلہ امامت اور امامت حق اہل بیت
کی بتائی ہوئی پیغمبرؐ کی اور لکھی ہوئی بدستخط خاص علی مرتضیٰؑ
کے تہی اور جس کی روسے دیگر ائمہ اہل بیت تفسیر کرتے چلے
آے ہین بیشک ائمہ کے پاس سینہ اور صندوق مین بند
رہا جبکہ لوگون نے اُس کو نہ لیا اور نہ اُس سے کچھہ لینا
چاہا۔

مگر یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہی کہ وہ انہون نے
اپنے مخلصین شیعہ کو بہی ندیا۔ نہین جو کوئی ائمہ اہل بیتؑ
کے پاس بخلوص نیت عقیدت مندی حاضر ہوتا تہا اُس کو

اُنھی قرآن تفسیری سے دیتے تھے۔

اُن کی حالت مثل کعبہ کے تھی کہ جس کے پاس عقیدتمند جاتے ہین کعبہ کسی کے پاس نہین جاتا جیسا کہ منشا ایک ارشاد پیغمبر کا ہی اور اوصیاے پیغمبر کا صرف یہ منصب ہوتا ہی کہ جو کوئی بہ طلب ہدایت اُن کے پاس حاضر ہو اُس کو تعلیم کرین اور دعوت اسلام منصب پیغمبر ہی جیسا کہ علی مرتضیٰ نے ایک موقع پر فرمایا ہی۔

البتہ اپنے دشمنون سے ائمہ اہل بیت اپنے راز کو چھپاتے تھے۔ اور جسکی اُنکو ضرورت تھی۔

مصنف مخاطب نے اس جگہ اپنے بعض مضامین سابق کا جلد اول سے اعادہ کیا ہی جس کی حقیقت ہم اُسی موقع پر دکھا آئے ہین۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے زرارہ کی حالت سمجھنے مین کچھ بھی غلطی نہین ہوئی اُنہون نے اُس کو پہلے ہی قابل ہدایت سمجھ لیا تھا اور آخرکار وہ ہدایت پا گیا۔ اور جس وقت کہ اُس نے اُس کتاب علی سے انکار کیا تھا اُس وقت وہ اُس درجہ ہدایت یافتہ ہونے پر نہین پہونچا تھا اُس وقت اُس کی

حالت ایسی ہی تھی جیسی ہمارے مصنف مخاطب کی۔

وہ درجۂ کامل ہدایت پر نہ پہونچنے کی وجہ سے امام علیہ السلام سے جھگڑا کرتا تھا اور امام علیہ السلام کے مباحثہ کو بغیر اطمینان کے قبول نہین کرتا تھا۔ جیسے کہ اس زمانہ مین ہمارے مصنف مخاطب جو مخالفین ائمہ اہل بیت کے متبع ہین متبعان امام علیہ السلام سے جھگڑا کرتے ہین۔ دیکھیے کہ وہ مثل زرارہ کے اپنی ابتدائی حالت سے تبدیل ہوکر انتہائے حالت زرارہ مین داخل ہوتے ہین یا اطمینان سے فائدہ نہ اوٹھاکر مثل اُنہین لوگون کے رہتے ہین کہ جن کی حالت مثل زرارہ کے نہین ہوئی۔

جو لوگ کہ نیت ہدایت پانے کی رکھتے ہین وہ مثل زرارہ کے اپنی حالت کو ضرور تبدیل کرسکتے ہین لیکن جو لوگ کہ ائمہ اہل بیت سے نیت محض مخاصمت کی رکھتے ہین اُن لوگون سے سوا جھگڑا کرنے کے اور کوئی توقع نہین ہوسکتی۔

وہ قرآن ہر متنفس کو اس حیثیت سے دیا جاسکتا تھا کہ جو کوئی کچھ ائمہ اہل بیت سے دریافت اور تحقیق کرنا چاہے اُس کو اُسی قرآن سے بتا دین۔ یہ نہین ہوسکتا تھا کہ ہر کسی

تنفس کو وہ قرآن حوالہ کیا جاتا البتہ حوالہ خلیفہ وقت کے
ہو سکتا تھا تاکہ اُس کے ذریعہ سے وہ قرآن رائج اور شائع ہو
چنانچہ علی مرتضیٰؑ نے عہد خلافت اول مین اُس قرآن کو پیش
کیا تھا جو نہ لیا گیا اور جس کی بابت صاحب استیعاب وغیرہ
علماے اہل سنت نے یہ راے دی ہی کہ " وہ ہم کو
نہایت مفید ہوتا "

اور دیگر ائمہ اہل بیت کے ہم عہد جو خلفا رہے اُن کی
حالتین بمقابلہ ائمہ اہل بیت کے جو کچھ رہی ہین اُن کو ہر کوئی
تاریخ دان جان سکتا ہی کہ ائمہ اہل بیت سے وہ قرآن رائج
اور شائع کرنے کے لیے وہ خلفا نہ لے سکتے تھے اور نہ
ائمہ اہل بیت اُس قرآن کو ضائع کرنے کے لیے اپنے ہم عہد
خلفا کو دے سکتے تھے۔

گو کچھ عوام شیعون کی کسی زمانہ مین ایسی حالت پائی جاے
(جیسا کہ ہر قوم اور ملک اور ہر مذہب کے لوگون مین ہر طرح
کے لوگ ہوتے ہین یہان تک عہد پیغمبرؐ مین ہر طرح کے
مسلمان موجود تھے) کہ وہ اپنے بعض افعال مین صدق
اور امانت اور وفا نہ دکھاتے ہون۔ مگر مسئلہ امامت و رولائ

ائمہ اہل بیت مین صدق اور امانت اور وفا ہر زمانہ مین تمام شیعون سے ظاہر ہوتا رہا ہی۔ اور ائمہ اہل بیت اُس قرآن سے اُن کو ہر امر کے لیے ہدایت دیتے رہے ہین۔

اور اگر مصنف مخاطب کے نزدیک شیعہ اُس قرآن کے لینے کے قابل نہین تھے اور سنیون مین وہ صفتین مصنف مخاطب کے نزدیک مختص تھین کہ جن کی وجہ سے وہ قرآن لیا جا سکتا تھا تو مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیال بتائین کہ اُنھون نے وہ قرآن علی مرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے کیون نہین لیا؟۔

باوصف اس کے کہ فریقین کی روایتون سے یہ ثابت ہی کہ ایک قرآن علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت کے پاس موجود تھا اور جس کو خود علی مرتضیٰؑ نے شروع زمانہ خلافت اول مین پیش کیا تھا۔

اسی ضمن بحث امامت مین مصنف یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ وے اصحاب ائمہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر مرتد ہو جایا کرتے تھے ؎ اور مجالس المومنین سے سند کے لیے یہ روایت نقل کرتے ہین۔

"از حضرت امام زین العابدین روایت کردہ اند کہ معود که تمام مردم بعد از قتل حسین مرتد شدند الا پنج کس ابو خالد کابلی و یحیی بن ام الطویل و جبیر بن مطیع و جابر بن عبد اللہ انصاری و شبکه که حرم محترم حضرت امام حسین بود۔"

مصنف اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "وہ شہادت حسین کے بعد جتنے شیعہ تھے سب مرتد ہو گئے مگر پانچ آدمی جن مین شبکہ ایک بی بی بہی تہین اور یہ ثابت ہو گیا کہ امام حسین کی دوسری بیبیون کا بہی ایمان ثابت نرہا اور امام زین العابدین کی مان شہربانو بہی ان پانچ مین شامل نہ رہین۔ اور حضرت زینب اور امام حسین کی بیٹیان اور حضرت عباس علمدار کی بیبیان اور اولاد اور حضرت امام حسن کی اولاد خصوصا حضرت امام حسن مثنی اور اُن کی بہن جو امام زین العابدین کی بی بی تہین کس فریق مین رہین؟"

کتاب مجالس المومنین ایک کتاب رجال ہی کہ جس مین بعض روایات خاص غرض سے نقل کی گئی ہین تاہم اس موقع پر بقدر ضرورت اُس قدر امور بیان کیے گئے ہین کہ جس سے کیفیت اور حقیقت اس روایت کی واضح ہو جاتی ہی۔

لیکن افسوس ہی کہ مصنف نے مین اس کا تو قائل نہین ہوسکتا کہ اُنہون نے منشا اور مراد اس حدیث کو نہین سمجہا مگر یہ کہہ سکتا ہون کہ عمداً وہ مضامین ترک کردیے ہین کہ جن کے ظاہر نہ کرنے سے اُن کو موقع بدنمائی روایت کے دکہانے کا اُن کے مذاق کے موافق مل سکے۔ پہر اُنہون نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ جس قدر مضمون کہ نقل کیا ہی اُس کے بہی خلاف استدلال اور امر غیر تحقیقی کو نکتہ چینی مین شامل کرتے ہین۔

مجالس المومنین کے مصنف یحیی بن ام الطویل کے ترجمہ مین اول یہ لکہتے ہین کہ "درکتاب خلاصہ از کشی نقل نمودہ کہ او از حواری علی بن الحسین ست وفضل بن شاذان گفتہ کہ در اول زمان علی بن الحسین از مخلصان شیعہ نبود الا پنج نفر کہ یکی از آنہا یحیی بن الطویل بود" بعد اس کے وہ روایت ہی کہ جس کو مصنف معترض نے نقل کیا ہی اور اُس کے بعد یہ مضمون ہی "بعد از آن مردم از اطراف ملحق شدند"

مصنف معترض نے جو روایت کہ نقل کی ہی اُس مین یہ تحریر ہی کہ "تمام مردم بعد قتل حسین کے مرتد ہوگئے تہے"

اور اُس سے مصنف یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "وہ شہادت امام حسینؑ کے بعد جتنے شیعہ تھے وہ سب مرتد ہو گئے تھے" جو صریح غلط ہی۔

روایت مین ہرگز یہ بیان نہین ہی کہ "وہ شیعہ جتنے تھے مرتد ہو گئے تھے" بلکہ یہ بیان ہی کہ "وہ بعد شہادت حسینؑ کے لوگ مرتد ہو گئے" اور وہ حالت باعتبار عرف عام اور محاورہ بول چال کے جو واقعۂ زمانہ پر منطبق ہوتی ہی بالکل صحیح ہی۔ اور اس اعتبار سے بیشک یہ کہا جا سکتا ہی کہ "وہ بعد شہادت امام حسینؑ کے جس قدر کہ مسلمان تھے وہ مرتد ہو گئے تھے" اور یہ بیان بنظر اُس حالت زمانہ کے ہی کہ جس مین درحقیقت تمام مخلوق حامی یزید کی ہو کر اُس کی متبع ہو گئی تھی اور وہ لوگ وہی تھے کہ جو خلافت خلفاے ثلاثہ اور حضرت معاویہ اور حضرت یزید کو یا اُن مین سے بعض کو کہ بعض نتیجہ بعض کا تھا صحیح قبول کرتے تھے اور اُنہین مین سے امامؑ نے اُن پانچ شخصون کو کہ جن کا ذکر اس روایت مین ہی مستثنے فرمایا ہے۔

بنی فاطمہؑ کے جو لوگ متبع تھے اور بعد پیغمبرؐ کے جناب

علی مرتضیٰؑ اور حضرات حسنین علیہم السلام کو امام برحق اور مستحق
خلافت جانتے تھے عموماً اور خصوصاً جو لوگ اولاد ذکور و اناث
علی اور فاطمہ علیہم السلام سے تھے اور جو ازواج اُن کی اولاد ذکور
کی تھین اور وہ اُسی مذہب حق پر تھین اور اُس خاندان سے
ملازمت رکھتی تھین اس روایت مین اُنکی طرف درحقیقت
روے سخن ہی نہین ہی اور اسی وجہ سے اُن مخلصان شیعہ اور
امام حسینؑ کی دوسری بیبیون کے اور حضرت زینبؑ اور حضرت
امام حسین کے بیٹون اور حضرت عباسؑ علمدار کی بی بی کہ جو دختر
حضرت عقیل حقیقی برادر علی مرتضیٰؑ کی تھین اور اُنکی اولاد اور حضرت
امام حسنؑ کی اولاد اور حسن مثنیٰ اور اُنکی بہن کے جو زوجہ امام
زین العابدینؑ کی تھین ذکر کی ضرورت ہی نہین تھی۔
اور شہربانو والدہ حضرت امام زین العابدینؑ کی شہادت
امام حسینؑ سے بہت پہلے حضرت امام زین العابدینؑ کو بچہ چھوڑ
کر وفات پا چکی تھین اس وجہ سے اُنکے ذکر کا موقع ہی نہین تھا
اور یہ لوگ فریق غیر ضروری الذکر مین رہے۔
اس روایت مین جو ابتداے ارتداد لوگون کا بیان ہی وہ
حالت شروع زمانہ امام زین العابدینؑ کی ہی جیسا کہ روایت مفضل

جن شاذان مین مذکور ہی اور بعد اُسی روایت کے کہ جو مصنف مخاطب نے نقل کی ہی صاف لکھا گیا ہی کہ پھر مردم اطراف سے ملحق ہو گئے اور اُنکی شرکت ہو گئی۔

ایسی حالت مین جبکہ لوگ غیر ضروری الذکر بھی موجود تھے اور اول زمان امام زین العابدینؑ مین خلائق مرتد سے پانچ شخص مستثنی بھی تھے اور بعد اُس کے لوگ اطراف سے بکثرت اُن کے ساتھ ہو گئے تو یہ اعتراض جو مصنف بعد تمہید کے کرتے ہین کہ عقائد مذہب شیعہ اور نص امامت کا تواتر کیونکر ثابت ہو گا برقرار نہین رہ سکتا۔

مصنف یہ شبہہ بھی کرتے ہین کہ وہ اُس زمانہ مین فقط امام زین العابدینؑ اور چار مرد اُنکے ہان مین ہان ملانے والے تھے اور یہ سب کے سب نقاب تقیہ مین روپوش فقط ایک امام زین العابدین علیہ السلام اپنے منہ سے اپنا اور اپنے اصول و فروع کا امام معصوم مفترض الطاعت ہونا بیان کرتے ہونگے اور یہ چارون مرد آمنّا و صدقنا کہنے والے ہونگے پھر رسولؐ تک اس مذہب کی نقل متواتر پہونچنے کا کیا سلسلہ ہی؟

اگرچہ حقیقت اس روایت کے دکھانے مین جو حالت زمانہ

کی ظاہر ہوتی ہی اور خود اُس روایت کے متعلق جو اُسی زمانہ میں بیان کیا گیا ہی۔ اُس سے وہ شبہہ مصنف مخاطب بکار فع ہوتا ہی لیکن ایک نظیر خود پیغمبرؐ کی اور اُنکے ابتداے زمانہ کی ہم اور پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ حالت علیؑ ابن الحسینؑ کی قدم بقدم حالت اُنکے جد رسولؐ کی تھی اور جس سے امید ہی کہ مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیالوں کی تشفی ہو جاے ۔

بعد شہادت حضرت امام حسینؑ کے کہ جو امام زمانہ تھے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نسل پیغمبرؐ میں امام زمانہ کی اولاد ذکور میں اکیلے رہ گئے تھے کہ جنکو عقلاً اور نقلاً منصب امامت ہدایت مخلوق کے لیے پہونچتا تھا۔ وہ اپنے عہد میں ویسے ہی تنہا تھے جیسے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ شروع اجراے کار منصب رسالت میں اور گو وقت اجراے کار منصب پیغمبری کے حضرت ابو طالب ملت ابراہیم پر تھے اور علی مرتضیؑ نے تعلیم او دتربیت اُسی ملت پر پائی اور جیسے کہ پیغمبرؐ اس دین کو شروع کرتے گئے علی مرتضیؑ اُس کو قبول کرتے گئے لیکن زمانہ جہالت سے زمانہ علم میں بحیثیت

اسلام کے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے قدم رکھا اور
اور بعد انکے چند سال کے چند لوگ مسلمان ہوئے - اور چند
سال تک پیغمبر دین اسلام کی خفیہ طور پر تلقین کرتے رہے اور
بعد ایک مدت کے اُنھون نے باعلان دعوت اسلام کی -
(یہ ایک کلیہ قاعدہ ہی کہ جو اعلیٰ درجہ کے حسن تدبیر پر مبنی ہی
کہ دفعتہ پبلک پر اُس امر کا اثر نہین پڑتا ہی کہ جس امر کو پہلے
پرائویٹ طور پر بطور خفیہ بیان کر کے کچھ خاص لوگون کو اپنا
طرفدار نہ کر لیا جائے) -

تو آیا اُس زمانہ ابتدا سے تبلیغ رسالت پیغمبر مین فقط پیغمبر
اور تین چار مرد اُنکی ہان مین ہان ملانے والے تھے یا کچھ اور
اور یہ سب کے سب نقاب تقیہ مین روپوش تھے یا کچھ اور
اور فقط رسول اپنے مُنہ سے اپنا رسول ہونا اور اپنا معصوم
مفترض الطاعت ہونا اور اپنے دین کے اصول اور فروع
کا بیان کرتے ہونگے اور وہ تین چار مرد آمنّا و صدقنا کہنے
والے ہونگے یا کچھ اور ہا اور پھر رسول تک یا خدا تک اس مذہب
کی نقل متواتر پہونچنے کی کیا صورت ہی -؟
اور اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر آخر الزمان ؐ سے پہلے اور رسول

نبی آئے تھے یا پیغمبر آخر الزمانؐ نے ابتداے زمانہ خفیہ تلقین کے بعد دین اسلام کو باعلان جاری کیا تو یہی حالت بعینہٖ حضرت امام زین العابدینؑ کی ہی کہ اُن سے پہلے بعد نبیؐ علی الاتصال ایکے بعد دیگرے امام ہوتے چلے آئے بلکہ پیغمبر آخر الزمانؐ سے قبل ایسے زمانہ گذر گئے ہین کہ درمیان دو نبیون کے مدت مدید گذر گئی ہی جس کو زمانہ فترت کہتے ہین اور حضرت امام زین العابدینؑ کو بعد اپنے زمانہ ابتدائی کے علانیہ دین اپنے اباے طاہرین کے اجرا کا اُس وقت موقع ملا ہی کہ جب اُنکے دوستدار طلب خون حسین علیہ السلام مین اُٹھ کھڑے ہوئے ہین اور چن چن کر اُنکے دشمنون کو تہ تیغ کیا ہی اور بعد امام زین العابدین علیہ السلام کے اُنکی نسل سے ائمہ ایسے گذرے ہین کہ جنکو موقع شیوع اور رواج دین اپنے آباے طاہرین کا اچھی طرح سے ملا ہی گو امر خلافت کے متعلق مخالفت نے اپنی کروٹ نہ بدلی ہو (یاد کرو عہد حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام علی رضا علیہم السلام کا)۔

پیغمبرؐ کے عہد مین بمقابلہ کفر اور شرک کے جیسے مذہب

اسلام رائج ہو گیا ویسے ہی عہد ائمہ اہلبیت مین اُن کے ذریعہ سے بحیثیت تواتر کہ جو رسولؐ تک پہونچتا ہی دین اسلام بہ نوعیت مذہب شیعہ کے بمقابلہ دیگر مذاہب مسلمانون کے رواج پا گیا کہ جن شیعون سے روے زمین کا کوئی حصہ یا خطہ خالی نہین ہی اور جس کی کسی قدر تفصیل رسالۂ روشنی جلد اول مین ایک موقع پر لکھہ آئے ہین۔

اور حال مین ہمکو یہ تحقیق ہو گیا ہی کہ ملک چین مین پونے دو کرور مسلمان مذہب شیعہ آباد ہین جن مین سے کچھہ بعض حصہ ملک چین کے بطور والی ملک اور رئیس خودمختار تحت حکومت فغفور چین کے ہین۔

البتہ اُن پونے دو کرور مین سے سترہ لاکھہ وہ لوگ ہین کہ جو اعتقاد علی اللہی کا رکھتے ہین اور جن کا یہ اعتقاد ہی کہ ذات اللہ نے جسم مین علیؑ کے حلول کر کے پیغمبرؐ کی نصرت کی اور سوا اس کے خدا کی توحید اور رسولؐ کی رسالت اور علی مرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت کے ایسے ہی قائل ہین جیسے شیعہ۔

مگر مسلمانون کے کسی اور فرقہ کا وہان نام و نشان

نہین ہی۔

مصنف نے حضرت امام زین العابدین ع کی نسبت ایسے کلمات استعمال کیے ہین کہ جسمین ضمناً پیرایہ سو ادب کا ہی اور ہم نے بہی انہین کلمات کو اپنے بیان مین لوٹایا ہی۔ اگر مصنف سے کوئی گناہ ہوا ہی تو ہمارا گناہ بہی انہین پر رد ہوگا کہ ہم نے وہ کلمات اُن کے اُن پر رد کیے ہین (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ)۔

حضرت امام زین العابدین ع اور اُن کے اصحاب کی نسبت زبان طعن مصنف کہول چکنے کے بعد ہشام اور صاحب الطاقی اور دیگر اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ وہ اُنکی وفات کے بعد اس امر پر اتفاق کیا تہا کہ مذہب شیعہ کو ترک کردو اور یہ مشورہ کرتے تہے کہ کونسا مذہب اختیار کرین اور سب سے آخر مین خارجی ہونے کا خیال کیا تہا الخ اور اُس کی سند کے لیے کتاب کافی کی روایت کا حوالہ دیا ہی۔

یہ وہی بات ہی کہ جس کا ذکر مصنف بحث نمبر ۲۵۔ جلد اول نصیحۃ الشیعہ مین کر چکے ہین صرف اس جگہ تازہ بناوٹ

یہ ہی کہ ہشام اور صاحب الطاق کے ساتھہ دیگر اصحاب امام کو بھی شامل کیا ہی حالانکہ وہ روایت صرف ہشام اور صاحب الطاق سے متعلق ہی اور جیسے اُن پر تہمت اور غلط بیانی اُنکا ترک کرنے مذہب شیعہ اور خارجی ہو جانے کا اعادہ کرتے ہین ویسے ہی دیگر اصحاب کو بھی اپنی تہمت اور غلط بیانی مین شامل کر لیا ہی۔

ہم اُسی موقع پر کیفیت اس روایت کی دکھا آئے ہین[سلہ] کہ ہشام اور صاحب الطاق بعد وفات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تلاش امام برحق مین متحیر تھے اور اُنہون نے اُس عالم حیرت مین جو در حقیقت خدا سے استعانت تحقق امام مین چاہی ہی اُس وقت اُنہون نے اپنی التجا پر زور دیا ہی کہ کیا ہم اُن مذاہب پر ہو جائین جنکو کہ وہ باطل جانتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ خدا ایسا نہین چاہ سکتا اور موصل الی المطلوب کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ تمام امور طرز مضمون روایت سے ظاہر ہوتے ہین۔

پھر مصنف یہ کہتے ہین کہ وے ائمہ اپنے اصحاب کو ہمیشہ جھوٹے

سلہ دیکھو جلد ثانی روشنی صفحہ ۵۹۔

وعدون مین بہلا بہلا کر رکھا کرتے تھے ورنہ وہ تو ہر وقت مرتد ہوجانے کو تیار رہتے تھے"

اور اپنے اس دعوی کی سند کے لیے ایک روایت کتاب کافی سے نقل کرتے ہین جس مین یقطین اور اُسکے بیٹے علی سے گفتگو ہوئی ہے اور یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ یقطین خلفاء عباسیہ کا طرفدار تھا اور اپنے کو اُسی فریق مین شامل کرتا تھا اور اُس کا بیٹا علی بن یقطین مخلصین شیعہ اور اصحاب ائمہ سے تھا علی ابن یقطین نے کہا کہ ائمہ شیعون کے خوش کرنے کو اُنسے کہہ دیا کرتے ہین کہ تمہاری کامیابی کا وقت قریب ہے اگر ایسا نہ کرین تو سب مرتد ہوجائین" وہ روایت علی ابن یقطین سے مع ترجمہ مصنف یہ ہے

قال لی ابوالحسن علیہ السلام الشیعة تربی بالامانی منذ مائتی سنة قال یقطین لابنه علی بن یقطین مابالنا قیل لنا فکان وقیل لکم فلم یکن فقال له علی ان الذی کان	"امام موسی کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا کہ شیعے شادکام ہونگے اپنی آرزوؤن مین سنہ دوسرے سے یقطین نے اپنے بیٹے علی بن یقطین سے کہا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ جو ہمارے لیے خبر

من مخرج واحد غیر ان امر کم حضر بواعطیتم محضہ فکان کما قیل وان امرنا لم یحضر فعللنا بالامانی فلو قیل لنا ان ھذا الامر لا یکون الا الی مائتی سنۃ او ثلثمائۃ سنۃ لقست القلوب ولرجع عامۃ الناس عن الاسلام ولکن قالوا ما اسرعہ وما اقربہ تالفا لقلوب الناس وتقریبا للفرج"

عباسیہ کے لیے) کہا جاتا ہی وہ تو پورا ہو جاتا ہی اور جو تمہارے لیے (یعنے شیعون کے لیے) کہا جاتا ہی وہ پورا نہین ہوتا تو علی نے کہا کہ جو ہمارے لیے کہا گیا ہی اور جو تمہارے لیے کہا گیا ہی سب کا مخرج ایک ہی (یعنے سب خبرین ائمہ نے بیان کی ہین) مگر یہ ہی کہ تمہارا وقت آگیا ہی اس لیے جو خبر دیجاتی ہی وہ واقع ہو جاتی ہی اور بیشک ہمارے کام کا وقت نہین ہی تو ہمکو بہلا گیا آرزو یون مین اگر ہمسے کہا جاتا کہ یہ امر (یعنی خروج مہدی اور کامیابی شیعہ) نہ ہوگا مگر دو سو برس تک یا تین سو برس تک تو البتہ سخت ہو جاتے دل اور پھر جاتے اسلام سے سب لوگ۔ اور لیکن ائمہ نے کہدیا کہ بہت جلد ہی وہ وقت اور بہت قریب ہی وہ وقت لوگون کی تالیف قلوب کے لیے اور خوشی قریب بتا دینے کے لیے"

اخیر میں مصنف یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "وہ ائمہ مصلحتاً جھوٹی خوشخبریاں سنا سنا کر اپنے اصحاب کو بہلایا کرتے تھے اگر ائمہ ایسا نہ کرتے تو لوگ دین اسلام سے کبھی پھر جاتے"

افسوس ہی کہ مصنف نے منشاء روایت کو متغیر کیا ہی اور اُسی خیال سے کچھ الفاظ روایت کا ترجمہ برعایت اپنے مذاق کے جمایا ہی جس کی کیفیت اُس وقت ظاہر ہو جائیگی کہ جب بنظر منشاء روایت کے ہم حقیقت اُس کی ظاہر کرینگے۔

اس روایت ارشاد امام علیہ السلام صرف اسقدر ہی "الشیعۃ تربی بالامانی منذ مائتی سنۃ" جس کا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی کہ "وہ شیعہ شادکام ہونگے اپنی آرزوؤں میں سن دو سو سے"

ارشاد امام میں جو لفظ "تربی" منقول ہوا ہی اُس کی شان کتابت میں احتمال رکھتی کہ حرف تیسرا اُس کلمہ کا حرف یا ہی یا فا یا نون یعنی تربی یا ترفی یا ترنی۔ بحالت تربی ہونے کے معنی یہ ہونگے۔ شیعہ نشو و نما اور پرورش پاتے ہیں تھا آرزوؤں کے دو سو برس سے اور بحالت ترفی ہونے کے

یہ معنی ہونگے کہ شیعہ خوشحال اور سازوار رہتے ہین دو سو برس سے اپنی آرزوؤن مین - اور بحالت ترقی ہونے کے یہ معنی ہونگے کہ شیعہ ہمیشہ نگران رہتے ہین ساتھ اپنی آرزوؤنکے دو سو برس سے -

ملا قزوینی نے اپنی شرح مین اس کلمہ کو وہ بالنون بیان کیا ہی اور مین بھی جہان تک خیال کرتا ہون وہ کلمہ بالنون صیغہ مضارع کا ہی اور اس حالت مین امامؑ کے ارشاد کے یہ معنی ہوتے ہین کہ وہ شیعہ ساتھ اپنی آرزوؤن کے نگران دو سو برس سے چلے آتے ہین -

ارشاد امام علیہ السلام مین جو لفظ وہ صنن آیا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ امامؑ نے زمانہ گذشتہ اور حال کی خبر دی ہی اس لیے کہ یہ لفظ متعلق زمانہ ماضی اور حال کے زبان عرب مین آتا ہی لہذا ارشاد امام علیہ السلام کا تعلق زمانہ مستقبل سے نہین ہو سکتا جیسا کہ مصنف معترض نے نکتہ چینی کے لیے قرار دیا ہی اور جب ارشاد امامؑ کا خبر آئندہ سے متعلق نہین ہو سکتا تو یہ اعتراض مصنف کا کہ ائمہ اپنے اصحاب کو جھوٹے وعدے نہین بہلا بہلا کر روکا کرتے تھے ورنہ وہ تو

ہر وقت مرتد ہو جانیکو تیار رہتے ہیں" بالکل غلط ہے۔

اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ وقت وفات پیغمبر سے شیعون کی برابر آرزو رہی کہ بوجہ امامت کے خلافت علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے ہاتھ مین ہو اور اسی آرزو کے پورا ہونے کا اُن کو انتظار تھا جس کو آخر زمانہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مین دو سو برس کے قریب گذر چکے تھے ایسی حالت مین جو امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ "شیعہ اپنی آرزوؤن کے ساتھ دو سو برس سے نگران چلے آتے ہین" تو کون امر اس مین جھوٹ ہے اور کون اعتراض مصنف کا اُس پر وارد ہو سکتا ہے؟۔

اب مین یہ بھی کہتا ہون کہ جو کلمہ محتمل متعدد لغت کا بسبب کتابت کے کلام امام مین سمجھا جاتا ہے وہ کلمہ کسی لغت اور کسی معنی مین سمجھا جائے چاہو اُس کو یون سمجھو کہ "شیعہ نگران چلے آتے ہین" خواہ یون سمجھو کہ "شیعہ نشو و نما اور پرورش پاتے ہین" خواہ یون سمجھو کہ "خوشحال اور سازوار چلے آتے ہین ساتھ اپنی آرزوون کے دو برس سے" کسی معنی مین ارشاد امام علیہ السلام کی نسبت کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا۔

باقی رہا بیان علی بن یقطین کا جو اُنہون نے اپنے باپ کے جواب مین کہا ہی اُس بیان مین بہی کوئی امر ایسا نہین ہی کہ جو قابل اعتراض کے ہو وہ بیان نہایت سچائی سے صاف صاف ہی۔

مگر مصنف نے ایک جگہ ترجمہ مین خط ہلالی کر کے جو ظاہر کیا ہی کہ "(خروج مہدی اور کامیابی شیعہ)" تو لفظ خروج مہدی کی تشریح بالکل غلط ہی اس لیے کہ اس روایت مین حضرت امام مہدیؑ کے ذکر کا کوئی تعلق نہین ہی۔ اور مصنف نے جیسے کہ یہ شرح غلط کی ہی ویسے ہی ترجمہ مین یہ الفاظ صحیح نہین ہین (" ہمکو بہلایا گیا آرزوون مین ") یہ ترجمہ کیا ہی "فعللنا بالامانی" کا۔ اسمین فعللنا کا ترجمہ "بہلایا گیا" کیا ہی بجاے اُس کے یہ ترجمہ ہونا چاہیے تہا کہ " ہمکو امیدوار رکھا گیا آرزوون مین " یا ہمکو تسلی اور تشفی اور اطمینان دلایا گیا آرزوون مین " اس لیے کہ تعلیل کے معنی مشغول کرنا کسی طعام مین اور مانند اُس کے اور علل کے معنی پلانا شربت بعد شربت کے ہی۔

اور " تقربہا للفرج " کا جو یہ ترجمہ کیا گیا ہی " اور خوشی

قریب بتا دینے کے لیے" وہ صحیح نہین ہی بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہی کہ "وہ ازروے تقریب خوشی کے" حاصل کلام علی ابن یقطین کا یہ ہی کہ ہمارے اور تمہارے لیے جو کچھہ کہا گیا ہی اُس کا مخرج ایک ہی ہی چونکہ تمہارا امر موجود ہی تمہارے لیے جو کچھ کہا جاتا ہی وہ اُسی وقت ظاہر ہو جاتا ہی اور ہمارا امر حاضر نہین ہی ہم اپنی آرزوون کے ساتھ نگران یا خوشحال یا پرورش پاتے رہتے ہین اگر ہمارے لیے یہ کہا جاتا کہ یہ امر دوسو یا تین سو برس مین ہوگا تو ہر آئنہ سخت ہو جاتے دل ہمارے اور پھر جاتے عام لوگ اسلام سے۔ لیکن کہا گیا ازروے تالیف قلوب لوگون کے اور بہ تقریب خوشی کے کہ بہت جلد آتا ہی وہ وقت اور نزدیک ہی۔

جب اس صحیح ترجمہ کے ساتھہ مراد بیان علی ابن یقطین کی سمجھی جائیگی تو اُس پر کوئی نکتہ چینی نہین ہو سکتی اور منشار بیان علی ابن یقطین کا جو تغیر کر کے مصنف نے دکھایا ہی وہ تغیر برقرار نہین رہ سکتا۔

علی بن یقطین کے کلام سے جو یہ بات مستنبط ہوتی ہی کہ جو امر دوسو تین سو برس کے بعد ہونے والا تھا اُس کو قریب

آنے والا بیان کیا گیا ایسا امر مبنی مصلحت پر ہوتا ہی اور جس کو جہوٹ نہین کہا جا سکتا قرآن مین خدا نے قیامت کو جا بجا فرمایا ہی کہ "وہ جلد آنے والی ہی" لیکن ابتک کہ تیرہ سو برس ہو گئے نہین آئی تو کیا یہ سمجہا جا سکتا ہی کہ خدا نے دیر مین آنیوالی چیز کو جو جلد آنے والا بیان کیا وہ جہوٹ ہی۔؟

نہین علم الٰہی مین یا جن لوگونکا علم ماخوذ ہی علم الٰہی سے اُنکے نزدیک وہ زمانہ کہ جس کو لوگ بعید سمجہتے ہین نزدیک ہوتا ہی۔ اور بعض موقع پر مصلحت یہ بہی ہوتی ہی کہ جو زمانہ عام لوگون کے نزدیک بعید ہو اُسکو خدا یا خاص بندگان خدا قریب ظاہر کرین ائمہ کا اُسی علم الٰہی سے تہا جو قرآن مین ہی۔ خدا نے لوگون کو خوف دلانے کے لیے کہ ایمان لے آئین یا ایمان پر قائم رہین قیامت کا آنا قریب بیان فرمایا حالانکہ مخلوق کے نزدیک اُسکا زمانہ بہت دور ہی۔

ائمہ نے بتقلید اُسی مصلحت کے کہ لوگ رحمت خدا سے نا امید نہ ہو جائین شیعون کی آرزو پوری ہونے کے زمانہ کو قریب فرمایا ہی کہ جو دو سو یا تین سو برس کے بعد ہونے والا تہا اور وہ بہی عوام الناس کے لیے نہ کہ خاص لوگون کے لیے

اور اُنہین عوام الناس کے لیے علی بن یقطین نے یہ ظاہر کیا ہی
کہ وہ اُنکے دل سخت ہوجاتے اور وہ اسلام سے پھرجاتے "
مصنف جو اُس بیان کا انطباق کل شیعون پر کرتے ہین یہ
خلاف منشاء اُس بیان کے ہی۔ ائمہ جو تالیف قلوب عوام الناس
کی کرتے رہے اور اُنکو امیدین دلاتے رہے یہ وہی طریقہ تھا جس
پر اُن کے جد رسول چلتے رہے ہین اور اُنہین کے قدم بقدم
ائمہ چلے ہین اور پیغمبر نے جو طریقہ تالیف قلوب اور امید دلانے
کا اختیار فرمایا تھا وہ ایسا طریقہ ہی کہ جس کا ذکر قرآن شریعت
مین موجود ہی۔

آیت

"وعدکم الله مغانم کثیرۃ تاخذونها" [۱]	ترجمہ "وعدہ کیا ہی تمکو خدا نے (اے امت محمد ص) غنیمتون بہت

کا لوگے تم اُنکو"

آیت

"سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوها" [۲]	ترجمہ "قریب ہی کہ کہین پیچھے رہجانے والے جسوقت چلو تم طرف غنیمتون

[۱] سورہ فتح رکوع ۱۱ سیپارہ ۲۶ — [۲] پارہ ۲۶ سورۃ الفتح رکوع دوم

ذروننا نتبعکم "	کے تاکہ لو تم اُنکو۔ چھوڑدو تم

ہمکو کہ پیروی کریں ہم تمہاری "

آیت

لـه " انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم "	ترجمہ " سوائے اس کے نہین ہے کہ صدقات واسطے فقرا کے ہین اور مساکین کے اور عاملین (کام تحصیل کا کرنے والے) کے اور واسطے مولفۃ القلوب کے وہ لوگ کہ اُلفت دیے گئے

دل اُنکے خواہ وہ ضعیف الاسلام ہون خواہ ضعیف الایمان خواہ وہ سطیع الاسلام ہون اور ہنوز اسلام اُنہون نے قبول نہ کیا ہو تاکہ ہر قسم کے لوگ دین اسلام سے اُلفت پکڑین اور مسلمانون کی مدد کرین) اور واسطے چھوڑانے گردنون کے (واسطے آزادی غلامون کے) اور واسطے قرضدارون کے اور واسطے صرف کرنے راہ خدا کے اور واسطے صرف مسافرون کے فرض ہی خدا کی طرف سے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی "

لـه پارہ دس رکوع ۱۳ سورۃ التوبۃ۔

خدا نے جو اپنے آپ کو اسجگہ جاننے والا اور حکمت فرمایا ہی اسمین سے ظاہر ہوتا ہی کہ مولفتہ القلوب اور دیگر مسلمانون کے ساتھ جو ایک ہی برتاؤ فرض کیا گیا وہ امر خالی دانائی اور حکمت سے نہین ہی۔

اسمین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا ہی کہ خدا اور اسکا رسول لوگون سے وعدہ فتح اور غنیمت کرتا رہا اور امیدین اسکی دلاتا رہا اور پیغمبر نے یہانتک کیا ہی کہ آئندہ کے لیے بھی خبر فتح روم اور شام اور ایران کی دیکر لوگونکو امیدین دلائی تہین اور خدا نے حشر اور جنت کے بھی وعدے کیے ہین اور امیدین دلائی ہین۔

خدا اور رسول لوگون سے جیسے وعدے ہمیشہ کرتے رہے اور امیدین دلاتے رہے کہ جو خالی مصلحت سے نہ تہا ویسے ائمہ لوگون کو مصلحتاً امیدین دلاتے رہے اور جو مصلحتین خدا اور رسول کے امید دلانے مین تہین وہی مصلحت ائمہ کے امید دلانے مین تہی خدا اور اسکا رسول خوشخبریان جو لوگون کو سنایا کرتے تہے جیسے اسپر نکتہ چینی نہین ہو سکتی ویسے ہی ائمہ کی خوشخبریان قابل نکتہ چینی کے نہین ہو سکتین۔

انسان کی فطرت یا عادت مین یہ امر داخل ہی کہ بغیر کسی امید

کے کوئی کام نہیں کرتا چنانچہ بعد وفات پیغمبر کے امر خلافت کے متعلق جو واقعات پیش آئے وہ اچھی طرح سے دکھاتے ہیں کہ خاندان غیر اہلبیت رسالت اپنے مسلمان ہونے کے وقت امید خلافت رکھتے تھے اور سر اُنکے طمع خلافت سے خالی نہ تھے - اور انہیں وجوہ سے ضرب المثل ہوگیا ہے کہ "دنیا باامید قائم"

مصنف اس طریقہ ائمہ کی نسبت جو مطابق طریقہ خدا اور رسول کے تھا یہ کہتے ہیں کہ "ائمہ کی یہ حکمت عملی جناب امیر کے وقت سے جاری تھی کہ شیعوں کو ارتداد سے روکنے کے لیے کہدیا کرتے تھے کہ مہدی بہت جلد آنے والے ہیں بلکہ اُسکا وقت بھی مقرر کردیا کرتے تھے چنانچہ سنہ ستر جناب امیر نے مقرر کیے تھے" اور اپنے دعوی کی سند کے لیے علامہ طوسی کی کتاب غیبت سے ایک روایت نقل کرتے ہیں -

ترجمہ "جو مصنف نے کیا ہے"	"عن ابی حمزۃ الثمالی قال
"ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہے	قلت لابی جعفر علیہ السلام
وہ کہتا ہے میں نے ابو جعفر علیہ السلام	ان علیا کان یقول الی سبعین
سے پوچھا کہ علی علیہ السلام فرماتے	بلاءٌ وکان یقول بعد البلاء
تھے کہ بلا کے بعد آسانی ہے اور	رخاء وقد مضت السبعون

ولمن نخاف ؟ سنہ ستر گذر گئے اور ہم نے

آسانی نہ دیکھی ۔

مصنف نے جہان ترجمہ آسانی کا کیا ہی وہان سُستی کا ہونا

چاہیے اور واضح ہو کہ ملا قزوینی نے صافی شرح کافی مین بھی یہ

روایت نقل کی ہی ۔ (دیکھو باب کراہتہ التوقیت)

ارشاد علی مرتضیٰؑ مین بظاہر کوئی لفظ ایسا نہین پایا جاتا کہ

جس سے تعلق امر خلافت یا ظہور مہدیؑ سے ہو ۔ اُنکے ارشاد

کے معنی یہی ہین کہ وہ ستر برس تک امتحان اور آزمائش ہی

اور بعد اُسکے سُستی ۔

مین جہانتک خیال کرتا ہون علی مرتضیٰؑ نے اپنے ارشاد مین

انسانی حالت کو ارشاد فرمایا ہی کہ انسان کی عمر ستر برس تک امتحان

اور آزمائش مین گذر جاتی ہی اور اُس کے بعد زمانہ سُستی کا

شروع ہوتا ہی ۔

اور اگر اُس کے معنی یہی لیے جائین کہ وہ متعلق خلافت اور

سلطنت کے ہی (واضح ہو کہ امر ظہور مہدیؑ سے کسی طرح اُسکا

تعلق نہین ہو سکتا) تو بھی حقیقت اُس کی اسقدر ہی کہ اپنے زمانہ

خلافت مین علی مرتضیٰؑ نے بنظر حالت زمانہ کے سمجھ لیا تھا کہ سنہ ستر تک امر خلافت کے لیے میرے فرزند بنی فاطمہ ایسی کوشش کرینگے کہ جو زمانہ بلا اور آزمائش کا سمجھا جائیگا اور بعد اُسکے دیگر ائمہ اہلبیتؑ کو زمانہ ایسا سُست اور کمزور کر دیگا کہ ویسی کوشش نہ کرنے پر مجبور رہونگے اور اُنکا زمانہ سُستی کا سمجھا جائیگا۔

علی مرتضیٰؑ کا یہ ارشاد بطور پیشین گوئی کے ہی اور جس مین تعداد زمانہ بطور اندازہ کے سمجھا جا سکتا ہی۔

یہ پیشین گوئی علی مرتضیٰؑ کی اگر متعلق امر خلافت کے ہی تو جیسا کہ اُنہون نے حالت موجودہ اپنے زمانہ پر نظر کر کے پیشین گوئی فرمائی تھی اُسکے واقعات آئندہ زمانہ نے ویسے ہی اُسکی تصدیق کی اُنکو خود بہت کم امید تھی کہ خلافت ائمہ اہلبیت کے ہاتھ مین آئے چنانچہ ایک موقع پر خود اُنہون نے فرمایا ہی کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہتی ہی بہت کم ایسا ہوتا ہی کہ پھر ہاتھ مین آتے۔[1]

پھر مصنف یہ کہتے ہین کہ وہ سنہ ستر کے گذر جانے کے بعد شیعون سے یون بات بنا دی گئی کہ حسینؑ کے قتل کی وجہ سے اللہ ناراض ہوگیا اسلیے اُس نے اپنی رائے بدل دی۔

---

[1] دیکھو جلد اول روشنی بابت فروری ۱۹۲۶ء۔

جس مضمون کا مصنف نے اس موقع پر اعادہ کیا ہی اُسپر بحث حدیث نمبر سات جلد اول مین ہو چکی ہی۔

جس زمانہ مین حضرت امام حسین عؑ نے کوشش خلافت کے قبضہ مین آنے کی کی تہی وہ بیشک ایسا وقت تہا کہ ہر مسلمان یقین کرسکتا تہا کہ بمقابلہ حسین ابن علی پیارے نواسے رسول خداﷺ کے یزید کی اطاعت کوئی بہین کریگا اور تمام مسلمان حسین ابن علیؑ کو خلیفہ وقت قبول کر لینگے لیکن اتفاق زمانہ نے صورت دگرگون دکہائی اور خود مسلمانون نے خلاف توقع اُنکو قتل کر ڈالا۔

جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بہی ایمان ہوگا وہ قبول کریگا کہ وہ حسینؑ کے قتل کی وجہ سے اللہ مسلمانون سے ناراض ہوگیا اور امید خلافت کو خاندان رسالت مین آنے کے لیے درنگ کردیا۔

پہر مصنف لکہتے ہین کہ وہ سنہ ستر کا وقت ملتوی کرکے سنہ ایکسو چالیس مقرر کردیے جب سنہ ایکسو چالیس آگئے تو وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ تہا پہر شیعون مین ارتداد کے مادہ نے جوش کیا آخر امام کو کہنا پڑا کہ وہ اللہ نے مجہی کو مہدی مقرر کیا تہا مگر اب یہ وقت بہی ٹالدیا۔

اور اپنے سخن کی تائید کے لیے علامہ طوسی کی کتاب غیبت سے

ایک روایت نقل کرتے ہیں جو صافی شرح کافی میں بھی لی گئی جو مع ترجمہ مصنف ذیل میں نقل کیجاتی ہے۔

"عن عثمان بن النوا قال سمعت ابا عبدالله علیہ السلام یقول کان ھذا الامر فی فاخرہ الله ویفعل الله بعد فی ذریتی ما یشاء"

ترجمہ "عثمان بن النوا سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ امر (یعنی مہدی ہونا) میری ذات میں تھا مگر اللہ نے اسکو ٹال دیا اب اللہ میری اولاد میں جو چاہے گا وہ کریگا"

مصنف اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "یہ مشکلات ائمہ کو اسوجہ سے پیش آتی تھیں کہ اگر اسطرح جھوٹی خوشخبریاں نہ سناتے تو اُنکے اصحاب فوراً مرتد ہو جاتے"

اس ترجمہ میں جو مصنف نے خط ہلالی کے اندر (یعنی مہدی ہونا) لکھا ہے وہ مصنف کیطرف سے ہے اور "ہذا الامر" کی وہ شرح کسیطرح سے نہیں ہو سکتی بلکہ "ہذا الامر" سے مراد "امر خلافت ہے" اور ایسے ہی جو ترجمہ میں مصنف نے لکھا ہے کہ "اللہ نے اُسکو ٹال دیا" اُسکی جگہ صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہیے کہ "اللہ نے اُسمیں تاخیر اور دورنگ کی"

سنہ ستر مین امر خلافت اہلبیت رسالت مین درنگ ہونیکے بعد جو سنہ ایکسو چالیس کا ذکر کیا گیا ہی وہ مضمون اسی روایت کا ہی جسپر بحث حدیث نمبر ۷ جلد اول روشنی مین کی گئی ہی اور جس مین امام محمد باقرؑ سے یہ منقول ہی کہ "وہ تھا وقت اس امر کا سنہ ستر مین اور بوجہ قتل حسینؑ کے درنگ ہوئی اُسمین ایک سو چالیس ۱۴۰ برس تک ہلا"

اُس روایت کا منشاء یہ ہی کہ اہل بیت رسالت مین خلافت کے آنے کا وقت سنہ ستر تھا کہ پہلے اُس زمانہ سے کوشش امام حسینؑ نے کی تھی پھر ایکسو چالیس تک تاخیر ہوئی کہ جو اختتام خلافت بنی امیہ کا تھا اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو اُس وقت امید تھی کہ خلافت اُنکے ہاتھ مین آئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جو یہ مضمون ارشاد فرمایا ہی باعتبار واقعات گذشتہ کے ہی نہ پیشین گوئی آئندہ چنانچہ یہ کل زمانہ تقریبًا ارشاد امام سے پہلے گذر چکا تھا اور اسی روایت مین ارشاد امام صاف موجود ہی کہ بعد اُس کے خدا نے کوئی وقت ہمارے پاس نہین گردانا۔ یعنی حالت زمانہ نے کوئی ایسا تغیر نہین کیا جس سے کوئی اندازہ اپنے ہاتھ مین آنے کا کر سکین۔

ایسے ہی اس ارشاد امام علیہ السلام سے یہ نتیجہ بہی نکل سکتا کہ

وہ شیعہ نہین کسی مادۂ ارتداد نے جوش کیا تہا یا اُسکے رفع کے واسطے ائمہ کو ایسی خوشخبریونکی ضرورت پیش آتی تہی ''

مصنف خود قبول کرتے ہین کہ وہ جب سنہ ایکسو چالیس آ گئے تو زمانہ امام جعفر صادق ع کا تہا ''

تمام اہل خبر اور تاریخ دان یقین کر سکتے ہین کہ امر خلافت اہلبیت رسالت مین آنیکی امید قطعی کا ایک تو وہی وقت تہا کہ جب امام حسین ؑ نے اپنے لیے کوشش فرمائی تہی دوسرا وقت تقریباً سنہ ایک سو چالیس کا تہا ۔

اہل خبر اور تاریخ دان اُسوقت پر بہی یہی یقین کر سکتے ہین کہ وہ وقت بہی ایسا ہی تہا کہ امر خلافت اہلبیت رسالت مین قرار پا جائے جسکی شان یہ تہی کہ خلافت خاندان بنی امیہ کی تباہ کی گئی تہی اور اُسکی تباہی کے لیے یہ فکر ہوئی تہی کہ بنی امیہ کے ظلم و ستم اور تخریب اہلبیت رسالت کا الزام ظاہر کر کے ملک کو بنی امیہ سے برگشتہ کیا جائے امام اہلبیت کو امید قطعی تہی کہ اول خلیفہ بنی عباس جو خلافت بنی امیہ کے مقابلہ مین کہڑا ہوا تہا بجاے اسکے کہ خلافت کو اپنے ہاتہہ مین لے امام اہلبیت کے حوالہ کریگا ۔

بنی عباس سے کہ جو بنی فاطمہ کے بنی اعمام تہے ایسی امید

بہت نزدیک تہی لیکن حرص خلافت اور طمع سلطنت ایک ایسی چیز ہی کہ جسنے پہلے خلفاء کو بہی راہ مستقیم سے ڈگا دیا تہا اُنکو بہی گمراہ کر دیا اور اسی واقعہ گذشتہ نے امام جعفر صادق ع سے اس روایت مین جسکو مصنف اسجگہ نقل کرتے ہین یہ کہلوایا ہی کہ وہ تہا یہ امر (امر خلافت) میرے حق مین مگر تاخیر کی اُس مین اللہ نے اور کریگا اللہ پھر میری ذریت مین جو چاہے گا"

یہ ایک محاورہ بحن اُن لوگون کا ہی جو خدا کے فاعل حقیقی ہونے پر اعتقاد رکہتے ہین اور جو اقتباس کیا گیا ہی قرآن سے "یفعل ما یشاء" کرتا ہی خدا جو چاہتا ہی۔

اور جب امام نے امر خلافت کو بغیر کسی زمانہ آئندہ کے محدود کیے یہ فرمایا کہ وہ امر خلافت میری ذریت مین ہوگا تو اُس کلام سے یہ نتیجہ کسیطرح سے پیدا نہین ہو سکتا کہ وہ شیعون کا ارتداد جوش مین آتا تہا" اور اُسوجہ سے ائمہ کو ایسی مشکل پیش آتی تہی کہ جہوٹی خوشخبریان بخوف ارتداد اصحاب کے سناتے ہون بلکہ جب امام نے بنظر واقعات گذشتہ کے امر خلافت کو اہلبیت رسالت مین مین نہ آنا ظاہر فرمایا ہی تو خلاف اُس نتیجہ کے جو مصنف نکالتے ہین یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ وہ نہ شیعون کا ارتداد جوش مین آتا تہا اور نہ

انکو جو بڑی خوشخبریان سنائی جاتی تہین" وہ جو کچھ فرماتے تہے حالت زمانہ انکی زبان سے نکلواتی تھی ــ

جو نتیجہ مصنف نکالنے چاہتے ہین اُسکے لیے کوئی لفظ بہی اس روایت مین دلالت کرنے والا نہین ہی نہ منشا ر روایت اُس کی تائید کرتا ہی ــ

ہم یہ تو نہین کہہ سکتے کہ مصنف مخاطب مین قابلیت سمجہنے کلام ائمہ معصومین کی نہین ہی مگر یہ ضرور کہین گے کہ اُنکے دل مین کوئی ایسی چیز ہی کہ جو اُنکو منشا ر کلام ائمہ اہلبیتؑ کے متغیر کرنے پر برانگیختہ کرتی ہی جیسا کہ پہلے لوگون نے امر خلافت کو اُسکے مرکز سے متغیر کر دیا ــ

بعد تباہ ہونے خلافت بنی امیہ کے جب امر خلافت اہلبیتؑ رسالت کے ہاتہہ مین نہ آیا اور بنی عباس کی خلافت کو عہد امام جعفر صادق علیہ السلام مین تقویت ہو گئی تو امام کو بیشک مایوسی کا وقت تہا کہ اُنکے ہاتہہ مین خلافت آسکے اور اسی مایوسی مین انہون نے فرمایا ہی کہ " میرے ہاتہہ مین تو نہ آئی خدا چاہے گا تو میری ذریت مین آئیگی" اور خلافت فاطمیئین نے جو مصر مین ہوئی اور خلافت خاندان صفویہ نے جو سادات موسوی سے تہے

اور جنہون نے کئی سو برس تک ایران مین پادشاہت کی - امام علیہ السلام کے ارشاد کی صداقت دکہا دی -

اس روایت مین شیعون کے واسطے کوئی کلمہ اُنکی خوشخبری کے لیے نہین ہی اسمین جو کچھ ہی وہ ذریت رسولؐ کے لیے ہی - ایسی حالت مین مصنف مخاطب کا یہ نتیجہ قطعی غلط ہی کہ وہ شیعون کے ارتداد کو جوش ہوتا تہا اور ائمہ باندیشہ ارتداد اپنے اصحاب کے یہ جہوٹی خوشخبریان سُناتے تہے "

اور اگر شیعون کے واسطے بہی کوئی امید ذریت رسولؐ کے ساتہ مین سمجہی جائے تو وہ امید دلانا اُسی قسم کا ہی کہ جیسے رسولؐ اپنے اصحاب کو امیدین فتح اور غنیمت کی دلاتے تہے بموجب خدا کے - اور خدا اُن لوگون کو امید مغفرت اور جنت کی بہی دلاتا تہا اگر وہ امید دلانی ارتداد کے خوف سے تہین تو ائمہ کا امید دلانا بہی باندیشہ ارتداد صحابہ کے تہا - اور نہین تو نہین -

مصنف اسی سلسلہ مین اپنے طعن مین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بہی شامل کرتے ہین کہ امام علیہ السلام نے اپنی قدیمی حکمت عملی کے مطابق سنہ دو سو مقرر کر دیے تہے اور چاہا تہا کہ اسی تدبیر سے اپنے گروہ کے فساد کو روکین مگر شیعون کو اُنکے قول کا یقین نہوا

اور جو مادہ اُنکی طینت مین تہا وہ اسیطرح جوش کرتا رہا آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ سنہ ایکسو تراسی مین شیعون پر اسد کا غضب نازل ہونیوالا تہا امام موسی کاظم نے اپنی جان فدیہ مین دیکر دنیاوی عذاب سے اُنکو بچایا۔"

امام موسی کاظم علیہ السلام نے ہرگز سنہ دوسو کسی کامیابی کے لیے یا کسی امید دلانیکے لیے مقرر نہین کیے بلکہ باعتبار زمانہ گذشتہ حضرت نے یہ فرمایا ہی کہ دوسو برس سے شیعہ اپنی آرزوون کے نگران چلے آتے ہین جسکی حقیقت ابہی مین دکہا آیا ہون۔ اور نہ امام نے یہ چاہا ہی کہ اسی تدبیر سے اپنے گروہ کے فساد کو روکین یا شیعونکو انکے قول کا یقین ہوا یا کوئی مادہ اُنکی طینت مین تہا کہ جو جوش کرتا رہا اور سنہ ایکسو تراسی مین اُنپر غضب نازل ہونے والا تہا۔

اس موقع پر مصنف نے کوئی تازہ سند اپنے بیان کی تائید کے لیے ظاہر نہین کی بلکہ مصنف نے جو نشان دیا ہی وہ وہی مضمون ہی جسپر نمبر ۶ جلد اول مین بحث ہوئی ہی اور اُس روایت مین صرف اسقدر وارد ہوا ہی کہ "اسد غضبناک ہوا شیعونپر اور مجکو مخیر کیا کہ اپنی جان بچاؤن یا اُنکو پس بچایا

مین نے اُنکو قسم خدا کی بدلے نفس اپنے کے "

اس روایت کی حقیقت ہم اُسی موقع پر دکہا آئے ہین کہ اُسوقت زمانہ کی حالت یہ تہی کہ امام اہلبیت کو چہوڑکر لوگ خلافت ناجائز کیطرف ڈہلے جاتے تہے اور یہی غضب خدا کا اُنپر نازل ہونیوالا تہا۔

امام علیہ السلام اُسوقت ہدایت کے لیے مستعد ہوے اور وہ ہدایت درحقیقت مخالفت خلافت کی تہی اور اُسوقت خلیفہ وقت نے امام علیہ السلام کی جان لی لی۔ پس یہ معنی ہین ارشاد امام علیہ السلام کے کہ وہ شیعونپر غضب خدا کا نازل ہونے والا تہا" کہ وہ خلافت ناحق کیطرف پہرنیوالے تہے۔

اور امام علیہ السلام کو یہ اختیار تہا کہ اپنی جان کو جوکہون نہ ڈالین اور لوگونکو برگشتہ ہونیدین یا اپنی جان دیدین کہ امر حق کی ہدایت کا نتیجہ جان کا جانا تہا اور ہدایت امر حق کرکے برگشتہ ہونیوالے لوگونکو بچائین لیکن امام علیہ السلام نے اُنکو گمراہی سے بچایا جسمین امامؑ کی جان جاتی رہی۔

اس روایت مین بہ یقین کسی زمانہ کا خلافت کے لیے اہلبیت رسالت مین ہونہ اُنکے لیے امر خلافت کی کوئی خوشخبری

نہی البتہ جو لوگ خلافت ناحق کو حق قرار دینا چاہتے تھے اُس امر سے منع کیا امام علیہ السلام نے اپنی جان دیکر روکا ہی۔

اور امام سے دوسری روایت مین جو ذکر مدت دو سو برس سے شیعونکے آرزو مند ہونیکا منقول ہی وہ صریح متعلق زمانہ ماضیہ کے ہی اور اُس سے پہلے امام محمد باقرعسے جو ذکر سنہ ستر اور ایکسو چالیس کا منقول ہی حقیقت مین وہ بہی بنظر قطعی واقعات گذشتہ اور حالت موجودہ زمانہ کے امر خلافت اہلبیت رسالت مین نہ آنیکا بیان ہی ورنہ اُسی روایت مین امام علیہ السلام سے ہرگز یہ منقول نہوتا کہ وہ نہین گردانا اللہ نے واسطے اُسکے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس" جس سے یہ مقصود ہی کہ امر خلافت اہلبیت رسالت کے ہاتہ مین کب آئیگا کوئی وقت ہمارے پاس نہین ہی اور اُسوقت یہ آیت تلاوت فرمائی ہی۔

آیت

"یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب"	ترجمہ "محو کرتا ہی اللہ جو کچہ چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور اُسکے پاس ام الکتاب ہی"

جس سے صاف منشا امام کا یہ ہی کہ "آئندہ کے لیے کوئی مدت اور وقت بتانیکو ہمارے پاس نہین ہی خدا جو چاہتا ہی سو کرتا ہی اور اُسیکی پاس علم ہی"

اگر امام علیہ السلام نے پہلے مدت ستر برس اور ایکسو چالیس برس آئندہ کے لیے مقرر کی ہوتی تو اسوقت بھی آئندہ کے لیے کوئی مدت یا وقت مقرر فرما دیتے اور کچھ اسی روایت پر موقوف نہین ہی امر خلافت اہلبیت رسالت مین آپکے وقت بتانے سے امام زمانہ صادق انکار کرتے رہے ہین کہ ہم اہلبیت کوئی وقت نہین بتا سکتے، اور فرمایا ہی کہ "اس امر کے لیے غایت ہی کہ انتہا اُسکی ہوگی اور جب ہوپچینگے لوگ اُسکو نہ تقدیم کرینگے وہ ایک ساعت کی اور نہ تاخیر"

چنانچہ اُسی قسم کی حدیثون سے اندیشہ ناک ہو کر بعض احادیث پر مصنف مخاطب اس پہلو سے بحث کرتے ہین کہ "ائمہ جانتے تھے کہ یہ جھوٹی خبرین جو شیعون کی تالیف کے لیے بیان کیجاتی ہین ہرگز سچی نہین ہو سکتین اور آخر مین ندامت کا نتیجہ ہی اسلیے وہ کبھی کبھی ایسی باتین بھی کہدیا کرتے تھے کہ کچھ تاویل کی گنجائش بھی باقی رہے وہ باتین بھی عجیب لطیفہ ہوتی تھین" اور اصول

طرق سے سند لاتے ہین۔

عن الفضل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لهذا الامر وقت فقال کذب الوقاتون کذب الوقاتون کذب الوقاتون"	ترجمہ (جو مصنف نے کیا ہی) فضل بن یسار امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ مین نے پوچھا کہ کیا اس امر کے لیے کوئی وقت ہی امام نے نے فرمایا کہ جھوٹ بولا تہا وقت

مقرر کرنیوالونے جھوٹ بولا تہا وقت مقرر کرنیوالونے جھوٹ بولا تہا وقت مقرر کرنیوالونے"

مصنف نے اس ترجمہ مین لفظ "تہا" غلط ترجمہ کیا ہی۔

اس روایت کی سند لانیکے بعد مصنف یہ فائدہ تحریر کرتے ہین کہ وہ وقت مقرر کرنیوالے جناب امیر سے لیکر جناب امام باقر تک سب ہی ائمہ تہے اول سنہ ستر پہر ایکسو چالیس نہین سب نے مقرر کیے تہے باینہمہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وقت مقرر کرنیوالونے جہوٹ بولا تہا پس امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سب ائمہ معصومین کو صاف صاف جہوٹا کہدیا"

جس اپنے بیان کے لیے مصنف روایت کو سند لاے
ہین نہ اُس روایت سے اُنکے بیان کی تصدیق ہوتی ہی نہ اُس سے
وہ فائدہ مترتب ہوتا ہی کہ جو مصنف نے ظاہر کیا ہی نہ اُس وجہ
کا کسیطرح ایسا منشا ہوسکتا ہی کہ جو بیان یا فائدہ مترتبہ مصنف
کی تائید کرے —

البتہ مصنف نے اپنا دلی منشاے ادبی ائمہ معصومین کے لیے
دکھایا ہی بطرف مین جو کچھ ہو غیر ممکن ہی کہ وہ چھپکے نہین — اور یہ
بھی غیر ممکن ہی کہ وہ اپنے اُس منشا سوء ادب کا اگر نا روا ہی مرہ نہ
چکھین جیسکے لیے وقت کوئی نہین بتا سکتا اُ کو منکا اندازہ ہر کوئی
کرسکتا ہی خواہ مین ہون خواہ خود مصنف —

اگرچہ اُن روایات کی نسبت کہ جنہین ذکر مدت منقول ہوا ہی
الفاظ اور منشاء اُن روایات سے ظاہر ہی کہ وہ ذکر مدت زمانہ ماضی
کا ہی لیکن اگر ہم قبول بھی کرلین کہ وہ بیان مدت زمانہ آئندہ کے
لیے تھا تو بھی وہ روایات اُن روایات سے کہ جنہین اظہار وقت
سے انکار کیا گیا ہی مخالف اور مختلف نہین ہوسکتین باعتبار واقعات
گذشتہ اور حالت موجودہ زمانہ کے وہ دماغ جنکو قانون قدرت نے
ایسے امور کے لیے وضع کیا ہی کسی امر کے لیے اندازہ کسی مدت کا

ہو سکتے ہین لیکن اس امر کا قطعی طور پر ظاہر کرنا کہ کون واقعہ ٹھیک کس وقت پیش آئیگا محال ہی کہ جسکا علم سوا صانع حقیقی کے اور کسیکو نہین ہوسکتا۔

کسی امر آئندہ کی امید دلانیکے لیے کسی مدتکا اندازہ کرنا اور چیز ہی اور کسی واقعہ آئندہ کے وقت کی حکمی خبر دینا کہ وہ امر اُس وقت سو واقع ہوگا اور چیز ہی۔ جس روایت مین کہ مدت سنین ظاہر کی گئی ہی وہ بنظر حالت موجودہ زمانہ کے امید کے برآنیکے لیے ایک اندازہ سمجھا جاسکتا ہی کہ جسمین کوئی وقت اُس امر کا بتایا نہین گیا ہی

پس جس روایت مین امام علیہ السلام نے یہ ظاہر فرمایا ہی کہ وقت بتانا صحیح نہین ہوسکتا وہ روایت نہ مخالف اُس روایت کے ہوسکتی ہی نہ اُسکے متعلق کہ جسمین اندازہ مدت برآنے امید کسی امر کا کیا گیا ہو۔

اسکی مثال بعینہ ایسی ہی کہ جیسے کسی شخص کی نسبت اُسکی عمر گذشتہ پر نظر کرکے اور عمر طبیعی انسانی کو جو تجربہ انسانی سے ظاہر ہوئی ہی پیش نظر رکھکر یہ اندازہ کیا جاوے کہ وہ شخص اسقدر مدت تک یا اسقدر برسون تک اور زندہ رہیگا لیکن کوئی اُسکے مرنیکا وقت نہین بتا سکتا۔

وہ روایت کہ جس مین ذکر سنہ ستر اور ایکسو چالیس کا ہے
امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہی اور یہ روایت بھی کہ جس مین
یہ ارشاد ہی کہ "جھوٹ بولا وقت مقرر کرنے والون نے"
امام محمد باقرؑ سے منقول ہی اگر بیان مدت منقولہ کا تعلق زمانہ
ماضی سے نہوتا یا زمانہ آئندہ کے لیے بطور اندازہ کے نہ سمجھا
جا سکے تو کیسے کسی کی سمجھ مین آسکتا ہی کہ وقت بتانے والون کو
جھوٹا کہا گیا ہی لیکن ان دونون قسم کی روایات مین امتیاز کے لیے
چشم بینا اور دل دانا چاہیے کہ جو تعصب سے خالی ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے نہ کسی امام معصوم کو نہ اپنے
آپکو جھوٹا کہا ہی البتہ مصنف بحیثیت اپنے مذاق کے اپنی طرف
سے انکو جھوٹا کہتے ہین۔ اور پھر خود ہی یہ ترقی کرتے ہین کہ "وہ
ائمہ نے اپنی طرف سے جھوٹ نہین بولا بلکہ جو کہا تھا وہ خدا کی
طرف سے تھا" اور حاشیہ پر یہ اضافہ کیا ہی کہ "امام جعفر صادق
کا یہ قول بھی ہی کہ ہم اہلبیت وقت مقرر نہین کرتے اسکا مطلب
ہی کہ اپنی طرف سے وقت مقرر نہین کرتے جو کچھ کہتے ہین اللہ
کیطرف سے کہتے ہین"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت منقول ہوئی

ہم اُس روایت کا پورا ترجمہ یہ ہی کہ جسکی طرف مصنف مخاطب نے اشارہ کیا ہی۔

"راوی کہتا ہی کہ پوچھا مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے "قائم کو" (قائم اُس مرد اہلبیت سے مراد ہی کہ جس کے حق مین امام خلافت قائم ہو) پس کہا کہ دروغ کہا تعین کرنے والون وقت نے ہم اہلبیت تعین وقت نہین کرتے ہین" جسکا صاف مطلب یہ ہی کہ جنہون نے وقت مقرر کیا ہی وہ جھوٹے ہوگئے ہین ہم اہلبیت وقت مقرر نہین کر سکتے ہین اور جسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہو سکتا کہ "آپنی طرف سے وقت مقرر نہین کرتے جو کچھہ کہتے ہین اللہ کیطرف سے کہتے ہین" جیسا کہ مصنف اپنی طرف سے منشاء روایت کو متغیر کرتے ہین چنانچہ دوسری روایت مین یہ وارد ہوا ہی کہ "امام نے فرمایا کہ اللہ منع کرتا ہی (وقت مقرر کرنے سے) اور جو لوگ وقت مقرر کرتے ہین اُس کے خلاف کرتا ہی"

ایسی حالت مین ارشاد امام علیہ السلام کا وہ مطلب ہرگز نہین ہو سکتا جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہی۔

امام محمد باقر سے جو روایت منقول ہوئی ہی کہ "جھوٹے ہوگیا

وقت مقرر کرنے والون کا" جسپر مصنف بحث کر رہے ہین اُس مین امام علیہ السلام اپنے ارشاد کی سند مین یہ فرماتے ہین جسکو خود مصنف مخاطب نے نقل کیا ہے اور جس کا یون ترجمہ کرتے ہین —

"ان موسی علیہ السلام لما خرج وافداً الی ربہ واعدھم ثلثین یوما فلما زاد اللہ علی الثلثین عشرا قال قومہ قد اخلفنا موسی فصنعوا ما صنعوا"	ترجمہ "بیشک موسیٰ جب نکلے قصد کرنے والے اپنے رب کی طرف تو قوم سے تیس دن کا وعدہ کیا تھا تو جب بڑھا دیے موسیٰ کے لیے اس نے تیس پر دس دن تو موسیٰ کی قوم

نے کہا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی موسیٰ نے تو کیا اُنھون نے جو کیا"

اُسکی نسبت مصنف یہ لکھتے ہین کہ "حضرت موسیٰ سے اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم کوہ طور پر آؤ تیس دن کے بعد تمکو نعمتین ملینگی مقامات قرب الٰہی مین ترقی ہوگی - اللہ سے کلام ہوگا توریت ملیگی حضرت موسیٰ گئے تیس دن کے بعد سے وعدہ کا ظہور شروع ہو گیا یہ نعمتین دس دن تک ملتی رہین اور چالیس دن مین

سب پوری ہو گئین "

لیکن یہ بیان مصنف کا صحیح نہین ہی کہ وے حضرت موسیٰ سے یہ وعدہ ہوا تھا کہ تیس دن کے بعد تمکو نعمتین ملینگی اور تیس دن کے بعد سے وعدہ شروع ہوا اور دس دن تک نعمتین ملتی رہین" چنانچہ مصنف مخاطب جس آیت کو اپنے بیان کی صداقت کے لیے سند لاتے ہین اُسی آیت سے اُنکے بیان کا غیر صحیح ہونا دفع ہی - وہ آیت یہ ہی جسکا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی -

" وودعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰھا بعشر فتمّ میقات ربہ اربعین لیلۃ "	ترجمہ " اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس دن کا اور تمام کیا اُس کو دس دن مین تو پوری ہو گئی

میعاد اُسکے رب کی چالیس دنمین "

اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے جو کچھ وعدہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا اُس مین میقات تیس دن کی تھی (میقات اُسکو کہتے ہین کہ جو وقت واسطے عمل کرنے کے مقرر کیا جائے مثلاً ہم کسی سے وعدہ کرین کہ یہ کام ہم چھ مہینہ مین کر دینگے تو وہ مدت شش ماہ میقات ہو گی) لیکن وہ کام جسکا وعدہ تیس دن کا کیا گیا تھا اندر تیس دن کے تمام نہین ہوا بلکہ چالیس دن مین تمام

ہوا اور اکابر مفسرین اہلسنت نے قبول کیا ہی کہ "وعدہ خدا کا تیس دن کا تھا مگر وہ کام چالیس دن مین ختم ہوا" اور بجاے تیس روز کے دس روز کے افزود ہونیکی اور چالیس روز مین تمام ہونیکی وجہ بیان کی ہی (ثعلبی - ابوالعالیہ - بغوی -)

آیت کے مضمون سے ہرگز ظاہر نہین ہوسکتا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "یہ وعدہ تھا کہ تیس دن کے بعد ہمکو نعمتین ملینگی یا تیس دن کے بعد سے اسکی نعمتین ملنا شروع ہوئین"

آیت مین لفظ "بعد" کا ہرگز نہین ہی اگر آیت مین کسی جگہ بعد کا لفظ ہوتا تو بیان مصنف مخاطب کا صحیح ہوتا چنانچہ ترجمہ آیت جو مصنف نے کیا ہی اور جسکو ہمنے بعینہ نقل کردیا ہی اُسمین بھی مصنف لفظ "بعد" نہین بڑہا سکے خلاف اُسکے جو مصنف اپنے بیانمین لفظ "بعد" بڑہاتے ہین یہ تفسیر با لراے خلاف آیت کے ہی جس سے مصنف کو پرہیز کرنا لازم تھا -

اور نہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہی [illegible] مصنف [illegible] ہی کہ "پہلے سے اللہ نے تکمیل کی مدت چالیس دن [illegible] تھے" بلکہ آیت سے صاف ظاہر ہی کہ وعدہ خدا نے تیس رات کا کیا تھا اور چالیس رات مین اُسکو تمام کیا - اس آیت کا ہرگز

یہ نہوم نہین ہوسکتا کہ "بجاے تیس دن کے چالیس دن پہلے سے خدانے اپنے وعدہ مین مقرر کیے ستے" اگر ایسا ہی تہا تو تیس دن کے بیان کرنیکی ضرورت کیا تہی۔

مصنف مخاطب جو سورۃ البقرہ کی یہ آیت پیش کرتے ہین اور جسکا یہ ترجمہ لکھتے ہین۔

آیت

"واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلتہ"	ترجمہ "اور جبکہ وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس دنکا"

اس آیت سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوسکتا ہی کہ خدانے پہلے ہی سے وعدہ چالیس دنکا کیا تہا۔ بلکہ اس آیت مین اُس مجموعہ مدتکا ذکر ہی کہ جسمین خدانے تیس دنکا وعدہ کیا تہا اور چالیس دنمین اُسکو پورا کیا اور جو مدت کہ وعدہ کے پورا کرنیمین زیادہ ہوگئی اُسکو بہی شامل وعدہ خدانے قرار دیکر چالیس دن فرمایا ہی۔ چنانچہ خود مصنف بہی قبول کرتے ہین کہ "سورۃ البقرہ مین فقط تعلیق کی بہت مذکور ہی اور سورۂ اعراف مین وعدہ کی تفصیل ہی" لیکن مصنف جو تفصیل مین یہ قرار دیتے ہین کہ "تیس دن کے بعد سے انعام شروع ہوگا اور چالیس دنمین پورا

ہو جائیگا" غلط اور خلاف مقصود آیات کے ہی۔

مقصود آیات کا صاف یہ ہی کہ جس کام کے عمل کا تیس دن کا وعدہ تہا وہ چالیس دنمین پورا ہوا اور تکمیل عمل کام کے لیے دس دن زیادہ ہوے اگر تیس دن کے بعد سے عمل کام کا سمجہا جاوے تو عمل کے لیے صرف دس دن سمجہے جاسکتے ہین حالانکہ تکمیل اور اتمام عمل کا اُسوقت سمجہا جاسکتا ہی کہ جب تیس دن اور دس دن سب چالیس دن مین عمل کیا گیا ہوا ور وعدہ تیس دن کا پورا کیا گیا ہو دس دن کے بڑہانے سے یعنی تیس دن وعدہ مین دس دن اور ملا کر چالیس دن پورے کیے ہون کچہ شبہہ نہین ہوسکتا کہ مدت چالیس دن کی جو بیان ہوئی ہی وہ مدت انقضا اور اتمام کی ہی لیکن اس امر کو ہم قبول کرتے ہین کہ علم الٰہی ضرور اول سے یہ تہا کہ وعدہ تیس دن کا کیا جائیگا اور چالیس دنمین اُسکو پورا کیا جائیگا اگر دوسرا سبب عارض نہوگا۔

واقعات جو اپنے اوقات پر پیش آتے ہین اُنکے لیے اسباب ضرور ہوتے ہین اگر ایک سبب سے ایک وقت پر کوئی واقعہ ہونیوالا ہوتا ہی اور کوئی دوسرا سبب اُسکو عارض نہین ہوتا

تو وہ واقعہ تمام ہو جاتا ہی اور اگر کوئی دوسرا سبب عارض ہو جاتا ہی تو اُسوقت وہ واقعہ ٹل جاتا ہی لیکن علم الٰہی ہر واقعہ اور سبب کو حاوی ہوتا ہی اور چونکہ وہ فاعل حقیقی مانا گیا ہی اسلیے ہر واقعہ اور سبب کو اُسیکی طرف منسوب کیا جاتا ہی۔

اسی آیت مین جب خدا نے خود فرمایا ہی کہ "وعدہ کیا ہم نے موسی سے تیس دن کا اور پورا کیا ہم نے اُسکو ساتھ دس دن کے اور پوری ہوئی میقات پروردگار موسیٰ کی چالیس دنمین" تو امام علیہ السلام نے جو یہ تفسیر فرمائی ہی کہ "وہ گئے موسی پیغمبری کے لیے اپنے پروردگار کیطرف اور مقرر کیا وعدہ اُنکے لیے (اپنی قوم کے لیے) تیس دنکا" وہ تفسیر بالکل صحیح ہی اُسکی صحت پر باعتبار مضمون اُس آیت کے یقین ہوتا ہی کہ جو وعدہ خدا نے موسی سے تیس دنکا کیا تھا وہی وعدہ تیس دنکا حضرت موسی اپنی قوم سے کر کے چلے گئے تھے اور حضرت موسی کو اسیکا علم تھا کہ تیس دن مجکو وہان رہنا ہوگا جیسا کہ خدا نے وعدہ مین ذکر فرمایا تھا لیکن جب حضرت موسی مقام موعود پر گئے اور جس کام کے لیے گئے تھے اُس کام کو بجاے تیس دن کے چالیس دن لگ گئے تب حضرت موسی کو معلوم ہوا کہ دس دن زیادہ ہوکر

چالیس دن ہوگئے اور جسکی نسبت امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "جب بڑھا دیے موسیٰ کے لیے اللہ نے تیس دن پر دس دن تو موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی موسیٰ نے تو کیا اُنھوں نے جو کچھ کہ کیا"

یہ تفسیر امام علیہ السلام کی نہایت صحیح ہے مصنف جو یہ کہتے ہین کہ وہ حضرت موسیٰ کو معلوم تھا کہ فراغت چالیس دن مین ہوگی پھر بھلا اپنی قوم سے تیس دن کا وعدہ کیون کرتے" بالکل غلط اور خلاف قرآن ہے جب خدا نے تیس دن کا صاف وعدہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا جیسا کہ الفاظ آیت سے ظاہر ہے کہ "وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا" اور مفسرین اہلسنت نے قبول کیا ہے کہ "پہلے وعدہ خدا نے تیس دن کا موسیٰ سے کیا تھا" پس اُسوقت موسیٰ وہی مدت اپنی قوم سے ظاہر کرسکتے تھے اور مقام موعود پر پہونچکر جو بجاے تیس دن کے چالیس دن اُنکو لگ گئے اُسکا علم اُنکو مقام موعود پر ہوا۔ اپنے مقام پر اُنکو علم زمانہ زائد کی بابت قبل جانے مقام موعود کے اور تمام ہونے کام کے کیسے سمجھا جاسکتا ہے تاکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اُنکو معلوم تھا کہ فراغت چالیس دن مین ہوگی اور اپنی قوم سے

وہ تیس دن کا وعدہ کیسے کرتے ۔ جیسا کہ مصنف کہتے ہیں ۔
خدا نے جو وعدہ تیس دن کا ظاہر فرمایا تھا اور بجائے تیس دن کے دس
دن بڑھا کر چالیس دن میں اس وعدہ کو پورا کیا ایسے امور
جنکا تعلق اسباب سے ہوتا ہے محو و اثبات علم ازلی علیم
و حکیم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ۔

آیت

"یمحوا اللہ ما یشآء و یثبت و عندہ ام الکتاب"	ترجمہ "محو کرتا ہے اللہ جو کچھ کہ چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور نزدیک اُسکے ام الکتاب ہے"

امام علیہ السلام نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "تیس دنکے
وعدہ پر جب خدا نے دس دن بڑھا دیے تو موسیٰ کی قوم
نے کہا کہ وعدہ خلافی کی ہم سے موسیٰ نے"
اس ارشاد امام علیہ السلام کی تصدیق اور تائید دیگر آیات
قرآنی سے بھی ہوتی ہے ۔

سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶ ۔ رکوع ۱۳

آیت

"قال یا قوم الم یعدکم ربکم	ترجمہ "(موسیٰ) نے کہا کہ اے

وعدا حسنا افطال علیکم العھد امرادتم ان یحل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی ؛؛	میری قوم کیا تم سے خدا نے وعدہ نہین کیا تہا اچھا وعدہ اور کیا ایک دراز زمانہ تم پر گذر گیا تہا بلکہ تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے

پروردگار کا غصہ اُترے اسلیے تم نے میرے وعدے کے برخلاف کیا ؛؛

جسکا صاف منشاء یہ ہی کہ موسی علیہ السلام جو اپنی قوم سے توریت لانے کے لیے تیس دن کا وعدہ کر گئے تہے اور چالیس دن مین آئے تو وہ اپنی قوم کو سمجہاتے ہین کہ خدا نے جو وعدہ کیا تہا اُسپر کوئی لمبا زمانہ نہین گذر گیا اور غضب الہی کا اُترنا تم نے اپنے اوپر چاہا اور میرے وعدہ کی برخلافی سمجہ لی حالانکہ ایسا نہین ہی تم کو چاہیے تہا کہ میرے وعدے توریت لانے کا انتظار کرتے اور برخلاف میرے وعدے کو نہ کرتے اگر مین تیس دن مین واپس آتا تو کیا اور چالیس دن مین واپس آیا تو کیا جسکا نتیجہ یہ ہی کہ وعدہ کسی چیز کا قابل نظر کے ہو سکتا ہی نہ وقت وعدہ ۔

اور اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہی کہ حضرت موسیٰ سے خلاف

وعدہ گی وقوع مین نہین آئی اُس وعدہ کی کہ جو اپنی قوم سے کر گئے تھے اور بعد تبلیغ دن کے جو دس دن اور افزود ہوئے وہ سلسلہ مین اُسی وعدہ تیس دن کے تھے جس سے میعاد وعدہ کو وسعت ہو گئی اور جسکو خدا نے اتمام کے لفظ سے فرمایا ہی اور جس وعدہ کی میعاد کو وسعت ہو جائیگی اور اتمام اُس وعدہ کا اندر میعاد وسعیہ کے ہوگا تو اُسکی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ وعدہ خلافی ظہور مین آئی لیکن قوم موسی نے اپنی غلط فہمی سے موسی کی وعدہ خلافی سمجھی جیسا کہ ارشاد امام علیہ السلام سے ظاہر ہوتا ہی۔

میرا اس موقع پر سوال یہ ہی کہ اگر حضرت موسی قبل انقضائے مدت تیس دن کے اپنی قوم کو یہ اطلاع دیتے کہ بجائے تیس دن کے چالیس دن مین اُس کام کو کرکے آؤنگا تو اس وسعت میعاد سے کیا وعدہ خلافی اول میقات وعدہ کیوجہ سے تصور کی جا سکتی تھی؟ نہین۔ میقات وعدہ مین وسعت ہو جاتی۔

اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ قبل واپس آنے حضرت موسی کے اُنکی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی جیسا کہ اُسکی خبر قرآن مین موجود ہی اور اُسیکی طرف امام علیہ السلام نے اشارہ کیا ہی کہ وہ کیا اُنہوں نے جو کچھ کہ کیا“ بعد اسکے کہ وعدہ خلافی موسیٰ

کی سمجھ لی ــ

بات یہ ہی کہ قرآن بالکل محاورہ انسانی پر نازل ہوا ہی اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے جو وعدہ کیا تھا کہ مین تیس دن مین توریت ۔۔۔ سے لیکر واپس آجاؤنگا وہ میقات مقدر کی ہوئی حضرت موسیٰ کی ازروے ۔۔۔ جو بلحاظ وزن کام کے حضرت موسیٰ کے نزدیک اندازہ کیجا سکتی تھی اور جسکا علم قطعی وقوع کا سواے خدا کے کسی کو نہین ہوسکتا ہی وہ میعاد جو حضرت موسیٰ نے ازروے اپنے ظن اور اندازہ کے مقرر کی تھی یہ واقعہ بھی علم الٰہی مین موجود تھا جسکو کہ پیغمبر نے ظاہر کیا تھا اور اسکو خدا نے اپنا وعدہ تیس دن کا ظاہر کرکے حکایتاً فرمایا ہی لیکن وہ کام بجاے تیس دن کے چالیس دن مین تمام ہوا جسکا علم قطعی خدا کو تمام ہونے میقات وعدہ کا تھا ـ

امام علیہ السلام کا صرف مقصود یہ ہی کہ کسی امر کا جو وعدہ کیا جائے اور اسکے لیے جو کوئی مدت بیان کیجائے وہ گویا ازروے اندازہ اور ظن کے ہوتی ہی ضرور نہین ہی کہ وہ کام اپنی میقات پر پورا ہوجائے اور ٹھیک اسوقت کا کہ جب وہ امر پورا ہوجاے سوا خدا کے کسی کو علم نہین ہوتا ہی اسلیے ہم ائمہ اہلبیتؑ کوئی وقت

کسی اَمر کے لیے ظاہر نہین کر سکتے اور اگر کرین تو اُسکی حالت مثل وعدہ قصہ حضرت موسٰی کے ہوگی۔

مجکو امید ہی کہ مصنف مخاطب کا اطمینان ہو جائیگا کہ ائمہ کے ارشادات کی حالت حضرت موسٰی کے قصہ سے کیونکر مطابق ہو سکتی ہی امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے اپنی بات نہین بنائی جیسا کہ مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین بلکہ امامؑ نے اپنے ارشاد مین بالکل قرآن سے اقتباس کیا جسکی حقیقت ظاہر کی گئی۔

یہ بیان مصنف کا کہ "وہ اصحاب ائمہ قرآن سے بالکل جاہل تھے اُنکو کیا خبر تھی کہ سورۃ البقر مین چالیس دن کا وعدہ مذکور ہی اگر خبر ہوتی تو امام پر اعتراض کرتے" اور حاشیہ پر یہ فقرہ لکھا ہی کہ "وہ اگر اُن مین کوئی حافظ ہوتا تب بہی یہ مغالطہ نہ چلتا" مصنف مخاطب نے جو حاشیہ چڑھایا ہی اُسمین اشعار اسی پر انے اعتراض کا ہی کہ شیعون مین کوئی حافظ قرآن نہین ہوتا۔ تو ایسا اعتراض شیعون کی نسبت ایک البلہ اعتراض ہی کہ جسکو کوئی حکیم اور فلاسفر نہ کوئی ذی علم محض مذہبی شخص قبول کر سکتا ہی بلکہ اُسکو مضحکہ کی نظر سے دیکھے گا۔

عہد رسول مین جب قرآن نازل ہوتا تہا تو متفرق ٹکڑون پر لکہہ لیا جاتا تہا اور لوگ جو سنتے تہے اُسکو بر زبان یاد بہی کر لیتے تہے مگر جیسا کہ عام قاعدہ فطرتِ انسانی کا ہی وہ بر زبان یاد کرنے والون کو پیش آتا تہا جسکا حافظہ قوی ہوتا تہا اُسکو نہایت صحت اور ضبط کے ساتہہ یاد رہتا تہا جسکا حافظہ قوی نہ تہا اُسکو ایسے ضبط سے یاد نہ رہتا تہا کوئی کلمہ یا آیت بہول جاتا تہا یا کوئی غیر کلمہ اُسکی زبان پر چڑہ جاتا تہا - ایسی لغزشین جو واقع ہوتی تہین اُنکی درستی یا تو وہ لوگ کرتے تہے جن کو نہایت صحت اور ضبط سے یاد تہا یا وہ متفرق لکہے ہوئے پرچے -

جو لوگ زمانہ نزول قرآن مین آیات قرآنی بر زبان یاد کر لیتے تہے اُنکی یہ حالت تہی کہ کسیکو کوئی سورۃ یاد تہی اور کسیکو کوئی سورۃ یاد تہی کسی کو دو یاد تہین کسیکو دس یاد تہین کسیکو آدہی یاد تہی اور کسیکو پاؤ -

یہ تمام امور اُس تحقیق سے لیئے گئے ہین جسکو سر سید نے اپنی تفسیر کے شروع مین لکہا ہی اور جنکو زمانہ لقب محقق اور مجتہد کا دیتا چلا جاتا ہی - یہ تحقیق اُنکی بنظرِ فطرت انسانی اور نتیجہ اُن روایا کے ہی جو کتب اہلسنت مین درج ہین اور اُنسے وہی نتیجہ نکل سکتا

ہنوز رسیدنے نکالا ہی۔

اور جیسے یہ نتیجہ نکالا گیا ہی ویسے ہی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرات ثلاثہ صحابہ رسولؐ نہ کل قرآن کے عالم تھے نہ کل قرآن اُنکو حفظ تھا یہانتک کہ خاص خاص روایتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اُنھون نے اپنی لاعلمی ظاہر کرکے دوسرون سے احکام اور مسائل قرآنی کو دریافت کیا ہی اور بعض بعض موقع پر دریافت بے علمی اپنے مین غوطے کہائے ہین جسکی کسیقدر تفصیل ہماری پچھلی تحریرونمین وقتاً فوقتاً ہوئی ہی۔ البتہ علی مرتضیٰ کی نسبت سب کا اتفاق ہی کہ اُنسے بہتر کوئی عالم قرآن نہین تھا اور نہ اُنسے زیادہ کسی کو حفظ تھا۔

جب حضرات ثلاثہ کی حالت حفظ اور علم قرآن کی نسبت ایسی ہو اور کل قرآن کا حفظ اور علم اُنکو نہو تو کسی صحابی کسی ائمہ اہلبیتؑ کی نسبت کامل قرآن کے حفظ اور علم نہونے سے اگر منزلت مین کچھ کمی ہو سکتی ہی تو حضرات ثلاثہ کی نسبت بہی وہی کم وقعتی لازم آئیگی اور اگر وہ صحابیؓ اہلبیتؑ جاہل اور غیر حافظ قرار پا گئے جیسا کہ مصنف مخاطب نے کہا ہی تو اسی صفت کے مصداق حضرات ثلاثہ صحابہ رسولؐ بہی ہونگے۔

صحابہ علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیت ؑ کے اور علماے شیعہ جو حافظ قرآن گذرے ہین کتب رجال سے انتخاب ہوسکتا ہی۔ جسکا جی چاہے اُنہین دیکہے جسمین ایسے ہی ملین گے کہ جنہونے بارہ برس کی عمر مین قرآن حفظ کرلیا ہی اور ہمارے اس زمانہ مین شیعہ حفاظ کی فہرست تنزیہ القرآن مین موجود ہی جسمین تعداد کثیر اہل امروہہ ضلع مراد آباد کی ہی کہ جو خاص اسی اعتراض کے رفع کیواسطے تیار کیے گئے تہے اور جسمین سے چند اب بہی زندہ موجود ہین جس کسی کا جی چاہے اُنکے حفظ کی آزمایش کرلے اگرچہ چند جلسہ مختلف مقامات پر جسکا ذکر تنزیہ القرآن مین موجود ہے قرار پاکر حفاظ شیعہ نے اہلسنت کو حفظ قرآن سناکر قائل کردیا ہی گو اُس کلمہ کے سننے سے اہلسنت نے انکار کیا ہی کہ جس سے اُن حفاظ کا شیعہ پن ثابت ہو مگر مین جہانتک خیال کرتا ہون ابتک جو طریقہ آزمایش کا اہلسنت نے شیعہ حفاظ سے سماعت کا اختیار کیا ہی وہ خالی سقم سے نہین ہی۔

یہ امر باسانی ممکن ہی کہ کسی سنی حافظ کو شیعہ کہکے دیکہ پیش کردین کہ اہلسنت مین حفظ قرآن کا پیشہ بغرض حصول روزی کے خصوص موتی کے صدقات کیواسطے قرار پاگیا ہی کہ جو

انکے لیے حفظ قرآن باعث رونق ہوا ہے۔

اہلسنت کو مین یہ صلاح دیتا ہون کہ وہ ایسی آزمائش کیوقت اول وہ کلمہ سن لیا کرین جس سے تصدیق اسکے شیعہ ہونیکی ہو پھر اس سے قرآن سنا کرین تاکہ انکو دہوکا نہو۔

یقین کرنا چاہیے کہ ہندوستان مین اہلسنت کے حافظ سوا چند علما[1] کے بالکل ایسے ہی ہین کہ بسبب نہ جاننے زبان عرب کے علم قرآن سے انکے سینے خالی ہین۔ جسکا نتیجہ ہی کہ مجرد حفظ قرآن علم قرآن کے لیے حجت نہین ہے۔

ہمارے مصنف مخاطب بہی حافظ نہین ہین۔ کیا وہ اپنے لیے جاہل قرآن ہونیکا خطاب پسند کرسکتے ہین جیسا کہ وہ صحابی امام اہلبیت کو لقب جاہل قرآن سے پکارتے ہین مگر مسئلہ "آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگرے ہم مپسند" یہ یقین دلاتا ہے کہ مصنف مخاطب اسی لقب پر جو وہ صحابی امام اہلبیتؑ کو دیتے ہین اپنے لیے ضرور خوشی سے پسند فرمائین گے۔

مصنف مخاطب اصحاب ائمہ اہلبیت کو جو جاہل ظاہر کرتے ہین اس اعتبار سے صحیح ہوسکتا ہے جسطرح کہ اصحاب رسولؐ غیر

---

[1] کہ انکے بطون مین بہی علم باطن قرآن کا نہین ہے اور اگر ہی تو وہ اسکو ظاہر نہین کرتے

اہلبیت رسول بمقابلہ پیغمبرؐ کے جاہل تہے۔

اصحاب ائمہؑ گو کسی درجہ پر انکو علم قرآن ہو لیکن بمقابلہ علم ائمہؑ کے بیشک وہ جاہل تہے اور وہ جو علم ائمہؑ سے حاصل کرتے تہے بتدریج حاصل ہوتا تہا اور جبتک جسقدر انکو علم حاصل ہنوتا تہا اسیقدر کی بابت بیشک وہ جاہل ہوتے تہے اور یہ امر بہی تہا کہ کسی امر کا علم کوئی صحابی حاصل کرتا تہا اور کسی امر کا کوئی صحابی اور بمقابلہ ایک دوسرے کے کسی نہ کسی امر کی بابت کوئی جاہل ہوتا تہا اور اسی اعتبار سے انکی حالت مثل حالت صحابہ رسول کے تہی وہ صحابہ کہ جو شامل اہلبیت نہین ہین۔

کیا خود حضرات شیخین اور دیگر صحابہ نے اکثر موقعونپر اپنی لاعلمی کا اقرار نہین کیا ہے اور علی مرتضی سے بارہا مسائل از روے قرآن کے حل نہین کراے ہین اور کیا حضرت عمر کی یہ حالت نہ تہی کہ بارہ برس مین انکو خود ایک سورۃ البقرہ بہی یاد نہو سکی؟

فضل بن یسار جو راوی اس روایت زیر بحث کا ہے اگر اسکو سورۃ البقرہ مین چالیس ذبکا وعدہ یاد نہو تو کچہ جاے تعجب نہین ہوسکتا۔ لیکن اگر اسکو یاد بہی ہوتا (اور یقین ہے کہ یاد تہا) توبہی وہ امام علیہ السلام پر اعتراض نہین کرسکتا تہا اسلیے کہ امام علیہ السلام نے جو

ارشاد فرمایا وہ بموجب اُس آیت سورۂ اعراف کے تہا کہ جسمین وعدہ کی تفصیل ہوئی ہو جیسا کہ مصنف مخاطب بہی قبول کرتے ہین تو وہ آیت اجمالی سورۃ البقرہ سے کیونکر اعتراض کرسکتا تہا اور اگر اعتراض کرتا تو اُسکے اعتراض کی حالت اس سے زیادہ نہوتی جیسی مصنف مخاطب کے اعتراض کی ہی۔

مگر وہ سورۂ اعراف کو جانتا تہا کہ جہان خدا نے تیس دن کے وعدہ کا ذکر فرمایا ہی اُسی جگہ خدا نے ذکر افزدی دس دنکا کرکے میقات وعدہ چالیس روز بیان فرمائی ہی جو کوئی اس سے جاہل ہو وہ ایسا اعتراض کرسکتا ہی۔

واقعہ صلح حدیبیہ مین جو حضرت عمرؓ کو شک ہوا تہا اُسکی وجہ بہی تو یہی تہی کہ جسوقت پیغمبرؐ نے ارادہ طواف بیت اللہ کا کیا تہا تو قول اور فعل رسول سے حضرت عمر کو یقین ہوگیا تہا کہ اسی سال پیغمبر اور اُنکے ہمراہی مسلمان طواف کرینگے اور مکہ فتح ہوجائیگا لیکن جب ایسا نہوا تو حضرت عمرؓ نے اپنے وقت یقینی پر ویسا نہونیکی وجہ سے پیغمبر پر اعتراض کیا کہ اُس وجہ سے نبوت آنحضرت مین شک واقع ہوگیا تہا اور اُنکی حالت قریب قریب حالت قوم موسیٰ کے ہوگئی تہی ـ اور وہ اُس اعتراض اور شک پر ایسے مصر تہے کہ ایک

سے زیادہ اُنکے ہمسر لوگوں نے سمجھایا تو بھی اپنے اعتراض اور شک سے ہٹے نہیں یہانتک کہ خود پیغمبر کو آخر کار یہ کہنا پڑا کہ مَیں نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تہا کہ اسی سال ایسا ہوگا"
کیا پیغمبرؐ کے ایسے ارشاد کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بمقابلہ اپنے اُس قول اور فعل کے جس سے حضرت عمرؓ کو یقین ہو گیا تہا حضرت عمرؓ کے سامنے پیغمبرؐ نے بات بنائی۔؟ نہیں اسی ہدایت اور تقلید پیغمبرؐ کے بموجب امام نے کسی امر کے وقت کے بتانے سے انکار فرمایا ہے اور حضرت عمرؓ کے غلط اور ناجائز طریقۂ اعتراض سے فضل بن یسار نے نصیحت حاصل کر کے اعتراض نہیں کیا ہے اور وہ کسی ارشاد امام کی وجہ سے امامت امام علیہ السلام کی نسبت نہ شک کر سکتا تہا اور نہ کسی ارشاد امام علیہ السلام پر اعتراض کر سکتا تہا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ کے قول و فعل سے ظہور ایک امر کو ایک وقت پر یقین کر کے پیغمبرؐ کی نبوت میں شک اور اعتراض کیا تہا۔ اور گو اول پیغمبرؐ کے کسی قول اور فعل سے تعین وقت لازم نہیں آتا تہا لیکن حضرت عمرؓ نے جو اُس سے تعین وقت سمجھ لیا ایسی غلط فہمی کی بنا پر اعتراض کرنا بدتر اُس سے ہے کہ اگر پیغمبرؐ صریح وقت مقرر کر دیتے اور وقت مقررہ پر ظہور اُس امر کا

نہوتا اور حضرت عمر پیغمبرؐ پر اعتراض دربارۂ انکی نبوت پر شک کرتے۔
حضرت عمر کو زیبا تہا کہ اول قول اور فعل رسولؐ سے جو کچھہ
انہوں نے سمجھا تہا اُسکے بموجب خود ہین نہ آتے سے خود سمجھہ لیتے
کہ پیغمبرؐ کے اُس قول اور فعل کی حیثیت دوسری تہی۔ اُسوقت کا قول
اور فعل پیغمبرؐ کا بہی صحیح ہو اور اس دوسرے وقت کا بہی۔ لیکن
اس درجہ کا ایمان اُنکے قلب مین نہین تہا اور اُسیکی تقلید سے
مصنف مخاطب روایت زیر بحث کے اخیر فقرہ ارشاد امام علیہ
السلام پر اس بیان سے اعتراض کرتے ہین کہ "اس حدیث کا
آخری جملہ عجیب چلتا فقرہ ہو یعنی امام نے اُنسے یہ کہدیا کہ ہماری
پیشین گوئیان غلط ہوجایا کرین توبہی تم بد اعتقاد نہوا کرو ہمین
تمکو دونا اجر ملیگا"

"واذا حدثنا کم الحدیث فجاء علی ماحدثنا کم فقولوا صدق اللہ واذا حدثنا کم الحدیث فجاء علی خلاف ماحدثنا کم فقولوا صدق اللہ توجروا مرتین"	ترجمہ "اور جب بیان کرین ہم تمسے کوئی حدیث اور ہوجاوے مطابق اُسکے جو ہمنے کہا تو تم کہو اسنے سچ کہا اور جب ہم تمسے کوئی بات بیان کرین اور وہ ہماری خبر کے خلاف واقع ہو تو تم یون

کہو کہ اللہ نے سچ کہا تو تمکو دونا اجر ملیگا"

اس فقرہ حدیث کا مصنف اپنی طرف سے یہ مطلب گھڑتے ہین کہ "جو ہم (ائمہؑ) نے جو خبر بیان کی تہی وہ اللہ کی طرف سے بیان کی تہی اب جو وہ خبر جہوٹی ہو گئی تو درحقیقت اللہ کا قول جہوٹا ہو گیا مگر اللہ کو جہوٹا کہنا خلاف ادب ہی اسلیے جب اللہ کی خبر جہوٹی ہوجاے تو تم زبانسے یہی کہو کہ اللہ نے سچ کہا تہا اسمین تمکو دونا اجر ملیگا اسمین یہ اشارہ ہو گیا کہ ہم جہوٹی خبرین اسلیے بیان کیا کرتے ہین کہ تمکو دونا اجر ملے"

جو بیان اور اظہار مطلب نسبت حدیث کے مصنف مخاطب نے کیا ہی اسکو اور مقصود مضمون حدیث کو دیکہکر ہر کوئی کہہ سکتا ہی کہ وہ بیان اور مطلب مصنف کا بالکل خود غرضی اور خود مطلبی کی راہ سے ہی (غرض اور مطلب مصنف کا یہ ہی کہ جہوٹے الزام اپنی طرف سے پیدا کرکے ائمہ اہلبیتؑ پر لگائے جائین) ورنہ وہ بیان مصنف کا نہ حدیث کی نسبت صادق آتا ہی نہ وہ مطلب اُس سے متبادر ہوتا ہی۔

شروع مضمون حدیث سے مقصود اُسکا صاف ظاہر ہی کہ "جب امامؑ سے واسطے امر خلافت کے کہ اہلبیت رسالتؐ مین کب

آئیگی پوچھا گیا تو امام ؑ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے وقت بتایا وہ ٹھیک نہین نکلا اور اُسکی سند کے لیے امام نے قصہ موسی کا ظاہر کیا کہ جب موسی پیغمبری اور توریت کے لیے خدا کی طرف گئے اور اپنی قوم سے تیس دنکا وعدہ کر گئے اور خدا نے تیس دن پر دس دن زیادہ کر دیے تو موسی کی قوم نے کہا کہ موسی نے ہمسے وعدہ خلافی کی اور گوسالہ پرستی کر کے قوم گمراہ ہو گئی۔

اُسی کے ساتھ امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ جب ہم تم سے کوئی بات بیان کرین یعنی اگر کسی امر کا وقت بتائین اور وہی کے مطابق ہو جاے تو تم اس بات کے قائل ہو کہ خدا نے سچ کہا اور اگر کوئی بات کہین ہم یعنی کسی امر کے لیے کوئی وقت مقرر کرین اور اُسوقت پر وہ امر نہو تو بھی تم اس بات کے قایل ہو کہ خدا نے سچ کہا اسلیے کہ ہم اول تو کسی امر کے لیے کوئی وقت نہین بتا سکتے کہ وقت کا علم ہر امر کے لیے خدا کو ہے اور خدا ہی ہر امر کو اُسکے وقت پر پورا کرتا ہے جسکا علم سوا اُسکے اور کسیکو نہین ہوتا اور اگر ہم احیانا کوئی وقت بتائین گے تو وہ از روے ظن اور اندازہ کے ہوگا اُسوقت اُس امر کے تمام نہونے سے تم خدا اور اُسکے رسول ؐ اور ائمہ اہلبیت ؑ سے بے اعتقاد اور گمراہ نہ ہو جاؤ چاہیے کہ وقت

بتائے ہوئے موسیٰ سے زیادہ دن ہوجانے پر موسیٰ کی خلاف وعدگی سمجھکر قوم موسیٰ کی خدا اور پیغمبری موسیٰ سے بے اعتقاد ہو گمراہ ہوگئی یہ منشا ارشاد امام علیہ السلام کا زیادہ مضبوط کرنے والا اعتقاد مسلمانونکا اور قدرت علم و اختیار فاعل حقیقی کا جتانے والا ہی کہ لوگ کسی کے بتائے ہوئے وقت پر بھروسہ نہ کرین اور مطابق اُس وقت کے کسی امر کے پورا ہونے سے شک و شبہ علم اور قدرت فاعل حقیقی مین نہ کرنے پائین اور ایسی حالت مین کہ جو موقع شبہ کا ہو اور شبہ نکرین اور پہلے ہی سے اُسپر ایمان رکھتے ہون بیشک مستحق دو دو نہ اجر کے ہونگے یہ ارشاد امام کا اس آیت سے مقتبس ہی آیت ؀

؎ واذا تتلی علیھم قالوا امنا به انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین اولئك یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا ؀	ترجمہ ؎ اور جسوقت کہ پڑھا جاتا ہی اُنپر کہتے ہین کہ ایمان لائے ساتھ اُسکے تحقیق کہ وہ حق ہی ہمارے پروردگار کیطرف سے تحقیق کہ تھے

ہم پہلے اس سے فرمانبرداری کرنے والے یہ ہین وہ لوگ کہ دیے جائینگے اجر اپنا دو مرتبہ بسبب اس کے کہ صبر کیا ہی اُنہون نے ؀

یہ ارشاد ۲ امام ایک سچی اور حقیقی ہدایت ہی گمراہی سے بچانے

ن کے لیے۔

مگر افسوس ہی کہ منشاء روایت کو اپنی خواہش کے موافق بنیاد بنانے
طور پر تغیر کر کے سد راہ ہدایت اور تعلیم مسلمانوں کے ہو کر زبان
طعن ائمہ علیہم پر کھولتے ہین اور یہ کوشش کرتے ہین کہ امت پیغمبر آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسی ہی گمراہ ہو جائے جیسے امت موسیٰ
تیس دن کی میعاد کو وعدہ خلافی سمجھکر گوسالہ پرستی کر کے گمراہ ہو گئی
تھی اور ویسی ہی لوگون کے دلون مین شک آجائے جیسا کہ
پیغمبرؑ کے اول قول اور فعل پر یقین کر کے کہ جو غلط فہمی کے سبب سے
تھا خدا کی خدائی اور پیغمبرؐ کی پیغمبری پر شک کرنے لگین خواہ جو لوگ
کہ بعد غائب ہو جانے نبی آخر الزمانؐ کے لوگون کی نگاہ سے (وفات)
با وصف اس کے کہ ہارون وقت موجود تھا مثل قوم موسیٰ کے
اسکو ضعیف کر کے گوسالہ پرستی کرنے لگے اور کرتے چلے آتے
ہین اسی طریقہ پر چلے جائین اور ترک نہ کرین۔ حیف ہی کہ مصنف
معترض کی جلد ثانی کے دیباچہ سے یہ امید تھی کہ وہ مذہب شیعہ
پر بحیثیت تحقیق کے اعتراض کرینگے یہ توقع نہین تھی کہ وہ اپنے
چہرۂ سخن کے جلوہ کی بناوٹ یون کرینگے۔

مصنف ایک غازہ بناوٹ کو کام مین لاکر دوسرے روپ بناوٹ

کے بدلنے پر تیار ہو کر کہتے ہیں کہ وہ یہ حکمت عملی ائمہ کی پیشین گوئیوں سے مختص نہ تھی بلکہ قرآن کی تفسیریں بھی ہر شخص کے سامنے اس کے مناسب بیان کر دیا کرتے تھے!! اور اصول کافی سے یہ روایت مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

عن موسی بن اشیم قال کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فسألہ رجل عن ایۃ من کتاب اللہ عز وجل فاخبرہ بہا ثم دخل علیہ داخل فسالہ عن تلک الایۃ فاخبرہ بخلاف ما اخبر الاول فدخلنی من ذلک ما شاء اللہ حتی کان قلبی یشرح بالسکاکین فقلت فی نفسی ترکت ابا قتادۃ بالشام لا یخطی فی الواو وشبہہ وجئت الی ھذا یخطی ھذا الخطاء کلہ فبینا انا کذلک اذ دخل اخر فسألہ عن تلک الایۃ فاخبرہ	ترجمہ موسی بن اشیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا تو اُنسے سوال کیا ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت کا۔ امام نے اُس کے معنی اُسے بتائے پھر ایک اور شخص آیا اُسنے بھی یہی آیت پوچھی تو اُس سے ایسے معنی بیان کیے جو مخالف (غیر) تھے اُسکے جو پہلے شخص سے بیان کیے تھے تو پیدا ہوا اس سے مجکو شک جو چاہا اللہ نے یہانتک کہ میرا دل چھریوں سے کٹا جاتا تھا تو میں

بخلاف ما اخبرنی واخبر صاحبی فسکنت نفسی فعلمت ان ذلک منہ تقیۃ"	نے اپنے دل مین کہا کہ مین نے ابوقتادہ کو شام مین چھوڑا کہ وہ ایک حرف واو یا اس کے

مثل مین غلطی نہین کرتا تھا اور مین اس شخص کے پاس آگیا جو ایسی بوری خطائین کرتا ہی۔ ہم اسی حال مین تھے کہ ایک اور شخص آگیا اور اس نے بہی یہی آیت پوچھی تو اُس سے ایسے معنی بیان کردیے جو مخالف تھے اُن تفسیرون کے جو مجھسے اور میرے دونون ساتھیون سے بیان کی تہین تو میرا دل ٹھہر گیا اور مین نے جان لیا کہ یہ اُنکا تقیہ ہی"

اس کے بعد بقیہ روایت یہی جس کو مصنف نے نقل نہین کیا ہی۔

"قال ثم التفت الی فقال لی یا بن اشیم ان اللہ عزوجل فوض الی سلیمان بن داوٗد علیہ السلام فقال ہذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب وفوض الی نبیہ علیہ السلام	ترجمہ" راوی کہتا ہی کہ پہر ملتفت ہوئے (امام علیہ السلام) میری طرف اور فرمایا مجھے اے ابن اشیم تحقیق کہ اللہ عزوجل نے سپرد کیا طرف سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کے پس کہا ہی (خدا نے) یہ بخشش

فقال ما آتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا فانوض الی رسول الله صلی الله علیه واله فقد فوضه الینا"	ہماری ہی پس بخش تو یا بند کر رکھ تو بغیر حساب کے اور تفویض کیا (اس نے) طرف اپنے نبی علیه السلام کے اور فرمایا اور جو کچھ

دے تمکو رسول پس لو تم اُسکو اور جو کچھ کہ منع کرے تمکو اُس سے پس باز رہو تم پس جو کچھ کہ سونپا (خدا نے) طرف رسول کے پس تحقیق کہ سونپا اُسنے اُسکو طرف ہمارے"

واضح ہو کہ مصنف نے جسقدر یہ روایت نقل کی ہی اُس کے اخیر مین یہ الفاظ ہین "فعلمت ان ذلك منه تقیة" اور جسکا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی "اور مین نے جان لیا کہ یہ اُنکا تقیہ ہی"

واضح ہو کہ اس حدیث مین یہ لفظ "تقیہ" بتاے فوقانی نہین ہی بلکہ "بقیہ" ساتہ باے یک نقطہ تحتانی کے ہی جسکا ترجمہ یہ ہوگا "پس جانا مین نے کہ وہ (بیان) اُنکا باقیماندہ ہی"

مصنف نے بعد نقل اول حصۂ روایت کے یہ ظاہر کیا ہی کہ "اسکے بعد اس روایت مین یہ مضمون ہی کہ امام نے مجھسے کہا کہ اللہ نے ہمکو اختیار دیدیا ہی کہ ہم جو چاہین وہ کہدین" اخیر مضمون

روایت کا ہمنے نقل کرکے اُسکا ترجمہ لکھدیا اُسکے دیکھنے سے ہر کوئی جان سکتا ہی کہ مصنف مخاطب نے جو مضمون یا منشا اُسکا ظاہر کیا ہی وہ کسقدر غلط ہی۔

امام علیہ السلام نے یہ نہین فرمایا ہی کہ " اللہ نے ہمکو اختیار دیدیا ہی کہ ہم جو چاہین وہ کہدین " بلکہ امام علیہ السلام نے اُن آیات سے جو حضرت سلیمان اور پیغمبر آخر الزمان کے باب مین نازل ہوئی ہین اُنسے اقتباس کرکے یہ فرمایا ہی کہ " خدا نے انبیا کے تفویض کیا ہی کہ جسقدر وہ چاہین دیدین اور جسقدر چاہین روک رکھین اور جو کچھہ کہ رسول دے اُسکو لینا چاہیے اور جو کچھہ کہ نہ دے اُسپر سکوت کرنا چاہیے اور جو کچھہ کہ خدا نے رسول کی طرف تفویض کیا ہی وہ رسول نے ہمکو سپرد کردیا ہی جسکا نتیجہ یہ ہی کہ ہم جسقدر جسکو چاہین اُسقدر اُسکو دین اور جسقدر جسکو چاہین ندین اور اُس سے روک رکھین "

اس صحیح اصول سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ہر شخص کی تعلیم اُسکی قابلیت کے مطابق ہونا چاہیے جسمین مصلحت وقت اور صلاح روزگار مناسب حال ہوتی ہی۔ (دیکھو جلد اول رسالہ روشنی اکتوبر ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۶ و ۱۷ بحث نمبر ۱-

اور ضمیمہ حصہ دوم جلد اول بحث نمبر ۲۳)

مصنف اس روایت پر یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ "اصحاب ائمہ کی خوش اعتقادی بخوبی معلوم ہوئی مگر وہ کیا کرین ائمہ کی باتین ہی ایسی تہین کہ ایک بات پر انکو قرار نہتا حق کہنے والا ہمیشہ ایک بات کہتا ہی اور جو شخص لوگونکو راضی کرنیکے لیے ہر شخص سے اُسکی مرضی کے موافق باتین کرتا ہو بہلا اُسکے معتقدین کو بداعتقادی کیون نہ پیدا ہو۔ افسوس کہ ائمہ قرآن کی تفسیر مین بہی ایک قول حق پر قائم نہ تہے"

مصنف نے جو کچہ اس روایت پر اعتراض کیا ہی وہ خلاف واقع اور مخالف حقیقت منشاء روایت کے ہی۔ اس روایت سے ظاہر ہی کہ یہ روایت اُسوقت کی ہی کہ جب حالت زمانہ یہ تہی کہ حکومت اور خلافت مخالف ائمہ اہلبیتؑ کے ائمہ ہدایت دین کے لیے سوا ائمہ اہلبیت کے تیار کرتی تہی اور تیار کرچکی تہی تاکہ ائمہ اہلبیتؑ ضعیف ہوجائین اور رجحان لوگونکا اُنکی طرف کو نہو کہ بنیاد خلافت نہ اوکہڑ جاوے۔

چنانچہ ابو قتادہ عدوی جسکا نام تمیم بن نظر تہا علماے اہل سنت سے کہ جو تابعین صحابہ مین سے شمار کیا جاتا تہا امام ہدایت شام

مین قرار پا گیا تہا جسکا ذکر اس روایت مین ہی اور علی العموم لوگ جو
اتباع اُن حکومتون اور خلافتونکا کرتے تہے وہ سوا ائمہ اہلبیتؑ کے
اُن ائمہ کیطرف جنکو حکومتون اور خلافتون نے پیدا کیا تہا رجوع
رکہتے تہے اور ایسے لوگ بہت کم تہے کہ جو خالصۃً اور مخلصۃً بعد
پیغمبرؐ ائمہ اہلبیتؑ کو اپنا ہادی دین جانتے ہون اور غیر کیطرف
رجوع نہ کرتے ہون لیکن باوصف اُن کوششون کے جو ائمہؑ
اہلبیتؑ کی مخالفتو نمین حکومتین اور خلافتین زمانہ کی کرتی
تہین حقیت امامت ائمہ اہلبیتؑ کیوجہ سے کچہہ لوگ اُدہر
سے ادہر رجوع کرتے رہتے تہے۔

موسی بن اشیم جو راوی اس حدیث کا ہی وہ بہی اُسی قسم کا
تہا کہ جو پہلے اپنی گردن مین قلادہ اطاعت ابو قتادہ کا رکہتا تہا
ایسے لوگون کے لیے کاملیت ایمان کا درجہ ائمہؑ کے ساتہہ خوش عقیدگی
کا بتدریج ہو سکتا تہا نہ دفعۃً اور علم ائمہ اہلبیتؑ کے بمقابلہ دوسرون
کے آہستہ آہستہ قائل ہو سکتے تہے نہ ایکدم سے۔

بلکہ ائمہ اہلبیتؑ زینہ بزینہ مراتب کاملیت ایمانپر اُنکو
بذریعہ اپنی تعلیم اور ہدایت کے ایسی حیثیت سے پہونچاتے
تہے کہ اُنکے دماغ اور قلب مین قابلیت ہر امر کی پیدا ہوتی جاے

اور وہ بتدریج ہر امر کی حقیت کو قبول کرتے جائین جیسے کہ قانون قدرت آہستہ آہستہ ایک بچہ کو تعلیم حقیقت اشیاء کی دیتا ہی۔

موسی بن اشیم کے جس زمانہ کی یہ روایت ہی اُسکی حالت اُس زمانہ کی اس قابل نہین ہی کہ اُس سے تمام خالص اور مخلص کامل الاعتقاد اصحاب ائمہ کی خوش اعتقادی کا اندازہ کیا جاوے۔

البتہ اُسکی حالت حقیت امامت کا موازنہ کرسکتی ہی۔ باد صف اسکے کہ مخالف ائمہ اہلبیت کے حکومت اور سلطنت جو ائمہؑ پیدا کرتے تہے اُس سے بے اعتقاد ہوکر لوگ امام برحق کی طرف رجوع کرتے تہے اور گو ایسے لوگونکو ابتداءً کبہی کبہی کسی قسم کا شبہ امام برحق کی نسبت ہوجاتا تہا لیکن بالآخر وہ مومن کامل ہوجاتے تہے۔

یہ نتیجہ نکالا ہوا مصنف کا صحیح نہین ہوسکتا کہ وہ ائمہؑ کی باتین ایسی تہین کہ ایک بات پر اُنکو قرار نہ تہا حق کہنے والا ہمیشہ ایک بات کہتا ہی اور جو شخص لوگونکو راضی کرنیکے لیے ہر شخص کی مرضی کے موافق باتین کرتا ہی اُسکے معتقدین کو بداعتقادی کیون نہو۔

اسی قسم کی روایت پر بحث جلد اول رسالہ روشنی نمبر ۴ حصہ

اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء مین ہو چکی ہے۔ اس روایت مین بھی وہ آیت اور وہ تفسیر جو ہر ایک شخص سے امام نے فرمائی مذکور نہین ہے جس سے صریح معلوم ہو جاتا کہ جو نکتہ چینی مصنف کرتے ہین وہ بے بنیاد ہے تاہم روایت اور ارشاد امام علیہ السلام مین ایسی تصریح موجود ہے کہ جس سے اعتراض مصنف مخاطب کا برقرار نہین رہ سکتا ہے

علم ائمہ اہلبیتؑ مثل دریا کے موجزن تھا بنظر قابلیت ہر شخص کے ہر ایک سے اپنے علم کا کچھ حصہ ظاہر فرما دیتے تھے اور جسقدر ایک سے کچھ فرماتے تھے دوسرے سے اپنے علم کا دوسرا حصہ روک رکھتے تھے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن مین آیات محکمات اور متشابہات بھی ہین اور قرآن کا ظاہر اور باطن بھی ہے۔ اور ائمہ سے بہتر کوئی قرآن کا جاننے والا نہین ہو سکتا وہ بنظر مصلحت زمانہ کے ہر قسم کی تاویل عمدہ ہر شخص کے سامنے جداگانہ بیان فرماتے تھے۔

جن لوگونکو تبحر علمی ہوتا ہے وہ ہمیشہ ایک امر کو متعدد طور پر بیان کیا کرتے ہین لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ انکو ایک بات برقرار نہو یا جو کوئی صرف ایک بات کا کہنے والا ہو وہ حق کا کہنے والا سمجھا جاے۔

کم درجے کے علم رکھتے والے خصوصا جو لوگ کہ ظواہر کے دیکھنے والے ہین اُنمین قوت کاملیت علم کی ایسی ہوتی ہی نہین کہ وہ ایک امر کو متعدد طور پر بیان کر سکین اور اُسکے ساتھ ہی امر مہی برقرار نہین پا سکتا کہ وہ حق کہنے والے ہون ـ

جن لوگونمین کہ مادۂ علمیت کم ہوتا ہی یا جو ظاہر پر نظر کر کے ایک ہی بات کہے چلے جاتے ہین جب اُس امر کو باطن کی نظر سے دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہو جاتا ہی کہ وہ بات اُنکی ناحق ہی ـ

اس امر پر یقین کرنا چاہیے کہ اہل علم جب کسی مسئلہ کو بیان کرینگے تو ہمیشہ اُنکے الفاظ اور اُنکا طرز بیان دوسرا اور دوسری وضع کا ہوگا ـ مگر نتیجہ مفہوم مین کبھی غلطی اور اختلاف نہین ہو سکتا اور جو لوگ کہ ایک مضمون بنائے ہوے اپنے کو یاد کر رکھتے ہین اُن سے ہمیشہ یہ ہو سکتا ہی کہ وہ ہمیشہ اُنہین الفاظ کو زبان سے نکالا کرین تاکہ کسی واو یا نقطہ مین خطا نہو جاے ـ

جیسے کسی دانا نقال کی حکایت مشہور ہی کہ کسی کتاب کے نقل کرتے وقت جو ایک مکھی صفحہ پر چپٹی ہوئی پائی تو اُسنے بھی ایک مکھی مارکر اُسی جگہ چپکا دی ـ

ایسے لوگونکی قابلیت کی نسبت بیشک عقلا کو بداعتقادی

ہوجاتی ہی لیکن علماے متبحر جو ایک ہی امر کو متعدد طور پر بیان کرتی
ہین جسمین نظر بادۂ قابلیت انسانون اور مصلحت وقت پر بہی
ہوتی ہی لائق اور ذی فہم لوگونکا اعتقاد اُنکی نسبت پختہ ہوجاتا ہی
ائمہ اہلبیتؑ کی تفسیرین اسی شان کی ہوتی تہین مصنف
نے اس مقام پر اجمال اور کسی قدر تفصیل سے اپنی پچہلی تحریرونکا
اعادہ کیا ہی جسکی حقیقت ہم اُنہین موقعونپر دکہا آے ہین اور
جسکے اعادہ کی ہمکو ضرورت نہین ہی ۔

مگر ہان مصنف نے جو یہ اعادہ کیا ہی کہ "وہ امام ابوحنیفہ کے
سامنے قسم کہا کر اُنکی تعریف کردی جب وہ اوٹہ گئے تو محمد بن
مسلم کی خاطر سے اُنکی ہجو کردی" اُسکی حقیقت بہی ہم بحث نمبر ۱۱
نومبر ۱۸۹۳ء جلد اول رسالہ روشنی مین بخوبی دکہا چکے ہین کہ
اخلاق محمدی کیا تہا اور کفار اور منافقونکے ساتہ پیغمبرؐ کسطرح برتاؤ
کرتے تہے اُسکی تائید مین ایک روایت معتمد کتب اہلسنت
سے ہم اور پیش کرنا چاہتے ہین اور جسکو صاحب مشکوۃ نے
متفق علیہ کہا ہی اور جس سے مراد یہ ہی کہ وہ صحیح بخاری اور صحیح
مسلم مین ہی ۔

"وہ روایت ہی بی بی عائشہ سے کہ تحقیق ایک شخص نے اذن

مانگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا پس فرمایا کہ اذن دو اسکو آنے کا بس برا ہی اپنی قوم مین اور جب بیٹھا وہ کشادہ پیشانی کی حضرت صلعم نے بیچ ملاقات اُسکی کے اور تبسم کیا واسطے اُس کے یا میٹھی باتین کین اُس سے پس جبکہ چلا گیا وہ شخص عرض کیا بی بی عائشہ نے یا رسول اللہ کہا تہا آپ نے اُسکے حق مین ایسا اور ایسا پھر کشادہ روئی کی آپنے بیچ ملاقات اُس کی کے اور میٹھی باتین کین اُس سے پس فرمایا آنحضرت نے کب پایا تو نے مجکو فحش بولنے والا تحقیق بدترین آدمیونکا نزدیک اللہ کے مرتبہ مین دن قیامت کے وہ شخص ہی کہ چھوڑین اُسکو لوگ واسطے بچنے برائی اُسکی کے اور ایک روایت مین واسطے بچنے فحش اُسکے کے ؀

صاحب مظاہر الحق شارح مشکوٰۃ لکھتے ہین کہ وہ شخص عینیہ بن حصین تہا مولفۃ القلوب اور سنگدلان عرب سے اور اپنی قوم مین رئیس اور بدخلق تہا اور آثار نقصان دین و ایمان حضرت کے حیات مین اور بعد وفات کے ظہور مین آئے بعد رحلت آنحضرت کے مرتد ہو گیا تہا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھہ پر تجدید اسلام کر کے مسلمان مرا اور اسوقت مین کہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور اظہار اسلام کیا تہا اسلام کامل نہ تہا اور کلام آنحضرت کا اُس کے حق

مین علامات نبوت اور معجزات سے تھا کہ خبر غیب اور حقیقت حال اُس کے سے دی آخر کو آثار بدی ارتداد وغیرہ کے اُس سے ظہور مین آئے اور یہ مذمت اسواسطے کی تاکہ لوگ اسکو پہچانین اور فریب نکھائین اور فتنہ مین نہ پڑین —

اور نووی نے کہا کہ وے حضرت نے اُس سے نرم کلام واسطے تالیف قلب اسکے کے کیے اور اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہی مدارات اسکی کہ ڈر ہو اسکی فحش گوئی اور ضرر کا اور جائز ہی غیبت فاسق کی اور فرق درمیان مدامات اور مداہنت کے یہ ہی کہ مدارات خرچ کرنا دنیا کا ہی واسطے اصلاح دنیا کے یا دین کی یا دونون کے سوا اور یہ مباح ہی اور بعض اوقات مین اچھی ہوتی ہی اور مداہنت خرچ کرنا دین کا ہی واسطے کسی اصلاح کے اور حضرت نے جو فرمایا کہ کب پایا تو نے مجکو فحش بولنے والا یہ انکار ہی بی بی عائشہ کی اس بات پر کہ آپنے مخالفت کی حاضر و غائب مین پس کیون بُرا کہا آپ نے اسکو حاضر مین جیسے کہ بُرا کہا آپ نے غائب مین اور واسطے بچنے فحش اسکے کے اس حدیث کے دو معنی لکھے ہین ایک تو یہ کہ مین نے اُس کے منہ پر فحش اور سخت نہ کہا بسبب اسکے کہ فحش گو نہون مین اور اُس جماعت سے ہون کہ لوگ ساتھ ترک کرنے اُنکے

کے کہیں بسبب فحش اُنکے کے دوسرے یہ کہ وہ شخص شریر تہا بسبب اسکے چہوڑ دیا مین نے اور اُسکے مُنہہ پر اُسکو بُرا نہ کہا اور تیسرا شخص ہی وہ کہ چہوڑ دین اُس کو لوگ بسبب پرہیز کرنے کے برائی اُس کی سے ــ

اس روایت اور اقوال شارعین سے یہ ظاہر ہی کہ جس کسی شریر شخص سے کسی قسم کا خوف ہو تو اُسکی شرارت سے بچنے کے لیے اُسکی غیبت مین اُسکو برا کہنا اور اُسکے سامنے اُسکی مذمت نہ کرنا اور انبساط سے اُسکے ساتہہ پیش آنا وقت ملاقات کے ضرور ہی جس مین یہ ہدایت اور نصیحت بہی ہوتی ہی کہ اُسکی مذمت سے اُسکو لوگ پہچانین اور فریب نہ کہائین اور فتنہ مین نہ پڑین ــ

حضرت امام ابو حنیفہ کی حالت اور مصلحت روزگار کی کیفیت ہم پہلے دکہا آئے ہین جو نتیجہ تاریخی حالات کا ہی اُس حالت کو ذہن نشین کرنے کے بعد جب اُسکو اُس اصول سے مقابلہ کیا جائیگا جو پیغمبر خدا صلعم نے قرار دیا تہا اور فعل امام علیہ السلام کا اندازہ کیا جائیگا تو معلوم ہو جائیگا کہ امام علیہ السلام اُسی اصول پر قدم بقدم پیغمبر خدا صلعم کے چلے ہین اور علماء اہلسنت نے جو نتیجہ اُس اصول پیغمبر سے نکالا ہی وہی فعل امام علیہ السلام سے نکلتا ہی نہ کچہ اور ــ

مصنف اُسی اعادہ کے ساتھہ کہ صحابہ کی کبھی تعریف کر دیتے اور کبھی بُرائی کر دیتے یہ مضمون منضم کرتے ہین کہ "امام موسیٰ کاظم جب لڑکے تھے تو عیسیٰ شلقان نے اُنسے امام جعفر صادق علیہ السلام کی شکایت کی اور یہ کہا۔

"یا غلام ما تری ما یصنع ابوک یامرنا بالشیٔ ثم ینہانا عنہ امرنا ان نتولی ابا الخطاب ثم امرنا ان نتبرأ منہ"	ترجمہ "اے لڑکے تو نہین دیکھتا کہ تیرے باپ کی کیا حرکتین ہین ہم کو ایک چیز کا حکم کرتا ہی پھر اُس سے منع کر دیتا ہی ہمکو ابو الخطاب

سے محبت کرنیکا حکم کیا تھا پھر اُن سے بیزاری کا حکم دیا"

مصنف نے ایک ٹکڑا روایت کا نقل کیا ہی اور اُس مین بھی "نتبرء" سے ماقبل کا لفظ چھوڑ دیا ہی جسکا ظاہر کرنا ہم بھی غیر ضروری سمجھتے ہین کہ وہ کلمہ نتیجہ بیزاری کا یا ظاہر کرنے والا بیزاری کا ہی۔ لیکن مصنف نے جو حصہ روایت ترک کیا ہی اُنکو لازم تھا کہ اُس روایت کو پورا نقل کرکر اُسپر بحث کرتے تاکہ منشاء روایت سے ظاہر ہو جاتا کہ مصنف مخاطب کے اعتراض کی کیا وقعت ہی اسلیے ہم پورا اُس روایت کو نقل کرتے ہین مگر "نتبرء" سے قبل جو لفظ ہی اُسکو ہم بھی چھوڑ دینگے کیونکہ اُسکا لکھنا بنظر تہذیب ہم مصنف مخاطب کے خلاف

اخلاق ہے

۲۱؎ عن عیسی شلقان قال کنت
قاعدا فمر ابو الحسن موسی
علیہ السلام ومعہ بھمۃ
قال قلت یا غلام ما تری
ما یصنع ابوک یامرنا بالشیٔ
ثم ینھانا عنہ امرنا ان نتولی
ابا الخطاب ثم امرنا ان نتبرأ
منہ فقال ابو الحسن علیہ
السلام وھو غلام ان اللہ
خلق خلقا للایمان لا زوال
لہ وخلق خلقا للکفر لا زوال
لہ وخلق خلقا بین ذلک
اعارہ الایمان یسمون المعارین
اذا شاء سلبھم وکان ابو الخطاب
ممن اعیر الایمان قال فدخلت
علی ابی عبد اللہ علیہ السلام

ترجمہ ۲۱؎ عیسی شلقان سے روایت
ہے کہا کہ بیٹھا تھا میں (خانہ امام
جعفر صادق علیہ السلام میں)
پس گذرے ابو الحسن موسے
علیہ السلام اور اُنکے ساتھ بزغالہ
اُنکا تھا راوی کہتا ہے کہ کہا میں نے
(بعنوان خوش طبعی کہ لڑکوں کے
ساتھ کی جاتی ہے) اے لڑکے
نہیں دیکھتا ہے تو جو کچھ کہ کرتے
ہیں باپ تیرے حکم دیتے ہیں
ہمکو ساتھ ایک چیز کے پھر منع
کرتے ہیں ہمکو اُس سے امر کیا
ہمکو یہ کہ دوست رکھیں ہم
ابو الخطاب کو پھر حکم کیا ہمکو یہ
کہ بیزاری کریں ہم اُس سے
پس فرمایا ابو الحسن ع نے درحالیکہ

فاخبرته ماقلت لابی الحسن علیه السلام وما قال لی فقال ابو عبدالله علیه السلام انه نبعة نبوة"	وہ لڑکے تھے تحقیق کہ خدا نے پیدا کی ایک خلق واسطے ایمان کے نہ دور ہوگا وہ اُس سے اور پیدا کی ایک خلق واسطے اُسکے

ہمیشہ رہیگا اُسکے لیے اور پیدا کی ایک خلق درمیان اُسکے کہ عاریت دیا ایمان اُسکو نام رکھا اُنکا عاریت دیے گئے۔ جسوقت چاہے اللہ سلب کرے اُنسے اور تھا ابو الخطاب (عاریت دیا گیا ایمان اُسکو) راوی کہتا ہی پس داخل ہوا مین امام جعفر صادق علیہ السلام پر اور خبر دی مین نے اُنکو جو کچھ کہ کہا تھا مین نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے اور جو کچھ کہ اُنھون نے فرمایا تھا مجھسے پس فرمایا امام جعفر علیہ السلام نے تحقیق کہ وہ ایک شاخ درخت نبوت ہی"

مصنف نے جسقدر کہ ٹکڑا روایت کا نقل کیا ہی اُسپر یہ اعتراض کرتے ہین کہ ائمہ نے اپنے شیعونکو راضی رکھنے اور ارتداد سے روکنے لیے اپنی عصمت کا بھی تو لحاظ نہ رکھا اور کیسی کیسی ناجائز باتین گوارا کین مگر اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی کہ وہ اُنکے روکے سے نہین رکتے تھے اور ہمیشہ نافرمانی اور

نکتہ چینی کرتے تھے" لیکن خود پورا مضمون روایت کا اُن تمام
اعتراضات کو دفع کرتا ہی کہ جو مصنف نے طبعزاد پیدا کیے ہین جو
مضمون روایت سے ظاہر ہی کہ امام موسی کاظم علیہ السلام
اُسوقت ایسے کمسن تھے کہ ایک بکری کا بچہ بطور کھیلنے کے اُنکے
ساتھ مین تھا۔ کسی کی سمجھ مین یہ بات آسکتی ہی کہ عیسی شلقان
ایسے کم سن صاحبزادہ سے اُنکے پدر امام زمانہ کی شکایت کرتا
جیسا کہ مصنف مخاطب نے خیال کیا ہی بلکہ درحقیقت عیسی
شلقان نے باعتبار اُنکے سن کے اُنکو بچہ سمجھکر بطور خوش طبعی کے
اُنسے وہ کلمہ کہا تھا لیکن امام آئندہ اپنے بچپن مین بھی ایک
ایسے اعلی درجہ کی قدرت رکھنے والا ہوتا ہی جو دوسرے لوگونکو
وہ قدرت نہین ہوتی لہذا اُسی کم سنی کے زمانہ مین امامؑ نے
وہ جواب دیا کہ جسکو خود امام جعفر صادقؑ نے قبول فرمایا۔ اور
مصنف اُسپر کوئی نکتہ چینی نہین کرسکے۔ اور اگر عیسی شلقان
کا وہ کلمہ بطور شکایت کے جیسا کہ مصنف ظاہر کرتے ہین قبول
کرلیا جاے تو بھی یہ قبول کرنا ہوگا کہ عیسی شلقان کا وہ زمانہ
اُسکی تعلیم اور ہدایت پانیکا تھا اور جس امر مین کہ اُسکو تردد ہوا
تھا اُسکا جواب اُنکو امام موسی کاظم علیہ السلام نے دیدیا لیکہ اُنکا

زمانہ لڑکپن کا تھا ایسا دیدیا کہ جس سے اُسکی تشفی ہوگئی اور کیون نہو جاتی کہ وہ شاخ درخت نبوت کی تھے اور جو اپنے باپ امام علیہ السلام سے تعلیم پاتے تھے۔

گو عیسی شلقان کو اس امر مین ایک تعجب ناک تردد ہوا کہ پہلے امام نے ابوالخطاب سے دوستی کا امر کیا اور پھر اُسکی نہی کی اور اُس سے بیزاری کا حکم دیا لیکن جب اُسکی حقیقت اُسکو معلوم ہوگئی تو پھر اُسنے کوئی نافرمانی اور سرکشی نہین کی۔

بیشک ائمہ معصومین سے یہ امر ضرور ہوا اور ہونا چاہیے تھا کہ وہ اپنے شیعونکو ایسی ہدایت فرماتے کہ وہ مذہب اہلبیت کے قبول کرنے پر راضی رہین اور ارتداد سے بذریعہ اپنی تعلیم کے اُنکو روکین۔

جس کسی امر کی حقیقت وہ ظاہر کرتے تھے اُسمین اُنکو اپنی عصمت کا ملحوظ رکھنا کیا معنی بلکہ وہ عصمت ہی اُنکی حقیقت اُس امر کی اُنسے کہلواتی تھی اور بنظر حالت مخالفت زمانہ کے غیر ممکن تھا کہ غیر معصوم ایسی جرأت ہدایت کی کرسکے جسمین دور اندیشی مصلحت وقت کی بھی ہمیشہ ملحوظ ہوتی تھی جو ایک حکیم دانا کو ضرور ہونی چاہیے۔

وہ ناجائز باتین ہرگز نہین تہین بلکہ ایسے سچے اور حقیقی امور بیان فرماتے تہے کہ جنپر کوئی اعتراض کسی سے کسیوقت نہین ہوسکتا اور اسیوجہ سے مصنف بیان دلیل امام علیہ السلام پر کوئی اعتراض نہین گڑھ سکے۔

امام علیہ السلام نے یہی بیان فرمایا ہی کہ "خدا نے تین طرحکی مخلوق پیدا کی ہی ایک ایمان کے لیے ایک کفر کے لیے کہ جنسے وہ لازوال ہی اور تیسری مخلوق درمیانی ہی کہ جنکو عاریت دیا ہی ایمان جب خدا چاہتا ہی اُس سے ایمان سلب کردیتا ہی"

یہ ارشاد امام علیہ السلام کا ایسا سچا ہی کہ اُنکے مخالف تمام روے زمین کے اگر جمع ہوکر چاہین تو اُسکی قدح نہین کرسکتے۔

اس روایت مین جو ابوالخطاب کا ذکر آیا ہی اور جسکی نسبت بتایا گیا ہی کہ "اُسکو ایمان عاریت دیا گیا تہا" ناظرین ضرور مشتاق ہونگے کہ ابوالخطاب کون شخص تہا اور کس سے مراد ہی اور مصنف مخاطب کو بہی لفظ خطاب سے شبہہ ہوگیا ہی اور اُنہونے اپنی ذہانت سے سمجھ لیا ہی کہ اُسمین کنایہ اُس محاورہ اہل زبان کا ہی کہ جب کوئی شخص کسی کو اذیت پہونچاتا ہی اور اُسکا بیٹا اُس سے زیادہ اذیت رسان ہو تو اُسکی نسبت یہ بولا جاتا ہی کہ وہ

اپنے باپ کا بھی باپ ہی - اور عیسی شلقان کی اُسوقت کی حالت خوش طبعی مصنف مخاطب کی ذہانت کے لیے اور زیادہ موزون ہو گئی ہی!! - اگر مصنف مخاطب کو یقین ہو جاتا کہ لفظ ابو الخطاب مین کوئی کنایہ یا مذاق نہین ہی تو وہ ہرگز اس روایت کو اعتراض کے لیے منتخب نہ کرتے -

ابو الخطاب کنیت تہی محمد بن مقدس اسدی کی اور وہ ابتدا مین اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام مین شمار کیا جاتا تہا لیکن آخر مین بسبب اظہار مذاہب فاسدہ کے مطرود ہو گیا ایسے شخص کے لیے امام علیہ السلام نے جو اول دوستی کا حکم دیا اور جب وہ طریقہ ائمہ اہلبیت سے گمراہ ہو گیا اُسکو عاریۃ الایمان قرار دیکر اُس سے بیزاری کا حکم دیا تو اس ہدایت کی شان ویسی ہی ہی کہ جیسے پیغمبرؐ کے عہد مین جو لوگ ایمان لاے تہے اُنسے دوستی کا حکم تہا اور پہر جو لوگ عہد پیغمبرؐ مین یا بعد وفات اُنکے مرتد ہو گئے اُنسے بیزاری لازم قرار پائی یہانتک کہ بعض کو ارتداد کی تہمت لگا کر قتل کیا گیا -

امام علیہ السلام نے ابو الخطاب کی نسبت جسنے اول طریقہ ائمہ اہلبیتؑ پر چلنا شروع کیا تہا اگر دوستی کا حکم دیا اور جب وہ اُس

طریقہ سے منحرف ہوگیا تو اُس سے بیزاری کا حکم دیا تو ایسی ہدایت امام علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا۔

ایسے صحیح طریقۂ ہدایت ائمۂ اہلبیتؑ کو جو مطابق قرآن کے ہی مصنف ناپسندیدہ شیوہ ظاہر کرکے اصحاب ائمہؑ کا حال بیان کرتے ہین۔

روایت اصول کافی

"عن ابن رباب قال سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول لابی بصیر اما واللہ لوانی اجد منکم ثلاثۃ مومنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمہم حدیثا"

ترجمہ:۔ ابن رباب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ابو بصیر سے فرماتے تھے کہ واللہ اگر مین تم مین سے تین مومن ایسے پاؤن جو میری حدیث کو چھپائین تو پھر مین تمسے اپنی حدیث چھپانا روا نہ رکھون"

پھر ایک دوسری روایت کا مقصود لکھتے ہین کہ "اگر میرے شیعی پورے سترہ ہوتے تو مین جہاد کرتا"

لیکن اس موقع پر ہم اُس روایت کا پورا ترجمہ نقل کرتے ہین تاکہ اُسکا منشا اور مقصود معلوم ہوجاے۔

"سدیر صیرفی سے روایت ہی کہ اُسنے کہا کہ مین امام جعفر صادق
کی خدمت مین حاضر ہوا اور مین نے اُنسے عرض کیا قسم ہی خدا کی
کہ آپکو گنجائش نہین ہی گھر مین بیٹھنے (گوشہ نشینی) کی فرمایا
کس واسطے اے سدیر؟ مین نے کہا بسبب کثرت آپکے
غلاموں کے اور آپکے پیرو ونکے اور آپکے مددگاروں کے قسم ہی خدا
کی اگر امیر المومنین کے لیے اُسقدر ہوتے جسقدر آپکے لیے ہین
پیرو اور مددگار ون اور غلامون سے تو طمع نہ کرتا اُسمین تیم اور نہ
عدی[1]۔ پس فرمایا کہ کسقدر ہونگے؟ مین نے کہا سو ہزار۔
فرمایا (تعجباً) سو ہزار۔ مین نے کہا ہان اور دو سو ہزار۔ پھر
فرمایا (تعجبا) دو سو ہزار۔ کہا مین نے ہان اور نصف دنیا
(نصف مسلمان امت رسول کہ اُسکی نگاہ مین وہی دنیا
اُس موقع پر تھی) راوی کہتا ہی کہ خاموش ہو گئے امامؑ۔ بعد
اُسکے فرمایا کہ اگر دشوار نہو تو ہمارے ساتھ چل ینبع[2] پس
دراز گوش اور خچر پر زین کھینچنے کا حکم دیا پس مین (راوی) نے
مبادرت کی اور دراز گوش پر سوار ہوا۔ امام نے فرمایا کہ اے

[1] حضرت ابوبکر قبیلہ بنی تیم سے ہین اور اُنکے جانشین حضرت عمر قبیلہ
بنی عدی سے۔ [2] نام ایک موضع کا ہی۔

سدیر پسند کرتا ہی تو کہ سوار ہون مین دراز گوش پر۔ کہا مین نے کہ خچر کا زین اچہا ہی اور آراستہ ہی فرمایا کہ دراز گوش زیادہ ہمواری کرتا ہی میرے ساتھہ۔ پس اُترا آیا مین۔ او حضرت دراز گوش پر سوار ہوئے اور مین خچر پر۔ پس ہم روانہ ہوئے اور نزدیک ہو گیا وقت نماز کا۔ پھر فرمایا کہ اے سدیر اُترا اور ہمارے ساتھہ نماز پڑہو۔ بعد اُسکے فرمایا کہ یہ زمین شورہ زار ہی اور نہین جائز ہی نماز اُسمین۔ پس چلے ہم تا آنکہ پہونچگئے ہم زمین سرخ پر (شورہ زار زمین نہ تہی) اور دیکھا ہم نے ایک لڑکے کو جو بکریان چرا رہا تہا پس فرمایا کہ قسم خدا کی اے سدیر اگر ہووین واسطے میرے پیرو گنتی مین ان بکریون کے برابر تو گنجائش نہو مجکو بیٹھنے کی۔ پس اُترے ہم اور نماز پڑہی ہم نے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو مین بکریون کی طرف پہرا اور اُنکو شمار کیا تو ۱۷ تہین "

پھر مصنف یہ کہتے ہین کہ "امام موسیٰ کاظم ؑ نے فرمایا میرا مطیع اور فرمانبردار فقط ایک ہی" اور مجالس المومنین کی روایت جو کشی سے لی ہی نقل کرتے ہین۔

ترجمہ "نہ پایا مین نے کسی کو جو میری نصیحت کو قبول کرتا ہو اور	"ما وجدت احدا یقبل وصیتی ویطیع امری الا عبداللّٰہ بن یعفورؓ"

میرے حکم کی اطاعت کرتا ہو مگر عبداللہ بن یعفور کے"

ان روایات کے بعد مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ "امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے اصحاب مین تین شخص بھی ایسے نہ ملے جو اُنکے مطیع اور فرمانبردار ہوتے بلکہ سرکش اور نافرمان تھے اُنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بھرا ہوا تھا ائمہ نے اُنکے روکنے کے لیے ایسی ایسی ناجائز حکمت عملیونکا ارتکاب کیا تب بھی وہ نہ رُکے"

مصنف ان روایتون سے جو نتیجہ نکالتے ہین اُنسے ہرگز وہ نتیجہ نہین پیدا ہوتا ہی۔

عصر ائمہ اہلبیتؑ مین وہ مسئلہ مذہب اسلام کا کہ دین اور دنیا ایک چیز ہی ٹوٹ چکا تھا اُس زمانہ مین ایمان یہ تھا کہ مودت ذوالقربی رسولؐ جن سے مراد آل رسول ہی لوگون کے دلونمین پیدا ہونا ائمہ اہلبیتؑ کو ہادی دین امام زمانہ ماننا اور اُنکو مستحق خلافت جاننا کہ دین بغیر خلافت کے کامل طور پر جاری نہین ہوسکتا تھا اور بخلاف اُسکے خلفاء فی الارض کو خلیفہ برحق جاننا اور دین و دنیا مین اُنکی یا جن لوگون کو کہ اُنہون نے ائمہ ہدایت بنایا تھا اُنکی اطاعت کرنا ارتداد تھا۔ مخالفان ائمہ اہلبیتؑ کے ہاتھہ مین ہونے سے اور جو برتاؤ مذموم وہ مخالف خلافت ائمہ اہلبیتؑ کے ساتھہ کرتے تھے

ائمہ اہلبیت ایک عجیب نازک حالت مین تھے اور بغیر کسی خوف اور اندیشہ کے اطاعت اور فرمانبرداری ائمہ اہلبیت کی کرنا غیر ممکن تھا اور جو لوگ کہ ایسے خوف کی حالت مین ہون ہر زمانہ مین اندازہ کیا جا سکتا ہی کہ ایسے کامل الایمان کثرت سے ہو سکتے ہین - یا قلت سے ایسی حالت مین امام علیہ السلام نے جو ابو بصیر سے فرمایا ہی کہ "اگر مین تم مین سے تین مومن ایسے پاؤن کہ جو میری حدیث کو چھپائین تو پھر مین اپنی حدیث کو چھپانا روا نہ رکھون" یہ ارشاد امام علیہ السلام کا بنظر حالت زمانہ اور درجہ اور مراتب ایمان کے نہایت ٹھیک ہی -

پیغمبر خدا صلعم نے بھی صحابہ غیر اہلبیت مین صرف ایک حذیفہ بن یمان کو ایسا پایا تھا کہ اُنپر کچھہ راز اور اسرار ظاہر فرماتے تھے جو صاحب سر النبی مشہور ہو گئے باوصف اسکے کہ دیگر صحابہ رسول صلعم جنکو زمانہ نے اکابر اور بزرگ صحابہ ہونے کا لقب دلوایا ہی اُس منزلت اور لیاقت سے محروم تھے اور اُنپر نبی کو ہرگز اطمینان نہین تھا کہ نبی اپنا راز اُنپر ظاہر فرمائین - یہانتک کہ حضرت عمر حذیفہ بن الیمان سے اسرار پیغمبر صلعم کو دریافت کریا کرتے تھے جسکو ہم پہلے کسیقدر تفصیل[1] سے لکھ چکے ہین -

[1] رسالہ دمشقی اکتوبر ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۶ و ۱۷ - اور دوسرا حصہ ضمیمہ جلد اول رسالہ روزنی ...

اس روایت کا تعلق جسقدر ہی وہ امور مملکت سے اور استحقاق خلافت سے ہی چنانچہ اس کے بعد جس حدیث کا امام جعفر صادق ع کی مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ "وہ اگر میرے شیعہ پورے سترہ ہوتے تو مین جہاد کرتا۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہی کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے مقابل خلفاء کو کہ جنہون نے خلاف حق امر خلافت پر قبضہ کرلیا تھا قابل جہاد جانتے تھے لیکن ایسے مجاہد کہ جنپر اطمینان کلی ہو اسقدر کم تھے کہ جنکی تعداد سترہ تک بھی نہین پہونچی تھی گو عام طور پر لوگونکی تعداد امام اہلبیت سے ہدایت اور تعلیم پانے والونکی بظاہر زیادہ ہو لیکن وہ کل لوگ قابل اسکے نہین سمجھے جا سکتے تھے اور نہ امام علیہ السلام کو اُنپر کلی اطمینان ہو سکتا تھا کہ وہ وقت جہاد کے شریک ائمہ اہلبیت کے ہوکر ثابت قدم رہینگے اس لیے کہ جان کا صرف کرنا ایک نہایت امر دشوار ہی اور جس کا تجربہ امام علیہ السلام کو عہد پیغمبر خدا صلعم اور ائمہ اہلبیت سے ہو چکا تھا جسکو ہم کسی قدر پہلے اپنے اپنے موقع پر لکھہ آئے ہین۔

پیغمبر خدا صلعم کے وقت مین جس زمانہ مین کہ مسلمانونکی کثرت ہو گئی تھی اور لوگ صحابہ رسول ہونیکی فخر اور عزت سے کامیاب

ہونے کی قابلیت اپنے آپ مین جانتے تہے غزوات مین ہمیشہ سوائے
چند صحابہ کے شرکت جہاد سے کراہت رکہنے والے ہوتے تہے۔
یا عین جہاد کے وقت ثابت قدم نہ رہ کر فرار اختیار کرتے تہے
جسکی خبرین خداوند عالم نے قرآن مین دی ہین اور جسکو ہم موقع موقع
سے دکہا آئے ہین اور وہ جہاد سے فرار کرنے والے اپنے آپکو
مصداق اُس ارشاد پیغمبر خدا صلعم کا بناتے تہے جو حدیث مشکوٰۃ کے
باب علامات نفاق مین لی گئی ہے۔

۲۲ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول الله وما ھن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واکل الربو واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات متفق علیہ (مسلم و بخاری)	ترجمہ ۲۲ روایت ہے ابوہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی الله علیہ وسلم نے بچو تم سات چیزون ہلاک کرنے والیون سے عرض کیا صحابہ نے اے رسول الله اور کیا ہین وہ فرمایا شرک کرنا ساتہ خدا کے اور جادو کرنا اور مارنا اُس جانکا کہ حرام کیا الله نے مگر ساتہ حق کے اور کہانا بیاج کا اور کہانا مال یتیم کا اور پیٹہ دینا دن لڑائی کے

کافرونسے اور تہمت کرنی ساتہہ زنا کے عورتون پاکدامنون ایمانوالیون بیخبر کو۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے باتفاق ؎

اور ایک دوسری روایت صفوان سے ہی کہ اُسکا مضمون بہی اسی روایت کے قریب قریب ہی اور جسمین فرمایا ہی کہ۔

؎ ولا تولوا الفرار یوم الزحف ؎	ترجمہ ؎ اور نہ پیٹہہ دو واسطے بہاگنے کے دن لڑائی کے ؎

ان روایات سے ظاہر ہی کہ دن لڑائی کے پیٹہہ دینا اور میدان جنگ سے جہاد مین بہاگ جانا برابر شرک کے ہی جو مسلمان کہ امر خلافت کے متعلق ائمہ اہلبیتؑ کے بعد وفات پیغمبرؐ مخالف ہوگئے تہے اور امر خلافت کو غیر اہل بیت پیغمبرؐ مین حق جانتے تہے اُس قسم کے لوگونمین سے جو ائمہ اہلبیتؑ علیہم السلام کیطرف رجوع کرتے تہے اُنپر دفعتہ ائمہ اہلبیت کو اطمینان اور بہروسا نہین ہوسکتا تہا کہ وہ ائمہ اہلبیتؑ کے مخالف خلفا سے وقت جنگ کے ثابت قدم رہینگے۔

اسی حالت زمانہ پر امام نے نظر فرماکر اپنے ایسے اصحاب کا کہ جو کامل الایمان ہون اور وقت امتحان کے جنگ مین ثابت قدم رہین نہایت تقلیل تعداد کے ساتہہ ذکر فرمایا ہی کہ جو بنظر واقعات

اور حالات زمانہ کے قطعی ٹہیک تہا۔

اول علی مرتضی کا زمانہ ہی قابل غور کے ہی کہ لوگون نے اُنکو خلیفہ قبول نہ کیا اور جو لوگ کہ اُنکو خلیفہ منصوص من اللہ مانتے تہے یا اونسے امید تہی کہ وہ حضرت کے شریک ہو کر جنگ پر آمادہ ہونگے اُنکی تعداد نہایت قلیل تہی اور بعد اسکے کہ جب علی مرتضی کو خلیفہ قبول کیا گیا تو اُسوقت کون کون اور کسقدر لوگ اُنسے جنگ کرنیکے لیے آمادہ ہوے اور کسقدر لوگ تہے کہ جو اُنکے ساتہ تہے اُنکو صلح کے لیے مجبور کیا اور بالآخر اُنسے جدائی اختیار کی۔

پہر حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب کہ اُنکے ہمراہیون نے اُنکو چہوڑ دیا بمجبوری اپنے دشمنونسے ایسی صلح کی کہ جسکی رو سے جنگ بند ہو گئی۔

بالاخر حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ اپنی یادگار قائم ہونیکے سبب سے ہر سال ایسا تازہ ہوتا ہی کہ جو اسوقت بہی تمام مسلمانونکی نگاہ مین دکہائی دیتا ہی کہ مخالف گروہ مسلمانونکا بہی اُنکے فضل و شرف سے منکر نہین تہا اور وہی امر استحقاق خلافت کی بنیاد تہی باوجود اسکے اُنکا شریک ہونا کجا خود اُنہین لوگون نے آنحضرت کو مع اُنکے قلیل ہمراہیونکے قتل کر ڈالا۔

ایسے تجربہ کی حالت مین امام علیہ السلام کیونکر عام لوگون پر بہروسا کر سکتے تہے تاہم وہ مسلمان عہد ائمہ اہلبیتؑ کے جو اُنکی طرف رجوع کرنیوالے تہے اُن مسلمانونسے بہتر تہے کہ جو پیروی مخالفین ائمہ کرکے امر خلافت کو غیر ائمہ اہلبیتؑ کا حق جانتے تہے اور اُنکے اثبات حق کے لیے ساعی تہے اسکی مثال ایسی ہی ہی کہ جیسے تمام مسلمان صحابہ رسول غیر خاندان رسالت بہتر تہے زمرۂ مسلمانون مین شامل ہوجانیکی وجہ سے بمقابلہ کفار کے لیکن نہایت کم درجہ مین تہے اُن مسلمانونسے کہ جو جنگ کے وقت ثابت قدم رہے اور پیغمبر خدا کو میدان جنگ مین تنہا نہین چھوڑا۔

اور اسی اعتبار سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ نہین پایا مین نے کسیکو کہ قبول کرے نصیحت میری اور اطاعت کرے امر میرے کی مگر عبد اللہ بن یعفور کو۔

اور جس مراد اور مقصود سے امام علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہی اُسکی تصریح دوسرے ارشاد امام علیہ السلام مین موجود ہی جسکو صاحب مجالس المومنین نے اسی موقع پر رجال کشی سے لیا ہی اور جسمین امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین نے کسیکو نہین پایا کہ جو لے حکم میرا اور اصحاب اپنے باپ مین سوا دو شخصون کے رحمت کرے

الله انپر عبد الله بن یعفور اور حمران بن اعین سے خزاین نیست کہ وہ دونوں مومن خالص ہیں ہمارے پیروونسے کہ جنکا نام ہمارے پاس ہی کتاب اصحاب الیمین میں جسکو عطا فرمایا ہی الله نے محمد صلی الله علیہ وآلہ اجمعین کو"

کتاب اصحاب الیمین وہ کتاب ہی کہ جسکا نشان اہلسنت کے یہانبہی مع کتاب اصحاب یسار کے موجود ہی۔

ترمذی میں عبد الله بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرتبہ رسول صلی الله علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپکے دونوں ہاتہونمیں دو کتابین تہین آپنے ہم سب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونوں کتابین کیا ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول الله آپ ہی اسکی خبر دین آپنے سیدہے ہاتہہ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ سب رب العالمین کی طرفسے کتاب ہی اسمین نام اہل جنت کے ہین اور نام انکے آبا کے اور انکے قبائل کے پہر جملہ کیا گیا ہی اوپر آخر انکے کے نہ اسمین بڑہین گے نہ کم ہونگے کبھی۔ پہر دست چپ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ کتاب ہی رب العالمین کیطرفسے اسمین اہل دوزخ کے نام ہین اور نام انکے آبا کے اور انکے قبائل کے پہر جملہ کیا گیا ہی اوپر آخر انکے کے نہ اسمین بڑہین گے نہ کم ہونگے کبھی۔

یہ روایت مصنف نے اپنی تفسیر اکسیر اعظم جلد اول صفحہ ۳۲۶ مین بھی لی ہی اور جسکے اشتہار مین اس التزام کا وعدہ ہو کہ کوئی بے اصل مضمون اور غلط روایت درج نہوگی:

درحقیقت یہ روایت تفسیر ان آیات قرآنی کی ہے

(۱) لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ ۔۱ (سورۃ بینہ) انکے پاس دلیل روشن ۔۔	ترجمہ (۱) نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور شرک کرنیوالے جدا ہونیوالے یہانتک کہ آئے
(۲) ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیہا اولئک ہم شر البریہ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ	ترجمہ (۲) تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرکین سے بیچ آتش دوزخ کے ہونگے ہمیشہ رہنے والے اسمین وہ لوگ بدترین خلقت ہین تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے وہ لوگ بہترین خلقت ہین جزا انکی نزدیک رب انکے کے جنتین عدن کی ہین جاری ہین نیچے انکے نہرین ہمیشہ

ذلک لمن خشی ربہ۔ (سورۃ البینہ)	رہنے والے ہین بیچ اُس کے راضی ہی خدا اُنسے اور راضی ہین

وہ اُس سے وہ واسطے اُس شخص کے ہی جو ڈرے پروردگار اپنے سے"

اس روایت معتمد کتب اہلسنت سے ظاہر ہی کہ دو کتابین رب العالمین کیطرف سے پیغمبرؐ کے پاس ایسی تہین کہ جسمین نام اور شناخت اہل جنت اور اہل دوزخ کی لکھی ہوئی تہی"

مصنف مخاطب بتائین کہ وہ دونون کتابین شامل قرآن تہین یا قرآن سے علاوہ اور یہ ظاہر ہی کہ وہ اس قرآن موجودہ سے علاوہ تہین اسلیے کہ قرآن موجودہ مین نام اہل جنت اور اہل نار کے اور اُنکے آباء اور قبائل کے نہین ہین پس وہ کتابین جو منزل من اللہ تہین کیا ہوئین اور پیغمبرؐ نے وہ مسلمانون اپنی امت کو دین یا نہین اور اگر نہین دین تو جیسے کہ قرآن امت کو دیا گیا وہ دونون کتابین کیون نہین دی گئین اور عموماً امت پر کیون نہین پہونچائی گئین۔

اور اسی روایت کی تائید روایت کافی[1] سے ہوتی ہی۔ کہا راوی نے حوالہ کیا مجھکو ابوالحسن (امام علی رضا علیہ السلام) نے ایک

[1] کتاب فضل القرآن صفحہ ۶۷۰ باب نادر۔

مصحف اور فرمایا کہ وہ اسکے مثل نہ کر (ایسا ہی مت لکھ دے) پس کھولا
مین نے اسکو اور پڑھا مین نے اسمین وہ لم یکن الذین کفروا ۔ الخ
پس پائے مین نے اسمین ستر مرد کے قریش سے اور نام ان کے
مع نام پدران انکے کے پس بھیجا میرے پاس کہ بھیجدے تو میرے پاس اس
مصحف کو"

اسمین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا ہی کہ بموجب وحی یا القا کے پیغمبر
کے زمانہ مین دو کتابین بطور تفسیر ایسی تیار ہوگئی تہین کہ جس مین
نام اصحاب یمین اور اصحاب یسار کے موجود تہے یا اسمین ایسی
صاف و صریح علامتین اور نشانیان اصحاب یمین اور اصحاب
یسار کی درج ہوگئین تہین کہ جن سے پیغمبر اور ائمہ اہلبیت ہر شخص کو
پہچان لیتے تہے بغیر کسی شک و شبہہ کے کہ وہ اصحاب یمین سے
ہی یا اصحاب یسار سے ۔ اور وہ کتاب پیغمبر ص سے ضرور امام علیہ
السلام کو پہونچی جس کی نسبت انکے ارشاد سے ظاہر ہی کہ وہ ان
کے پاس تہی ۔

اور غیر امام اہلبیت کے کسی اور نے نہ دعوی کیا ہی نہ ظاہر
کیا ہی کہ اس کے پاس ہی اس لیے یقین کرنا چاہیے کہ وہ کتاب ائمہ
اہلبیت ع کے پاس رہی ۔

امام علیہ السلام نے جو ایسے موقعون پر اپنا مطیع فرمان خاص خاص لوگون کو ظاہر فرمایا ہی جیسا کہ اُنکے ارشاد کے منشا سے واضح ہوتا ہی وہ اُن مخصوص لوگون کی شان کے اعتبار سے ہی وہ لوگ اُن لوگون مین سے نہین تھے کہ جن پر کامل بھروسا نہ ہو سکے یا جنہون نے ہنوز پوری تعلیم اور ہدایت پائی نہین پائی اور جنپر کامل بھروسا نہین ہو سکتا تہا اُنسے بلحاظ مدارج اور مراتب ایمان ہر کسی کے اُن خاص لوگون کو جدا کرنا امام علیہ السلام کا منشا تہا صرف افضلیت صحابہ کا تہا جس سے خواہ مخواہ یہ لازم نہین آتا ہی کہ اُنسے کم درجہ والے قطعی مطیع اور فرمانبردار نہین تھے یا سب سرکش اور نافرمان تھے یا اُن کی سرشت مین ارتداد کا مادہ بھرا ہوا تہا ۔ لیکن اس امر کو ضرور قبول کرتا ہون کہ معتقدان ائمہ اہلبیتؑ کی بعینہ ایسی ہی حالت تہی جیسے کہ مسلمانون کی یا اصحاب پیغمبرؐ کی طرف پیغمبرؐ کے۔

عہد پیغمبرؐ مین جن مین منافق بہی تھے اور ناقص الایمان بہی اور مرتد ہو جانے والے بہی اور وقت جنگ کے اکراہ رکھنے والے یا گریز کرنے والے بہی کثرت سے تھے اور ایسے کامل الایمان کہ جنہون نے کسی امر مین اطاعت اور فرمانبرداری پیغمبرؐ مین ذرہ برابر

نزدہ دینے ترقی نہ کیا ہو اور وقت جنگ کے ثابت قدم رہی ہت ہی کم تہو اور منظر قانون قدرت کے
جس کا تعلق فطرت انسانی سے ہی اور جو انسانون کا دل اور دماغ
بناتا ہو یہ غیر ممکن ہی کہ کل مسلمان اور اصحاب پیغمبر یا کل مسلمان
عہد ائمہ اہلبیتؑ ایمان اور اسلام مین مساوی درجہ رکہنے والے
ہون اور ایک دوسرے پر افضلیت نہ رکہتا ہوا ور نہ رکہہ سکے
اور اُس درجہ افضلیت کو جس کو تجربہ سے امام علیہ السلام نے
دریافت فرما لیا تہا ظاہر کرنے سے امام علیہ السلام کی عدالت
اور عصمت ظاہر ہوتی ہی نہ کسی ناجائز حکمت عملیون کا ارتکاب۔

عہد پیغمبرؐ مین اور بعد وفات پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ اور حسنین علیہم السلام
کے زمانہ مین جو کثرت سے لوگون کے دلون مین انحراف کا اور
اُنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بہرا ہوا تہا اور بہرا ہوا رہا جس کی
خبر اجمال سے قرآن مین اور تفصیل سے اخبار پیغمبرؐ مین موجود ہی
جس کو ہم جلد اول و دوم رسالہ روشنی مین جابجا اہل سنت کے
بیان سے دکہا آئے ہین اور اُسی مادہ ارتداد اور انحراف کو
لوگون نے دین قرار دیا اور دیگر ائمہ اہلبیت کے زمانہ مین لوگون
نے عام طور پر اُس مادہ انحراف اور ارتداد کو سختی کے ساتھہ دین
سمجہ لیا تہا اور جسکی تقلید اسوقت تک چلی آتی ہی اور کم کم ایسا ہوا

ہو کہ کسی قدر ہدایت ائمہ کے پانیکے بعد کسی نے انحراف یا ارتداد قبول کیا ہو مگر ائمہ اہلبیت ہمیشہ اُسی ارتداد اور انحراف کے مٹانے کے لیے کوشش کرتے رہے کہ جس کی بعد وفات پیغمبر کے اہلبیت رسالت سے خلافت کو نکال کر بے محل قرار دینے میں بنیاد قائم کی گئی اور خلفاء فی الارض غیر اہلبیت رسول برابر اُسکو ہی اعلیٰ قرار دینے کا استحکام کرتے رہے لیکن بمقابلہ اُس قوت عظیم کے اُس مذہب کا وجود باقی رہنا کہ جسکی تعلیم ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے کی اور اُس کا ترقی اور فروغ پانا کہ اسوقت کروڑوں لوگ اُس مذہب پر موجود ہیں حقیت دین کی دلیل ہے اور ائمہ علیہم السلام کا معجزہ ہے جیسا کہ بمقابلہ کفر کے پیغمبر کا دین اسلام کو جاری کرنا حقیت دین اسلام کی دلیل اور پیغمبر کا معجزہ ہے۔

اپنی اُس کوشش میں ائمہ اہلبیت نے جو دین حق کو جاری کرنے کی تدبیریں کیں وہ ناجائز حکمت عملیاں نہیں تھیں اُنکی کوشش اُسی نوع کی تھی کہ جس نوع کی پیغمبر نے سعی فرمائی اور ہر موقع اور محل کو جب مقابلہ کیا جائے گا تو ذرہ برابر فرق نہ نکلے گا۔

لیکن اگر کل مسلمانوں کی سرشت سے ارتداد کا مادہ عہد ائمہ میں نہیں نکل سکا تو عہد پیغمبر میں بھی کل روئے زمین کی سرشت سے

مادہ کفر کا نہین نکلا تہا اور جو لوگ کہ بظاہر اسلام لائے تہے اُنکی طینتو نمین مادۂ نفاق خصوص امر خلافت کے متعلق موجود رہا تہا جو بعد پیغمبر ص کے ذریعہ ارتداد کا ہوا اگر کوئی بعد ہدایت ائمۂ اہلبیت ؑ کے منحرف ہو گیا تو اُسکی مثال ہدایت پیغمبر ص کی ہو سکتی ہی کہ جس سے زیادہ پر اثر ہدایت ائمۂ اہلبیت کی نہین ہو سکتی تہی۔

یہ نکتہ چینی مصنف کی کہ ”وہ ائمہ ؑ نے اُنکے روکنے کے لیے کہ جنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بہرا ہوا تہا ناجائز حکمت عملیون کا ارتکاب کیا تب بہی وہ نہ رُکے“ کسیطرح قرار نہین پا سکتی بلکہ اُس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد جو ہمنے دکہائی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اُسکا انطباق اور مصداق کس جگہ اور کن لوگونپر ہو سکتا ہی۔

مصنف مخاطب سے اس موقع پر یہ غلطی ہوئی ہی کہ اُنہون نے دین اسلام کو ارتداد اور ارتداد کو دین اسلام اور کامل الایمان والونکو ناقص الایمان اور ناقص الایمان والونکو کامل الایمان اور ہادیونکو غیر ہادی اور غیر ہادیونکو ہادی سمجہ لیا ہی۔

جلد اول کے نمبر ۳ پر جو استدلال مصنف نے زبانی عبداللہ بن یعفور کی کیا تہا کہ ”وہ صدق اور امانت اور وفا اُن لوگونمین نہین ہی

جو ائمہ کی ولایت کو ملتے ہین"

اور اُسکی حقیقت ہمنے اُسی موقع پر ظاہر کی کہ وہ روایت اصحاب ائمہ سے علاقہ نہین رکہتی ہے البتہ کچہ عام شیعون سے متعلق ہی اور ہر فرقہ مین ایسا ہوتا ہی کہ وہ اوصاف کچہ لوگ نہین رکہتے تہے

مصنف اُس روایت کو اس قول امام علیہ السلام سے کہ "وہ تین مومن بہی امین اور مطیع نہین" یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "کل اصحاب امام کا وہی حال تہا جو عبداللہ ابن یعفور نے بیان کیا تہا اور یہ احتمال تہا کہ وہ شاید دو شخص صادق اور امین اور مطیع ہون مگر امام موسی کاظم نے اُسکی توضیح کردی کہ فقط ایک ہی"

امام علیہ السلام کی نسبت مصنف مخاطب یہ رائے دیتے ہین کہ "درحقیقت یہ بہی اُنکی غلط فہمی تہی کہ ایک ہی نہتا"

اور حاشیہ پر مصنف یہ لکہتے ہین کہ "ایک دوسری روایت مین امام موسی کاظم نے صاف صاف سب کو مرتد بتادیا چنانچہ کلینی نے کتاب الروضہ مین روایت کی ہی"

"قال ابوالحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتھم الا واصفۃ ولو امتحنتھم لما وجدتھم	ترجمہ "فرمایا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اگر منتخب کرون اپنے شیعونکو نہپاؤنگا اُنکو مگر فقط باتین

الا مرتدین" | سے دعوی کرنیوالے اور اگر امتحان

کرونمین اُنکا نہ پاؤنمین اُنکو مگر مرتد"

مصنف نے اخیر حصہ حدیث امام علیہ السلام کا ترک کردیا ہے اور بعض الفاظ کا ترجمہ اپنے منشا کے موافق کیا ہے اسلیے ہم پوری حدیث مع ترجمے اس مقام پر لکھتے ہین تا کہ کیفیت منشاء امام علیہ السلام کی ظاہر ہوسکے۔

"قال قال لی ابو الحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتھم الا واصفة ولو امتحنتھم لما وجدتھم الا مرتدین و لو تمحصتھم لما خلص من الالف واحد ولو غربلتھم غربلة لم یبق منھم الا ما کان لی انھم طال ما اتکوا علی الارائک فقالوا نحن شیعة علیؑ انما شیعة علی من صدق قولہ فعلہ"	ترجمہ" راوی کہتا ہے کہ فرمایا مجھسے امام موسی کاظمؑ نے اگر تمیز کرونمین اپنے شیعونکی نہ پاؤنمین اُنکو مگر وصف کرنیوالے (اپنے آپ مین شیعہ ہونیکا وصف بیان کرنیوالے) اور اگر امتحان کرونمین اُنکا نہ پاؤنمین اُنکو مگر پھر جانے والے اور اگر آزماؤنمین اُنکو نہ خالص ہون ہزار سے ایک اور اگر چھانون مین اُنکو چھلنی کرکے نہ باقی رہے اُنمین سے مگر ہو کہ وہ واسطے میرے

تحقیق کہ اُنھونے مدت رکھی اوسا فزونی کی اُسی چیز پر تکیہ کیے ہوے

ہین اوپر تخت کے اور کہتے ہین کہ ہم شیعہ علیؑ کے ہین جزاین نیست کہ شیعہ علیؑ کا وہ شخص ہی کہ سچائی دکہلاے قول اپنے کی اپنے فعل سے"

مصنف نے جو نتیجہ اعتراض کا نکالا ہی وہ اس بنا پر ہی کہ اُنہون نے منشاے روایات اور احادیث کو غلط سمجہا ہی یا غلط قرار دیا ہی -

جسقدر روایات کا ذکر کیا ہی اُنمین سے کسی روایت کا یہ مقصود ہی کہ وہ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب مین سے ہر کسی کو بنظر حالت زمانہ کے ہمراز بنانیکے قابل نہین جانا جیسا کہ پیغمبرؐ نے بہی اپنے اصحاب غیر اہلبیت سے کسیقدر اپنا راز اُسپر ظاہر کرنیکے لیے سوا حذیفہ بن الیمان کے ہر کسی صحابی کو منتخب نہین کیا اور کسی روایت کا یہ منشا ہی کہ شیعہ امام علیہ السلام کے ایسے مطیع اور فرمانبردار ہون کہ جو جہاد کے وقت ثابت قدم رہین اور ایسے نہایت قلیل تہے اور اُنکی تعداد جہاد کے لیے کافی نہین تہی - چنانچہ عہد پیغمبر مین بہی ایسے اصحاب پیغمبر کے بہت ہی قلیل تہے اور اگر وہ چند صورتین نہوتین تو پیغمبرؐ مسلمان صحابہ رسول کے پیٹہہ کے پہیر جانے سے کسی نہ کسی میدان جنگ مین ضرور قتل ہو جاتے -

کسی روایت کی یہ مراد ہی کہ عام طور پر شیعہ اپنے اعمال و افعال مین اور اپنے مدارج مین کامل نہین ہین اور اس موقع پر امام علیہ السلام

کا مقصود اُس کا ملیت شیعیت سے ہی کہ جیسا خدا نے حضرت نوح کا
شیعہ حضرت ابراہیم کو فرمایا ہی ہے اور جسکا قلب ویسا ہی سلیم ہونا چاہیے
او جسکی مثال ایک حدیث امام زین العابدین علیہ السلام مین دیگئی
ہی (تفسیر موسوم امام حسن عسکری علیہ السلام)۔

روایت زیر بحث مین بہی امام علیہ السلام نے امتحان کی حیثیت
سے جو اوصاف شیعہ ہونیکے بیان فرمائے ہین اُس درجہ کے شیعہ
ہرزمانہ مین شاذ و نادر ہی ہوسکتے ہین جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام
نے جن لوگونسے کہ عمل صالح سرزد نہون اور قابل عذاب ہون اُنکی نسبت
فرمایا ہی کہ وہ ہمارے شیعونمیسے نہین ہین۔ لیکن وہ موسوم ہین ساتھ
ہمارے دوستونکے اور دوست ہمارے دوستونکے اور دشمن ہین واسطے
دشمنون ہمارے کے تحقیق کہ شیعہ ہمارے وہ ہین کہ جو اتباع کرین ہمارے
آثار کا اور اقتدا کرین ہمارے اعمال کا۔

اور اسی قول کی تائید مین پیغمبر خدا سے لیکر حضرت امام حسن عسکری
علیہ السلام تک تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ مین متعدد اسنادوں کو
ہوئی ہین۔

یہ تمام ارشادات اُسی شان کے ہین کہ جیسے آج کل کے کرورہا
مسلمان ہین اُنسے پوچھا جائے کہ تم تمام اُن امورمین کہ جو قرآن اور

سنت رسول کی روسے دین قرار پایا ہی پورا پورا اتباع پیغمبر خدا صلعم کا کرتے ہو تو یقین ہی کہ ہر مسلمان اپنے ایمان سے اُسکا جواب نفی مین دیگا اور ہر مسلمان کسی نہ کسی امر مین اتباع صلعم سے جب اُسکا دل چیر کر دیکھا جاے منکر یا سرکش یا عمل خیر سے گریز کرنیوالا ضرور نکلے گا اور یہی حالت اُن مسلمانونکی جو روز وفات پیغمبر سے کرور ہا مسلمان مر گئے ہین پائی جائیگی۔ اور اُس امر مخالف خدا اور رسول کی وجہ سے ضرور ہی کہ ارتداد جزئی کا اطلاق ہو۔

اور اسی اعتبار سے کہا جاسکتا ہی کہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ "اگر مین امتحان کرون تو میرے لیے کوئی نہ نکلے اور بہرے ہوے پاے جائین لیکن امام علیہ السلام نے ذکر آزمائش نہایت سختی سے اسجگہ فرمایا ہی اُس سے یہ پایا جاتا ہی کہ مقصود امام علیہ السلام کا اس موقع پر اُنھین لوگونسے ہی کہ جو وقت جہاد کے ثابت قدم ثابت نہون۔

ایسا ارشاد امام علیہ السلام کا موافق اُسی تجربہ کے ہی کہ جو اُنکو تجربہ اپنے جد پیغمبر سے حاصل ہوا تھا کہ آنحضرت صلعم کو فوج فوج مسلمان میدان مین چھوڑکر بھاگ جاتے تھے اور جس تجربہ کے بعد پیغمبر خدا نے اپنے صحابہ کی نسبت فرمایا ہی کہ "وہ احداث کرین گے

ارتداد کے مرتکب ہونگے چیونٹی کی چال کیطرح اُنمین شرک ہی ائمہ مضلین ہونگے رجعت قہقری کرینگے حوض کوثر سے میرے سامنے واسطے عذاب کے ہانکے جائین گے۔ جسکو ہم موقع موقع پر بحوالہ کتب اہلسنت لکھہ آئے ہین"

جن مسلمانونسے کہ خدا اور رسول کی نافرمانیان جن جن امور مین کہ ہوئین اور ہوتی ہین اُسمین کبائر اور صغائر اور اُنکے اصرار پر ہر مسلمان کو اندازہ کرنا ضرور ہی اور جو جز کسی امر خدا اور رسول کا ایسا ہی کہ جس سے برگشتہ ہونیکی حالت مین امید عفو نہو یا بمقابلہ اُس برگشتگی کے کوئی عمل خیر ایسا نہو کہ جو فعل برگشتگی پر بہاری ہو تو اُسکو نادم ہونا لازم ہی کہ ایسی ندامت بہی نکوئی ہوتی ہی۔

لیکن زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ جب کسی سے فعل قابل ندامت سرزد ہو اُسی فعل ناروا کے جواز ثابت کرنیکی دوسرے لوگ کوشش بلیغ کرین اور اپنے آپکو دوستداری پیغمبر اور اُس کے اہلبیت سے بہی خارج کردین۔

جو فرقہ کہ موسوم بہ شیعہ ہی اگر وہ درجہ شیعیت ہونے پر نہ پہونچ سکے تو وہ طرفداری اہلبیت پیغمبر اور ائمہ اہلبیت کیوجہ سے زمرہ مین اُنکے دوستدار ونکے قرار پاتا ہی لیکن انہین رعایات سے

کہ مصنف جنپر معترض ہوئے ہین اور دیگر روایات کتب ہر فرقہ اسلام سے قابل یقین کے پایا جاتا ہی کہ زمانہ کسی امام اہلبیتؑ کا ایسے شیعون سے خالی نہین رہا ہی کہ جنسے ائمہ اہلبیتؑ کا مقصود شیعہ ہونے کا تھا اور بعد زمانہ ائمہ اہلبیت کے بھی اُس درجہ کے شیعہ رہے ہین جنکا ذکر اور حوالہ کتب تاریخ اور کتب رجال مین موجود ہی اور جن مین سے وقتاً فوقتاً بعض بعض کا ہماری پچھلی تحریرون مین تذکرہ ہوا ہی اور یہ ہمارا زمانہ اور اُسکا قرب بھی ایسے خالص شیعون سے خالی نہین ہی مگر اس مین شبہ نہین کہ ایسے خاص شیعہ ہر زمانہ مین قلیل اور نہایت قلیل رہے۔ لیکن زمانہ ائمہ اہلبیتؑ سے لیکر اُن قلیل اور نہایت قلیل لوگون نے وہ کام کیا ہی کہ جو کثیرون اور اُن کثیرون سے جو اپنی کثرت پر نازان ہین نہین ہو سکا۔ اُنہون نے مذہب ائمہ اہلبیتؑ کو ایسے ہی رائج اور شائع کیا جیسے کہ عہد پیغمبرؐ مین جہاد مین ثابت قدم رہنے والون سے تقویت اسلام کو پہونچی۔

اور یہی امر دلیل سچائی مذہب شیعیان خاص اور خالص علی مرتضیٰؑ اور دوستداران اہلبیت پیغمبرؐ اور ائمہ اہلبیتؑ کی ہی۔

مصنف مخاطب اُنہین روایات سے یہ نتیجہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ

"امام جعفر صادق علیہ السلام تمام اصحاب سے اپنی حدیثین چھپاتے

تھے جو اقوال اُن کے شیعہ راویوں نے نقل کیے ہیں وہ اُنکا اصلی مذہب نہین اور جب اسنے حدیثین چھپاتے تھے تو بھلا اصلی قرآن اُنکو کیونکر دیتے "

لیکن یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہی بالکل غلط ہی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہلبیت علیہم السلام اپنے اصحاب خاص اور شیعیان خالص سے جنکے اوصاف بھی بیان کر چکے ہین کوئی اپنی حدیث (سخن) پوشیدہ نہین رکھتے تھے البتہ ایسے راز کو کہ جسکا تعلق امر خلافت سے ہوتا تھا یا اُسکا اثر اُسپر پڑتا تھا علانیہ عام لوگون پر ظاہر نہین فرماتے تھے اور جب وجہ پوشیدہ رکھنے پر غور کیا جاتا ہی اور غور کیا جائیگا تو نوعیت اُن حدیثون کی خودبخود ظاہر کردے کہ اصلی مذہب اُنکا وہی تھا جو شیعہ راویونکی روایتون مین منقول ہوا ہی۔

ائمہ اہلبیت کو کسی امر کے چھپانے کی ضرورت اور جو کچھ وجہ تھی تو باعث اُسکا مخالفت خلافت خلفاء ہم عہد کا تھا جس سے صریح اندیشہ ضرر انفاس زکیہ کا رکھتے تھے اور جسقدر زمانہ تک کہ زندہ رہے اُسقدر زمانہ تک بھی زندہ نہین رہ سکتے تھے اسی بنا پر جو روایتین کہ مفید خلافت مخالف کے اور جسکو اُس خلافت نے

دین قرار دیا تھا اُس کے مفید اور موید ہون وہ بیشک اصلی مذہب ائمہ اہلبیت کا نہین قرار پا سکتا لیکن اُس کے خلاف جسقدر ہون وہی اصلی مذہب ہو سکتا ہی کہ جس مین کسی قسم کا لوث نہین سمجھا جا سکتا بلکہ حالت خوف مین اُنکا صدور خلاف خلافتون مخالف کے اُن سچائی پر یقین دلاتا ہی اور جس حالت نازک مین کہ ائمہ اہلبیتؑ مبتلا رہے مخالف خلافتون ہم عہد اپنے کے مخالف احادیث کا بیان فرمانا اُنہین کا کام تھا کہ جو اُنسے ہو سکا۔ اور جو چیز کہ اُنکے دل مین تھی اور جو اُن کو اُس کے اظہار پر برانگیختہ کرتی تھی گو خاص طور پر ہو وہ اُنکا یقین سچائی ایمان اور دین اسلام پر تھا اُسیطرح جسطرح سے کہ اُنہون نے بیان فرمایا اور وہ بیان اُسی اصلی قرآن کے بموجب تھا کہ جس مین تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر کی اور لکھی ہوئی دستخط علی مرتضیٰ سے تھی اور ہدایت کے ذریعے وہ قرآن شیعون کو دیا گیا ہی۔ اور اُسکی تفسیرون کو کتابون مین نقل کیا گیا ہی۔

اُسی سلسلۂ اعتراض کو مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "اصحاب ائمہ ائمہ پر افترا ہی کیا کرتے تھے"

لیکن اپنے اس بیان کی تصدیق کے لیے کوئی سند نہین لائے جسکا یہ نتیجہ ہی کہ "اصحاب ائمہ تو ائمہ پر کوئی افترا نہین کرتے تھے

مگر مصنف مخاطب اصحاب ائمہؑ پر افترا کرتے ہین ؎

اور عبداللہ بن یعفورؓ کے ذکر کا جو اس موقع پر مصنف مخاطب نے اعادہ کیا ہی اسکی حقیقت ہم نمبر ۲۲۲ مین دکھا آئے ہین جہان مصنف مخاطب نے ابتداءً اسپر بحث کی ہی (دیکھو پہلا حصہ ضمیمہ ہر جلد اول روشنی)۔

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ فرض کرتے ہین کہ وہ شیعون کیطرف سے اس کے سوا اور کوئی جواب نہین ہوسکتا کہ ائمہ نے اصلی قرآن اسلیے نہین دیا کہ اصحاب ائمہ کی ایسی حالت تہی جو مصنف مخاطب نے قرار دی ہی لیکن درحقیقت نہ اصحاب ائمہ کی ایسی حالت تہی کہ جیسے مصنف ظاہر کرتے ہین اور نہ شیعون کیطرف سے یہ جواب ہی کہ ائمہ نے اصلی قرآن شیعون کو نہین دیا بلکہ اصحاب ائمہ کی وہ حالت ہی کہ جیسے ہم نے ظاہر کی اور ائمہ علیہم السلام نے اُس حیثیت سے قرآن شیعون کو دیا جس حیثیت سے کہ ہم نے بیان کیا شیعون کی روایتون کی بموجب قرآن کی کوئی غیر حالت نہین ہوگئی ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کا مقصود ہی شیعونکی روایتون کے بموجب قرآن کی وہی حالت ہی کہ جیسے قرآن اب متداول بین الناس ہے دفتین مین کسی قسم کی تحریف نہین ہوئی اور

اونکا تسمین سے مسئلہ امامت کا نکالڈالا گیا ہی اور نہ قرآن کے اعتبار مین کچہ فرق آیا ہی اور خدا تو خدا بندہ بہی جانتے ہین کہ کوئی مسئلہ اُس مین سے نہین نکل گیا البتہ پیغمبر نے جو تفسیر آیات قرآنی بتائی تہی اُس کو علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتہ سے لکہا تہا اور بہ ترتیب نزول قرآن کو جمع کیا تہا جسکی خبر کتب معتبر اہلسنت مین موجود ہی اور جس کو جا بجا ہم کہا آئے ہین - وہی قرآن ائمہ اہلبیت کے پاس برابر رہا اور اُسی کے بموجب ائمہ اہلبیت نے تفاسیر آیات قرآن بیان کی ہین جو کسیقدر دیگر مسائل اور مسئلہ امامت مین بالکل مخالف اُن تفاسیر کے ہین کہ جو علماء اہلسنت غیر اہلبیت رسالت نے اپنی رایون سے بعد خلفاء فی الارض مخالف ائمہ اہلبیت کے بہ طمع مال اور اعزاز دنیوی کے مفید خلفا فی الارض کے ظاہر کی ہین اب امت رسول ؐ کو اختیار ہی کہ چاہین اُن تفاسیر ائمہ اہلبیت ؑ کو قبول کرین اور چاہین تفاسیر علماء اہلسنت حریص دولت دنیا کو کہ جو غیر اہلبیت رسول ؐ سے تہے -

لیکن وقت طے کرنے اس امر کے کہ کسکی تفاسیر کو قبول کیا جائے اول اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مجرد کوئی کتاب اور صحیفہ جو خدا کی طرف سے کسی نبی اور پیغمبر پر نازل ہوا ہر کوئی شخص اپنی

ترک سے اسپر عمل نہین کرسکتا چنانچہ خدا نے ہدایت کے واسطے فرمایا ہی کہ ہم نے "بینہ" بھیجیں تو اس "بینہ" کو بتایا ہی کہ وہ رسول صحف پڑھنے والا ہی۔ آیت سورۃ البینۃ۔

"لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ"

ترجمہ "نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرکین سے جدا ہونے والے یہانتک کہ آئی اُن کے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کی طرف سے کہ پڑھتا ہی صحیفون پاک کیے گیون کو کہ اسمیں ہین نوشتہ راست"

اس آیت سے ظاہر ہی کہ مجرد کوئی کتاب اور صحیفہ ہدایت کے لیے کافی نہین ہوسکتا بلکہ اسکا پڑھنے والا کفایت کرنیوالا ہی چنانچہ ایک روایت جو درحقیقت تفسیر اسی آیت کی سمجھنا چاہیے مصنف مخاطب نے ایک موقع پر اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین نقل کی ہی کہ "ابن کثیر نے لکھا ہی کہ ابن ابی حاتم اور امام احمد نے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قریب ہی کہ علم اٹھہ جائے گا یہ سنکر زیاد بن لبید نے کہا کہ یا رسول اللہ علم اب کیسے اٹھہ سکتا ہی اسلیے کہ ہم نے قرآن سیکھہ لیا اور ہم نے اپنے بچونکو سکھا دیا تو رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لبید کے بیٹے تیری ماں تجھکو
اگرچہ مین جانتا ہون کہ تو اہل مدینہ مین بڑا فقیہ ہی مگر کیا تو یہ نہین جانتا
کہ یہود اور نصاری کے ہاتھ مین بھی توریت اور انجیل موجود ہی لیکن
جب اُنہون نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو توریت اور انجیل نے اُن کو
کچھ بھی فائدہ نہ دیا یہ فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ولو
انهم اقاموا التورٰة والانجيل وانزل اليهم من ربهم لاكلو
من فوقهم ومن تحت ارجلهم پڑہی یعنی اگر وہ قائم رکھتے توریت
وانجیل کو اور اُسکو جو اُتارا گیا تہا اُن کے پاس اُنکے رب کیطرف
سے تو بیشک وہ روزی پاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤن کے
نیچے سے الخ

(جس کی مراد یہ ہی کہ توریت اور انجیل سے ہدایت پانے مین سراپا
غرق ہوجاتے اور سواے مقاصد توریت اور انجیل کے اُنہین
کچھہ نہ ہوتا)

کچھہ شبہہ نہین اس روایت سے ظاہر ہی کہ یہود اور نصاریٰ
کے پاس مجرد توریت اور انجیل کا ہونا کچھ فائدہ بخش نہین ہوا ایسے
ہی مسلمانون کے ہاتھ مین قرآن کا ہونا کچھ مفید نہین ہی گو وہ فقیہ کیون
نہون جیسا کہ لبید کی حالت پر نظر کرکے پیغمبر صلعم نے فرمایا ہی اور

باوصف اس کے کہ یہود و نصاریٰ کے ہاتھ مین توریت انجیل تھی اُنکے پاس غیر مفید ہونے کی وجہ یہ ارشاد کی ہی کہ اُنھون نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا اور ایسے ہی گو قرآن مسلمانون کے پاس ہو اور اُن کے بچے اُس کو سیکھ لین کچھ فائدہ مند نہین ہو سکتا جب تک کہ یہ حکم اللہ نہ چھوڑین اس موقع پر غور کرنا چاہیے کہ مجرد کتب آسمانی کا لوگون کے پاس ہونے سے حکم خدا کو چھوڑ دینا علاوہ اُسکے ہی اور وہ حکم خدا جسکے نچھوڑنے کا حکم ہی سوائے اس کے کچھ نہین ہو سکتا کہ مثل رسول صلعم کے جو کوئی سمجھنے والا اور جاننے والا کتب آسمانی کا ہوا اور جس کو خدا اور رسول نے بتایا ہو اُسکو نچھوڑا جائے تب کتب آسمانی فائدہ دے سکتے ہین - اور ایسے ہی فقیہ خاص سے پیغمبر صلعم کا مقصود اس روایت مین ہی نہ عام فقیہ سے اور اُسی عالم فقیہ کو جس کو خدا اور رسول نے بتایا اور جتایا ہو مضبوط پکڑنا واجب ہی اُس کے چھوڑ دینے سے مراد اس حدیث پیغمبر مین حکم خدا کے چھوڑ دینے سے ہی کیا کچھ شک ہو سکتا ہی کہ جب رسول لوگون کے سامنے حاضر نہ رہے تو دوسرا کوئی اُس کتاب کا ایسا پڑھنے والا ہو جو مثل رسول کے ہو اور اُسکی اطاعت مثل رسول ہی کی اطاعت کے فرض کیگئی ہو۔

اور اُس پڑہنے والے کو خدا اور اُسکا رسول بتاے ۹ - اور جس

کسیکو کہ خدا اور اُسکا رسول بتاتا ہی اُسیکو دوسری اصطلاح مین امام

کہتے ہین - اگرچہ یہ ضرور نہین ہی کہ ہر امام رسول ہو مگر رسالت امامت

کو ضرور شامل ہوتی ہی اور خدا اور اُسکے رسول ؐ نے جو ایسے ائمہ کو بتایا

ہی اُسکی کسیقدر تفصیل ہم بحث نمبر ۲۵ - مسئلہ امامت مین کر گئے

ہین -

اس موقع پر ہم صرف اُس حدیث پیغمبر کو جسکی صحت کا دونون

فرقونکو اقرار ہی یاد دلاتے ہین جس مین پیغمبرؐ نے فرمایا کہ -

"انی تارک فیکم الثقلین الی اخرہ"	ترجمہ "مین درمیان تمہارے دو چیزین بزرگ چھوڑے جاتا ہون

کتاب خدا اور اہلبیت میرے اگر انکو مضبوط پکڑے رہوگے تو

میرے بعد ہرگز کبھی گمراہ نہوگے اور وہ دونون آپس سے جدا

نہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آئین" اور تخصیصاً

علی کے لیے یہ بہی فرمایا ہی کہ قرآن علی کے ساتھہ ہی اور علی قرآن

کے ساتھہ ہین -

جس سے صاف مقصود یہ ہی کہ علی اور اہلبیت پیغمبرؐ پڑہنے

والے قرآن کے ہین لوگونپر ہدایت کیواسطے جیسے کہ رسول ؐ کو

پڑھنے والا کتاب او وصف کا خدا نے فرمایا ہی اُسی معنی مین رسول نے علی اور اہلبیتؑ کو بتایا ہی"

اور علی مرتضیٰ نے جو یہ فرمایا ہی کہ وہ قرآن صامت ہی اور مین قرآن ناطق۔ اُسکی مراد بہی یہی ہی کہ مین پورا پورا قرآن کی تعمیل کرنیوالا ہون اور میرا قول اور فعل عین قرآن ہی۔

جو لوگ کہ اہلبیت اور قرآن کو مضبوط پکڑے ہوے ہین اُنکے لیے کسیطرح سے نہین سمجھا جا سکتا کہ قرآن سے کوئی مسئلہ نکل گیا اسلیے کہ عالم قرآن کے استنباط سے کوئی مسئلہ نہین رہ سکتا تہا لیکن جو لوگ کہ اہلبیت پیغمبر عالم قرآن کو ترک کیے ہوے ہین اُنکی نسبت یقین کرنا چاہیے کہ اُنسے بہت کچھ مسائل قرآن کے چھوٹ گئے اور اُنہوںنے غلطی فہم اور طمع سے مسائل قرار دیے اور بنا لیے۔ اور درحقیقت اُنہین لوگونکے حق مین نکالدالنا مسائل کا قرآن سے خصوص مسئلہ ماست کا صادق آتا ہی۔

بیشک اللہ نے وعدہ حفاظت قرآن کا کیا ہی لیکن اُسکو خدا نے ہرگز اسطرح پورا نہین کیا کہ اہلسنت کو توفیق دی ہو کہ سینہ اور سفینہ مین قرآن کی حفاظت کیے رہے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین بلکہ خدا نے وعدہ حفاظت کو اسطرح پورا کیا

ہی کہ پیغمبر اور علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت نے اُسکو محفوظ رکھا ہی اور اونہین کے طریقہ حفاظت کیوجہ سے اب تک محفوظ چلا آتا ہی۔

باوصف اسکے کہ روز وفات پیغمبر سے اُس فرقہ نے کہ جس نے حکم خدا (اہل بیت رسول) کو چھوڑ دیا ہی اور حضرت معاویہ کے وقت مین خطاب اہلسنت کا اور حضرت یزید کے وقت مین لقب اہلسنت وجماعت کا پایا ہی بہت کوشش کی ہی کہ قرآن مین تحریف کرین اور ابتک کوشش چلی جاتی ہی۔

خدا نے جو وعدہ حفاظت قرآن کا کیا ہی اُس حفاظت سے مراد حفاظت تحریف سے ہی اور تحریف دو قسم کی ہوتی ہی ایک تحریف لفظی دوسرے تحریف معنوی۔ خدا قرآن مین چند جگہ تحریف کا ذکر فرماتا ہی۔

(۱) افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[۱]	ترجمہ: کیا پس طمع رکھتے ہو تم (اے محمد اور اہلبیت محمد) یہ کہ ایمان لائین وہ تمہارے واسطے درحالیکہ تحقیق کہ ایک گروہ اون

مین سے ہی کہ سنتے ہین وہ کلام خدا کو پھر تحریف کرتے ہین (بدل ڈالتے ہین) ا

[۱] پارہ اول رکوع ۹ سورۃ البقرہ۔

ہین) اُسکو بعد اسکے کہ سمجھا ہی اُسکو اور وہ جانتے ہین"

اس آیت کے شروع مین جو خطاب ہی وہ کل مومنین اور ہر ایک ایمان لانے والے کی نسبت نہین ہوسکتا اسلیے کہ اہل خطاب کو ایمان لانیوالونکی خدا خبر دیتا ہی اور ایمان لانیوالونمین سے ایک فرقہ کو خدا ایسا بتاتا ہی کہ جو کلام خدا کو سنتے ہین اور پھر اُسمین تحریف کرتے ہین بعد اُسکے کہ اُسکو سمجھہ لیا ہی اور اپنی تحریف کرنے کو جانتے ہین۔

اور اہل خطاب کی نسبت یہ فرماتا ہی "کیا پس طمع رکھتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمہارے" جس سے یہ ظاہر ہی کہ اہل خطاب وہ لوگ ہین کہ جنپر ایمان لایا جاے۔ اور اہل خطاب کو جن ایمان لانیوالونکی خبر دی گئی وہ اہل خطاب کے سوا دوسرے لوگ ہین۔

اس بنا پر اہل خطاب کل مومنین نہین ہوسکتے بلکہ کل مومنین مین دو فرقہ ہوسکتے ہین۔ ایک وہ کہ اہل خطاب پر ایمان لائین اور کلام خدا کو سنکر اور سمجھکر تحریف نہ کرین۔ دوسرے وہ کہ اہل خطاب پر ایمان لائین اور کلام خدا کو سنکر بعد سمجھنے کے تحریف کرین اور اپنی تحریف کو جانتے ہون۔

یہ معنی اور مراد آیت قرآنی کی ایسی صاف وصریح ہین کہ جسپر کوئی نزاع اور بحث نہین ہوسکتی البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ خدا نے جس فرقہ کو تحریف کرنیوالا بتایا ہی۔ شیعہ سنیون کو کہین کہ وہ فرقہ تحریف کرنیوالا ہی اور سنی فرقہ شیعہ کو کہین کہ وہ تحریف کرنیوالا ہی لیکن یہی آیت بتاتی ہی کہ کون فرقہ تحریف کرنیوالا ہی۔

شروع آیت مین جو یہ خطاب ہی "کیا پس طمع رکھتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمھارے" اس خطاب سے ظاہر ہی کہ جن پر ایمان لایا جاے اور جو اہل خطاب ہین وہ شخص واحد نہین ہی بلکہ ایک جماعت ہی "افتطمعون" صیغہ جمع کا ہی اور انہین کے لیے "لکم" بہی ضمیر جمع مخاطب حاضر کی ہی۔ اسلیے ضرور ہی کہ بلحاظ اس آیت کے ہر مومن ایک جماعت پر ایمان لانیوالا ہو۔

فرقہ شیعہ حضرت محمد صلعم کی رسالت پر جسمین امامت شامل ہی اور اہلبیت پیغمبر اور ائمہ اہلبیتؑ کی امامت پر جو رسالت کے شامل تہی ایمان لانیوالا ہی۔ اور فرقہ اہلسنت ذات واحد حضرت محمد کی رسالت پر ایمان لانیکا دعوی کرتا ہی اور آل محمد کی امامت کا بموجب قرآن کے قطعی منکر ہی۔

چنانچہ مصنف مخاطب نے یہان تک کہا ہی کہ مسئلہ امامت کا

قرآن مین پتا نہین — حالانکہ باعتبار اس آیت کے ایک جماعت پر ایمان لانا ضرور ہی — پس جو فرقہ کہ صرف ایک ذات واحد کی رسالت پر کہ جسمین امامت شامل ہی مدعی ایمان لانیکا ہی نہ ایک جماعت کی امامت پر کہ جو رسالت کو شامل تہی —

ایسی جماعت کی نسبت خدا خطاب کرکے فرماتا ہی "کیا پس طمع رکھتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمہارے حالانکہ ایک گروہ اُنمین سے سنتا ہی کلام خدا کو اور پہر تحریف کرتا ہی بعد سمجھنے کے درحالیکہ جانتا ہی وہ اپنی تحریف کو" جسکا یہ منشا ہی کہ تمہاری امامت اور تمہاری امامت پر ایمان لانیکا حکم کلام اللہ مین موجود ہی اور اُسکو وہ سمجھتا ہی اور بعد سمجھنے کے اُسکو وہ بدلتا ہی اور اپنے بدلنے کو وہ جانتا ہی —

اس آیت سے صریح ظاہر ہی کہ کلام اللہ کا تحریف کرنیوالا فرقہ فرقہ اہلسنت ہی نہ فرقہ شیعہ —

ترجمہ "کیا نہ دیکھا تونے اے محمد صلعم طرف اُن لوگون کے کہ دیے گئے ہین وہ ایک حصہ کتاب سے خرید کرتے ہین گمراہی کو اور	"الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یشترون الضلالۃ ویریدون ان تضلوا السبیل واللہ اعلم باعدائکم وکفی باللہ

اُن بزرگوارونکے نام جنہون نے جدید معاونین سے رسالہ ہذا کی مدد کی مع تعداد

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۱	جناب سید محمد صاحب رئیس نگینہ۔	۱
۲	جناب سید ابن حید رصاحب رئیس امروہہ۔	۳
۳	جناب مرزا محمد صادق صاحب شہدی نائب تحصیلدار	۱
	جناب نواب سید اسد اللہ خانصاحب بہادر بالقابہ	۱

کیون حضرات باقیداران ۹۵ء ۔ ا ۔ ب کبتک انتظار کراینگے کاش ماہی سنہ ۹۶ء بھی قریب الختم ہی مہربانی فرماکے سنہ ۹۵ء کا چندہ مع چندہ جلد ثالث سنہ ۹۶ء کے ارسال فرماینگے۔

مین اُن بزرگوارون کا شکرگذار ہون کہ جنہون نے پیشگی چندہ بابت سنہ ۹۶ء کے بھیجکر اعانت کی سہ ماہی دوم کے نمبر بھی ارسال کیئے جاتے ہین امید ہی کہ یہ پرچہ پہونچتے ہی دیگر حضرات بھی زرچندہ سالانہ سے اعانت فرماینگے تاکہ آخر جولائی انتہا شروع اگست سنہ ۹۶ء تک سہ ماہی سوم کے نمبر بھی شائع ہوجائین۔

سہ ماہی سوم کے نمبرون کے ساتھ انشاء اللہ بقیہ اجزا اخبار کے بھی بھیجے جاینگے ناظرین اطمینان فرمائین ۲۵ ۔ ذیحجہ سے دفتر رسالہ روشنی مین تعطیل محرم کی ہوجائیگی اور راقم ۲۰ ذیحجہ کو اپنے وطن بمقام مراد آباد چلا جاویگا اور ۲۰ محرم کو انشاء اللہ واپس آئیگا اس عرصہ مین خط وکتابت بنام راقم مراد آباد محلہ جامع مسجد کے پتہ سے ہونی چاہیے

سب کا نیازمند عبد النقی قزلباش

دستور العمل رسالہ روشنی

(۱) یہ رسالہ تین جز ماہوار کے حساب سے شایع ہوتا ہی۔

(۲) پیشگی سالانہ چندہ ہے ہی۔

(۳) بلا طلب اب کسی کے نام جاری نہ ہوگا بہت نقصان ہو چکا ہی۔

(۴) جملہ خط وکتابت مع ترسیل زر بنام عبد التقی قرزباش ایڈیٹر ہونی چاہیے۔

(۵) پتہ یہ ہی لکھنو چوک دفتر رسالہ روشنی۔

پچھلے سال کی جلدین

جو بندگان یکجائی خرید فرمائین انکو حسب تفصیل روپیہ بھیجنا چاہیے بابت جلد اول عہ بابت ہر دو ضمیمہ جلد اول (عمر) بابت جلد ثانی جلد ہے اور جملہ کتب مطبوعہ مطبع جعفری دفتر روشنی سے ملسکتی

عزاداران کو نوٹس — پندرھوین ذیحجہ تک اگر درخواستین آجائین ہم محرم کے مجلسین تقسیم کرسکتے ہیں

[illegible] عبد التقی قزلباش

۱۳ ذیحجہ

انی تارک فیکم الثقلین

نورٌ علیٰ نور

جلد ثالث رسالہ روشنی

بابت ماہ

جولائی۔ اگست و ستمبر [illegible]

باہتمام

مرزا عبد[illegible] بیگ

[illegible]

دفتر رسالہ [illegible]

عذر — مین نے وعدہ کیا تہا کہ سہ ماہی سوم کے نمبر بھی جلد شایع ہونگے - لیکن جب مین محرم مین وطن گیا وہان دفعۃً تپ لرزہ اور درم جگر مین ایسا مبتلا ہوا کہ بظاہر کوئی امید زندگی کی نتھی تین چار ماہ کامل علیل رہا لیکن خدا نے میرے حال پر رحم فرمایا اور صحت عطا کی - اسی وجہ سے مین وعدہ کو پورا نہ کر سکا - اکتوبر مین واپس آکر بکوشش تمام سہ ماہی سوم کے یہ نمبر چھپوائے مین امید کرتا ہون کہ میرے عذر کو معاونین قبول فرمائین گے -

بجواب خطوط اکثر بزرگوارون کے مینے عرض کیا تہا کہ سہ ماہی سوم و چہارم کے نمبر ساتھ ہی شائع کرونگا لیکن بوجہ میری غیر حاضری کے ایک تو سلسلہ آمد چندہ کا بند رہا دوم اب جو خطوط بعض جگہ بھیجے اونکے جواب کم آئے لہذا بوجہ کمی مصارف کی سہ ماہی چہارم کو شایع نہ کر سکا - امید کرتا ہون کہ اگر یہ نمبر پہونچتے ہی جن بزرگوارون نے چندہ ہنوز نہین دیا ہے اونہون نے بھیج دیا تو سہ ماہی چہارم کے نمبر بھی قریب تر شایع ہو کر پہونچین گے کام جاری ہے - اگر چندہ نہ آیا تو وہ نمبر بذریعہ ویلو بھیجونگا - اگر ویلو واپس آئے تو واپس کنندہ حضرات کی نسبت سمجھا جائیگا کہ اونکو اب خریداری منظور نہین - رسید زر جو شائع کیجاتی ہے اوسکے ملاحظہ کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ کن کن بزرگوارون کو چندہ بھیجنا چاہیے **والسلام**

رسید چندہ جلد ثالث بابتہ سال سنہ ۱۸۹۶ء

نام معاونین	چندہ	نام معاونین (ب)	چندہ
عالیجناب آغا محمد صادق صاحب مشہدی	[illegible]	عالیجناب شیخ [illegible] صاحب [illegible]	[illegible]
[illegible] جمعدار -	[illegible]	عالیجناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	عالیجناب [illegible] صاحب [illegible] تحصیلدار	[illegible]

ولیا وکفی باللہ نصیرا من الذین
ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ
ویقولون سمعنا وعصینا واسمع
غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم
وطعنا فی الدین[1]

اور چاہتے ہین یہ کہ گم کرو تم راہ راست
کو اور خدا زیادہ جانتا ہی دشمنون
تمہارے کو اور کافی ہی اللہ دوست
اور کافی ہی اللہ نصرت کرنیوالا۔
دہیانتک اس آیت مین خبر ہی ایک
گروہ کی نسبت کہ جنکو کچہہ حصہ کتاب کا دیا گیا ہی اور وہ گمراہی مول لیتے
ہین اور چاہتے ہین کہ جو لوگ براہ راست پر ہین وہ بہی گمراہ ہو جائین
اور خطاب اس آیت مین اول خاص ذات پیغمبر کیطرف ہی لیکن
درمیان آیت کے خدا بعد خبر دینے اُن لوگونکے کہ جنکو کچہہ حصہ
کتاب کا دیا گیا اور وہ گمراہی خریدکرتے ہین اُنکے ارادہ کے مقابل مین
اُس دوسرے گروہ کے لوگونکے کہ جو راہ راست پر ہین اور جنکو پیغمبر
کے ساتھہ جمع کے صیغہ سے بولا گیا ہی۔ خبر دیتا ہی مخاطبون شریک
پیغمبر کو شریک فی النبوۃ اور شریک فی الرسالت سے مراد نہین
ہی بلکہ شریک فی الہدایۃ سے مراد ہی جو بذریعہ امامت کے ہوتی ہی
وہ امامت کہ جو رسالت کو شامل ہی کہ وہ تمکو راہ راست سے گم
کردین اور جنکا ارادہ راہ راست سے گم کردینے کا ہی اُنکو دشمن اُن

[1] پارہ پنجم سورہ نسآ رکوع ۴۔

اُن لوگون کا فرمایا ہی کہ جو راہ راست پر ہین۔

نتیجہ مقصود اس آیت کا یہ ہی کہ خدا نے دو گروہ اس آیت مین بتلائے ہین ایک وہ کہ جو راہ راست سے گم کر دینے کا ارادہ رکھتا ہی دوسرا وہ کہ جو راہ راست پر ہی اور پیغمبر کا شریک ہی جس کو پیغمبر کے ساتھ خدا نے شامل کر لیا ہی۔

اسی موقع پر یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جو فرقہ راہ راست والے لوگون کو گمراہ کرنے والا بتایا گیا ہی اُسکا یہ وصف بھی ظاہر کیا گیا ہی کہ اُسکو کتاب سے ایک حصہ دیا گیا ہی یعنے کتاب کے کل حصص نہین دیے گئے ہین اور وہ ایک حصہ سے گمراہی خرید کرتا ہی۔

اب مین صاف کہتا ہون کہ وہ فرقہ وہ ہو سکتا ہی کہ جو رسالت کو ماننے اور امامت کو نہ ماننے اور اسی فرقہ کی نسبت بالاجمال تحریف کرنے کا الزام اس آیت مین لگایا جاتا ہی اور جسکا استثنا یون ہوتا ہی کہ اے پیغمبر صلعم نہین دیکھتا ہی تو طرف اُن لوگون کے کہ دیے گئے ہین ایک حصہ کتاب سے (اسے اس کتاب مین جو تیری رسالت کا بیان ہوا ہی اُسکو ایک حیثیت سے قبول کرتے ہین) خرید کرتے ہین گمراہی کو (اسے رسالت قبول کرنے کے ساتھ بعد

رسول ہو کے امامت کو قبول نہین کرتے کہ جو دوسرا حصہ کتاب کا ہی اُس دوسرے حصہ کتاب کو پڑہکر بجاے ہدایت کے ضلالت مول لیتے ہین) اور ارادہ کرتے ہین یہ کہ گم کر دو تم راہ راست کو (اے جو لوگو کہ تم راہ راست امامت کو قبول کیے ہوئے ہو وہ لوگ ارادہ کرتے ہین کہ تم اُس راہ راست کو گم کر دو) اور اللہ خوب جانتا ہی تمہارے دشمنونکو (اے اُن لوگون کو کہ امر امامت کے سبب سے تمہارے ساتھہ دشمنی رکھتے ہین)۔

ابتدا اِس آیت مین تحریف کا بیان کنایہ سے ہوا ہی اسلیے خدا اُسی آیت کے ساتھہ مین مثالاً فرماتا ہی " ترجمہ۔ اُن لوگون مین سے کہ یہودی ہوئے ہین تحریف کرتے (بدل دیتے ہین) کلمون کو مقامون اُسکے سے " اور اِس مثال کے بعد خدا بذریعہ حرف عطف یا استیناف کے اُنہین پہلے لوگون کی نسبت کہ جنکو ایک حصہ کتاب سے دیا گیا اور جو گمراہی کو مول لیتے ہین اور راہ راست والون کو گمراہ کر دینے کا ارادہ کرتے ہین اُن لوگون کی نسبت خبر دیتا ہی)۔

" ترجمہ۔ اور کہتے ہین کہ سنا ہم نے اور نا فرمانی کی ہم نے (دل مین) اور سن تو جو بات نہین سنائی گئی (جو ہمکو سنایا گیا ہی اُس کے

خلاف ہم سے سُن) اور رعایت کرتو ہماری (ایسی بات دل کی زبان سے کیسے کہتے ہین) ہ زبانون کو موڑ کر اور طعن کر کے دین مین (اپنے دل کی بات زبان کو موڑ کر کہتے ہین کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت اپنے اہلبیت مین ہی قائم کردی اور ہماری رعایت نہ کی۔

اِس نص سے دیکھنا چاہیئے کہ الزام تحریف کا کس کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ پارہ ۶۔ سورۂ مائدہ رکوع ۶۔

پہلے خدا فرماتا ہے "ہر آئینہ لیا اللہ نے عہد بنی اسرائیل کا اور مبعوث (پراگیختہ) کیا ہم نے اُنہین سے بارہ سردار کو اور کہا اللہ نے (بنی اسرائیل سے) تحقیق کہ مین تمہارے ساتھ ہون البتہ اگر تم قائم کروگے نماز کو اور ایمان لاؤگے تم ساتھ پیغمبرون میرے کے (اسے جو کچھ فرماوین اُسکی فرمانبرداری کرنا) اور قرض دوگے تم اللہ کو قرض حسنہ (راہ خدا مین خرچ کرنا) تو البتہ دور کرونگا مین تم سے گناہ تمہارے اور ہر آئینہ داخل کرونگا مین تمکو بہشتیون مین کہ جاری ہین نیچے اُسکے نہرین"

اُن بارہ سردارون کو جو خدا نے مبعوث کیا تھا اور بنی اسرائیل سے میثاق لیا تھا اُس کے شرط اور جزا کے ذکر کے بعد خدا یہ

فرماتا ہے۔

"فمن کفر بعد ذالک منکم فقد ضل سواء السبیل فبما نقضھم میثاقھم لعنٰھم وجعلنا قلوبھم قاسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ ولا تزال تطلع علی خائنۃ منھم الا قلیلا منھم فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین"	ترجمہ "پس جو کوئی کفر کرے بعد اُس کے تم مین سے پس تحقیق گمراہ ہوا وہ سیدہی راہ سے پس ساتہہ توڑ ڈالنے اُنکے کے عہد اپنے کو لعنت کی ہم نے اُن کو اور کر ڈالے ہم نے دل اُنکے سخت تحریف کرتے ہین کلمونکو جگہون سے اور بہول گئے وہ حصہ اُس چیز ڈالے سرداری (جزو)

کو کہ نصیحت کی گئی تہی اُنکو ساتہہ اُس کے ہمیشہ مطلع ہوتا ہی تو (اے محمد صلعم) اوپر خیانت کے اُن لوگون (بہول جانے والون) مین سے مگر تہوڑے اُن مین سے (اے جنہون نے خیانت نہین کی) پس درگزر کر تو اُن سے اور منہہ پہیرلے (اے دنیا مین اُنکو کچہہ سزا نہ دیجائے) اور منہہ پہیرلے تحقیق کہ اللہ دوست رکہتا ہی نیکی کرنے والون کو"

اگرچہ بہت امور مین پیغمبر آخر الزمان کی اور اُن کے وصی کی او

امت رسول کی حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون اور ان کی قوم کی مشابہت ہی اور جیسے کہ قوم بنی اسرائیل کے لیے بارہ سردار برانگیختہ ہوئے تھے ویسے ہی پیغمبر کے بارہ سردار اپنی قرابت قریب سے بتائے ہیں مگر اس آیت میں ان دونوں پیغمبرون اور انکے وصی اور ان کی قوم کو ذکر میں ایسا منضم کیا ہی کہ آخر کار پیغمبر آخر الزمان کی طرف خطاب ہی کر دیا ہی اور جس سے اشعار اس بات پر ہی کہ جیسے بنی اسرائیل کے بارہ سردارون کی سرداری نہ ماننے مین تحریف ہوئی اور اس حصہ سرداری کی نصیحت کو بھول گئے ویسے ہی بارہ اماموں کی سرداری قریب قرابتداران رسول کی تحریف کرتے ہین اور حصہ نصیحت امامت ان کی کو بھول جاتے ہین - اے پیغمبر معاف کر اور درگزر کر تو۔ پارہ ۶ رکوع ۹ سورۂ مائدہ۔

۲۲ یا ایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم ومن الذین ھادوا سماعون للکذب سماعون لقوم اخرین لم یاتوک یحرفون الکلم من بعد مواضعہ	ترجمہ ۲۲ اے رسول نہ غمگین کرین تجکو وہ لوگ کہ جلدی کرتے ہین کفر مین ان لوگون مین سے کہا انھون نے ایمان لائے ہم ساتھ مونھون اپنے کے نہ ایمان لائے دل ان کے دیانتک یہہ آیت

امت رسول کے اُن مسلمانونکے حق مین ہو کہ جو منہ سے کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے اور دل اُنکے ایمان نہین لائے تھے اور اُنکی اس نالائق حرکت سے پیغمبر کو اسقدر ملال ہوا ہی جسکی وجہ سے خدا کو یہ فرمانا پڑا ہی کہ ای رسول تجکو غمگین نہونا چاہیے اور جس امر کو کہ زبان سے ظاہر کرتے تھے اور دلمین ایمان نہین رکھتے تھے وہ امر اُس مثال سے ظاہر ہوتا ہی کہ جسکے بموجب خدا نے اسی آیت مین تشفی دی ہی) ترجمہ اور اُن لوگون مین سے کہ یہودی ہین بہت سننے والے ہین واسطے جھوٹ کے بہت سننے والے ہین واسطے قوم دوسری کے جو نہین آتے ہین تیرے پاس (یعنی تیری طرف رجوع نہین کرتے اور متوجہ نہین ہوتے) تحریف کرتے ہین کلام بعد کو اُسکی جگہ سے"

اس فقرہ آیت مین خدا نے پیغمبر کے غمگین نہونیکے لیے یہ نصیحت فرمائی ہی کہ یہود بھی تو تیری رسالت کے متعلق توریت مین تحریف کرتے ہین تیری امت کے لوگ تیری آل کی امامت کی بابت بعد تیرے یا کلام بعد کو (یعنی بعد رسالت کے امامت کو) اگر تحریف کرین تو تجھکو آزردہ نہین ہونا چاہیے۔ بعد کا لفظ جو اس آیت مین ہی وہ نہایت ہی قابل غور ہی اور جسکا نتیجہ یہ ہی کہ پیغمبر کے ساتھ

پیغمبر کی آل کو اسوۃ ہی۔

یہود نے پیغمبر کی رسالت کے بابین بعد کو تحریف کی ہی اور جو مسلمان کہ صرف زبانی ایمان لاتے ہین اور دلمین اُنکے ایمان نہین ہی وہ آل پیغمبر کی امامت مین بعد کو تحریف کرتے ہین اور اسی موقع سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ مصداق تحریف کا فرقہ شیعہ ہی یا فرقہ اہلسنت وجماعت کا۔!

حفاظت قرآن کی تحریف لفظی اور معنوی سے خدا نے اسطرح پوری کی ہی کہ جسوقت جو آیت نازل ہوئی تہی اسیوقت پیغمبر خداؐ الفاظ اُس آیت کے لکھا دیتے تہے اور اُنہین لکھے ہوے الفاظ کے بموجب قرآن جمع اور نقل کیا گیا ہی کہ جو اسوقت تک امت رسول کے پاس موجود ہی اور بوجہ لکھا دینے پیغمبر کے آیات قرآنی کو تحریف لفظی کا موقع کسیکو نہین ملا اور نہ مل سکتا تہا۔

جو آیت جسوقت نازل ہوتی تہی اُسکا منشا اور مقصود پیغمبر خدا علی مرتضیٰ کو بتا دیتے تہے اور وہی تفسیر بتائی ہوئی حضرت پیغمبر خدا کی علی مرتضیٰ اپنے ہاتھ سے لکھ لیتے تہے جسکو علی مرتضیٰ نے بترتیب نزول مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر اور لکھی ہوئی اپنی کے پیش کیا تہا اور نہین لیا گیا مگر وہ قرآن مع تفسیر کے علی مرتضیٰ کے

پاس رہا جسکے وجوہ کے متعدد اخبار کتب اہلسنت سے ہم پہلے نقل کر دے آے ہین اور جسکے نہ لیے جانے پر بعض علماے اہلسنت نے افسوس کیا ہے اور وہی قرآن تفسیری دیگر ائمہ اہلبیت کے پاس برابر چلا آیا اور بارہ ائمہ اہلبیت علی مرتضی سے لیکر محمد بن حسن عسکری علیہم السلام تک معنی اور مقصود آیات قرآنی کے بیان فرماتے رہے جو بموجب تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر اور لکھی ہوئی علی مرتضی کے تھا اور وہی اُنکے ارشادات اور بیان شیعون نے اپنی کتب احادیث مین جمع اور نقل کیے ہین اور اُنہین سے حفاظت تحریف معنوی کی ہوئی ہے۔

جن آیات کے معنی ائمہ غیر اہلبیت رسول نے خلاف اُن معنی اور مقصود کے جو ائمہ اہلبیت نے فرمایا ہے قرار دیے ہین یا قرار دیتے ہین وہ درحقیقت تحریف معنوی ہے اور اُس تحریف معنوی کے مرتکب وہی فرقے اسلام کے ہین اور ہو سکتے ہین کہ جو غیر فرقہ شیعہ کے ہین۔

فرقہ شیعہ نے جن آیات کے معنی اور مقصود ائمہ اہلبیت سے لیے وہ بنظر تعمیل اُس ارشاد پیغمبر کے ہے کہ قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ جسکا مقصود یہ ہے کہ علی کا قول و فعل مطابق قرآن

گئے ہیں ذرا فرق نہین ہی۔
اور اُس ارشاد پیغمبر پر تمسک کیا گیا ہی کہ قرآن اور اہلبیت یا عترت پیغمبر کبھی جدا نہونگے اور جو کوئی ان دونون گرانقدر چیزونکو مضبوط پکڑے رہیگا وہ کبھی گمراہ نہوگا جسکی مراد یہ ہی کہ عترت رسول ٹھیک ٹھیک معانی قرآن بیان کرسکتے ہین۔
ایسے ائمہ اہلبیت نے جو معنی اور مقاصد آیات قرآنی کے بتاے ہین وہ کیونکر تحریف سمجھی جاسکتی ہی بلکہ اسی طریقہ عمل نے قرآن کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھا ہی۔ اُنکی نسبت احتمال تحریف امر معکوس ہی۔
البتہ غیر ائمہ اہلبیت نے خلاف مراد ائمہ اہلبیت کے جو معنی قرار دیے ہین وہ قطعی تحریف ہی اور جسکا بیان اُن آیات میں خود خدا نے کردیا ہی کہ جنمین ذکر تحریف کلام خدا کا کیا گیا ہی جسکی تصریح ہم ابھی اوپر کر آے ہین۔
جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ خلاف فرقہ شیعہ کے دوسرے فرقہ اسلام قرآن کی وہی حالت کرنا چاہتے ہین اور اُسی کی کوشش کرتے چلے آتے ہین کہ جو توریت اور انجیل کی حالت ہوگئی اگر شیعہ ایسی حفاظت نہ کرتے تو تمام مذہب اسلام مین قرآن کی

ہی حالت ہوجاتی جو مذہب عیسائی اور یہودی مین توریت اور انجیل کی ہوگئی شیعون کو کوئی طمع نہین تھی کہ جس کے سبب سے تحریف معنوی قرآن کی کرتے - ائمہ اہلبیت کی خود حالت ایسی رہی ہی کہ جس سے کوئی توقع حصول دولت کی شیعون کو اُنکی طرفداری سے نہین ہوسکتی تھی برخلاف فرقہ غیر شیعہ کے جنکے خلفا نے حکومت خلافت حاصل کی تھی اُس حکومت کے لیے یہ طمع حصول دولت تحریف معنوی قرآن کے لیے کوشش کی - کیا کچھ شبہ ہوسکتا ہی کہ غیر مذہب شیعہ کے دیگر فرقون اسلام کی طینت کا نمونہ بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا جسکی متعدد خبرین پیغمبر خدا دے چکے تھے اور جسکو جابجا ہم کتب اہلسنت سے دکھا آئے ہین -

یہ قول مصنف مخاطب کا کہ وے شیعون کے اعتقاد مین جو لوگ اصحاب ائمہ کہلاتے ہین وہ درحقیقت مذہب اسلام کے معتقد نہ تھے" خلاف واقعہ اور بغیر سند کے ہی جن جن اصحاب ائمہ کا ذکر مصنف مخاطب نے کیا ہی اور وے وثقات کے حالت اُنکی جو ہم نے دکھائی ہی اور جبکہ وہ کامل الایمان ہوگئے ہین شیعون کے اعتقاد مین وہ درحقیقت مذہب اسلام

کے ایسے معتقد تھے کہ اُن کے مہدین کوئی دوسرا اصلی اور حقیقی مذہب اسلام کا معتقد نہ تھا اُنہون نے مذہب شیعہ تصنیف نہین کیا نہ ائمہ اہلبیت پر افترا کیا۔

ائمہ اہلبیت نے جو سچا اور حقیقی مذہب اُنکو تعلیم دیا اُسکو اُنہون نے نہایت سچائی اور ایمانداری سے ظاہر کیا ہی اور جس مین اُنکے واسطے کوئی طمع دولت و مال کی نہین تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اُن اصحاب ائمہ کی حالت بالکل مخالف و مختلف اُن اصحاب پیغمبر کے ہی کہ جنہون نے بطمع خلافت جسکی آرزو اُن کے دل مین حیات پیغمبر سے تھی بعد وفات پیغمبر کے اہلبیت پیغمبر کو چھوڑ کر رخنہ اختلاف کا اور مخالفت مذہب اسلام مین ڈالی اور احادیث پیغمبر کو جنکی تعداد پانسو بیان کیجاتی ہی جلا ڈالا (کنز العمال کتاب العلم) اور احادیث کذب وضع کرکے پیغمبر خدا پر اتہام کیے جنکی تعداد اس درجہ پر پہونچ گئی کہ خود آخر کار علماے اہلسنت نے کئی لاکھ حدیثونکا وضعی ہونا قبول کرکے پیغمبر پر افترا باندہنا ثابت کردیا ہی اور یہ نتیجہ اُسی توجہ اور رجوع کا ہی جو غیر اہلبیت رسول کیطرف کی گئی۔

اور نیز حالت اصحاب ائمہ اہلبیت کی برخلاف اُن علما کے ہی

کہ جو بظاہر اپنے آپکو مسلمان قرار دیتے تھے اور ناروا تائید خلافت خلفاء ناحق کی کرکے مخالفت اصلی یا درحقیقی مذہب اسلام کے بطمع مال و زر دنیا کے تازہ تازہ قواعد گڑھتے تھے جس سے تو دکتب اہلسنت مالامال ہین۔

اور جسطرح اصحاب ائمہ اہلبیت سے نے مذہب شیعہ اپنی طرف سے تصنیف نہین کیا اور نہ ائمہ اہلبیت پر افترا کیا اسیطرح اُنہون نے تحریف قرآن کی کوئی روایت تصنیف کرکے ائمہ اہلبیت کیطرف منسوب نہین کی اور نہ اُنکو کوئی ضرورت ایسی تہی اُنکو جو کچھ حاجت تہی وہ سچے دین کے تہی۔

برخلاف اُسکے غیر اہلبیت رسول ؐ نے مخالف ارشادات پیغمبر ؐ کے اپنے آپکو عالم علم قرآن قرار دیکر اور اپنی رائے سے بیمحل اور خلاف واقع خصوص مسئلہ امامت مین کہ خلافت جسکے تابع تہی تفسیر قرآن کی کرکے تحریف قرآن کی کی۔

معیار اس امر کا طمع خلافت اور حرص دولت دنیا ہے۔ جو لوگ کہ طمع خلافت کرکے قابض خلافت ہوگئے اور جن لوگون نے اُن خلفا کی بطمع دولت و دنیا اطاعت کی اُنہین کو ضرورت احادیث کے وضع کرنے اور بعض آیات کے تحریف کرنیکی پیش

آتی اور اُنہین کی نسبت ایسا یقین ہوسکتا ہی اور ہونا چاہیے
لیکن ائمہ اہلبیت نہ قابض خلافت پر ہوے کہ جسکے وہ مستحق
تھے اور اُنکا تمام زمانہ اپنے مخالفونکیطرفسے اندیشہ مین گذرا اُنکے متبع
اور طرفدارونکی نسبت کسی طمع اور حرص کا گمان ہی نہین ہوسکتا
بلکہ بجاے حرص اور طمع کی آلودگی کے اُنکے دلونمین ائمہ اہلبیت
کے مخالفونکی جانب سے وہی خوف تھا جو ائمہ اہلبیت علیہم
السلام کو تھا۔

ایسی حالت مین ائمہ اہلبیت سے اُنکے متبع لوگون نے
جو کچھ حاصل کیا وہ بےلوث ایک سچا دین سمجھا جاسکتا ہی اور
ائمہ نے جو کچھ بیان فرمایا ہی اور اُنکے متبع لوگوننے جو کچھ اُن سے
لیا ہی اور جسکو اُنہوننے اپنی کتب مین درج کیا ہی اسمین نری سچائی
کے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا۔ اُنکو نہ وضع کرنیکی کوئی ضرورت تھی
نہ تحریف کرنیکی۔ البتہ غیر فرقہ شیعہ کو بطمع خلافت اور بمقابلہ دولت
دنیا کے کیا غرض تہی کہ قرآن کے معنی مین تحریف کرنے سے باز رہتے
اور مذہب اسلام مین شکوک نہین بلکہ مذہب اسلام سے انحراف
اور ارتداد پیدا ہوجانیکی پروا کرتے اُنکی آنکھونپر طمع اور حرص نے
ایسا پردہ ڈالدیا تہا کہ وہ مطلق نہ سمجھ سکے کہ اصلی اور حقیقی پیروان

دین اسلام کے طعن کو ایسی گنجائش ہو جائیگی کہ اُن تحریف کرنیوالوں سے طعن اوٹھائے نہ اوٹھ سکیگا۔

یہ مسئلہ کہ مجرد قرآن حجت نہیں امام کا قول حجت ہی۔ جسطور پر کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ شیعوں نے ایجاد کر لیا ہی صحیح نہین بلکہ یہ مسئلہ دوسری نوع سے خود خدا اور اُسکے رسول ص نے بتایا ہی۔ اُسکے خلاف البتہ حضرت عمر اور اہلسنت نے یہ ایجاد کی ہی کہ صرف کتاب اللہ کافی ہی اور مجرد قرآن حجت ہی۔

خدا نے قرآنمین ہدایت کے لیے جس چیز کو حجت قرار دیا ہی اُسکو "بیّنہ" فرمایا ہی اور پھر "بیّنہ" کو بتایا ہی کہ وہ "بیّنہ" کیا چیز ہی۔ آیت

"لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ"[1]	ترجمہ "نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوے اہل کتاب سے اور مشرکین سے جدا ہونیوالے (کفر سے) یہانتک کہ آے اُنکے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کا ہی کہ تلاوت کرتا ہی

(پڑھتا ہی) وہ صحیفوں پاکیزہ کو بیچ اُسکے نوشتہ راست ہین"

[1] سورۃ ... پ ۳۰ رکوع ۲۳

اس آیت سے ظاہر ہی کہ مجرد قرآن حجت نہین ہی بلکہ رسول ص
حجت ہی جبکہ وہ کتاب آسمانی پڑھے۔ اس آیت مین جو لفظ تلاوت
آیا ہی جسکے معنی پڑھنے کے لکھے گئے ہین درحقیقت اُس پڑھنے
سے یہ مراد ہی کہ وہ رسول قرآن کو لوگون پر ہدایت کے لیے پہونچاتا ہی
اور اُس سے ہدایت کرتا ہی اور اُس قرآن کو بتاتا ہی صرف زبان سے
لفظونکا ادا کرنا مقصود نہین ہی پس پیغمبر ص نے جسطور سے کہ قرآن کو
بتایا ہو وہی ہدایت ہوسکتا ہی مجرد قرآن نہ کافی ہوسکتا ہی نہ حجت

مصنف مخاطب اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین مشکوۃ سے ایک
روایت کا جو ابوداوٗد سے منقول ہی حاصل یہ لکھتے ہین کہ رسول
اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ جیسا کہ قرآن مجکو ملا ہی ایسی ہی اُسکی مثل در
بھی وحی ملی ہی قریب ہی کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ پیٹ بھرے لوگ
اپنی مسندون پر بیٹھے ہوے یون کہین گے کہ جو حلال حرام قرآن مین
ہی اُسیکو مانو حالانکہ رسول ص نے جو حرام کیا ہی اُسکا حکم بھی ویسا ہی جیسا
کہ اللہ نے حرام کیا ہی"

جس سے صاف ظاہر ہی کہ مجرد قرآن حجت نہین ہوسکتا بلکہ
خدا کا رسول "بینہ" ہی جو کچھ وہ بیان کرے وہی قرآن ہی۔ وہ قرآن
نہین ہی جسکو پیٹ بھرے لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دین

ہر کوئی یقین کرسکتا ہی کہ پیٹ بہرے لوگ وہی ہوسکتے ہین کہ جنہون نے خلافت کو کہا لیا ہو اور جنہون نے خلافت کا دودہ پیا ہو اور جو معیار حق کہنے والونکی اور حق پر چلنے والونکی ہمنے ظاہر کی ہر اسکی تائید اسی ارشاد رسول ؐ سے ہوتی ہی۔

اس سے انکار کرنا بہت دشوار ہی کہ پیغمبر ؐ نے جو علم قرآن علی مرتضیٰ کو دیا اور ہر آیت کی تفسیر جیسی اُنکو بتائی اور جسکو اُنہون نے اپنے ہاتہ سے لکہا اور جو اُنکے پاس موجود تہی جسکا وجود کتب معتمدۂ اہلسنت سے ہم اکثر مقام پر دکہا آئے ہین ویسا علم قرآن پیغمبر ؐ نے کسیکو نہین دیا اور نہ ویسی کوئی تفسیر کسیکے پاس تہی۔

چنانچہ مصنف مخاطب بہی اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین قبول کرتے ہین کہ وہ علم علی مرتضیٰ کا سب سے اعلیٰ اور افضل تہا" (جلد اول صفحہ ۲۴)

وہی علم قرآن اور وہی تفسیر جو پیغمبر ؐ نے علی مرتضیٰ کو بتائی تہی اور علی مرتضیٰ کی لکہی ہوئی اُنکے پاس موجود تہی وہی علم اور تفسیر قرآن بذریعہ ارث کے تمام ائمہ اہلبیت کے پاس برابر چلا آیا ہی اور قرآن نے اُنکو خدا نے وارث کتاب اور سینہ مین علم کتاب کا رکہنے والے اور "راسخون فی العلم" تاویل قرآن کے جاننے والے اور قرآن سے

استنباط کرنیوالے بتایا اور فرمایا ہی اور امت رسولؐ کو یہ حکم دیدیا ہی کہ
"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اولی الامر کی"
ایسے اولی الامر جنکی اطاعت مثل اطاعت رسولخدا کے فرض کی
گئی ہو سوا علی مرتضی اور دیگر ائمہ اہلبیت کے کوئی نہین ہو سکتا (دیکھو
رسالہ روشنی نمبر ۲۵ بحث مسئلۂ امامت جلد دوم)

اس اعتبار سے شیعہ قول امام کو حجت قرار دیتے ہین جو مطابق
قرآن کے ہی اور جیسا کہ مصنف کہتے ہین کہ "شیعون نے یہ مسئلہ ایجاد
کرلیا ہی کہ قرآن حجت نہین امام کا قول حجت ہی" اس شان سے انکا
کہنا صحیح نہین ہی۔

مصنف مخاطب اپنے قول کی سند کے لیے حاشیہ پر یہ ظاہر کرتے
ہین کہ "اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین سب سے پہلے یہی مضمون
بڑی تفصیل سے مذکور ہی"

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین سب سے پہلے "باب الاضطرار
الی الحجۃ" ہی جسکے یہ معنی ہین کہ انسان کو چارہ نہین ہی کہ وہ حجت
کی اطاعت نہ کرے اور اُس باب مین کسی شیعہ عالم کا کوئی مضمون
مندرج نہین ہی بلکہ ائمہ اہلبیت سے چند روایات جنکا تعلق اُس
باب سے ہی منقول ہوئی ہین اور جنکا ترجمہ ہم لکھتے ہین تاکہ ظاہر ہوجائے

کہ مصنف مخاطب کا استدلال اُسپر کہانتک صحیح ہی۔

شرح مین یہ روایت ہی کہ ایک زندیق نے امام جعفر صادق ع سے پوچھا کہ تمنے کہانسے ثابت کیا کہ نبی اور رسول خدا کیطرفسے ہوتے ہین فرمایا کہ جب ہمکو ثابت ہو گیا یہ کہ واسطے ہمارے خالق ہی اور صانع ہی برتر ہمسے اور مخلوقات سے اور ہی وہ صانع حکیم بلند مرتبہ۔ نہین جائز ہو سکتا یہ کہ مشاہدہ کرے اسکو خلق اُسکی اور نہین ہو سکتی ہین وہ اُسکو کہ مباشرت کرے وہ اُنسے اور مباشرت کرین وہ اُسکی اور محبت کرین وہ اُس سے اور محبت کرے وہ اُنسے ثابت ہوا یہ کہ واسطے اُسکے بیچ خلق اُسکی کے سفیر ہین کہ عبرت دلاتے ہین وہ اُس سے طرف خلق اُسکی کے اور بندون اُسکے کے اور راہ دکہاتے ہین وہ اُنکو اوپر مصالح اُنکے کے اور منافع اُنکے کے اور اُس چیز پر کہ جس سے بقا اُنکی ہی اور جس کے ترک سے فنا اُنکی ہی پس ثابت ہوے امر کرنیوالے اور نہی کرنیوالے حکیم علیم کیطرفسے بیچ خلق اُسکی کے اور عبرت دلانیوالے اُس خداے بزرگ اور غالب کی طرف سے اور وہ انبیا ہین اور برگزیدہ ہین خلق اُسکی سے حکما ہین ادب دینے والے ساتھ حکمت کے برانگیختہ ہین ساتھ اُس حکمت کے لوگومین سے کوئی اُنکا شریک نہین ہی باوصف مشارکت اُنکی

خلقت اور ترکیب کے کسی چیز مین اُنکے احوال سے تائید کیے گئے
ہین نزدیک حکیم علیم سے ساتھ حکمت کے پس ثابت ہوا یہ کہ ہر دہر
اور زمانہ مین جو کچھ لاے رسول اور انبیا دلیلون اور برہانون سے
خالی نہ رہی زمین خدا کی کسی حجت سے کہ ہو اُسکے ساتھ علم کہ دلالت
کرے اوپر صدق مقال اُسکے کے اور جواز عدالت اُسکی کے "
یہ ارشاد امام علیہ السلام کا مطابق اس آیت کے ہے۔

آیت

لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل[1] "	ترجمہ " تاکہ نہو واسطے آدمیون کے اوپر خدا کے حجت بعد پیغمبرون کے

جسکا یہ مقصود ہے کہ مخلوق خدا پر یہ حجت نہ لاے کہ بعد رسولون کے ہمپر کوئی حجت نہین تہی - اسلیے ضرور ہے کہ بعد رسولون کے بہی حجت خدا مخلوق پر ہر زمانہ مین باقی اور قائم ہو اور بعد رسولون کے صرف یہی حجت ہوسکتی ہے کہ رسول ؐ نے جو کتاب اور اُس کتاب کا علم اور اُس علم کے جاننے والے چھوڑے - علم کتاب اور اُسکے جاننے والے وہی لوگ ہوسکتے ہین کہ جنکو نبی ؐ نے کامل علم دیا اور اُنسے جس کسی نے لیا اور وہ علم کتاب کے جاننے

[1] پارہ ۶ سورۂ نساء رکوع ۳ -

والے کہ جنکو پیغمبرؐ نے کامل علم دیا سوا ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے کوئی نہین ہوسکتا اور انسے جس کسی نے علم لیا وہ سوا فرقہ شیعۂ امامیہ اثنا عشریہ کے اور کوئی قرار نہین پاسکتا جبتک کہ دور امام دوازدہم کا قائم ہے۔

پہلی روایت یہ کہ راوی نے کہا امام جعفر صادق علیہ السلام سے تحقیق اللہ بزرگ اور گرامی تر ہے اس سے کہ پہچنوایا جاوے ساتھ خلق اپنی کے بلکہ خلق پہچانے اللہ کو فرمایا سچ کہا تو نے (راوی کہتا ہے کہ) کہا مین نے تحقیق کہ جس کسی نے پہچانا یہ کہ تحقیق اُسکے واسطے پروردگار ہے پس تحقیق کہ سزاوار ہے یہ کہ پہچانے کہ واسطے اُس پروردگار کے خوشنودی اور غضب ہے اور تحقیق نہین پہچانی جاتی خوشنودی اُسکی اور غضب اُسکا مگر ساتھ وحی یا رسول کے پس جسکو وحی آتی ہو پس تحقیق سزاوار ہے اُسکو یہ کہ طلب کرے رسولؐ کو پس جسوقت کہ ملاقات کی اُنہوں نے پہچانا اُنہوں نے حجت کو اور تحقیق اُنکے لیے ہے طاعت فرض کی گئی (راوی کہتا ہے کہ) کہا مین نے لوگوں سے آیا نہین جانتے ہو تم یہ کہ تھے وہ حجت خدا کیطرف سے اوپر خلق اُسکی کے کہا اُن لوگوں نے ہان کہا مین نے کہ پس جسوقت کہ گذر گئے رسول صلعم کون ہوگا حجت اوپر خلق اُسکی کے پس کہا اُن لوگوں نے قرآن پس نظر (فکر) کی مین نے قرآن مین پس میری خاطر مین گذرا کہ جھگڑا کرتی

ہین اُسی قرآنمین مرجی اور قدری اور زندیق جو ایمان لایا ہوا نہین ہوتا ہی اُسکے ساتھہ یہانتک کہ غالب ہوجاتا ہی وہ لوگونپر ساتھہ اپنی جھگڑے کے پس پہچانا مین نے تحقیق کہ قرآن نہین ہوتا ہی حجت مگر ساتھہ قائم رکھنے والے کے پس جو کچہہ کہ کہے جو کچہہ اُسمین ہی ہو حق (راوی کہتا ہی کہ) کہا مین نے اُن لوگونسے کون ہی قائم رکھنے والا قرآن کا۔ کہا اُنہوننے ابن مسعود تحقیق کہ وہ جانتا تہا اور عمر جانتا تہا اور حذیفہ جانتا تہا کہا مین نے کہ پورا اُسکو کہا اُنہوننے نہین پس نہ پایا مین نے کسیکو کہ کہا جاے کہ وہ پورے قرآن کو پہچانتا تہا مگر علی علیہ السلام اور جب کچہہ ہوتا تہا درمیان قوم کے پس کہتا تہا یہ کہ[۱] نہین جانتا ہون مین اور کہتا تہا یہ کہ نہین جانتا ہونمین اور کہتا تہا یہ کہ نہین جانتا ہون مین اور کہتا تہا یہ کہ جانتا ہونمین اور گواہی دیتا ہونمین یہ کہ علیؑ تہے تحقیق کہ قائم رکھنے والے قرآن کے اور تہی طاعت اُنکی فرض کی گئی اور تہے حجت اوپر لوگونکے بعد رسولؐ کے اور جو کچہہ کہ کہا اُنہون نے کہ قرآنمین ہی پس وہ حق ہی پس فرمایا (امامؑ نے) کہ رحمت کرے تجھکو اللہ"

اس راوی کا کہ جو صحابی امامؑ سے تہا نتیجہ حجت مطابق اس آیت

سلہ یہ اشارہ ہی طرف اشخاص نہ جاننے والون اور جاننے والون قرآن کے۔

کے ہی۔ آیت

؎ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوالالباب ؎؎	ترجمہ ؎ کہہ تو (اسے پیغمبر) کیا برابر ہین وہ لوگ کہ جانتے ہین اور وہ لوگ کہ نہین جانتے ہین سوا اسکے

نہین ہی کہ نصیحت پکڑتے ہین صاحبان عقل ؎؎

پہر یہ روایت ہی کہ ؎ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین ایک جماعت اُنکے اصحاب سے تہی جنکے نام مذکور ہوے ہین اور ہشام بن الحکم بہی اُنمین تہے درحالیکہ وہ جوان تہے پس فرمایا امام علیہ السلام نے ای ہشام آیا نہین خبر دیگا تو مجکو کہ کیا کیا تو نے عمرو بن عبید کے ساتہہ اور کیونکر پوچہا تو نے اس سے کہا ہشام نے ای فرزند رسول صلعم تحقیق کہ جلیل ترجانتا ہون مین آپکو اور شرم کرتا ہومنین آپسے اور کارگر نہین ہوتی ہی میری زبان آپکے سامنے پس فرمایا جسوقت حکم کیا ہمنے تمکو کسی چیز کا پس کرو تم عرض کیا ہشام نے مجکو خبر پہونچی اُس چیز کی کہ جسمین عمرو بن عبید تہا (عمرو بن عبید کا مذہب معتزلہ تہا) اور اُسکے بیٹہنے کی مسجد بصرہ مین ہی پس دشوار ہوا وہ امر مجہپر پس نکلا مین اوپر اُسکے اور داخل ہوا مین بصرہ مین دن جمعہ

؎ سورہ زمر۔

کے اور آیا مین مسجد بصرہ مین پس ناگاہ مین پہونچا ایک حلقۂ بزرگ
مین کہ اُسمین عمرو بن عبید تہا کہ ایک شملۂ سیاہ پہنے ہوے اور
لنگ پشمی باندہے ہوے تہا اور ایک شملہ کو اوڑہے ہوے تہا
اور لوگ پوچہتے تہے اُس سے پس راہ لے لی مین نے لوگون
سے اور اُنہون نے راہ مجکو دیدی پہر مین بیٹہہ گیا اخیر لوگونمین دوزانو
پہر کہا مین نے کہ اے عالم مین مرد مسافر ہون آپ اجازت دیتے
ہین مجکو ایک مسئلہ مین اُسنے کہا ہان پہر پوچہا مین نے اُس سے
کہ تمہارے لیے آنکہہ ہی پس کہا اُسنے ای فرزندک میرے یہ کیا چیز
ہی پوچہنے کی اور جس چیز کو دیکہتا ہی تو کیا سوال کرتا ہی تو اُس سے
پہر کہا مین نے کہ میرا مسئلہ ایسا ہی ہی پہر کہا ای فرزندک میرے
پوچہہ تو اگرچہ ہو مسئلہ تیرا حماقت کا کہا مین نے جواب دو مجکو کہا
اُسنے پوچہہ کہا مین نے تمہارے لیے آنکہہ ہی کہا ہان کہا مین نے
پس کیا کرتے ہو تم اُس سے کہا دیکہتا ہون مین ساتہہ اُسکے رنگون
کو اور جسمون کو کہا مین نے کہ تمہارے لیے ناک ہی کہا ہان کہا
مین نے پس کیا کرتے ہو تم اُس سے کہا اُس نے سونگہتا ہون مین
اُس سے بو کہا مین نے تمہارے لیے مُنہ ہی کہا ہان کہا مین نے
پس کیا کرتے ہو تم اُس سے کہا کہ مزہ لیتا ہون مین ساتہہ اُسکے

کہا یکی چیز و نکا کہا مین نے تمہارے لیے کان ہی کہا ہان کہا مین سنے
کیا کرتے ہو تم اُس سے کہا کہ سنتا ہو نین سنا تہہ اُسکے آواز کہا مین
نے تمہارے لیے دل ہی کہا ہان کہا مین نے کیا کرتے ہو تم ساتہ
اُسکے کہا تیز کرتا ہو نین ساتہ اُسکے جو کچہہ وارد ہوتا ہی اوپران جوارح
اور حواس کے کہا مین نے آیا نہین ہی بیچ ان جوارح کے بی نیازی
قلب سے کہا نہین کہا مین نے کیونکر ہو سکتا ہی وہ درحالیکہ
وہ صحیح و سالم ہین کہا ای فرزند میرے تحقیق کہ جوارح جسوقت
شک کرتے ہین کسی چیز مین سونگھنے مین یا دیکھنے مین یا چکہنے مین
یا سننے مین پس لوٹاتے ہین اُسکو طرف قلب کے پس حاصل
ہو جاتا ہی یقین اور شک باطل ہو جاتا ہی پہر کہا مین نے کہ سوا
اسکے نہین ہی کہ قائم کیا اللہ نے قلب کو واسطے شک جوارح
کے کہا ہان کہا مین نے ضرور ہی کہ دل چاہیے اور نہین تو یقین
جوارح کو نہو کہا ہان پس کہا مین نے اُس سے کہ ای ابو مروان لیپ
اللہ تبارک اور تعالی اُسنے نہ چھوڑا جوارح تیرے کو یہانتک کہ گردانا
واسطے اُسکے امام کہ صحیح کرے واسطے اُسکے صحیح ہونیکو اور یقین
دلاے ساتہ اُسکے جو کچہہ کہ شک رکہین اُسمین اور چھوڑ دے (خدا)
پوری خلق کو بیچ حیرت انکی کے اور شک اُنکے کے اور اختلاف انکی

کے نہ قائم کرے واسطے اُنکے امام کہ لوٹاوین طرف اُسکے شک اپنا اور
حیرت اپنی اور قائم کرنے تیرے لیے پیشوا واسطے جو ایچ تیرکیے کہ لوٹاوے
تو طرف اُسکے حیرت اپنی اور شک اپنا پس چپ ہوگیا وہ اور نہ کہا
اُسنے کچھ پہر ملتفت ہوا وہ طرف میرے اور کہا مجھسے کہ تو ہشام بن
الحکم ہی پس کہا مین نے نہین (واضح ہو کہ ہشام بن الحکم نے جو
اسجگہ اپنے ہونیسے انکار کیا ہی اُسکی شان یہ نہین ہی کہ اُنھوننے جھوٹ
بولا بلکہ بات یہ ہی کہ ہشام بن الحکم اپنے اسی قسم کے اوصاف اور
علم دلائل حکمیہ مین مشہور تھے اُنکے اس موقع پر انکار کی شان یہ ہی
کہ جیسے کسی شخص مین کچھ حقیقی اوصاف ہون اور کوئی اُسکے مُنہ پر
اُسکے اوصاف کا ذکر کرے تو وہ بوجہ انکسار نفس کے اُسکے قبول
کا اظہار نکریگا اور وصف ذمیمہ عجب سے اپنے آپکو بچائیگا) پہر کہا
اُس (عمرو بن عبید ابو مروان) نے کہ تو اُسکے اہل جلسہ سے ہی
کہا مین نے کہ نہین کہا پہر کس جگہ سے ہی تو کہا مین نے اہل کوفہ
سے کہا پس تو وہی ہوگا پہر چمٹا لیا مجکو اور بٹھایا مجکو اپنی جگہ اور
اپنی جگہ سے ہٹ کر بیٹھا اور کسی سے کچھ بات نہین کی جبتک کہ
مین اوٹھہ آیا کہا (راوی نے) پس ہنس پڑے امام جعفر صادق علیہ
السلام اور فرمایا ای ہشام کسنے سکھایا تجکو یہ کہا مین نے کچھ لیا مین

نے اُسکو آپسے اور تالیف دیا مین نے اُسکو پس فرمایا یہ ہی قسم ہی خدا
کی لکھا ہوا صحف ابراہیمؑ اور موسیٰؑ ہین "۔

امام علیہ السلام کے ارشاد مین اشارہ اس آیت پر ہی۔

آیت

"قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسیٰ"[۱]	ترجمہ "تحقیق کہ رستگاری پائی اُس شخص نے کہ پاکیزہ ہوا اور یاد کیا نام پروردگار اپنے کو اور نماز پڑھی بلکہ اختیار کرتے ہو تم زندگی دنیا کو اور آخرت بہتر ہی اور باقی

رہنے والی ہی تحقیق کہ یہ کتابون پہلیو نمین ہی صحف ابراہیم اور موسیٰ مین "۔

اس روایت مین ہشام بن الحکم کی جو ایک دلیل فلسفیانہ مذکور ہوئی ہی وہ ایسی مستحکم ہی کہ جسکو کسیطرح تزلزل نہین ہو سکتا۔ تمام حکماے اسلام اور غیر اسلام طبیعیات اور تمدن کے جاننے والے اس امر کے قائل ہوے ہین کہ جیسے ایک انسان کے جسم مین اعضا اور حواس جداگانہ ہین ویسے ہی کل انسان بنی نوع آدم

---

[۱] پارہ ۳۰۔ سورۂ اعلیٰ۔

ایک جسم ہی اور ہر فرد انسان اُسکا جوارح ہی کہ جو انسان کے تمدن اور ایک دوسرے کو نفع پہونچانیکے لیے کہ جسپر مدار زندگانی انسان کا ہی ضروری ہی چنانچہ شیخ سعدی بہی اس مسئلہ کو قبول کر کے کہتے ہین ع

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند

جب ہر فرد انسان مین صانع عالم نے ایک عضو (قلب) ایسا وضع کیا ہی کہ جسوقت جوارح کو کسی چیز کی حس ہوتی ہی اور دغدغہ پیدا ہوتا ہی تو وہی قلب تمیز کر کے اُس دغدغہ کو فرو کر دیتا ہی اور مرتبہ یقین پر پہونچا دیتا ہی۔

ایسی حالت مین مجموع انسانون کہ جو جوارح سمجھے جاتے ہین ضرور ہی کہ ایک شخص اُنمین سے مثل دل کے ہو کہ جب کسی فرد انسانکو اپنی حس کی ہوئی شی مین شک ہو تو وہ اُس شک کو دور کر کے یقین دلاے۔

جب مختلف طور پر چند انسان قرآن سے بذریعہ اپنی کسی حس کے کچہ حاصل کرین اور اُسمین اختلاف اور شکوک واقع ہون تو ضرور ہی کہ رجوع طرف اُس شخص کی کیجائی کہ جو دل کا حکم رکہنے والا ہو کہ جو دغدغہ رفع کر کے یقین دلا دیگا اور ضرور ہی کہ وہ امام ہوگا۔

یہ ہین وہ روایات کہ جنمین حجت خدا کا بیان ہوا ہی اور جن حجتون کو کہ اصحاب حجت خدا نے بیان کیا ہی اور اُسکو حجت خدا نے قبول کیا ہی اور جس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ قرآن کس نوع سے حجت ہی اور قول امام کہ حجت خدا ہی کس نوع سے حجت ہی۔

مصنف مخاطب نے ان روایتون اور انکی حجتونکو بغیر نقل کرنے کے کہ جسکو اہل تحقیق دیکھہ سکتے ہین اپنی طبیعت سے اپنی عادت کے موافق ایک غلط استنباط کر کے شیعون کی نسبت الزام ایجاد کرنے ایک مسئلہ کا ایسی شان سے ظاہر کیا ہی کہ جو خلاف حقیقت ہی۔

اگر مصنف مخاطب ان روایات کو نقل کرتے اور سچائی سے کچھہ اُسکی نسبت لکھتے تو ہمکو یقین ہی کہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت ویسی ہی قبول کرتے جیسی کہ ہمنے دکھائی ہی۔

اور ایسی حالت مین یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ شیعون کے نزدیک قرآن حجت نہین بالکل غلط ہی البتہ شیعونکے نزدیک امام کا قول حجت ہی جو کچھہ کہ وہ قرآن سے بتائے اور جو کچھہ کہ قرآن سے بتایا وہ عین قرآن ہی اور امام جو کچھہ قرآن سے بتائے اُسکو قبول نہ کرنا اور اپنی رائے سے دوسرے معنی بنانا قرآن مین تحریف

کرتا ہی اور ایسی تحریف کے قرآنین ہونیسے یقینی اہلسنت کچھ ہرج نہین سمجھتے ہین اور افسوس ہی کہ وہ ایسی تحریف کی پروا نہین کرتے ہین۔

یہ بیان مصنف کا کہ "وہ متقدمین شیعہ کا اس مسئلہ پر اجماع اور اتفاق تہا کہ قرآنین تحریف ہوئی" بالکل غلط ہی مصنف مخاطب اپنے بیان کی تصدیق کے لیے نہ کوئی سند پیش کرتے ہین نہ کسی متقدم شیعہ کا نام لکھتے ہین اور کوئی روایت ائمہؑ کی اس مضمونکو ثابت نہین کرتی ہی بلکہ ائمہ نے آیات قرآنی کے جو معنی اور مراد بیان فرمائی ہی اُنکے وہ الفاظ تفسیری ہین۔

مصنف مخاطب نے جیسے متقدمین شیعہ کا تحریف قرآنی پر اجماع اور اتفاق غلط بیان کیا ہی ویسے ہی اُنکی طرفسے اُنکا یہ قول بھی غلط ظاہر کرتے ہین کہ "وہ متقدمین یہ کہتے تہے کہ جب ائمہؑ نے تحریف کی خبر دی اور بعض الفاظ بھی بتا دیے جو نکالڈالے گئے اور یہ مضمون ائمہؑ سے باسانید صحیحہ بہت سے طرق سے ثابت ہوا تو تحریف قرآن کا انکار نہین ہوسکتا اسلیے کہ ائمہؑ کے اقوال پر یقین کرنا واجب ہی"

مصنف مخاطب کو لازم تہا کہ وہ قول متقدمین کو نقل کرتے

یا کسی کا نام ظاہر کرتے یا کسی کتاب کا حوالہ دیتے اُسوقت حقیقت بیان مصنف کی ظاہر ہو جاتی۔

ہمکو جہانتک معلوم ہی علماے شیعہ کا برابر یہی مقصود رہا ہی اور ایسا ہی اُنکے بیان کی مراد ہی کہ ائمہؑ نے جو کچھہ آیات قرآنی کی نسبت فرمایا ہی وہ تفسیری ہی اور اُسکے خلاف جس کسی نے جو کچھہ بیان کیا وہ تفسیر بالرای اور تحریف بالمعنی ہی۔

اور اسی اعتبار سے بیشک ائمہ کے اقوال پر یقین کرنا واجب ہی اُنہوں نے جو کچھہ تفسیر فرمائی ہی وہ تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر خدا صلعم کی اور لکھی ہوئی علی مرتضی صلوات اللہ علیہ کے بموجب ہی اور علم ائمہؑ برابر ماخوذ اُسی علم سے چلا آیا ہی کہ جو علم پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰؑ کو تعلیم فرمایا تھا بیشک ائمہ کی مخالفت کسی حالت مین جائز نہین اور اُس سے مذہب اسلام کی اصلی حالت اور اُسکی حقیقت ظاہر ہوتی ہی۔ برخلاف اُسکے اہلسنت نے غیر اہلبیت رسولؐ کے جو کچھہ قرار دیا ہی وہ قطعی غلط ہی اور اسی سے مذہب اسلام پر اعتراض لازم آتے ہین کہ جو قابل شرم کے ہین۔

مصنف متقدمین شیعہ کا ذکر طبعزاد ظاہر کر کے یہ کہتے ہین کہ وہ متاخرین شیعہ مین ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جسنے اہلسنت سے

مسئلہ سکہا کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی اور پورا قرآن یہی ہے جو اب موجود ہے شریف مرتضی اور ابن بابویہ صاحب رسالہ اعتقادیہ اس مسئلہ کے موجد ہین اور طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان نے بہی یہی قول اختیار کیا ہے۔ اس فرقہ جدید کو قرآن مین تحریف بتاتے ہوے شرم آئی اسلیے انہون نے ائمہ کے اقوال کو علانیہ رد کر دیا اور اپنے متقدمین کو اس مسئلہ مین گمراہ بتایا"

یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل خلاف حقیقت کے ہے۔ مذہب شیعہ اثنا عشریہ مین کبھی کوئی نیا فرقہ پیدا نہین ہوا جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین بلکہ ہمیشہ یہ فرقہ اس بات کا قائل چلا آتا ہے جو ہم متعدد جگہ دکھا آے ہین کہ اصل قرآن پیغمبرؐ نے اپنے عہد مین لکھوا دیا تہا اور وہی اصل قرآن ابتک متداول بین الناس ہے۔

البتہ اپنے عہد مین معنی آیات قرآنی کو جو کچھ پیغمبرؐ نے ظاہر فرمایا ہے اور آیات قرآنی کی مراد سمجھائی ہے وہ ارشادات پیغمبرؐ گو اصل و متن قرآن نہین تہے مگر مثل قرآن اور حکم قرآن مین تہے۔ اور ایسے ارشادات پیغمبرؐ کے کثرت سے اخبار خود اہلسنت کے بیان بہی موجود ہین۔

چنانچہ اپنی تفسیر اکسیر اعظم جلد ثانی کے صفحہ ۸۸ پر جسکو تشریح سے ہم پہلے لکہ آے ہین مصنف مخاطب قبول کرتے ہین کہ بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہؐ نے ارشاد فرماے تہے اُنکو بہی صحابہ قرآنمین لکہ لیتے تہے تفصیل اسکی اتقان مین مذکور ہی"

شیعۂ اثنا عشریہ کو یقین ہی کہ پیغمبرؐ نے تمام آیات قرآنی کے معنی اور مراد علی مرتضیٰ کو بتادی تہی اور علی مرتضیٰؑ نے اپنے ہاتہہ سے لکہ لیا تہا اور وہی ائمہ اہلبیت کے پاس بحیثیت کتاب کے چلا آیا اور اُسیکی بموجب ائمہ اہلبیت ارشاد فرماتے رہے ہین۔

جو چیز کہ مثل قرآن کے اور حکم قرآن مین تہی اور تمام ارشادات پیغمبرؐ جنکا تعلق قرآن سے اور احکام سے تہا ازروی وحی کے تہا اُنہی تفسیر پیغمبرؐ کے قرآن موجودہ مین شامل نہونیکو اگر تحریف کہا گیا ہی تو جس اعتبار سے کہ کہا گیا ہی اُس اعتبار سے وہ غلط نہین ہی لیکن کسی شیعہ نے اصل اور متن قرآن موجودہ کو کسیوقت یہ نہین کہا کہ باعتبار اپنے اصل اور متن کے اسمین تحریف ہی۔

پیغمبرؐ سے لوگ دریافت کرتے تہے اور مراد آیات قرآن کو نہین سمجہتے تہے اُسکا ذکر خود قرآنمین موجود ہی کیا کچہہ شبہہ ہوسکتا ہی کہ قرآنمین بہت کچہہ بطور کلیہ کے بیان ہوا ہی اور جسکا اجمال تشریح

طلب تھا۔ آیت

"ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن ما یتلیٰ علیکم فی الکتاب[1]"	ترجمہ "اور فتوی چاہتے ہین تجھسے بیچ عورتونکے (اس موقع پر یہ احتمال ہین کہ بیچ حق عورتونکے جو درمیان

زن وشوہر کے ہوتا ہی یا میراث عورتونکے کہ اُنکی کوئی میراث اور وہ کسی سے میراث پاسکتی ہین یا بیچ نکاح اور مہر عورتون کے کہ کسکے ساتھہ نکاح جائز ہی اور تعداد مہر کیا ہونا چاہیے) کہ تو (اے پیغمبر) خدا فتوی دیتا ہی تمکو بیچ اُن کے اور اُس چیز کے کہ پڑہی جاتی ہی اوپر تمہارے بیچ کتاب کے"

جس سے ظاہر ہی کہ باوصف اسکے کہ قرآن مین کچہہ نازل ہو۔ اُسمین بہی کسی فتوی کی دیے جانیکی ضرورت رہتی ہی۔

آیت

"یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ[2]"	ترجمہ "فتوی چاہتے ہین تجھسے کہ تو خدا فتوی دیتا ہی تمکو بیچ کلالہ کے"

یہ آیت کلالہ کی تشریح میراث کے متعلق نازل ہوئی ہی باوصف

[1] پارہ ۵۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نسآء [2] پارہ ۶۔ رکوع ۴۔ سورہ نسآء۔

اسلیے کہ پہلی آیت میراث ہر ایک کے لیے نازل ہو چکی تھی اور اس آیت
مین بھی کلالہ کے معنی نہین بتائے گئے ہین اور بعد وفات پیغمبرؐ کے
حضرت ابوبکرؓ نے ظاہر کیا ہی کہ وہ معنی کلالہ کے نہین جانتے تھے۔

لیکن افسوس ہی کہ وہ معنی کلالہ کے نہین جانتے تھے اور پیغمبرؐ
سے انھون نے پوچھا ہی نہین۔

اور یہی حالت حضرت عمرؓ کی مسئلہ ربا مین ہوئی کہ وہ ربا کے
تعریف نہ پوچھنے پر افسوس کرتے رہے حضرات شیخین کی لاعلمی
کے بہت نظائر ہم دوسرے حصہ ضمیمہ جلد اول مین دکھائے ہین۔

لیکن جس کسی نے پیغمبرؐ سے کچھ پوچھا ہو یا جو کوئی اسکو جانتا ہو
اور پیغمبرؐ کے ارشاد کے بموجب اسکی تفسیر کرے وہ مثل قرآن اور
حکم قرآن مین ہی۔ **آیت**

''فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً''[1]	ترجمہ'' پس کیا ہی واسطے اس قوم کے نہین نزدیک ہین کہ

سمجھین وہ بات کو''

آیت

''انظر کیف نصرف الآیات	ترجمہ'' دیکھ تو کہ کیونکر پھیرتے ہین

[1] پارۂ ۵ - رکوع ۸ سورۂ نساء۔

لعلہم یفقہون ۵۱ ؎	ہم آیات کو کاش وہ سمجھین ربا و صف

اس تصریف سے کہ نہ اُسوقت لوگ سمجھے نہ اب سمجھتے ہین اور غلط فہمی یا خود غرضی سے معنی آیات مین تصرف کرتے ہین ۔)

آیت

۵۲ قد فصلنا الآیات لقوم یفقہون ۵۲ ؎	ترجمہ ۵۲ تحقیق کہ تفصیل کی ہمنے آیات کی واسطے اُس قوم کے کہ

سمجھتے ہین (افسوس ہے کہ نہ سمجھنے والونے کسیطرح نہ سمجھا)

آیت

۵۳ و اذا ما انزلت سورة نظر بعضہم الی بعض ہل یراکم من احد ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبہم بانہم قوم لا یفقہون ۵۳ ؎	ترجمہ ۵۳ اور جسوقت کہ نازل کی جاتی ہے کوئی سورة دیکھتے ہین بعض اُنکے طرف بعض کے آیا دیکھتا ہے تمکو کوئی پھر پھر جاتے ہین وہ پھیرا ہے خدانے دل اُنکے کو

اسواسطے کہ تحقیق وہ قوم ایسی ہے کہ نہین سمجھتے ہین ؎

آیت

۵۱ پارہ ۷ رکوع ۱۴ سورہ انعام ۵۲ پارہ ۷ رکوع ۱۸ سورہ انعام ۵۳ پارہ ۱۱ رکوع ۵ سورہ توبہ

"بل کانوا لا یفقہون الا قلیلا"[۱] ترجمہ "بلکہ ہین وہ کہ نہین سمجہتے ہین وہ مگر تہوڑا"

ان آیات سے ظاہر ہی کہ پیغمبر ؐ سے فتوی پوچہا جاتا تہا اور لوگ مقاصد آیات کو نہین سمجہتے تہے اسلیے ضرورت تہی کہ پیغمبر معنی اور مراد آیات کی بتائین اور سمجہائین اور اسیکا نام تفسیر ہی اور آیات مین جو لفظ "یفقہون" آیا ہی اُسکا مصدر فقہ ہی مسائل جو قرآن سے نکالے گئے ہین اور سمجہائے گئے ہین اُسکا نام اصطلاح مین علم فقہ رکہا گیا ہی جسکو قرآن سے پیغمبر ؐ نے بتایا ہی اور علی ؑ نے اُسکو پیغمبر ؐ سے سیکہا تہا اور وہی علم دیگر ائمہ اہلبیت کے پاس چلا آیا اور علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت نے اُسی علم سے ہر زمانہ مین برابر لوگونکو ہدایت کی اور تعلیم دی اور زمانہ ائمہ اہلبیت مین کتب مسائل اصحاب ائمہ وقتا فوقتا کم و زیادہ تصنیف اور تالیف کرتے رہے۔

ایسی حالت مین اصل اور متن قرآن کی تحریف کا کیونکر کوئی قائل ہو سکتا ہی البتہ جو تفسیر کہ پیغمبر ؐ نے فرمائی تہی اور اُسیکے بموجب ائمہ اہلبیت نے تعلیم اور تلقین کی ہی اُسکو جو کوئی نہ مانے اور خلاف اُسکے اپنی رائے سے تفسیر کرے وہ قرآن کا تحریف کرنیوالا سمجہا جا سکتا

[۱] پارہ ۲۶ - رکوع ۱۰ - سورۂ فتح -

ہی اور ایسا گروہ نہ فرقہ شیعہ اثنا عشریہ قرار پاسکتا ہی نہ فرقہ شیعہ اثنا عشریہ کیا کچھ شبہ ہوسکتا ہی کہ جو قرآن مع تفسیر بتائی ہوئی اور سکہائی ہوئی پیغمبر کی باعتبار معنی اور مراد آیات کے ہو وہ قرآن کامل اور زائد نہین ہی کیا وہ ارشاد تفسیری پیغمبر کا بموجب وحی کے نہین تہا اور کیا وہ وحی وہی وحی نہین تہی جسکی نسبت تفسیر مصنف مخاطب سے ابہی ہمنے ایک روایت نقل کی ہی کہ پیغمبر نے فرمایا ہی کہ جیسا کہ قرآن مجکو ملا ہی ایسی ہی اُسکے مثل اور بہی وحی ملی ہی۔

اور کیا اسی اعتبار سے وہ قرآن جسکو علی مرتضی نے جمع اور مرتب کیا تہا اور اُس مصحف کے اخبار خود کتب معتمدۂ اہلسنت مین مندرج ہین اور جسکے نہ لیے جانے پر تابعین علماے اہلسنت نے افسوس کیا ہی کامل نہین تہا۔

وہی قرآن کامل دیگر ائمہ اہلبیت کے پاس رہا اور اُسی قرآن اور علم پیغمبر ص کے بموجب ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے ہر قسم کی ہدایت کی جسمین پند و موعظت وسیع درج تہی۔

آیت

کلا انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ	ترجمہ نہین نہین تحقیق کہ وہ نصیحت
فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ	ہین پس جو کوئی چاہے یاد کرے

باَیدِی سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ[1]	اُسکو بیچ صحیفون بزرگ بلند مرتبہ

پاکیزہ کے ہاتہہ مین سفیرون بزرگ اور نیک کے ہین"

اس آیت مین خدا نے لفظ "سفرۃ" فرمایا ہی جو جمع سافر کی ہی یعنی روشن کنندہ اور نویسندہ کے اور سفیر بہی اسی لغت سے آیا ہی اور سفیر شخص درمیانی کو کہتے ہین اور اس مقام پر اُن لوگون سے مراد ہی کہ جو منجانب اسطرف مخلوق کے آے ہوے ہون اور کتاب خدا اُنکے ہاتہہ مین ہو اور اُسکے روشن کرنیوالے ہون لیکن خدا نے اس موقع پر لفظ "انبیا اور رسول" نہین بولا بلکہ لفظ "سفیر" بولا ہی جسمین انبیا اور اُن کے اوصیا شامل ہین اور اس سبب سے ائمہ اہلبیت جنکے ہاتہہ مین کتاب خدا تہی شامل معنی "سفرۃ" کے ہین۔

اُس قرآن تفسیری سے جو بموجب وحی کے تہی قرآن موجودہ مین جس کسی نے نہین لیا اور اُس تفسیر کو کم کردیا گیا اسی اعتبار سے نہین کہا جا سکتا ہی کہ قرآن مین تحریف کی گئی۔

کافی مین ایک کتاب صرف قرآن کے متعلق ہی جسمین ائمہ اہلبیت سے روایتین فضل قرآن کی مذکور ہوئی ہین ائمہ اہلبیتؑ

[1] سورۂ عبس پارہ ۳۰۔

نے ارشاد فرمایا ہی کہ "یاد کرو قرآن کو اور علم حاصل کرو قرآن کا کہ قیامت کو صف مسلمین پر قرآن پیش آئیگا اور صف شہدا اور نبیین اور مرسلین پر گذر کر رب العزت تک منتہی ہوگا اور کہیگا کہ اے پروردگار میرے کچھ لوگوں نے مجکو مصون رکھا اور محافظت کی اور کچھ مجھ مین سے ضائع نہین کیا اور کچھ لوگوں نے ضائع کیا مجکو اور استخفاف میرے حق کا کیا اور جھوٹ باندہ لیا مجپر حالانکہ مین حجت تیری تمام خلق پر تہا" (اس جگہ جو ذکر ضائع کرنے اور استخفاف حق کرنے اور جھوٹ باندہنے کا قرآن پر ہی اُس سے مراد قرآن کے بموجب عمل نہ کرنیسے اور اُسکے احکام کو نہ ماننے سے اور اُسکے مقصود کو تبدیل کرنے سے ہی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر خدا کا یہ ارشاد نقل کیا ہی کہ "جسوقت لپٹ جاؤ تم فتنون مین کہ شب تاریک کے ٹکڑے ہونگے پس لازم کرو اپنے اوپر قرآن کو کہ وہ شفاعت کنندہ ہی (مراد صحیح معنی مین قرآن پر عمل کرنے سے ہی) جسنے قرآن کو اپنے سامنے رکہا اُسکو طرف جنت کے لیجائیگا جس کسی نے اُسکو پیٹھ کے پیچھے پہینک دیا اُسکو دوزخ کیطرف گھسیٹے گا وہ رہنمائی کرتا ہی راہ خیر پر اور اُسمین تفصیل ہی اور بیان ہی اور تحصیل ہی اور فصل ہی اور ہزل نہین ہی

اور اُسکے لیئے ظاہر ہی اور باطن ہی ظاہر اُسکا جدا کرنیوالا ہی اور خوش آیندہ
ہی اور باطن اُسکا مشکل اور گہرا ہی نجوم قرآن بیچ عجیب ہین اور غرائب
اُسکے بے انتہا ہین وہ چراغ ہین ہدایت کے اور منارہ ہین حکمت
کے اور دلیل ہین اوپر معرفت کے جس کسی نے پہچانا اُسکی صفت کو"
امام علیہ السلام یہ بہی فرماتے ہین کہ" خدا نے اپنی کتاب جو تمپر
نازل کی ہی وہ صادق اور احسان کنندہ ہی اور اُسمین بیان حال تمہارا
اور تمسے گذشتہ اور آئندہ لوگونکا ہی اور خبر ہی آسمان اور زمین کی"
امام علیہ السلام نے نقل فرمایا ہی کہ علی مرتضی نے وصیت
کی اپنے اصحاب کو کہ" قرآن راہ دکہانیوالا ہی دنمین اور روشنی ہی
شب تاریک مین جو کوئی کہ کوشش کرے اُسکی موافقت کی"
امام یہ بہی نقل فرماتے ہین کہ پیغمبر نے فرمایا ہی" آدمیون سے
اہل قرآن اعلی درجہ مین ہین سوا نبیین اور مرسلین کے پس نضعیف
کرد اہل قرآن کو اُنکے حق سے"
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ" حافظ قرآن کہ
جو اُسکا عامل ہو وہ ساتہ" السفرۃ الکرام البررۃ" کے
ہی اور جو کوئی کہ پڑہے قرآن کو درحالیکہ وہ جوان اور مومن ہو قرآن
اُسکے گوشت اور خون مین مخلوط ہو جائیگا اور جو کوئی کہ پڑہے قرآن کو

اور پہونچے مشقت شدت حفظ اُسکی سے خدا دو اجر اُسکو دیگا"

پیغمبر خدا صلعم سے نقلاً حامل قرآن کے فضائل بہی امام ع نے بیان فرماے ہین۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین کہ "افضل ترین عمل قرآن کا کہولنا اور اُسکا ختم کرنا ہے"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ارشاد کا یہ مقصد ہے کہ "جو کوئی حصہ سواد قرآن سے نہ رکہتا ہو اُسکو آرزو درازی عمر کی غیر ضروری ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعدد حدیثین ہین جنمین قرآن کے سیکہنے اور یاد کرنیکی تاکید ہے۔ اور جیسی کہ اُسکے سیکہنے اور یاد کرنیکی تاکید ہے ویسی ہی اُسپر عمل کی تاکید ہے۔

اور یہ بہی ارشاد فرمایا ہے کہ "جو کوئی ناموری کے لیے اور طلب دنیا کے لیے قرآن کو پڑہے اُسکے لیے اُسمین کچہہ بہلائی نہین ہے"

یعقوب احمر کو بسبب ایک اندوہ کے اندیشہ فراموش ہوجانے قرآن کا ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ملازمت کر قرآن کی تاکہ بہول نہ جاے۔

اور ایک ارشاد امام علیہ السلام کا یہ مقصود ہے کہ "بہول جانے قرآن سے اعلیٰ درجہ جنت مین نہ ملیگا"

امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ "مرد مسلمان کو چاہیے کہ نظر کرے قرآن مین اور پڑہے اُس سے ہر روز پچاس آیت"

پیغمبر خدا صلعم سے امام علیہ السلام نقل فرماتے ہین کہ "روشن کرو تم اپنے گہرونکو ساتہہ تلاوت قرآن کے اور نہ پکڑو تم انکو قبرین"

پیغمبر خدا اور امام جعفر صادق علیہ السلام اور علی مرتضی علیہ السلام سے بہت کچہہ فضائل اور حسنات قرارت قرآن منقول ہوے ہین بلکہ سننے والے قرآن کو بہی حسنات کا وعدہ کیا گیا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام یہ بہی فرماتے ہین کہ "مجکو مصحف کا گہر مین ہونا خوش آتا ہے کہ خدا شیاطین کو اُس سے دور کرتا ہے اور یہانتک ارشاد کیا ہے کہ قرآن کا پڑہنا تخفیف عذاب کرتا ہے والدین سے اگرچہ وہ کافر ہون"

اسحاق بن عمار نے امام علیہ السلام سے پوچہا کہ مین حفظ رکہتا ہون قرآن کو اور پرقوت دل کے پس پڑہو مین اُسکو اندروے قوت دل کے بہتر ہے یا قرآن کو دیکہکر آپنے فرمایا کہ قرآن کو پڑہو نظر سے کہ نظر مصحف مین عبادت ہے"

پہر ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے طریقہ قرارت قرآن کا بہی

بتایا ہی کہ ترتیل (یعنی سنجیدگی) سے پڑہو جلدی نہ کرو جیسے کہ شاعر شعر کے پڑہنے مین جلدی کرتے ہین - اُسکے حروف کو پراگندہ نہ کرو جیسے کہ وقت زینت کے جواہر کو پراگندہ کردیتے ہین اپنے دلون کو نرم کرو اور یہ قصد نہ کرو کہ سورۃ کب آخر ہو جائیگی - قرآن ساتھہ حزن کے نازل ہوا ہی حزن سے پڑہو ؛؛

پیغمبر خدا صلعم کا ارشاد امام علیہ السلام نے یہ بہی نقل کیا ہی کہ تُم پڑہو تم قرآن کو ساتھہ لحن عرب کے اور اُنکی آواز سے اور بچو تم لحن اہل فسق اور اہل کبائر سے قریب ہی کہ میرے بعد قومین آئین کہ ترجیع کرینگی قرآن مین ترجیع غنا (پہیر پہیر آواز کا اور الٹا پلٹنا) اور نوحہ کرنیوالون اور رہبانون کیطرح اور نہین جائز ہی سازواری اُنکی اُنکے دلونکے لیے کہ پہرے ہوئے ہین اور اُن دلونکی کہ جنکو خوش آتند ہی شان اُنکی ؛؛

امام علی نقی علیہ السلام سے یہ روایت ہی کہ وہ اُنہون نے فرمایا کہ علی بن الحسین جسوقت قرآن پڑہتے تہے پس اکثر گذرنیوالے اُنکے حسن صوت سے گر پڑتے تہے ؛؛

ابوبصیر کہتے ہین کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ جسوقت پڑہتا ہون مین قرآن کو اور بلند کی مین اپنی

آواز اپنی آیا میرے پاس شیطان[1] اور کہا اُسنے خودنمائی کرتا ہی تو اپنے
اہل کے لیے اور لوگونکے لیے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑھ تو اُسکو
میانہ کہ سن سکین اہل اور لوگ اور پہیر تو آواز کو ساتھ قرآن کے
تحقیق کہ اللہ دوست رکھتا ہی صوت حسن کو اور آواز کے پہیرنیکو
(واضح ہو کہ اس روایت مین اُس آواز کے پہیر سے مراد ہی کہ جو حد
غنا کو نہ پہونچے اور غنا اُسی سے مراد ہوگی جسکو عرف عام مین غنا کہتے
ہین ؟ مثلاً ہمارے محاورہ ہندوستانمین اگر کوئی قرآن آواز سے پڑھے
اور آواز کو اونچا نیچا کرے یا آواز کو ایک طرف سے دوسری طرف کو پہیرے
اور سننے والے یہ کہین کہ یہ گا رہا ہی تو وہ ناجائز ہی اور اگر سننے والے
یہ کہین کہ یہ پڑھ رہا ہی تو جائز ہی)

---

[1] اس روایت مین ابو بصیر نے اور ایک روایت بحث کتاب علی نمبر ۲۰
جلد اول رسالہ روشنی مین زرارہ نے کہا ہی کہ وہ آیا میرے پاس شیطان
یہ ان دونون کا مقولہ صحیح ہی ہم نے از روے تحقیق کے دکھا دیا ہی کہ پہلے
یہ دونون راوی خلاف مذہب اہلبیت کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے تھے
اسوقت شیطان اُنسے مستغنی ہوگیا تہا جب اُن دونون نے امام اہلبیت
کیطرف رجوع کی تب شیطان پر شاق گذرا اور ضرور ہوا کہ وہ وسوسہ ڈالنے
کے لیے اُنکے پاس آئے۔

محمد بن عبد اللہ کہتے ہین کہ مین نے پوچھا امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ پڑہون قرآن کو ایک رات مین فرمایا کہ وہ مجھکو خوش نہین آتا ہی کہ پڑہے تو اُسکو ایک مہینہ سے کم مین ۱۲

ابو بصیر کہتے ہین کہ وے مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ پڑہون قرآن کو بیچ رمضان کے ایک رات مین فرمایا نہین کہا اُسنے کہ دو رات مین فرمایا نہین کہا اُسنے کہ پس تین رات مین فرمایا کہ وہ اور اشارہ کیا ساتہہ ہاتہہ اپنے کے پہر فرمایا تحقیق کہ واسطے رمضان کے حق ہی اور حرمت اُسکی نہین مشابہ ہی ساتہہ کسی کے مہینون مین سے اور تہے اصحاب پیغمبر صلعم پڑہتا تہا ہر ایک اُنمین سے قرآن مہینا بہر مین یا کم مین تحقیق کہ قرآن نہین پڑہا جاتا ہی شتابی سے لیکن سنجیدگی سے پس جسوقت کہ گذرے تو ساتہہ ایسی آیت کے کہ جس مین ذکر جنت کا ہو پس ٹہرجا تو اور مانگ تو اللہ عزوجل سے جنت اور جسوقت کہ گذرے تو ایسی آیت پر کہ جسمین ذکر نار کا ہی پس ٹہرجا تو اور پناہ مانگ تو ساتہہ اس کے دوزخ سے ۱۲

حسین بن خالد کہتے ہین کہ وے مین نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کتنے دنو مین اس قرآن کو پڑہا کرون فرمایا پانچ روز مین

سات روز مین تحقیق کہ میرے پاس جو مصحف ہی اُسکے جو آٹھ جزو مین زیادہ رکھنا چاہیے کہ وہ مصحف یہی مصحف تہا کہ جو بین الناس متداول ہی اور مصحف تفسیری علی مرتضیٰ کا لکھا ہوا علیحدہ تہا کہ جسکا حجم ران شتر کے برابر تہا اور جسکا ذکر روایت زرارہ مین ہی اور جلد اول رسالہ روشنی مین جسپر بہ نمبر ۲۰ بحث کی گئی ہی)

علی بن مغیرہ سے کہ جو پہلے زیدی تہا روایت ہی کہ اُسنے امام موسیٰ کاظم ؑ سے ذکر کیا کہ ماہ رمضان مین اُسکا باپ ہر رات ایک قرآن ختم کرتا تہا اور دس قرآن غیر رمضان مین - اور پہر اپنی یہ حالت بیان کی کہ ایک قرآن واسطے پیغمبر خدا صلعم کے اور ایک واسطے علی مرتضیٰ کے اور دیگر قرآن واسطے دیگر ائمہ علیہم السلام کے اور آپ (حضرت موسیٰ کاظم ؑ) تک ختم کرتا ہون پس اس عمل کے سبب سے میرے واسطے کیا چیز ہی امام نے فرمایا کہ قیامت کے دن تو اُنکے ساتہ ہوگا اور جب اُسنے تعجب کیا تو امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہان "

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر خدا کی یہ حدیث بہی بیان فرمائی ہی کہ "وہ مرد عجمی میری امت کا سا تہ عجمیت اپنی کے پڑہے گا تو ہو بہو لیجائینگے اُسکو فرشتے ساتہ عربیت کے "

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ ہم جیسے آیات قرآن کی سنتے ہیں نہیں ہمارے پاس جیسی کہ ہم سنتے ہیں ہمکو واسطے لہجہ قرارت ہمارا آپ کے لہجہ کے موافق اور الحان عرب کے موافق نہیں ہی اور اچھی طرح ہم نہیں پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ پہونچا ہم کو آپسے پس آیا ہم گنہگار ہوتے ہیں؟ پس فرمایا کہ نہیں۔ پڑھو تم جیسا کہ سیکھا تم نے اور قریب ہی کہ آئے تمہارے پاس کوئی شخص کہ سکھائے تم کو۔

متعدد احادیث ائمہ ایسی بھی ہیں کہ جنمین خاص سورتون اور خاص آیات قرآنی کے پڑھنے کی تاکید ہی اور بعض حالتون میں بغرض بعض سورتون اور آیات کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہی۔

محمد بن الوراق کہتے ہیں کہ مین نے پیش کی امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کتاب قرآن جس مین کچھہ لکھا ہوا سونے کا تھا فرمایا کہ نہین خوش آتا ہی مجھکو یہ کہ لکھا جائے قرآن مگر ساتھ سیاہی کے جیسے کہ لکھا گیا پہلی مرتبہ (عہد رسالتمآب مین)۔

زرارہ سے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لے تو مصحف کو بیچ تیسرے دن کے مہینہ رمضان سے اور کھول تو اسکو اور رکھ تو اسکو اپنے سامنے اور کہہ تو اے میرے خدا تحقیق کہ مین مانگتا ہون تجھسے بوسیلہ کتاب

تیری سے کہ بھیجی ہی تو نے اور جو کچھ اُسمین ہی اور اُسمین ہی اسم اعظم اور اکبر تیرا اور نشانہا ے نیکو ترین تیرے اور وہ کچھ کہ ڈرایا جاتا ہی اور امید رکھی جاتی ہی یہ کہ گردانے تو مجکو اسنے آزاد کیے ہو دن دوزخ سے (اسی ہدایت کے بموجب رمضان مین اسی قرآن موجودہ کے وسیلہ سے شیعہ وہ عمل کرتے چلے آتے ہین جو اس روایت مین مذکور ہوا ہی)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک صحابی سنے پوچھا کہ قرآن اور فرقان آیا وہ دو چیزین ہین یا ایک چیز فرمایا کہ قرآن تمام کتاب ہی اور فرقان محکم ہی (اے آیات محکم) کہ واجب ہی عمل ساتہہ اُسکے"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ قرآن واحد ہی اور واحد کے پاس سے نازل ہوا ہی اور لیکن اختلاف آتا ہی راویون کی طرف سے"

(اے اختلاف قرارت جیسا کہ ارشاد آئندہ امام سے ظاہر ہی)

فضیل بن یسار کہتے ہین کہ کہا مین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ لوگ کہتے ہین کہ قرآن نازل ہوا سات حرفون پر فرمایا کہ جھوٹے ہین وہ .... لیکن نازل ہوا ہی وہ اوپر حرف واحد کے نزدیک واحد سے" (کچھ شبہہ نہین ہی کہ واحد سے امر واحد ہی صادر ہوتا ہی اور جیسا کہ خداے واحد کی طرف سے نازل ہوا ویسے ہی رسول واحد کی طرف سے قول واحد بقراءت واحد سنا گیا)

نزول قرآن کا قرارت سات حرفون مین اُسوقت تسلیم ہو سکتا ہی کہ جب یہ قبول کیا جاسکے کہ جبرئیل نے اُسکو سات مرتبہ بنوع مختلف پیغمبرؐ پر پڑہا اور پیغمبرؐ نے سبعہ احرف پر سنایا - ہان یہ ہوسکتا ہی کہ قرآن حرف واحد پر نازل ہوا اور طوائف عرب کو رخصت دی گئی کہ وہ اُسے اپنے لہجہ اور حرف مین پڑہین مگر ایسی رخصت کا ثبوت بہی اطمینان کے قابل ہونا چاہیے مگر اُسکے ساتھ یہ بہی ماننا پڑیگا کہ کل طوائف کا حرف واحد تہا یعنی اُنکی زبان عربی تہی - البتہ یہ کہا جاسکتا ہی کہ ہمارے اس جدید زمانے سے اقبل جسکو مسلمانون نے مانا ہی تقسیم حصص بروے زمین کی ہفت اقلیم پر تہی اور وہ ہفت اقلیم والے اپنے اپنے حرف اور لہجہ اور زبان مین اُسکو پڑہ سکتے ہین - لیکن اس حالت مین بہی نزول اُسکا حرف واحد عرب پر قرار پائیگا گو باعتبار ہفت اقلیم کے قرارت اُسکی سات حرفون پر روا سمجہی جاے (یعنی اُس سے پند اور احکام سیکہین)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ میرے باپ نے فرمایا کہ نہ مارا کسی نے بعض قرآن کو ساتہ بعض کے (ای ایک آیت کو با عتبار دوسری آیت سے نہ کیا اور بغیر سماعت راسخون فی العلم کے اپنی راے سے تفسیر کردی) مگر کافر ہوا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ سنا مین نے امام محمد باقر علیہ السلام کو کہ

قرآن سینے سے اُٹھ گیا مصحف دریا میں پس پایا اُسکو درحالیکہ تحقیق جاتا رہا جو کچھ

اُس میں تھا مگر یہ آیت ـــ

آیت: الا الی اللہ تصیر الامور[1] ترجمہ: آگاہ ہو کہ طرف خدا کے پھرتے

ہیں کام[1]

اس ارشاد امام علیہ السلام کا مقصود ظاہر ہے کہ قرآن لوگون کے دلون سے محو ہو گیا کہ اُنہون نے خلاف قرآن عمل کیا مگر یہ امر باقی رہ گیا کہ تمام وہ عمل خدا کی طرف پھیرے جاتے ہین ـــ

اس ٹکڑے آیت سے ماقبل یہ آیت ہے ـ **آیت**

آیت: وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان و لکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات و ما فی الارض[1] ۔

ترجمہ: اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف تیرے روح کو حکم اپنے سے نہ تھا کہ جانے تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن کیا ہم نے اُس (یعنی اُس کتاب) کو روشنی کہ ہدایت کرتے ہین ہم ساتھ اُسکے جسکو چاہتے ہین ہم بندون اپنے مین سے اور تحقیق کہ تو ہدایت کرتا ہے طرف راہ سیدھی کے راہ خدا

[1] پارۂ ۲۵ ـ سورۂ شوریٰ ـ اخیر ۱۲ ـــ

کی ایسا خدا کہ واسطے اُسکے ہی جو کچہ کہ بیچ آسمانون کے اور بیچ زمین کے ہی

اس آیت سے ظاہر ہی کہ صراط مستقیم کا پانا چاہیے اور بہ نمبر ۲۵ جلد ثانی بحث مسئلہ امامت مین ہم دکہا آسے ہین کہ صراط مستقیم علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام ہین یعنی اُنکا طریقہ اور اُنکی راہ بتائی ہوئی اور اُسی راہ کو جو لوگ گم کردین اُسی کی نسبت امام کا ارشاد ہی کہ قرآن دریا مین گر کر سٹ گیا اور یہ باقی رہ گیا کہ کام خدا کی طرف پہرتے ہین —

ابان بن میمون قداح کہتے ہین کہ وہ کہا مجہسے امام محمد باقر علیہ السلام نے پڑہ تو کہا مین نے کس چیز سے پڑہون مین فرمایا سورہ نہم سے پس مین نے توڈہونڈہنا چاہا اُسکا فرمایا کہ پڑہ سورہ یونس سے اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسی قرآن موجودہ کا راوی حافظ تہا اسلیے کہ قرآن کے اُسوقت موجود ہونیکا اس روایت مین ذکر نہین ہی اور حصہ آئندہ کہ روایت سے ظاہر ہوگا کہ راوی نے سورہ یونس کو پڑہنا شروع کردیا ہی اور مقصود امام علیہ السلام کا اسی قرآن موجودہ سے پڑہوانیکا تہا کہ جو اُس کو حفظ تہا پہلے فرمایا کہ پڑہ پہر اُسکے پوچہنے پر فرمایا کہ نوین سورہ پڑہ جب وہ اول سے نوین کو تلاش کرنے لگا یعنے اپنے دل مین سوچنے لگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سورہ یونس سے پڑہ اگر سورہ حمد کہ فاتح کتاب

سمجھا جاتا ہی شمار نہ کیا جاے تو سورۂ بقر سے نوین سورۂ یونس ہی اور
اگر سورۂ حمد کو بھی شامل کیا جاے تو سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کو ایک
شمار کیا گیا ہو اس حالت مین ہی سورۂ یونس نوین سورہ ہوتی ہی
اور غالبًا راوی کو بھی تردد تھا کہ کونسے سورہ کو سورۂ نہم قرار دے)
راوی کہتا ہی پس پڑہا مین نے دای سورۂ یونس کے پڑہنے مین اس
آیت کو) آیت

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلة	ترجمہ البتہ واسطے اُن لوگون کے کہ نیکی کی ہی اُنہون نے نکوئی ہی اور

زیادتی ہی نہ ڈہانپین گے مُنہ اُنکے تیرگی اور خواری کو"
فرمایا (امام علیہ السلام نے) کافی ہی تجکو پہر کہا کہ فرمایا رسول صلعم نے
کہ مین ہر آئینہ تعجب کرتا ہون کیونکر نشاط مین نہ آجاؤن مین جسوقت
کہ پڑہون مین قرآن"
سالم بن سلمہ کہتے ہین کہ پڑہا امام جعفر صادق علیہ السلام پر ایک
شخص نے درحالیکہ سنتا تھا مین چند حروف قرآن سے کہ نہین تھے
وہ ایسے کہ جسکو پڑہتے ہین لوگ پس فرمایا امام علیہ السلام نے کہ
باز رکھہ اپنے آپ کو اس قراءت سے اور پڑہ تو جیساکہ پڑہتے ہین
اُسکو لوگ یہان تک کہ قائم ہو قائم پس جسوقت کہ قائم ہوگا قائم

پڑہے گا کتاب اللہ عزوجل کو اوپر حد اُسکی کے اور نکالے گا مصحف ایسا کہ لکہا اُسکو علی علیہ السلام نے۔ ۱ اس حصہ روایت مین جو ایسے حروف کے پڑہنے کا قرآن سے ذکر ہو کہ جن کو دیگر لوگ نہین پڑہتے تھے اور جنکے پڑہنے کی امام علیہ السلام نے ممانعت فرمائی ہی جب تک کہ کوئی قائم ہونے والا قائم نہو (یعنی خلافت فی الارض اُسکے حق مین قائم نہو جائے کہ بغیر خلافت فی الارض کے قانون شریعت مستقل طور پر جاری نہین ہوسکتا تہا) کہ جو پڑہے قرآن کو اوپر حد اُسکی کے اور نکالے مصحف کو ایسا کہ لکہا اُسکو علی ؑ نے۔

اس سے ظاہر ہو کہ علی مرتضیٰ ؑ نے جو قرآن ترتیب نزول مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر کے لکہا تہا وہ شخص قرآن موجودہ کو اُسی نمط سے پڑہتا تہا کہ جو بظاہر خلاف الفاظ قرآن موجودہ کے مع تفسیر کے تہا مگر امام نے بنظر حالت زمانہ کے کہ خلافت مخالف اُس تفسیر کے تہی اُس لفظ سے قرآن کے پڑہنے کو منع فرمایا اور قرآن موجودہ کے پڑہنے کا حکم دیا۔

۲ امر کہ قرآن جسکو قائم پڑہے گا وہ اوپر اپنی حد کے ہوگا او نکالیگا ایسے مصحف کو کہ لکہا اُسکو علی نے " صاف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ قرآن موجودہ صرف متن ہی اور وہ قرآن کہ جسکو قائم پڑہیگا

اورجسکو علی نے لکھا تھا وہ بترتیب نزول تھا مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبر کے کہ وہ تفسیر بھی از روے وحی کے تھی اور جو اُسکے صحیح مقصود اور اعلی منشاء کو شامل تھی اور اسی واسطے اُس قرآن کی نسبت امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ وہ قرآن اور اپنی حد کے ہوگا- چنانچہ یہ امر بقیہ حصہ روایت سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہی-)

امام علیہ السلام نے فرمایا ہے باہر لائے اُس (مصحف) کو علی علیہ السلام طرف لوگون کے جبکہ فارغ ہوے اُس سے اور اُس کے لکھنے سے (یعنی اُسکی ترتیب اور اُسکی تحریر سے) پس فرمایا اُن لوگون سے یہ کتاب اللہ عزوجل کی ہی جیسا کہ نازل کیا اُسکو اللہ نے اوپر محمد صلعم کے (یعنی جس ترتیب سے اور جس مراد اور معنی سے) تحقیق کہ جمع کیا اُسکو مین نے دو لوحون سے (یعنی ایک لوح سینہ پیغمبرؐ اور ایک لوح خود سینہ اُنکا کہ سینہ پیغمبرؐ سے اُنہون نے اپنے سینہ مین لیا تھا یا دو لوح سے یہ مراد ہی ایک لوح سینہ اُنکا کہ جس مین اُنہون نے بموجب ارشاد و تعلیم پیغمبرؐ کے اپنے سینہ مین حفظ رکھا تھا اور ایک وہ لوح کہ جسپر وقت ارشاد و تعلیم پیغمبرؐ کے لکھ لیا تھا-) پس کہا اُن لوگون نے وہ ایسا ہی ہمارے پاس مصحف جمع کیا ہی اُسمین قرآن نہین حاجت ہی واسطے ہمارے بیچ اُسکے پس فرمایا آگاہ

ہو قسم خدا کی کہ نہ دیکھو گے تم اُسکو بعد اس دن اپنے کبھی سوائے اسکے نہیں ہو کہ لازم تہا مجہپر یہ کہ خبردار کردون مین تمکو وقت جمع کرنے اسکے کے تا آنکہ پڑہو تم اُسکو۔"

(یہ حصہ روایت کا بالکل مطابق ہو اُس روایت کی ہے جو کتب اہلسنت مین بہی منقول ہو اور جس کی وجہ سے بعض اکابر اہلسنت نے مصحف مرتبہ علی مرتضیٰ کے نہ لیے جانے پر افسوس سے کہا ہو کہ اگر وہ لے لیا جاتا تو نفع کثیر حاصل ہوتا۔ جس سے ظاہر ہو کہ یہ مصحف مرتبہ علی مرتضیٰ بترتیب نزول مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے تہا کہ جو حکم مین قرآن کے اور مثل قرآن کے تہی اور کچہہ شبہہ نہین ہو کہ اگر اُسی ترتیب اور تفسیر کے بموجب یہ اصل اور متن قرآن موجودہ پڑہا جاتا اور قبول کیا جاتا تو مذہب اسلام مین کوئی اختلاف اور باہم مسلمانون کے کسی قسم کی مخالفت نہ پیدا ہوتی)

سعید بن عبداللہ اعرج کہتے ہین کہ "مین نے پوچہا امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ ایک شخص پڑہتا ہو قرآن اور بہول جاتا ہو پہر پڑہتا ہو پہر بہول جاتا ہو اُسپر کچہہ حرج ہو فرمایا نہین"

حضرت سدیرؔ سے ایک روایت ہو کہ جس مین سورۃ الملک کے پڑہنے کے بہت خصائل بیان ہوے ہین اور امام علیہ السلام فرماتے

ہین اور تحقیق کہ مین ہر آئینہ رکوع کرتا ہون مین ساتھہ اُسکے ساتھہ عشاء
آخرہ کے درحالیکہ بیٹھا ہوا ہوتا ہون مین (مراد وتر نماز تہجد سے ہی) اور
باپ میرے علیہ السلام پڑہتے تھے اُس سورہ کو بیچ دن اسپنے کے اور
رات اپنی کے "

عبداللہ بن فرقد اور معلی بن خنیس کہتے ہین کہ ہم تھے امام جعفر صادق
علیہ السلام کے پاس اور ہمارے ساتھہ ربیعۃ الراے بہی تہا (فقہائے
اہلسنت اور قیاس سے) پس ذکر کیا ہم نے فضل قرآن کا پس فرمایا
امام نے اگر ہوتا ابن مسعود کہ نہ پڑہتا اوپر قرارت ہماری کے (اس
جگہ بظاہر قرارت سے مراد مع تفسیر فرمودۂ پیغمبر کے ہی جیسا کہ بعض بعض
موقعو نپر ابن مسعود نے اپنے قرآن مین اُن الفاظ تفسیری کو لکھہ لیا تہا
اور مع الفاظ تفسیر کے پڑہتا تہا چنانچہ کتب اہلسنت مین بہی مذکور
ہی جسکا ذکر ہم پہلے لکھہ آئے ہین) پس وہ ہوتا گمراہ پس کہا ربیعہ نے
از روے تعجب کے گمراہ فرمایا ہان گمراہ پہر فرمایا امام علیہ السلام نے
لیکن ہم پس پڑہتے ہین اوپر قرارت باپ اپنے کے (اثر رسول اللہ
کے) "

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تحقیق کہ قرآن ایسا کہ لائے
اُسکو جبرئیل علیہ السلام طرف محمد صلعم کے سترہ ہزار آیت ہی (اس امر مین

اختلاف ہی کہ قرآن مین کسقدر آیتین ہین اور اُسکی نسبت ہم عنقریب بحث کرینگے ۔

کتاب احتجاج طبرسی[1] مین منقول ہی کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بعد کلام طویل کے طلحہ سے فرمایا پس خبر دو تم مجکو اُس چیز سے کہ لکہا عمرؓ اور عثمانؓ نے قرآن کو پورا یا اُس مین وہ کچہہ بہی ہی کہ نہین ہی قرآن پس کہا طلحہ نے بلکہ کل وہ قرآن ہی فرمایا اگر لو تم جو کچہہ اُسمین ہی نجات پاؤ تم دوزخ سے اور داخل ہو تم جنت مین پس تحقیق کہ اُسمین حجت ہماری ہی اور بیان حق ہمارے کا ہی اور فرض طاعت ہماری ہی ۔

اس ارشاد علی مرتضی سے صاف ظاہر ہی کہ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد مین جو قرآن لکہا گیا تہا وہ پورا تہا جسکو حضرت طلحہ نے بہی قبول کیا ہی اور ہر کسی کو یہ امر بہی قبول ہی کہ پیغمبرؐ اپنے عہد مین قرآن کو لکہواتے جاتے تہے اور جمع کراتے جاتے تہے اور کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اُسی کے بموجب حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے قرآن لکہوایا اور وہ قرآن بہی قرآن موجودہ ہی جو متداول بین الناس ہی مگر اسی قرآن کے بموجب علی مرتضی علیہ السلام یہ استدلال فرماتے تہے کہ تحقیق بیچ اُسکے حجت ہماری ہی اور بیان حق ہماریکا ہی اور فرض طاعت ہماری ہی ۔

[1] صافی شرح اصول کافی آخر کتاب فضل القرآن صفحہ ۷۱۹ ۔

یہ استدلال اُن علیہ السلام کا اسی قرآن سے بموجب اُس تعلیم اور تفسیر اور معنی اور منشار بتائے ہوئے پیغمبر خدا کے تھا اور جو اثر بے دو وحی کے حکم قرآن مین اور مثل قرآن کے تھا اور جسکو اُن حضرت علیہ السلام نے لکھ لیا تھا۔

منجملہ ان احادیث اور روایات کے جن مین ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے جس قرآن کے فضائل بیان فرمائے ہین اور ارشاد کیا ہو کہ یاد کرو قرآن کو اور علم حاصل کرو قرآن کا اور اُسکو اپنے اوپر لازم کرو اور اُسکو خدا نے تمپر نازل کیا ہی اور جسکے حفظ اور عمل کی رغبت دلائی ہی اور اُسکے کھولنے اور ختم کرنیکی تاکید کی ہی اور فرمایا ہی کہ کم سے کم ہر روز پچاس آیتین اُسکی پڑہنی چاہیین اور تلاوت قرآن سے گھرون کو روشن رکھنا ضروری ہی اور سننے والے کو بھی حسنات کا وعدہ فرمایا ہی اور جس مصحف کا گھر مین ہونا پسند کیا ہی اور جس قرآن کے حافظ کو حکم دیا ہی کہ قرآن کا دیکھکر پڑہنا بہتر ہی اور جس قرآن کے ترتیل اور حزن اور لحن عرب سے پڑہنے کا ارشاد کیا ہی اور شتابی سے پڑہنے کو منع فرمایا ہی اور جس قرآن کو کہ امام زین العابدین علیہ السلام پڑہتے تہے اور جو قرآن کہ چودہ جزو کا امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تہا اور جس قرآن کو مرد عجمی امت رسول کو ساتھ عجمیت اُسکی کے پڑہنے کی رخصت دی گئی ہی اور جس

قرآن کی سورتوں اور خاص آیات پڑہنے کا حکم دیا گیا ہی اور جس قرآن مین طلاسے کچہ زینت کی گئی تہی اور سامنے امام علیہ السلام کے پیش ہوا تہا اور جس قرآن کی ماہ رمضان مین ایک عمل خاص کی ہدایت کی گئی ہی اور جس کتاب خدا کا فرق بتایا گیا ہی کہ اُسکے کس حصہ سے مراد قرآن ہی اور کس حصہ سے مراد فرقان ہی اور جس قرآن کو بتایا گیا ہی کہ وہ واحد ہی اور واحد کی طرف سے نازل ہوا ہی اور جس قرآن کے نسبت ارشاد کیا ہی کہ گر گیا وہ دریا مین اور جو کچہ اُسمین تہا مٹگیا مگر صرف مقصود ایک آیت کا اور جس قرآن کی کہ سورۃ یونس امامؑ نے پڑہوائی ہی اور جس قرآن کی سورۃ الملک آخر نماز عشا مین خود اپنا پڑہنا امام نے ظاہر فرمایا ہی اور جس قرآن کے پورا ہونے اور زائد نہونیکا جسکو حضرت عمر اور عثمان کا لکہوایا علی مرتضیٰ علیہ السلام نے حضرت طلحہ سے اقبال کرالیا ہی اُن احادیث اور روایات سے ظاہر ہی کہ وہ قرآن یہی قرآن موجودہ متداول بین الناس ہی اور ان احادیث اور روایات سے کچہ شبہہ باقی نہین رہتا کہ جو کچہ وہ ارشادات ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے فرمائے ہین وہ اسی قرآن موجودہ متداول بین الناس کی بابت ہین اور کسی جگہ اور کسی وقت اس قرآن موجودہ متداول بین الناس کی نسبت یہ نہین فرمایا کہ اُسمین کوئی تحریف

ہی بلکہ علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جسوقت حضرت طلحہ سے گفتگو کی ہی اُسوقت
اُنہوں نے قبول کرالیا ہی کہ اسمین کچہ زائد نہین جسکا نتیجہ یہ ہی کہ علی
مرتضیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جانتے تہے کہ اس قرآن مین کہ جواب تک
متداول بین الناس ہی کسی قسم کی تحریف نہین ہوئی ہی۔

ایسی حالت مین قرآن موجودہ کی بابت نہ کوئی شیعہ تحریف کا
قائل ہوسکتا ہی نہ ائمہ اہلبیتؑ کی احادیث کو رد کرسکتا ہی۔

البتہ سوا اُن روایات اور احادیث کے کہ جنکا تعلق قرآن
موجودہ سے ہی دیگر روایات مین ایک ایسے قرآن کا بہی ذکر ہی کہ
جسکو علی مرتضیٰ نے بترتیب نزول مع تفسیر فرمودۂ پیغمبر کے لکہا
اور مرتب کیا تہا اور خود اُنہین روایتون سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ قرآن
بترتیب نزول مع تفسیر فرمودہ پیغمبرؐ کے لکہا ہوا اور مرتب کیا ہوا
علی مرتضیٰ کا اس قرآن موجودہ متداول بین الناس سے ائمہ علیہم
السلام کے پاس علیحدہ تہا جیساکہ ہر ایسی روایت اور حدیث
کے موقع پر ہم اشارہ کر آئے ہین ۔

وہ تفسیر فرمودۂ پیغمبر بہی ضرور بموجب وحی کے تہی جیساکہ
سوا قرآن کے دوسری وحی کی خبر پیغمبر خدا سے روایت اہلسنت
مین بہی ہی اور جسپر مصنف مخاطب نے اپنی تفسیر مین وثوق کیا ہی

اس اعتبار سے اُس تفسیر پیغمبری کو کہ جو بموجب وحی کے اور حکم قرآن مین اور مثل قرآن کے تہی - قرآن یا مصحف کہنا اور جسکو علی مرتضیٰ نے لکھا اور مرتب کیا تہا اس اعتبار سے اُسکو مصحف یا کتاب علیؑ کہنا ناروا نہین ہی اور جسکا وجود اور سُراغ کتب اہلسنت مین بہی موجود ہی جسکو ہم پہلے چند موقع پر دکہا آئے ہین -

پس ان دونون قسم کی روایات کو خلط ملط کرنا یا اصل و متن قرآن کی نسبت اُنکو بلا تفریق متعلق کرنا اور اُس سے تحریف قرآن کا نتیجہ نکالنا سخت غلطی اور عمداً مذہب شیعہ کو بدنما کرکے دکہانا ہی کیونکہ اسکو کوئی قبول نہین کرسکتا کہ کسی تفسیر سے جو حامل القرآن اصلی ہو یا کسی شرح سے جو حامل المتن ہو وہ اصلی قرآن اور متن جو تفسیر اور شرح سے مجرد ہو محرف سمجہا جاوے -

خود اہلسنت کی روایتون سے ظاہر ہی کہ قرآن مین الفاظ دیگر بہی تہے اور صحابہ اُنکو پڑہتے تہے کہ جو قرآن موجودہ مین نہین ہین اور جسکو ہم پہلے تفصیل سے دکہا آئے ہین اور جسکی نسبت مصنف مخاطب اپنی تفسیر اکسیر اعظم صفحہ ۸۸ - پر لکہتے ہین کہ "بعض روایات سے یہ بات ثابت ہی کہ بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمائے تہے اُنکو بہی صحابہ قرآن مین لکہہ لیتے تہے -

درحقیقت شیعہ عہد پیغمبرؐ سے اور بعد پیغمبرؐ کے بموجب تعلیم علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے یہی سمجھتے چلے آتے ہین کہ اصل قرآن یہی ہی کہ جو اسوقت تک متداول بین الناس ہی جس مین کوئی لفظی تحریف نہین ہوئی لیکن تحریف معنوی ضرور ہوئی۔

ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے جو کسی آیت کے معنی اور مراد بیان فرمائے ہین اور وہ بیان اُنکا بموجب تعلیم پیغمبرؐ کے تہا اُس بیان کو البتہ مثل قرآن اور حکم قرآن مین مانتے ہین اور کسی آیت قرآنی کے معنی اور مراد بیان کرنا ہی تفسیر ہی۔ جیساکہ ابو مسلم معتزلی کا مذہب خود مصنف مخاطب نے بہی یہی نقل کیا ہی کہ جو الفاظ اب منسوخ التلاوۃ سمجھے جاتے ہین یہ درحقیقت بطور تفسیر رسول اللہ صلعم نے بیان کیے تہے جسکو بعض صحابہ نے غلطی سے قرآن سمجھہ لیا تہا۔

اور خود مصنف مخاطب نے یہ امر قبول کیا ہی کہ بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائے تہے اُنکو بہی صحابی قرآن مین لکھہ لیتے تہے مگر مصنف مخاطب نے مذہب معتزلی سے اس امر مین اختلاف کیا ہی کہ اُن الفاظ تفسیری کو صحابہ نے غلطی سے قرآن سمجھہ لیا تہا۔

مصنف مخاطب نے یہ پسند کیا ہی کہ صحابہ کی طرف غلط فہمی کی نسبت کرنے سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہی کہ قرآن ہم تک انہین کے واسطہ سے پہونچا ہی اور انہین کے ثبوت کا مدار بالکل انہین پر ہی۔ لیکن جن صحابہ کا اس موقع پر ذکر ہی اُن صحابہ کو کوئی فرقہ مذہب اسلام کا معصوم نہین مانتا۔ ایسی حالت مین اگر ایک معتزلی نے جو غیر معصوم صحابہ کو نسبت غلط فہمی کی دی تو وہ نسبت اُسکی ہرگز ناپسندیدہ نہین ہو سکتی۔ البتہ مصنف مخاطب جو صحابۂ غیر معصوم کی حالت مثل معصوم کے قرار دینا چاہتے ہین یہ امر دراصل تعجب انگیز ہی۔ مگر اس قسم کی خرابیان اُس غلط اصول قرار دینے سے لازم آتی ہین کہ بعد رسول کے اُنکا جانشین ایسا نہ مانا جائے جو معصوم یا محفوظ عن الخطا ہو اور محض اُسی کے سخن کے پیروی اور اطاعت نہ کیجائے۔

جو بیان کہ پیغمبرؐ نے بطور تفسیر کے فرمایا تھا درحقیقت اُسکا امتیاز کرنا صحابہ غیر معصوم کو اصل قرآن سے نہایت دشوار تھا یہ معاملہ کیونکر نازک نہو کہ صحابہ غیر معصوم اصل قرآن اور اسکی تفسیر ایک زبان پیغمبرؐ سے سنتے تھے وہ بغیر تعلیم خاص پیغمبرؐ کے کیونکر سمجھ سکتے تھے کہ بیان پیغمبرؐ مین کسقدر اصل قرآن ہی اور کسقدر

تفسیر اور یہی وجہ تہی کہ حضرت عمر بیان پیغمبرؐ کی نسبت متردد رہے کہ وہ اصل قرآن ہی یا تفسیر۔

لیکن شیعہ امامیہ اثنا عشریہ بموجب تعلیم ائمہ اہلبیت کے کہ جو معصوم یا محفوظ عن الخطا تہے قدیم سے ہر زمانہ مین یہ سمجہتے چلے آتے ہین کہ اصل قرآن تو وہ تہا جو پیغمبرؐ نے ابتداءً لکہا دیا اور جب کسی آیت کی متعلق کسی صحابہ کے دریافت پر پیغمبرؐ نے الفاظ زائد ارشاد فرمائے یا ہر ایک آیت کی مراد اور منشا علی مرتضیٰ کو تعلیم کیا اور علی مرتضیٰ نے اُسکو لکہہ لیا وہ تفسیر تہی اور وہی تفسیر دیگر ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے پاس برابر چلی آئی اور اُسی تعلیم اور تفسیر کے بموجب علی مرتضیٰ سے لیکر حضرت صاحب العصر تک جس آیت کے جو معنی اور مراد جس امام نے فرمائے وہ مثل قرآن اور حکم قرآن مین تہا۔

یہ اعتقاد شیعون کا ایسا ہی کہ جسپر نہ مثل مذہب معتزلی کے کہ صحابہ کو نسبت غلط فہمی کی دی جانی ناپسندیدہ ہی۔ اور نہ مثل مذہب مصنف مخاطب کے کہ مذہب معتزلی سے جو بخوف لزوم غلط فہمی عائد ہونیکے صحابہ پر اختلاف کیا جاتا ہی یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہی کہ وہ مذہب خلاف واقع اور مخالف حقیقت ہی۔

: درحقیقت یہی صحیح اعتقاد مذہب شیعہ کا شیعون کو قدیم سے برانگیختہ کرتا تہا کہ اُنہین الفاظ تفسیری پیغمبرؐ سے کہ جو روایات کتب اہلسنت اور اہل تشیع مین منقول ہوے ہین امامت علی مرتضیٰؑ و ائمہ اہلبیت کی بمقابلہ اُن کے ہمعصر خلفاے مخالف کے ثابت اور قائم کرین چونکہ وہ الفاظ تفسیری پیغمبرؐ کے مثل قرآن اور حکم قرآن مین تہے۔ اور آیات قرآنی کے معنی ظاہر کرنیوالے تہے بعینہ اُسی شان سے کہ جیسے وہ الفاظ بغیر تفسیر جزو قرآن ہوتے اور جنکے نہ قبول کرلینے سے معنی آیات قرآن مین تحریف لازم آتی ہی اسلیے عموماً وقت استدلال کے اُن الفاظ تفسیری کو قرآن بولا گیا۔

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے وہ روایات جن مین معنی آیات قرآنی کے بطور تفسیر بیان ہوے تہے اپنی کتاب کافی مین جمع کین کہ جنسے بیشک تحریف بالمعنی قرآن کی ثابت ہوتی ہی اُسپر یہ کہا گیا کہ شیخ علیہ الرحمۃ معتقد تحریف اور نقصان قرآن کے مین اور یہ حجت پیش کی گئی کہ وہ اُن روایات کی بابت معترض نہین ہوے ظاہر ہو کہ شیخ باعتبار الفاظ زائد تفسیری کے قائل تحریف بالمعنی قرآن کے تہے اور خود اُن روایات سے صریح ظاہر ہوتا تہا کہ اُن الفاظ زائد سے معنی اور منشاء آیت کا بیان کیا گیا ہی اسلیے اُن کو کسی کی تنبیہ چنین

کی کسی روایت کی نسبت ضرورت نہین تھی اگر اُنکو یہ شبہہ ہوتا کہ اُن
الفاظ زائد سے تحریف لفظی قرآن کا شبہہ پیدا ہوتا ہی تب اُنکو موقع
کسی قدح کا ہوتا او رچونکہ اُنہون نے تمام وہ احادیث ائمہ جمع کی ہین
جنسے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ قرآن موجودہ مین کوئی تحریف لفظی
نہین ہی تو شیخ کی نسبت کسی طرح نہین کہا جا سکتا کہ وہ تحریف
لفظی کے قائل تھے" اور جیسے کہ شیخ نے کتاب کافی مین اُن روایات
کو جمع کیا ویسے ہی علی بن ابراہیم قمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر
مین اُن روایات کو مملو کیا۔ اور شیخ احمد بن ابیطالب طبرسی رحمہ
اللہ اپنی کتاب احتجاج مین اُسی منوال پر چلے۔

مگر اہل خلاف نے بمقابلہ اثبات امامت علی مرتضیٰ اور دیگر
ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے بجواب شیعون کے یہ کہنا شروع
کیا کہ "شیعہ تحریف لفظی قرآن کے قائل ہین"

لیکن درحقیقت مذہب علماے شیعہ کا ایسا نہین تھا
کہ جیسا اُنکی نسبت گمان کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ تحریف لفظی اور
زیادتی اور نقصان قرآن کے قائل ہین حالانکہ اُنکا صحیح مذہب
اسکے خلاف تھا اور وہ اصل قرآن مین لفظی تغیر یا نقصان کے قائل
نہین تھے۔

البتہ بلحاظ الفاظ تفسیری آیات کے جو کتب فریقین مین مندرج مین اور باوصف اسکے جو لوگ کہ اُن معنی کو قبول نہین کرتے اُنکی نسبت تحریف بالمعنی قرآن کے قائل تھے۔

اسلیے سید شریف مرتضی علم الہدی نے پورے طور پر جواب مسائل طرابلسیان کے اصلی مذہب شیعہ کا بتا دیا اور اُسی صحیح مذہب کو اُنکے جتا دیا۔ اور شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ اعتقادیہ مین ظاہر کر دیا کہ اعتقاد ہمارا قرآن کی نسبت یہ ہی کہ جو کچھ درمیان دو دفتیون کے لوگون کے ہاتھ مین ہی اُس سے کچھ زیادہ نہین ہی اور جو کوئی ہماری طرف یہ منسوب کرے کہ ہم اُسکے زیادہ ہونے کے قائل ہین پس وہ جھوٹا ہی۔ اور یہ اشارہ اُن کا اُن اہل خلاف کی طرف ہی کہ جو شیعون کی نسبت تہمت اعتقاد نقصان قرآن کی کرتے تھے۔

اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تبیان مین صاف لکھدیا کہ مذہب صحیح ہمارا یہی ہی کہ قرآن مین زیادتی اور نقصان نہین ہی۔

ان علما کے اس اعتقاد کے ظاہر کرنے سے کہ قرآن مین کچھ کم و بیشی نہین ہی مراد اُنکی نہ قائل ہونے تحریف لفظی قرآن سے صاف

وصریح و واضح ہی۔

اور اگر خلاف حقیقت اور واقعہ کے یہی کسی عالم شیعہ کا بتفہیم معنی احادیث کے یہ اجتہاد سمجھہ ہی لیا جائے کہ وہ قرآن مین لفظی تحریف کا قائل ہوا ہی اور کسی عالم شیعہ کی نسبت یہ قبول ہی کیا جائے کہ اسنے خلاف اسکے اجتہاد کیا تو اس سے کوئی اعتراض مذہب شیعہ پر وارد نہین ہوسکتا اسلیے کہ مذہب شیعہ مین یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہی کہ جب کوئی مفتی مرجائے تو اسکا فتوی بہی مرجاتا ہی اور مجتہد حی کا قول ہمیشہ قابل پابندی کے ہی۔

مصنف مخاطب نے جیسا کہ ایک غلط اعتراض خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ تحریف قرآن کا مذہب شیعہ کی نسبت ظاہر کیا ہی ویسے ہی انہون نے سید شریف مرتضی علم الہدی اور شیخ صدوق ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کو متاخرین شیعہ مین قرار دیا ہی اور جنکی نسبت کہا ہی کہ وہ موجد مسئلہ عدم تحریف قرآن کے ہین حالانکہ سنہ ۳۲۹ ہجری تک زمانہ موجودگی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کا رہا کہ جس مین غیبت کبری امام دوازدہم علیہ السلام کی واقع ہوئی ہی۔ اور سید شریف مرتضی علم الہدی سنہ ۳۵۵ ہجری مین پیدا ہوے اور سنہ ۳۶ ہجری مین انہون نے وفات پائی اور وہ حضرت امام

موسی کاظم علیہ السلام سے کہ جو ساتوین امام تہے چہٹی پشت مین تہے اور شیخ صدوق رئیس المحدثین ابن بابویہ قمی سید شریف مرتضی سے بہی مقدم تہے وہ حضرت صاحب الامر کی دعا سے پیدا ہوئے تہے اور سال ۳۵۵ھ مین جوان تہے جبکہ بغداد مین آئے تہے اور ۳۸۱ھ مین اُنہون نے بلدہ ری مین وفات پائی (فہرست طوسی) اور شیخ مفید علیہ الرحمہ جو اوستاد سید شریف مرتضی کے تہے وہ شاگرد ابن بابویہ قمی کے تہے جس سے بخوبی اندازہ تقدم ابن بابویہ قمی کا ہو سکتا ہے۔

ان دونون کی نسبت یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "وہ فرقہ جدید متاخرین شیعہ مین سے تہے" ایک امر عجیب ہے بنظر اس حقیقت اور واقعیت کے۔ یہ مصنف مخاطب کو اس کہنے سے کہ "متقدمین شیعہ کا تحریف قرآن پر اجماع تہا اور متاخرین شیعہ نے اہلسنت سے یہ مسئلہ سیکہا کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی اور سید شریف مرتضی اور شیخ صدوق ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ متاخرین شیعہ مین سے تہے اور فرقہ جدیدہ نے ائمہ کے اقوال کو رد کردیا اور اپنے متقدمین کو اس مسئلہ مین گمراہ بتایا" شرم کرنی لازم تہی کیونکہ یہ تمام بیانات غلط اور خلاف واقعہ ہین۔ نہ کبہی متقدمین شیعہ نے تحریف لفظی قرآن پر

اجماع اور اتفاق کیا اور نہ کبھی متاخرین شیعہ کا کوئی نیا فرقہ خلاف اسکے پیدا ہوا البتہ باعتبار الفاظ تفسیری کے اہل خلاف کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے چلے آتے ہین کہ وہ تحریف بالمعنی قرآن کو کرتے ہین کبھی اُنھون نے ائمہ کے اقوال کو ایسی حیثیت سے رد نہین کیا جیسا کہ مصنف نے ظاہر کیا ہی۔

بلکہ ایسی حیثیت سے قبول کیا ہی کہ وہ تفسیر اُن آیات کی ہی جن آیات کے جو معنی ائمہ نے فرمائے ہین کبھی اپنے متقدمین کو اُنھون نے اس مسئلہ مین گمراہ نہین بتایا بلکہ اُن اہل خلاف کو جو شیعون پر تہمت تحریف قرآن کی رکھین (اس موقع پر مراد تحریف لفظی قرآن سے ہی) البتہ جھوٹا بتا سکتے تھے۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب بتلا دین کہ عالم شیعہ جنکو مصنف نے کاذب کہا ہی اُسمین کون داخل ہوتا ہی مصنف مخاطب یا شیعہ۔

شیعہ اس مسئلہ مین ہرگز مذبذب نہین ہین جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ مطاعن صحابہ کی بحث مین وہی ایک عمل جو قدیم سے اختیار کیے ہوے ہین اور اختیار کرتے ہین کہ دو صحیحی الفاظ تفسیری کو قرآن سے خارج کرنے کی وجہ سے تحریف بالمعنی ہو

اور حضرت عثمان پر اس نوع سے اعتراض نہین کرتے ہین کہ اُنھون نے مسئلہ امامت قرآن سے نکال ڈالا بلکہ اُنکے اعتراض کی نوعیت یہ ہی کہ اُن الفاظ تفسیری پیغمبرؐ کو جنسے آیات قرآن کے معنی ایسے ظاہر ہوتے تہے کہ امامت علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے حق مین منصوص ہی اور جسکا کچھہ حصہ اپنے اپنے قرآن مین بعض صحابہ غیر اہلبیت نے لکھہ لیا تھا اور جسکو وہ مثل قرآن اور حکم قرآن مین مانتے تہے اُسکو ترک کیا اور شامل قرآن نہ کیا یا جو قرآن ترتیب نزول مع کامل تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے عہد خلافت اول مین علی مرتضیٰ نے پیش کیا تھا اور اُسکو نہ لیا خلافت اول مین اُسکے نہ لینے سے و ہم خلافت سوم مین دیگر صحابہ کے قرآن مین جو الفاظ تفسیری پیغمبرؐ کے تہے اُسکے ترک کرنے اور شامل نہ کرنے سے قطعی تحریف معنوی قرآن کی لازم آئی۔

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین مطاعن حضرت عثمان مین جو یہ لکھا ہی جسکو مصنف مخاطب سنداً نقل کرتے ہین وہ طعن ہفتم آنکہ جمع کرد مردم را بر قراءت زید بن ثابت و بس برائے آنکہ عثمانی بود و دشمن امیرالمومنین و چون خواست مناقب اہلبیت و مثالب اعدائے ایشانرا بیندازد او را برائے جمع قرآن اختیار کرد"

اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ مسئلہ امامت قرآن سے نکال ڈالا گیا یا کوئی عالم شیعہ تحریف لفظی قرآن کا قائل ہی بلکہ اسی عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عثمان نے یہ چاہا کہ مناقب اہلبیت اور مثالب اُنکے اعداکے نکالڈالے جائین بس۔

مناقب اہلبیت اور مثالب اُنکے اعداکے اُنہین الفاظ تفسیری پیغمبرؐ سے ظاہر ہوتے تہے کہ جنکو صحابہ نے قرآن مین لکھہ لیا تھا جو مثل قرآن اور حکم قرآن مین تہے۔

چنانچہ ملا مجلسی نے اپنے اسی قول مجمل کی کہ جو بطور ہیڈنگ کے ہی تفصیل اسی فصل مین بخوبی کتب[1] اہلسنت سے دکہائی ہی کہ صحابہ عہد پیغمبرؐ مین کیونکر اور کسطرح سے اور ایک دوسرے سے مختلف الفاظ زائد پڑہتے تہے اور جسکو پیغمبر فرماتے تہے کہ ایسی ہی ہی اور زیادہ عظمت قرارت قرآن ابن مسعود کی اُن صحابہ مین تہی اور اُس مین بہت کچہہ مناقب اہلبیت اور مثالب اُنکے اعداکے لکہے ہوے تہے جسکا نشان اخبار واحادیث مذہب شیعہ مین بہی ہی اُسی کو زید بن ثابت نے نکال ڈالا اور اُسی تفسیر پیغمبری کے نکل جانیکا الزام بمنزلہ تحریف لفظی قرآن کے ہی کہ جن لفظون تفسیری پیغمبرؐ کے

[1] صحیح بخاری و مسلم و مالک و ابو داؤد و نسائی و جامع الاصول ۱۲

ترک اور شامل نہ کرنے سے تحریف معنوی قرآن کی لازم آئی ۔
شیعہ ہمیشہ سے اسی امر کے قائل چلے آتے ہین کہ قرآن موجودہ
مین تحریف لفظی نہین ہوئی البتہ از روے الفاظ تفسیری پیغمبرؐ کے
اور اُنکے نہ شامل رہنے اور ترک کی وجہ سے تحریف معنوی کے قائل
ہین ۔ اور جسکا ہر ایک مسلمان کو قائل ہونا چاہیے جس جس آیت کی
جو جو تفسیر پیغمبری ثابت ہو ۔
شیعونپر جب تحریف لفظی قرآن کی تہمت کی گئی خواہ غلط فہمی
سے خواہ عمداً تب اُنکی طرف سے کہا گیا کہ قرآن مین لفظی تحریف نہین
ہوئی ہی ۔ یہ امر نہین ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ وہ
جب تحریف قرآن کے قول پر بے اعتباری قرآن کا اعتراض پیش
ہوتا ہی تو کہتے ہین کہ ہرگز تحریف نہین ہوئی "
اُنکا برابر یہ اعتقاد رہا ہی کہ قرآن مین تحریف لفظی نہین ہوئی
اور اُنہون سنے اُسی وقت یہی جواب دیا ہی جب اُنپر تہمت تحریف
قرآن کی کی گئی ہی ۔ سید شریف مرتضیٰ سے پہلے کہ وہ بھی متقدمین
علماے شیعہ اور قریب نسل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مین سے تھے
کبھی کسی سنے شیعونپر ایسی تہمت نہین کی تھی اسلیے وہ اول جواب
دینے والے اُس اتہام کے ہین ۔

اور اسی وجہ سے شیعہ اُنکے جواب کو اور اُنکے ماقبل اور مابعد کے علما کے عقائد اور اجتہادات تحریری کو اسوقت تک برابر دکھلاتے چلے آتے ہین کہ تحریف لفظی قرآن کا کوئی قائل نہین ہی۔ سید شریف مرتضی سے قبل یا بعد اگر کوئی عالم شیعہ تحریف لفظی قرآن کا قائل ہوا ہوتا تو ممکن نہین تہا کہ مصنف مخاطب اُسکے نام کے ظاہر کرنے سے دریغ کرتے تعجب ہی کہ مصنف نے کسی موقع پر یہ نہین دکہایا کہ کون شیعہ عالم قائل لفظی تحریف قرآن کا تہا اُنکو اس امر سے شرم کرنا چاہیے تہا کہ جو غلط تہمت تحریف قرآن کی خود اہل خلاف نے شیعون کی نسبت کی ہی اُسکو یہ کہا جائے کہ شیعہ اُسکے قائل ہوے ہین۔

شیعون سے اس بات کے پوچہنے کی ضرورت نہین ہی کہ وہ ابن بابویہ وغیرہ کو ائمہ کے قول کے رد کرنیکا کیا اختیار تہا" اس لیے کہ کسی عالم شیعہ نے ائمہ کے قول کو اُس حیثیت سے کبہی رد نہین کیا ہی جس حیثیت سے کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہین بلکہ علماے شیعہ نے قول ائمہ کو تفسیر قرار دیا ہی۔

اور اگر کسی زمانہ کا کوئی عالم کسی روایت قول کسی امام علیہ السلام کو اپنے اجتہاد مین ضعیف یا غیر صحیح قرار دیکر منظور نہ کرے تو کیا یہ امر اس سے زیادہ عجیب تر ہوگا کہ علماے اہلسنت نے اپنے یہان کے

کتب کی لاکھون احادیث کو وضعی قرار دیدیا اور سیکڑون احادیث
پیغمبر کو ابتدائے خلافت مین جلادیا ـــ اور جن احادیث تفسیری پیغمبر
کی صحت کو قبول کرتے ہین اُنپر نہ عمل کرتے ہین نہ اُنکے بموجب اعتقاد
قائم کرتے ہین ـــ

اگر کوئی شیعہ عالم کسی زمانہ مین کسی مصلحت او کسی وجہ سے بنظر
تنقید صحت روایات کے کسی روایت کو قطعی الصدور نہ قرار دے
تو وہ فرقہ شیعہ سے خارج نہین ہوسکتا اور نہ شیعون کا یہ دعوے
ٹوٹ سکتا ہی کہ اُنکا تمام مذہب ائمہ سے ماخوذ ہی ـــ

ہم اقوال ائمہ سے ابھی ثابت کر آئے ہین کہ قرآن موجودہ مین
کوئی کمی نہین ہوئی وہ سب اسی قدر ہی جو مسلمانون کے پاس ہی
اور ائمہ کی کسی حدیث سے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ تحریف لفظی ہوئی ہو
قرآن مین ہی اور نہ اہلسنت ایسا ثابت کرسکتے ہین ـــ ہان اقوال
ائمہ ایسے بیشک موجود ہین ـــ اور جنکی تصدیق خود کتب اہلسنت
سے ہوتی ہی کہ تحریف بالمعنی قرآن کی غیر شیعہ کرتے ہین ـــ

درحقیقت حضرات اہلسنت سے یہ بات قابل استفسار کے
ہی کہ جن الفاظ تفسیری پیغمبر کی صحت کے تم قائل ہو اُسکے بموجب عمل
کیون نہین کرتے اور اُسکے بموجب بنا اعتقاد کیون نہین قرار دیتے

تاکہ جو اختلاف اعتقادی مسئلہ امامت اور خلافت مین درمیان شیعہ
او سنی کے ہی مع دیگر مسائل کے وہ رفع ہوجاوے ۔ اور جو اعتقاد
کہ شیعونکا ہی وہی اعتقاد اہلسنت کو قبول کرنا لازم آوے اگر نہین
آفاسیر آیات کے بموجب جو تہوڑی سی ہم نے شروع بحث مین
دکھائی ہین اور جو پیغمبرؐ سے کتب اہلسنت مین منقول ہین اور
وہ تفاسیر قرآن مین لکہی ہوئی نہین ۔ اہلسنت اعتقاد اپنا قائم
کرین ۔

مصنف مخاطب اب بیان سے یہ بہی ارادہ کرتے ہین کہ شیعون
کے بیان کی روایات سے یہ ثابت کرین کہ قرآن موجودہ مین کمی ہو گئی
ہی لیکن جن روایات کو مصنف مخاطب نے منتخب کیا ہی اُن روایات
کو ہم بہی شمول اُن روایات کے دکہا آئے ہین کہ جو متعلق قرآن
کے ہم نے اوپر نقل کی ہین اور جن سے یہ بتا دیا ہی کہ ائمہ علیہم
السلام کے پاس ایک قرآن یہی موجودہ قرآن تہا کہ جو اب تک
لوگون کے پاس ہی اور دوسرا وہ قرآن تفسیری تہا جس مین پیغمبرؐ
کی بتائی ہوئی تفسیر علی مرتضیؑ نے اپنے ہاتہہ سے لکہہ لی تہی ۔

مصنف اول اصول کافی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
کا یہ ارشاد پیش کرتے ہین کہ وہ جبرئیل نے جو قرآن نازل کیا تہا مین

سترہ ہزار آیتین تہین " اور اس سے ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وہ بہت سا قرآن ساقط ہوگیا کہ قرآن موجودہ مین پوری سات ہزار آیتین بہی نہین "

مصنف نے ترجمہ ارشاد امام علیہ السلام کا غلط کیا ہی اصل ارشاد امام علیہ السلام کا یہ ہی۔

" قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرئیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سبعۃ عشر الف آیۃ "	ترجمہ صحیح " تحقیق کہ قرآن ایسا کہ لائے اسکو جبرئیل طرف محمد صلعم کے سترہ ہزار آیت ہی "

اس ارشاد امام علیہ السلام سے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ قرآن موجودہ متداول بین الناس مین کچہہ کمی ہی البتہ اس ارشاد امام سے قرآن موجودہ کی نسبت شمار آیات مین اختلاف پیدا ہوگا اُس تعداد سے جو کوئی کہ تعداد آیات کا شمار خلاف اُسکے بیان کریگا۔ اگر امام علیہ السلام یہ فرماتے کہ جبرئیل نے جو قرآن نازل کیا تہا اُس مین سترہ ہزار آیتین تہین اور قرآن موجودہ بین الناس مین منجملہ اُن کے اس تعداد سے کم ہین تو البتہ یہ مانا جا سکتا تہا کہ قرآن موجودہ کم ہی قرآن منزلہ سے۔ لیکن امام علیہ السلام نے جو شمار عدد آیات

قرآن کا فرمایا ہی اُسکے مقابل مین مصنف جو یہ کہتے ہین کہ وہ قرآن موجودہ مین پوری سات ہزار بہی آیتین نہین ہین" تو اُنکو بیان کرنا چاہیے تہا کہ یہ تعداد شمار آیات کی کس کی مقرر کی ہوئی ہی؟ اگر یہ تعداد آیات کسی امام اہلبیت کے قول مین ہوتی یا کسی عالم شیعہ کی اس روایت پر ایسی تحقیق ہوتی تو بہی کچہ مضائقہ نہ تہا کہ ایسا اعتراض کیا جاتا۔

مصنف مخاطب نے قرآن موجودہ مین تعداد آیتون کی یون ظاہر کی ہی کہ وہ پوری سات ہزار بہی نہین ہین" جس سے ایک ٹہیک تعداد معلوم نہین ہوسکتی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ سات ہزار مین کس قدر کم ہین اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ تعداد آیتون مین خود علماے اہلسنت کے باہم اختلاف[1] ہی کوئی کسی قدر قبول کرتا ہی کوئی کسی قدر اور صرف تعداد آیات ہی مین اختلاف نہین ہی بلکہ مجرد تعداد آیات کے علم اور غیر علم مین بہی اختلاف ہی۔ ہذلی نے اپنی کتاب کامل مین کہا ہی "وہ تحقیق کہ قوم جاہل رہی عدد سے اور اُس مین کچہ فائدہ نہ تہا۔ یہان تک کہ زعفرانی نے کہا کہ عدد معلوم نہین ہی"

اور وجہ اختلاف تعداد آیات کی یہ ہی کہ تعداد آیات معین نہین ہوسکتی ہی جب تک کہ حد آیت کی معلوم نہو اور حد آیت کی مقرر

---

[1] اتقان فی تفسیر القرآن للسیوطی ۱۲

کرنے مین اختلاف واقع ہوا ہی کسی نے یہ کہا ہی کہ قرآن جملون سے مرکب ہی اور جملہ آیت ہی۔ جملون مین مبتدا مقدر ہوسکتا ہی اور کوئی اُس موقع پر مبتدا مقدر مانے اور کوئی نہ مانے (اور جملہ کے اندر جملہ ہوتا ہی آیا جملہ مع اپنے جملون اندرونی کے ایک جملہ سمجھا جائیگا یا جملہ اندرونے علیحدہ ۔)

کسی نے یہ کہا ہی کہ وہ آیت اندک اندک ہی قرآن سے جدا کی گئی ہی اپنے ماقبل اور مابعد سے " (اس مین بہی اختلاف ہوسکتا ہی کہ ایک عبارت سے اُسکے ماقبل کو کوئی جدا مانے اور کوئی جدا نہ مانے)

بعض نے کہا ہی کہ وہ ایک ہی ہی معدودات سے سورتون مین نام رکہا گیا ساتہ اُسکے اسواسطے کہ علامت ہی اوپر صدق لانے والے کے اور اوپر عجز اُسکے کہ جس سے تحدی کی جائے (اس تعریف سے انسان کا کام نہین ہی کہ ابتدا اور انتہا کسی آیت کی مقرر کرسکے) کسی نے یہ کہا ہی کہ مین سوا مُدہامّتان کے اور کسی کلمہ واحد کو آیت نہین جانتا " کسی نے غیر اُسکے کہا ہی کہ مثل والنجم و الضحی و العصر کے شمار آیت مین ہین ۔ بعض نے کہا جہان شارع نے ٹہراؤ کیا ہو وہ آیت ہی ا ۔ دلیکن ثبوت توقف شارع کا کہ کہان کہان شارع

نے توقف کیا تھا امکان سے باہر ہے)

بعضون نے فقط یٰس اور حروف مقطعات کو آیت مانا ہے اور بعض نے کسی کسی کو نہین مانا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ”تمام آیتین قرآن کی چھ ہزار چھ سو سولہ ہین“

دانی نے کہا ہے کہ ”اجماع کیا گیا اوپر اسکے کہ عدد آیات قرآن کا چھ ہزار آیت ہے پھر اختلاف کیا گیا۔ بعضون نے اُسپر کچھ زیادہ نہ کیا۔ بعض نے کہا کہ دو سو اور چار آیت زیادہ ہے۔ بعض نے کہا کہ چودہ۔ کسی نے کہا انیس۔ کسی نے کہا پچیس۔ کسی نے کہا چھتیس۔ ابن عباس سے دوسری روایت ہے کہ ”درجہ جنت کے بقدر آیات قرآن کے ہین پس وہ چھ ہزار دو سو سولہ آیت ہین“

اور بی بی عائشہ فرماتی ہین کہ ”شمار درجات جنت شمار آیات قرآن کا ہے جو کوئی داخل ہوا جنت مین اہل قرآن سے پس نہین ہے اوپر اُس کے درجہ“ (اگر ہر مسلمان جو اہل قرآن سے ہے داخل جنت ہوگا تو آیات قرآن لاتعداد مانی جائین گی اور مصنف مخاطب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد سے جو نتیجہ کمی قرآن کا نکالتے ہین اُنکو ارشاد حضرت عائشہ کے بموجب یہ نتیجہ نکالنا پڑیگا کہ قرآن بمنزلہ قطرہ کے ہے

اور کسی بمنزلہ دریا کے)

شمار آیات میں اختلاف ایک ایسا بھاری اختلاف ہی کہ اہل مدینہ اور مکہ اور شام اور بصرہ اور کوفہ ایک دوسرے سے مختلف ہین — اور اہل مدینہ مین بہی دو گنتیان ہین - ایک ابوجعفر یزید بن قعقع کی اور دوسری اسمعیل انصاری کی — پہر ہر سورۃ مین کتنی کتنی آیتین ہین اور اُسکی کم و بیشی کا بہی بیان ہوا ہی (دیکھو اتقان) زمخشری نے تفصیل آیات قرآنی کی لکھی ہی کہ کس کس قدر آیات کس کس بارہ مین اور کس کس قسم کی ہین جس کی میزان چہ ہزار چہ سو چھیاسٹھ ہوتی ہی ۹

بنظر ان اختلافات کے کیا مصنف مخاطب یہ قبول کر سکتے ہین کہ بمقابلہ تعداد کمی او ربیشی آیات مقبولہ ایک دوسرے کے قرآن موجودہ کم ہی —

اصل امر یہ ہی کہ مصنف مخاطب نے جو تعداد آیات قرآنی کی کم سات ہزار سے بیان کی ہے یا جو مختلف تعداد ین علماے اہلسنت نے ظاہر کی ہین اُن مین سے کوئی تعداد نصی نہین ہی — قرآن جب نازل ہوا تو عرب اُسکو اپنے لہجہ مین پڑھتے تہے کسی لفظ پر زور دیتے تہے اور کسی لفظ پر وقفہ کرتے تہے قرآن جب لکہا گیا تو اُسمین نہ

کوئی علامت آیت کی تہی نہ وقفہ کی حضرت عثمان سکے بہت زمانہ کے
بعد مسلمان عالمون سنے پہلے پانچ نشانیان وقفہ کی جداگانہ مقصود سے
قرار دین جنمین ایک نشان آیت کا ہی اور ویسے ہی نشان پر حرف
"لا" بہی لکہا ہی جسکو یہ سمجہا ہی کہ یہان صورت توقف کی بمنزلہ آیت
کے ہی لیکن آیت ختم نہین ہی جسکو آیت "لا" کہتے ہین —

پہر اُن کے بعد دوسرے متاخرین علما نے سات نشانیان
وقفہ کی اور اختلاف وقفہ کی اور قرار دین۔ نسخہ جات قرآن جو اب
لوگون کے ہاتہہ مین ہین اُن مین یہ تمام نشانیان موجود ہین —
نشان آیت کے سوا آیت "لا" اور دیگر نشانات وقفہ کے
اعتبار سے اگر آیات قرآنی کی تعداد شمار کی جائے تو اُسپر کوئی
اعتراض وارد نہین ہوسکے گا۔ اسلیے بعض علماء اہلسنت نے
ہر محل توقیفی کو حد آیت سمجہا ہی —

کسی معترض کو جو ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے نتیجہ کمی
قرآن کا نکالنے والا ہو پہلے وہ ہر مقام توقیفی کو آیت سمجہکر شمار آیات
کا کرے اور دیکہے کہ تعداد آیات کس قدر ہوتی ہی اور تعداد آیات
جو امام علیہ السلام نے فرمائی ہی اُس سے مقابلہ کرے اور پہر سوچے
کہ کمی قرآن کا کچہہ استدلال ہوسکتا ہی یا نہین ؟ لیکن شیعہ ہر آیت

کی ابتدا اور انتہا اس قرآن موجودہ مین قرار نہین دے سکتے اس لیے
کہ ارشاد امام علیہ السلام مین کوئی ایسی تفصیل نہین ہی لیکن اعتقاد مجمل
یہ رکھہ سکتے ہین کہ قرآن موجودہ مین سترہ ہزار آیتین ہین۔
مگر شیعہ ایک اور ترکیب سے مصنف مخاطب کا اطمینان کر سکتے
ہین کہ جس سے سترہ ہزار آیات قرآن موجودہ کی قرار پاسکے۔
اتقان مین کلمات قرآن کی تعداد مختلف بیان ہوئی ہی مگر جو
اول تعداد بیان کی گئی ہی وہ ستہتر ہزار نو سو چہتیس کلمے ہین منجملہ
ان کلمون کے چار چار کلمون اور کسی جگہ پانچ کلمون سے ایسا کلام
بن سکتا ہی کہ جسکا مفہوم تمام ہوسکے اور اس حالت مین اُس عبارت
تامہ کو ایک آیت سمجھنا چاہیے کہ جس سے اسی قرآن موجودہ مین
سترہ ہزار آیتین پوری ہو جائین گی۔
بسبب اختلاف مفہوم کے تعداد آیات مین اختلاف چندان
قابل تعجب کے نہین تہا مگر تعداد کلمات مین اختلاف کا ہونا قابل
سخت تعجب کے ہی اگرچہ حد کلمہ کے مفہوم سے تعداد کلمہ مین بہی اختلاف
ہوسکتا ہی مگر قرآن کے متعلق اُسکا رفع کرنا دشوار نہتہا جب تعداد
کلمات کا اختلاف قرآن کے متعلق ایک فرقہ مذہب اسلام مین موجود
ہی تو مذہب اسلام مین مختلف فرقون کا ہوجانا ایک ہی قرآن کی نسبت

کچھہ جاے تعجب نہین ہی اور یہ امر اُس قول اور اعتقاد کی خرابی کو ظاہر کرتا ہی جس کی رو سے کہا گیا اور مانا جاتا ہی کہ حسبنا کتاب اللہ
اگر بعد پیغمبرؐ کے علی مرتضیٰ اعلم قرآن اور سنت رسول کو اور اُس اہلبیت کو جسکو قرآن کے ساتہہ پیغمبرؐ چھوڑ گئے تہے امام اور خلیفہ قبول کیا جاتا تو وہ خرابی جو اختلاف سے پیدا ہوئی ہرگز پیدا نہوتی کیونکہ پیغمبرؐ کے متروکہ روحانی اور جسمانی مین باہم اختلاف نہین ہوسکتا تہا متروکہ روحانی کیا ہی قرآن - اور متروکہ جسمانی کیا ہی اُنکے اہلبیت -

لیکن ایک کے لینے اور ایک کے چھوڑنے سے قرآن کی جیسا کہ آیات اور کلمات کی تعداد مین اہلسنت کے یہان اختلاف ہوا ہی ویسے ہی تعداد سورتون مین بہی اختلاف کیا گیا ہی جو سب سے زیادہ قابل تعجب کے ہی - اجماع معتدبہ سے یہ مانا گیا ہی کہ قرآن مین ایک سو چودہ سورتین ہین - لیکن بعض ایک سو تیرہ کے قائل ہوے ہین جنہون نے سورۂ انفال اور سورۂ برات کو ایک مانا ہی - مگر مصحف ابن مسعود مین سورۂ برات کے لیے وہ بسم اللہ تہی الا اُن کے مصحف مین ایک سو بارہ سورتین تہین اُنہون نے معوذتین کو قرآن مین نہین لکھا تہا - اور مصحف

اُبی مین ایک سو سولہ سورتین تھین اُنھون نے اپنے قرآن کے آخر مین الحفد اور الخلع دو سورتین اور لکھی تھین۔

اور اُبی بن کعب نے اپنے مصحف مین فاتحۃ الکتاب اور معوذتین اور اللھم انا نستعینک و اللھم ایاک نعبد کو لکھا تھا اور ابن مسعود نے اسکو چھوڑ دیا تھا۔ اور عثمان نے ان مین سے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو لکھ لیا۔

عبد اللہ بن زریر غافقی کہتا ہے کہ مجھے کہا عبد الملک بن مروان نے ہر آئینہ جانا تو نے کس چیز نے اٹھایا تجھکو اوپر محبت ابو تراب کے مگر یہ کہ تحقیق تو گنوار ہو گا ہے کہا مین نے قسم خدا کی ہر آئینہ جمع کیا مین نے قرآن کو قبل اسکے کہ جمع کرین ماں باپ تیرے اور بیشک سکھایا مجھکو اُس سے علی بن ابیطالب نے دو سورتین کہ سکھائی تھین وہ دونون سورتین رسول صلعم نے نہین جانا اُن دونون کو تو نے نہ تیرے باپ نے "

ود اللھم انا نستعینک و نستغفرک و نثنی علیک و نخلع و نترک من یفجرک۔ اللھم ایاک نعبد و لک نصلی و نسجد و الیک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق "

ترجمہ۔ اے خدا تحقیق ہم مدد مانگتے ہین تجہسے اور آمرزش مانگتے ہین تجہسے اور ثنا کرتے ہین ہم تیری اور جدا ہوتے ہین ہم اور چہوڑتے ہین ہم جو کوئی نافرمانی کرے تیری — اے خدا تجہی کو پوجتے ہین ہم اور تیرے لیے نماز پڑہتے ہین ہم اور سجدہ کرتے ہین ہم اور تیری طرف دوڑتے ہین ہم اور شتاب چلتے ہین ہم امید رکہتے ہین ہم تیری رحمت کی اور ڈرتے ہین ہم عذاب تیرے سے تحقیق کہ عذاب تیرا کافرون کے ساتہہ لحق ہونیوالا ہی۔

دوسری روایت مین ہی کہ تحقیق عمر بن خطاب قنوت کرتے تہے بعد رکوع کے اور کہتے تہے بسم اللہ کے ساتہہ (یہی) ابن جریج نے کہا ہی تحقیق کہ وہ دو سورتین ہین بیچ مصحف بعض صحابہ کے۔

اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ مین کہا ہی اُبی بن کعب سے کہ وہ قنوت کرتے تہے ساتہہ ان دونون سورتون کے اور لکہتے تہے وہ ان دونون کو اپنے مصحف مین۔

ایک روایت مین یہ ہی کہ وہ مصحف ابن عباس مین پڑہا تہا مع بسم اللہ کے (یہی)

ایک اور روایت مین یہ ہی کہ خراسان مین پڑہین یہ دونون سورتین۔

اور خالد بن ابو عمران سے ہی کہ "تحقیق نازل ہوے جبرئیل ع ساتہہ اُسکے اوپر نبی صلعم کے درحالیکہ وہ نماز مین تہے مع اِس آیت کے " لیس لک من الامر شئی " (اتقان)

پہر صاحب اتقان لکہتے ہین کہ " اسی طرح نقل کیا گروہ نے مصحف ابی سے تحقیق کہ ایک سو سولہ سورتین ہین اور صواب یہ ہی تحقیق کہ ایک سو پندرہ سورتین ہین اسواسطے کہ سورۃ الفیل اور سورۂ لایلاف قریش ایک سورہ ہی "

اور کامل ہذلی مین یہ روایت ہی کہ " الضحی اور الم نشرح ایک سورہ ہی نقل کیا اُسکو امام رازی نے اپنی تفسیر مین "

(واضح ہو کہ بموجب احادیث ائمہ علیہم السلام کے مذہب شیعہ مین بہی یہ مانا گیا ہی کہ " سورۃ الفیل اور لایلاف قریش ایک سورہ ہی اور سورۂ والضحی اور الم نشرح ایک سورہ ہی۔)

کیا یہ روایات کم وبیشی سورتون قرآن کے متعلق ظاہر نہین کرسکتین کہ قرآن موجودہ مین کمی سورتون کی ہی - ہان ہان - یہ روایات ثابت کرتی ہین کہ بعض سورتین ایسی کہ جو مصحف بعض صحابہ مین تہین قرآن موجودہ مین شامل نہین ہین اور بعض سورتین جو قرآن موجودہ مین شامل ہین وہ قرآن بعض صحابہ مین موجود نہین

جس سے انزدیا داور نقصان قرآن موجودہ مین اچھی طرح سے قبول
کیا جاسکتا ہی اور ان روایات کتب اہلسنت سے تحریف قرآن
موجودہ مین لازم آتی ہی مگر افسوس ہی کہ مصنف مخاطب اس علانیہ
تحریف کے رفع کرنے کے لیے وہ پہلو تفسیر کا اختیار کرین جو روایات
کتب مذہب شیعہ مین علانیہ تفسیر آیات کا موجود ہی اور جو نسبت
روایات کتب اہلسنت کے صادق نہین آسکتا ہی اور احادیث
ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے کہ جو علانیہ بیان مقصود آیات کی وجہ
سے مصداق تفسیر کی ہین اُن سے مصنف مخاطب پہلو تحریف
کا نکالین۔

پھر مصنف مخاطب ذکر اُس روایت کا لکھتے ہین کہ "حضرت
امام رضا علیہ السلام نے ایک مصحف محمد بن ابی نصر کو دیا تھا اور
اُسنے اُسمین سورۂ "لم یکن الذین کفروا" جو پڑھا تو اُس مین قریش
کے ستر آدمیون کے نام مع ولدیت کے موجود تھے اور مجھسے کہدیا
تھا کہ اُسکو دیکھنا مت پھر وہ قرآن منگا لیا"

اُسپر مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "وہ شخص کیسا
نافرمان تھا کہ امام علیہ السلام نے اُس قرآن کے دیکھنے سے منع
کیا تھا اُسمین ایک سورۃ پڑھ لی"

یہ روایت ہم اوپر ایک موقع پر لکھہ آئے ہین اور خود اُس روایت سے ظاہر ہی کہ وہ مصحف تفسیری تہا جس مین تحت اُس سورہ کے جسکا ذکر روایت مین ہی ستر مرد قریش کا نام لکہا ہوا تہا جس سے صاف ظاہر ہی کہ تفصیل نام قریش کی ازروے تفسیر کے تہی اور ایسی دو کتابون کا رب العالمین کی طرف سے کہ جن مین نام اہل جنت اور دوزخ کے مع اسمار آبار ان کے تہے پاس پیغمبرؐ کے موجود ہونا روایت ترمذی سے بمطابقت اس روایت مذہب شیعہ کے ہم دکہا آئے ہین اور وہ روایت ترمذی مصنف مخاطب نے اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین بہی لی ہی۔

اُسی موقع سے یہ بہی ظاہر ہوگا کہ مصنف نے جو یہ مطلب ارشاد امام کا لکہا ہی کہ "اُس قرآن کو دیکہنا مت" غلط ہی۔ اُس روایت مین لفظ "لا تنظر" ہی جسکے معنی نہ دیکہنے کے مصنف نے غلط لیے ہین بلکہ اُسکے معنی ازروے لغت کے یہ ہین کہ "تاخیر نہ کرنا" یا نظیر اُسکے ای مثل اُسکے نہ کرلینا۔ اور عبارت آئندہ روایت کی کہ امام علیہ السلام نے اُس مصحف کو منگا بہیجا اُسی معنی پر دلالت کرتی ہی۔ اور مصنف کو اس امر صریح پر خیال کرنا لازم تہا کہ جب ایک مصحف امام نے ایک شخص کو دیدیا تو عقل یہی چاہتی ہی کہ وہ اُس کو

دیکھنے کے لیے دیا گیا پھر یہ بات کیونکر سمجھ مین آسکتی ہی کہ اُس سے کہا گیا کہ اسکو دیکھنا مت ۔

ان حقیقی امور سے نافرمانی کا اعتراض مصنف مخاطب کا غلط ہوجاتا ہی۔ بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہی کہ مصنف مخاطب نے غلط اعتراض قائم کرنیکے لیے غلط معنی لیے ہین ۔

پھر مصنف وہ روایت نقل کرتے ہین جسکا ترجمہ یہ کیا ہی کہ " امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے الفاظ قرآن کے پڑہے وہ اُس قرآن کے مطابق نہ تہے جسکو لوگ پڑہتے ہین تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قرارت سے باز رہ اُسی طرح پڑہ جیسے کہ اور لوگ پڑہتے ہین اُسوقت تک کہ قائم ظاہر ہو تو جب قائم ظاہر ہوگا تو اللہ عزوجل کی کتاب کو اُسکی حد کے مطابق پڑہےگا اور اُس قرآن کو نکالےگا جسکو علیؑ نے نکالا تہا اور فرمایا امام علیہ السلام نے کہ نکالا تہا اُس قرآن کو علیؑ علیہ السلام نے آدمیون کی طرف جبکہ اُس سے فارغ ہوے تہے اور لکھہ چکے تہے پھر علی نے اُنسے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہی جسطرح اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کی تہی مین نے اُسکو دو لوحون سے جمع کیا ہی (یعنی لوح مکتوب سے اور لوح دل سے)

تو اُنہون نے کہا کہ وہ ہمارے پاس مصحف ہی جمع ہی اُسمین قرآن ہم کو اسکی حاجت نہین تو علی نے فرمایا کہ واللہ اس دن کے بعد تم اُسکو کبھی نہ دیکھو گے بیشک مجپر واجب تھا کہ مین تمکو آگاہ کردون جبکہ مین نے اُسکو جمع کرلیا تھا تاکہ تم اُسکو پڑہو۔"

اس روایت کو ہم اول ہی دکھا آئے ہین اور اُسی موقع پر بتادیا ہی کہ یہ مصحف وہی مصحف تھا جسکو علی مرتضی نے بترتیب نزول مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے لکھا تھا اور جسکا وجود روایات کتب اہلسنت مین بہی موجود ہی مگر مصنف نے اس روایت مین ترجمہ صحیح نہین کیا کہ وہ جسوقت قائم ظاہر ہو۔ بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہی کہ جسوقت قائم ہو قائم ہونیوالا یعنی جسوقت کہ خلافت فی الارض کسی امام کے حق مین قائم ہوتا کہ بذریعہ سیاست مدن کے وہ قانون شریعت کو اور قرآن کو اُسکے اصلی معنی مین جو پیغمبرؐ نے بموجب وحی کے تفسیر فرمائی تہی جاری کرسکے۔

مصنف مخاطب جو امور کہ اس روایت سے پیدا کرتے ہین وہ بالکل بے اصل ہین اس روایت سے یہ ظاہر نہین ہوتا ہی کہ وہ حضرت علیؑ کو اپنے حفظ پر اعتماد نہ تہا اور اس لیے مکتوب سے اُسکی مطابقت کرتے تہے۔"

اس روایت مین علی مرتضیٰؑ کے ارشاد مین صرف یہ لفظ ہین
کہ "وہ مین نے اُسکو دو لوحون سے جمع کیا ہی" جسکے صریح معنی یہ ہین
کہ لوح دل پیغمبرؐ سے اور لوح دل اپنے سے - اور بیشک یہ بہی ہوسکتا
ہی کہ "وہ لوح مکتوب سے (یعنے جو کچہہ پیغمبرؐ نے فرمایا تہا اور اُسوقت
علی مرتضیٰ نے اُسکو لکہہ لیا تہا اُس سے) اور اپنی لوح دل سے"
علی مرتضیٰؑ نے یہ کلمہ صرف اس توثیق کے لیے فرمایا تہا کہ لوگون
کو اُسکی صحت پر شبہہ نہو اور اسمین اشارہ تہا اُس ارشاد اور دعاے
پیغمبرؐ کا کہ علیؑ کسی چیز کو بہولیگا نہین جیسا کہ ہم خود روایت کتب
اہلسنت سے پہلے ایک موقع پر لکہہ آئے ہین -

حضرت علیؑ پر بیشک واجب تہا کہ اپنا جمع کیا ہوا قرآن لوگون
کو دین اسلیے نہین کہ لوگ زبان سے اُسکو پڑہا کرین بلکہ اسلیے کہ لوگ
اُسپر عمل کرین اور جو کچہہ اُسمین تفسیر پیغمبری از روے وحی کے تہی
اُسکو لوگ قبول کرین اور آیات قرآنی کو اُسی معنی مین مانین عمل
اور صحیح عمل کی ہدایت کا را امام ہی اور اگر سیاست مدن اُسکے ہاتہہ
مین ہو تو بالجبر لوگونسے اُسکی تعمیل کرا سکتا ہی -

قرارت کا لفظ جو اس روایت مین آیا ہی اُسکے یہی معنی ہین کہ
آل محمدؐ سے قائم ہونیوالا خلافت فی الارض پر قرآن کو لوگونپر اُسی

معنی مین پڑھیگا جو اسمین لکھے ہوے ہین اور اُسیکے بموجب وعظ اور ہدایت کریگا اور عمل کرائیگا لیکن اُس مصحف تفسیری کو باوصف اسکے کہ علی مرتضی نے عہد خلافت اول مین پیش کیا اور افسوس ہی کہ نہ لیا گیا جسکی نسبت افسوس سے علماے اہلسنت نے رلے دی ہی کہ "اگر وہ قرآن لیا جاتا تو اُس سے نفع کثیر حاصل ہوتا"

اور جیسے اُسکے نہ لیے جانیکا افسوس ہی ویسے ہی یہ افسوس ہی کہ آل محمد جیسے باوصف گذر جانے بارہ اماموں کے کسی کے ہاتھ مین خلافت فی الارض نہ آئی اگر زمانہ گذشتہ مین کسی امام اہلبیت کے ہاتھ مین خلافت فی الارض آجاتی تو معلوم ہوجاتا کہ وہ اُس مصحف تفسیری کو لوگون کے وعظ اور ہدایت کے لیے کیونکر پڑہتا ہی اور کیونکر عمل کراتا ہی۔

یہ قرآن تفسیری اُسی قسم کا تھا مگر کامل جیسے کہ ابن مسعود اور اُبی بن کعب کے قرآنون مین کم کم تفسیرین تہین جنکے وجود کو تمام علماے اہلسنت نے قبول کیا ہی اور مصنف مخاطب نے بہی اپنی تفسیر مین الفاظ زائد کو تفسیر قرار دیا ہی جسکو تفصیل سے ہم اوپر لکھ آئے ہین۔

مگر افسوس ہی کہ خلافتون مخالف آل محمد نے اُن صحابہ کے قرآنون تفسیری کو بہی نابود کر دیا اور اُس مصحف تفسیری علی مرتضی کی بہی ایسی حالت کر دی کہ جسکا درجہ نابود ہونے سے کم نہین رہا۔ اگر مصحف

ابن مسعود اور اُبی بن کعب کی وجہ سے قرآن موجودہ محرف سمجھا جاسکتا ہی تو مصحف علیؑ سے بہی - اور جب یہ قبول کیا گیا ہی کہ اُن صحابہ کے مصحف قرآن تہے تو ضرور ہی کہ پڑہنا اُنکا بہی واجب تہا اور اس اعتبار سے یہ لازم آئیگا کہ اہلسنت کے نزدیک قرآن موجودہ محرف ہی اور اُسکا پڑہنا بہی واجب نہین ہی -

ہم پہلے چند مرتبہ کہہ آئے ہین کہ تمام ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے وہ قرآن تفسیری شیعونکو دیا اس اعتبار سے کہ اُسی قرآن تفسیری کے بموجب ائمہؑ نے معنی اور مقاصد آیات قرآنی کے بیان کیے اور شیعون نے اُسکو لیکر اپنی کتابونمین لکہہ لیا - لیکن عام طور پر اُسکے پڑہنے کو جو منع فرماتے تہے اُسکی وجہ یہ تہی کہ خلافت فی الارض مخالف اُسکے مقاصد اور مراد کے قائم ہوگئی تہی اگر اُسی معنی مین وہ قرآن عام طور پر پڑہا جاتا تو پڑہنے والا دشمن خلافت قرار پاکر قتل ہوجاتا - اور ائمہ کو اپنے دوستون اور سچے دین اسلام کے معتقدون کی حفاظت ضروری تہی یہ ایک اصولی مسئلہ ہی کہ غلبہ مخالف کے وقت اُسکے مقابل کو لازم ہی کہ اپنے ہمراہیونکو محفوظ رکہے -

ائمہ اہلبیت تارک واجب نہین ہوے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ اُس قرآن کے نہ لینے والونسے کہ جو مخالف اُسکے تہے

ترک وجوب اور ارشاد رسول ثانی تارک فیکم الثقلین ؛ سے عدول
کیا۔ ائمہ اہلبیت نے وہ راہ مستقیم اختیار کی کہ جن لوگون نے اُن سے
اصلی معنی مین قرآن لیا اُنکو اُس معنی مین وہ قرآن دیا ہی اور اُن لینے
والونکو اُس قرآن کے نہ لینے والون مخالفون سے بچایا ہی۔

یہ امر ایک ایسا دشوار زمانہ ائمہ اہلبیت مین تہا کہ جس سے زیادہ
کوئی امر مشکل نہین ہوسکتا اور اُس امر کے تمام ہوجانیکی حیرت یقین
دلاتی ہی کہ اُس امر کا اتمام حقیقی معجزہ تہا۔

علی مرتضیٰؑ کے پاس بیشک پہلے سے موافق ترتیب نزول کے
آیات قرآنی کی یادداشت اور تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کی مکتوب (فی
القرطاس) اور محفوظ (فی القلب) تہی لیکن اس روایت سے یہ نہین
ثابت ہوتا ہی کہ وہ مجموع بصورت کتاب تہا بلکہ اس روایت مین جو یہ
ذکر ہی کہ وہ جب وہ اُسکی کتابت اور جمع سے فارغ ہوے اور لکہہ چکے
تو لوگونسے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہی جسطرح اللہ نے محمد صلعم پر نازل کی
تہی مین نے اُسکو دو لوحون سے جمع کیا ہی" اس سے صاف ظاہر
ہی کہ پہلے جو کچہہ اُنکے پاس مکتوب و محفوظ تہا وہ بشکل کتاب جمع نہتا لیکن
اُسی مکتوب و محفوظ کو بصورت کتاب لکہا اور جمع کیا۔

ایسی حالت مین نہ یہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ اگر قرآن پہلے سے

مکتوب یا محفوظ تہا تو حضرت علی نے پہر کیا جمع کیا۔ اور اگر موافق ترتیب نزول کے مکتوب اور محفوظ نہا تو پہر ترتیب نزول کیونکر معلوم ہوئی جو قرآن کہ عہد پیغمبر مین نازل ہوتا تہا اُسکو صحابہ لکھہ لیتے تہے اور حفظ کر لیتے تہے جیسا کہ محقق علماے اہلسنت قائل ہوے ہین۔

بس مین پوچہتا ہون کہ اگر پہلے سے موافق ترتیب نزول کے قرآن مکتوب یا محفوظ تہا تو ضرور ہی کہ وہ پہلے سے مرتب تہا تو پہر بعد وفات پیغمبر عہد حضرت ابوبکر مین اور عہد خلافت سوم مین کیا جمع کیا گیا اور چند آیات کی نسبت جو یہ بیان ہوا ہی کہ اُسکے بعد وہ آیت نازل ہوئی وقت جمع کرنیکے وہ اُسقدر ترتیب نزول کیونکر معلوم ہوئی اور کسطرح یہ معلوم ہوا ہی کہ اکثر قرآن موجودہ خلاف ترتیب نزول کے ہی۔

شیعہ اور سنی مین اس قسم کے مباحثہ جسمین بحث تحریف اور ترتیب اور اجتماع قرآن کی ہو محض لغو اور غیر ضروری ہین البتہ جو کچہہ بحث کیجائے وہ اس امر پر بحث ہونی چاہیے کہ علی مرتضی کو کامل اور بعض دیگر صحابہ کو کچہہ کچہہ پیغمبر ؐ نے تفسیر قرآن بتائی تہی اور وہ اُنہون نے اپنے اپنے صحائف مین لکھہ لی تہی ۔ اور جس جس قدر ثابت ہو اُسپر کل مسلمانون کو عمل کرنا چاہیے نہ خلاف اُسکے۔

پھر مصنف ایک روایت تفسیر صافی سے نقل کرتے ہین جسکا ترجمہ یہ کیا ہی کہ "علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر مین اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی وہ کہتے ہین کہ رسول اللہ نے علی سے کہا تھا ای علی (قرآن میرے بستر کے نیچے ہی)

خط ہلالی مین جو ترجمہ ہی وہ "ان القران خلف فراشی" کا ہی "خلف" کے معنی نیچے کے نہین ہین بلکہ پیچھے چھوڑنیکے ہین اور "فراش" کے مرادی معنی اگرچہ بستر کے آئے ہین لیکن اصل معنی فگندہ ہونیکے ہین اسلیے صحیح معنی یہ ہوتے ہین کہ "تحقیق قرآن بعد میرے پیچھے چھوڑا ہوا اور پڑا ہوا ہی" صحیفون مین اور کپڑون اور کاغذون مین (تم سب اسکو لیجیو اور جمع کیجیو اور ضائع مت کیجیو جیسے کہ یہود نے توریت کو ضائع کردیا"

اس خط ہلالی مین بھی جسقدر ترجمہ ہی وہ ٹھیک نہین ہی بجائے اسکے یہ ہونا چاہیے (پس لو تم اسکو اور جمع کرو تم اسکو اور نہ ضائع کرو تم اسکو) مصنف مخاطب نے یہ ٹکڑا اس روایت کا چھوڑ دیا ہی "پس کشادہ روی سے متوجہ ہوے علی ساتھہ جمع کرنے اسکے بیچ کپڑے زرد کے پھر مُہر کی اوپر اسکے اپنے گھر مین درحالیکہ فرمایا نہین ردا اوڑھونگا مین یہان تک کہ جمع کرون مین اسکو فرمایا آتا تھا اگر کوئی شخص پس

نکلتے تھے وہ طرف اُسکے بغیر ردا کے یہانتک کہ جمع کیا اسکو"

مصنف مخاطب یہ حجت کرتے ہین کہ "اس روایت سے ظاہر ہی

کہ پیغمبرؐ نے ترتیب نزول نہین بتائی تھی"

بیشک اُسوقت ترتیب نزول کے بتانیکی ضرورت نہین تھی

کیونکہ یہ ارشاد رسول علی سے اُسوقت کا ہی کہ جب پیغمبر اپنے مرض موت

مین بستر پر پڑے ہوے تھے اور زمانہ وفات نہایت قریب تھا اور

اُسوقت قرآن نوشتون مین اور کپڑون مین اور کاغذون مین لکھا

ہوا تھا اُسکے جمع کرنیکو پیغمبرؐ نے فرمایا اور ترتیب نزول کی یادداشت

اور اُسکے معنی اور مقاصد بتانیکا اور علی مرتضیٰ کے اُسکے لکھنے کا وہ

وقت تھا کہ جب آیات قرآنی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی تھین یہ وقت

ترتیب نزول بتانیکا نہین تھا کہ ترتیب نزول پہلے معلوم ہو چکی تھی

پہر مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ "قرآن کا مختلف پرچون مین

ہونا اس بات کی دلیل ہی کہ متفرق اور غیر مرتب تھا"

اس سے کسی کو انکار نہین ہی کہ وقت وفات رسول صلعم قرآن

متفرق اور غیر مرتب نہین تھا ایسی حیثیت سے کہ جو بصورت کتاب

ہو مگر وہ متفرق غیر صورت کتاب کسی نہ کسی چیز پر لکھا ہوا اور ایک

جگہ تھا لیکن بصورت کتاب جمع نہ تھا۔

اس روایت مین کوئی امر ایسا نہین ہی کہ جو منافی اس حقیقت کا ہو بلکہ اس روایت سے جو حالت قرآن کی تہی اسکی حقیقت ظاہر ہوتی ہی—

پہر مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ وہ خطاب فقط ایک علیؑ سے نہتا بلکہ تمام صحابہ سے تہا اسلیے کہ پیغمبرؐ نے جمع کے صیغہ بولے ہین اور ضائع نہ کرنیکی تاکید بہی اسکی دلیل ہی کہ جناب امیرؑ تو معصوم تہے اُنسے تاکید کی ضرورت کیا تہی۔؛

مصنف مخاطب اس روایت کے یہ معنی بتاتے ہین کہ علیؑ کو یہ حکم تہا کہ سب صحابہ کے ساتہہ ملکر قرآن کو جمع کرین مگر علیؑ نے اس حکم کی پوری تعمیل نہ کی بلکہ مخالفت کی کہ اصل قرآن کے پرچے صحابہ کو نہ دیے اور نہ جمع قرآن مین انکو شریک کیا بلکہ بطور خود تنہا تمام قرآن کو مرتب کرکے اُنکے سامنے پیش کیا پہر بہلا ایک شخص کی رائے پر صحابہ کیسے اعتماد کرتے۔؛

جو کوئی فن بلاغت اور علم معنی اور بیان سے آگاہ ہی وہ کبہی اس روایت کے وہ معنی نہین لے سکتا کہ جو مصنف مخاطب نے لیے ہین وہ الفاظ یہی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علیؑ سے اے علیؑ تحقیق کہ قرآن پیچہے میرے چہوڑا ہوا افگندہ ہی نوشتون اور جامون مین اور

کاغذون مین پس لو تم اسکو اور جمع کرو تم اسکو اور نہ ضائع کرو تم اسکو۔"

جس سے صاف ظاہر ہی کہ خطاب پیغمبر صلعم اس وصیت مین ابتدائی حرف علی مرتضی علیہ السلام کی طرف ہی اور بعد کو وصیت کی تعمیل مین جو صیغہ جمع کا بولا گیا ہی اسمین وہی لوگ شامل ہو سکتے ہین کہ جو اس وصیت کے لیے شریک علی مرتضی کے ہو سکتے ہون اور سوائے علی مرتضی جو دیگر اہلبیت پیغمبر تھے وہی شریک علی مرتضی کے (کہ جن مین علی مرتضی بعد پیغمبر سردار اور امام تھے) سمجھے جا سکتے ہین اور سوا اہلبیت کے صحابہ کو اس وصیت سے کچھ تعلق نہین ہی اور نہ روایت مین کچھ ذکر صحابہ کا ہی اور نہ ہو سکتا تھا اسلیے کہ یہ آخری وصیت پیغمبر کی اسوقت کی ہی کہ جب وہ مرض موت مین اپنے گھر مین پڑے ہوئے تھے اور سوا اہلبیت کے کوئی ملازمت حاضری کے وقت نہین رہ سکتا تھا۔

اس بنا پر اس روایت کے یہ معنی ہونگے کہ ای سردار اہلبیت تحقیق کہ قرآن میرے بعد میرا چھوڑا ہوا اور راگندہ ہی نوشتون اور کپڑون اور کاغذون مین پس لو تم اہلبیت اسکو اور جمع کرو تم اسکو اور نہ ضائع کرو تم اسکو۔

یہ ظاہر ہی کہ خلف کے معنی پیچھے رہنے والے یا پیچھے چھوڑی ہوئی

چیزین کہے ہین او پیغمبرؐ نے اپنے بعد قرآن اور اپنے اہلبیت کو چھوڑا تہا پس بالکل قرین عقل ہی کہ پیغمبرؐ نے ایک خلف سے دوسرے خلف کے لیے وصیت کی اور مقصود اس وصیت سے یہ تہا کہ مین نے اپنی زندگی مین جیسے قرآن لوگونپر پہونچایا ویسے ہی تم اس قرآن کو جسکو کہ مین چہوڑے جاتا ہون لو تم اور جمع کرو تم اور جو معنی کہ مین نے تم کو بتلائے ہین اور لکھوا دیے ہین اُس معنی مین اُسکو ضائع نہ کرنا تم اور انہی معنی مین لوگونپر اسکو قائم رکھنا۔

اس وصیت کی ضرورت صرف علی مرتضی اور اہلبیت سے ہوسکتی ہی اسلیے کہ پیغمبر صحابہ کو پہلے ہی وصیت فرما چکے تہے جو اُنکے متعلق تہی کہ مین درمیان تمہارے دو چیزین چہوڑے جاتا ہون قرآن اور اہلبیت اپنے اُنسے تمسک کرنا کہ ہرگز گمراہ نہوگے اور وہ آپس سے قیامت تک جدا نہونگی۔

صحابہ سے کچھہ تعلق وصیت ترتیب اور جمع کرنے قرآن کا علاقہ نہین رکھتا تہا اور نہ ہوسکتا تہا اُنکے متعلق جو کچھہ وصیت ہوسکتی تہی وہ وہی ہوسکتی تہی کہ جو چیزین اُنکے واسطے واجب العمل ہون اور جو چیزین کہ واجب العمل تہین وہ چیزین باہم تعلق رکھتی تہین اُن کے لیے وصیت حفاظت کی باہم اُنکے ہوسکتی تہی اور اسی بنا پر صرف یہی

لازم آتا ہی کہ اہلبیت کو وصیت جمع اور ترتیب قرآن کی کی جائے۔ نہ کسی اور کو جن لوگونسے کہ تعلق جسمانی پیغمبر کا تہا وہی لوگ حفاظت امر روحانی پیغمبرؐ کی کر سکتے تہے نہ اُنکے غیر۔ وہ غیر قیامت تک صرف اُن دونون چیزونپر عمل کرنیوالے تہے اور اُسی کی وصیت اُن غیرون کو ہو چکی تہی۔

(خلعت فراشی) کے جو معنی مصنف مخاطب نے لیے ہین کہ "وہ قرآن میرے بچہونے کے نیچے ہی" وہ خلاف واقع اور خلاف حقیقت ہی مذہب اسلام کا کوئی فرقہ اس بات کا قائل نہین ہوا اور نہ کسی فرقہ کے یہان کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہی کہ پیغمبرؐ کے بستر مرگ کے نیچے قرآن متفرق نوشتون اور کپڑون اور کاغذون مین پڑا ہوا تہا بلکہ اس بات کے قائل ہوے ہین کہ قرآن موجودہ متفرق صحابہ کے پاس متفرق چیزونپر لکہا ہوا تہا کسی کے پاس کسی قدر اور کسی کے پاس کسی قدر جو جمع کر لیا گیا تہا بغیر اُن تفاسیر کے کہ جو پیغمبرؐ نے بتائی تہین اور جسکے سبب سے امت رسول مین اختلاف واقع ہوا اور مذہب اسلام منتشر ہو گیا۔

اس روایت مین اُس قرآن تفسیری سے مراد ہی کہ جو اصل قرآن بترتیب نزول مع تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے وقتاً فوقتاً جداگانہ چیزونپر

علی مرتضیٰ لکھا لیتے تھے جسکے جمع کرنے اور ضائع نہ کرنیکی وصیت پیغمبرؐ نے اپنے اخیر وقت پر علی مرتضیٰ کو کی۔

جب پیغمبرؐ نے صحابہ کو قرآن اور اہلبیت کے ساتھ تمسک کی وصیت کی تو ضرور تھا کہ عترت اور اہلبیت کو یہ وصیت کی جاتی کہ لو تم قرآن کو اور جمع کرو تم اُسکو اور نہ ضائع کرنا اُسکو۔ تاکہ صحابہ اُسپر تمسک کرین اور گمراہ نہون۔

اور پیغمبرؐ نے جو صحابہ کو آگاہ کر دیا تھا کہ "علی قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن ساتھ علی کے اور اہلبیت میرے تم سے زیادہ عالم ہین" اُسکے بھی یہی معنی ہین کہ تنہا علی قرآن جمع کریگا مع اُس تفسیر کے جو اُسکو بتا دی گئی ہی اور جسکو اُسنے لکھ لیا ہی اور قرآن پر اُسی معنی مین اور اہلبیت پر اُسی معنی مین صحابہ کو تمسک کرنیکی وصیت کی گئی ہی۔

ان سب روایتون کو جمع کرنے سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو کہ جو سردار اہلبیت کے بعد پیغمبر رہنے والے تھے اور اہلبیت اپنے کو پیغمبرؐ نے یہ حکم دیا کہ تم قرآن کو لو اور جمع کرو اور اُسکو ضائع نہ کرو اور صحابہ کو یہ حکم دیا کہ تم قرآن اور اہلبیت پر تمسک کرو۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد وہ اعتراض مصنف مخاطب کا کسی پہلو سے ہو اس روایت پر وارد نہین ہو سکتا۔

پیغمبر کی ایسی وصیت اور ہدایت علی مرتضی کی عصمت کے منافی نہین ہوسکتی اسلیے کہ علی مرتضی نے جو کچہہ پایا اور کیا وہ پیغمبر کی تعلیم اور ہدایت کے بموجب پایا اور کیا ہے۔

شاید علی مرتضی اور دیگر ائمہ اہلبیت کی عصمت کے جو قائل ہوے ہین اُسکے یہ معنی نہین ہین کہ وہ ایسے معصوم تہے کہ بغیر تعلیم و ہدایت پیغمبر کے خود ہی مثل رسول کے احکام دین جاری کرنیوالے تہے بلکہ شیعہ اُنکی نسبت اس بات کے قائل ہین کہ پیغمبر سے جو ہدایت اور تعلیم پاتے تہے اُسمین اُنسے کبہی خطا اور غلطی نہین ہوتی تہی اور نہ کوئی امر قبیح اور فاحش اُنسے سرزد ہوتا تہا اور اُنکے ایسے معصوم ہونے مین بہ لفظ محفوظ عن الخطا اہلسنت شیعون کے ہم زبان ہوے ہین۔

اس روایت مین جہان قرآن کے لینے والون اور جمع کرنیوالون اور نہ ضائع کرنیوالون کے لیے صیغہ جمع کا بولا گیا ہی اور جسکے معنی مین ہم نے علی مرتضی کے ساتہہ دیگر اہلبیت پیغمبر کا شمول ظاہر کیا ہی اگر اُس جگہ ہم دیگر صحابہ غیر اہلبیت رسول سے بہی مراد لین تو بہی بنظر فن بلاغت اور علم معانی اور بیان کے اُسکے وہ معنی قرار نہین پاسکتے جو مصنف مخاطب نے لیے ہین۔

کیونکہ اس روایت مین جو وصیت پیغمبر خدا صلعم کی منقول ہوئی ہی

اسمین خطاب اول صرف علی مرتضیٰ کی نسبت ہی اور آپنے ارشاد کی
تعمیل کیسے جہان پیغمبرؐ نے صیغہ جمع کا بولا ہی اسمین اگر قبول کیا جاے
کہ صحابہ بہی شامل تھے تو بہی ضرور ہی کہ راس المومنین اور سردار صحابہ
علی مرتضیٰ مانے جائین اور اُس وصیت کے بموجب اول تعمیل کرنے
والے اُس وصیت کے علی مرتضیٰ قرار پائین اور دیگر صحابہ باتباع علی
مرتضیٰ کے تعمیل اُس وصیت مین شریک ہون اس حیثیت سے کہ
جو کچہہ تعمیل اُس وصیت کی علی مرتضیٰ کرین اُسی کے بموجب صحابہ عمل مین
لائین جو کچہہ علی نے لیا ہو اُسی کو وہ بہی لین جو کچہہ علی نے جمع کیا ہو اُس
سے انکار نہ کرکے اُسی کی تائید کرین جو کچہہ علی نے ضائع نہ کیا اُسی کو وہ بہی
ضائع نہ کرین اور اس نوعیت سے شریک تعمیل وصیت پیغمبرؐ کے
ہون جن الفاظ سے اور جس نوعیت سے کہ وصیت کی گئی ہی (کہ
خطاب وصیت مین خاص علی سے ہی اور تعمیل وصیت مین اگر صحابہ
شریک کیے گئے) اسکے یہ معنی کسی طرح نہین ہوسکتے کہ جو قرآن کہ علیؑ
نے لیا اور جو قرآن کہ علی نے جمع کیا اور جو قرآن کہ اسمین سے علیؑ نے
کچہہ ضائع نہ کیا تہا کہ (جس مین کل تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کی از روے
وحی کے موجود تہی) وہ قرآن علی سے کہ جنکو خاص خطاب اُس وصیت
کا تہا نہ لیا جائے۔ اور صحابہ اپنی خود سری سے بغیر شرکت علی مرتضیٰؑ

کے اُنکے جمع کیے ہوے کے خلاف اپنی مرضی کے موافق دوسری نوعیت سے بغیر ترتیب نزول کے اور بترک تفسیر پیغمبری کے جمع کرلین اور جسکا نتیجہ یہ ہو کہ جو معنی پیغمبر نے از روے وحی بتائے تھے اور لکھائے تھے اسکو ضائع کر دین جیسا کہ توریت مین یہودیون نے کیا تھا کہ آیات کتاب آسمانی کے معنی کو تاویل کر کے بدل دیا تھا اور جسکی خبر خدا قرآن مین دیتا ہے "یحرفون الکلم عن مواضعہ" کہ تحریف کرتے ہین کلام کو بعض جگہ اسکی سے۔

مفسرین علماے اہلسنت نے اس موقع پر تحریف سے مراد تاویل کی لی ہے اور کہا ہے "یحرفون ای یاولون" تحریف کرتے ہین یعنی تاویل کرتے ہین -

اس وصیت پیغمبر مین جو خطاب خاص علی کی ذات سے ہے اور فرض کیا جاے کہ اس وصیت کی تعمیل مین سب صحابہ شامل تھے جسکے معنی اور مراد ہم نے یہ بتاے کہ علی اول اس وصیت کی تعمیل کرنیوالے ہون اور صحابہ اُنکی پیروی سے اُس وصیت کی تعمیل مین شریک ہون۔

اس معنی کے سمجھنے کے لیے ہم دو مثالین پیش کرتے ہین - ایک یہ کہ قرآن مین جہان کہین خدا نے مومنین کے لیے کچھ فرمان نازل

نازل کیے ہین تمام مفسرین نے قبول کیا ہی کہ پیغمبر صلعم مومنین مین داخل ہین تو آیا پیغمبر بسبب سردار مومنین ہونے کے اول اُس فرمان کی تعمیل اپنے اوپر واجب جانتے تہے اور دوسرے لوگ اُس فرمان کی تعمیل مین اتباع پیغمبر کا کرتے تہے یا کیا -

کچھہ شبہہ نہین ہوسکتا کہ دراصل اُس فرمان خدا مین خطاب پیغمبر صلعم کی طرف ہوتا تہا کہ جسکے پاس وہ فرمان نازل ہوتا تہا اور دوسرے مومنین کو اُسکی تعمیل مین شامل کیا جاتا تہا لیکن اُس فرمان کے عمل مین لانے والے اول پیغمبر خدا صلعم ہوتے تہے -

دوسری مثال یہ ہی کہ پیغمبر خدا صلعم جب کسی غزوہ مین یا سریہ مین کوئی لشکر بہیجتے تہے اور کسی کو اُسکا سردار مقرر کردیتے تہے اور اُس سردار سے خطاب کرکے لشکر کو تمام ہدایتین فرما دیتے تہے تو ان ہدایتون پر عمل کرنیوالا اول سردار لشکر اور اُسکے اتباع مین لشکر ہوتا تہا یا عمل سردار لشکر سے قطع نظر کرکے خود وہ لشکر عمل کرنے لگتا تہا اور اگر کوئی لشکر بغیر عمل سردار کے کہ جسکی لشکر کو تائید اور اطاعت کرنی چاہیے خود سر ہوکر فرض کرو کہ جنگ شروع کردے تو وہ خلاف ہدایت عمل کرنیوالا اور نافرمان قرار پائیگا یا نہین -

اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ علی مرتضیٰ ع سے بہتر پیغمبر صلعم کی

وصیت اور ارشاد کے معنی اور مقصود کو سمجھنے والا نہیں ہوسکتا تھا اور
اس سے بہی کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل مین کہ جو
درحقیقت حکم خدا تہا علی مرتضی نے کبہی کوتاہی کی اور بلا خوف جو مافوق
طاقت انسانی کے سمجہا جاتا ہی احکام پیغمبرؐ کی تعمیل کی ۔

ان دونون امرون کے لیے واقعات اور درایتین خود کتب
اہلسنت مین اسقدر موجود ہین کہ جس سے کسی کو مخالفت کی مجال
نہین ہوسکتی اور جنکا کچہہ حصہ ہمارے رسالہ جات مین منقول ہی
ایسی حالت مین اور ایسے شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ "علیؑ
کو یہ حکم تہا کہ سب صحابہ کے ساتہہ ملکر قرآن کو جمع کرین مگر علیؑ نے اس
حکم کی پوری تعمیل نہ کی بلکہ مخالفت کی کہ اصل قرآن کے پرچے صحابہ
کو نہ دیے اور نہ جمع قرآن مین اُنکو شریک کیا بلکہ بطور خود تمام قرآن کو
مرتب کرکے اُنکے سامنے پیش کیا پہر بہلا ایک شخص کی راے پر صحابہ کیسے
اعتماد کرتے" وسوسۂ شیطانی سے کچہہ کم نہین ہوسکتا ۔

علی مرتضی نے وصیت پیغمبرؐ کی پوری تعمیل کی کہ قرآن کو (جیسا
کہ منشا پیغمبرؐ کا تہا اور جس کے وہ مخاطب تہے اور جسکو اُنسے بہتر کوئی
سمجہ نہین سکتا تہا اور جسکا غیرون کو نہ علم تہا اور نہ ہوسکتا تہا) جمع کرکے
صحابہ کے سامنے پیش کیا بنظر تعمیل وصیت پیغمبرؐ کے اگر صحابہ اُس وقت

مین شریک تہے تو انکو لازم تہا کہ اُس قرآن مجمعۂ علی کو لیتے اور دیکہتے کہ وہ قرآن صحیح طور پر علیؑ نے جمع کیا ہی یا نہین۔

لیکن درحقیقت صحابہ کو علی مرتضی کی صداقت پر یقین تہا اسلیے وہ جانتے تہے کہ پیغمبرؐ کی وصیت کی تعمیل علی مرتضی نے پوری پوری کی ہی کہ جو مخالف ہمارے مقاصد کے ہی اسلیے اُنہون نے اُسکے جمع اور ترتیب کی صحت پر توکچہ شبہہ نہین کیا مگر اُسکے نہ لینے پر یہ حجت ظاہر کی کہ ہم نے خود جمع کر لیا ہی تمہارے قرآن کی ہمکو حاجت نہین ہی۔

ایسی حالت مین غور کرنا چاہیے کہ تعمیل وصیت پیغمبر مین علیؑ کے ساتہہ شرکت سے خود صحابہ نے انکار اور قصور کیا یا علی مرتضی نے۔

لیکن صورت واقعہ صاف دکہاتی ہی کہ صحابہ نے درحقیقت شرکت تعمیل وصیت پیغمبر مین قطعی انکار اور قصور کیا اور علی مرتضیؑ نے ذرا بہی تعمیل وصیت پیغمبر مین دریغ نہین کیا۔

میرے اس تمام سخن کی تائید اُس بقیہ حصۂ روایت کے نتیجہ سے ہوتی ہی کہ جسکو مصنف مخاطب نے ترک کر دیا تہا اور جسکا نشان خود کتب اہلسنت مین موجود ہی یعنی اُس سرگرمی علی مرتضی سے قرآن کے جمع کرنے مین کہ جو اُنسے تعمیل وصیت رسول مین ظہور مین آئی کہ بعد تجہیز و تکفین کے جو سب سے پہلا کام اُنکا تہا وہ قرآن کا جمع کرنا تہا

اور اُنہوں نے یہ عہد کیا تہا کہ جب تک قرآن جمع نہ کرونگا ردا اپنے دوش پر نہ ڈالونگا۔ جس سے مقصود یہ ہی کہ جبتک قرآن جمع نہ کرلونگا کسی اور کام کے لیے گہر سے باہر نہ نکلونگا۔

ایسا اہتمام تعمیل وصیت پیغمبر مین صرف اسی وجہ سے تہا کہ تعمیل وصیت پیغمبرؐ مین ذرہ برابر فرق نہ آجائے اور جیسا کہ اُنہون نے عہد کیا تہا اُسے نہایت حزم اور احتیاط سے پورا کر دکہایا کہ جبتک قرآن جمع نہ کرلیا اور وصیت آخری پیغمبرؐ کو بجا نہ لائے خود کسی اور کام کے لیے گہر سے باہر تشریف نہ لے گئے - یہانتک کہ اگر اُنکے پاس کوئی آتا تہا تو بغیر ردا اوڑہے ہوے اُس سے ملتے تہے۔

جو شخص کہ تعمیل احکام خدا اور رسول مین ایسا سرگرم ہو اور جسکے صدق مقال پر کبہی کسی کو شبہ نہوا ہو اور سنی شیعہ دونون قائل ہون کہ اُس سے خطا سرزد نہین ہوئی اُسکی نسبت یہ کیونکر گمان ہوسکتا ہی کہ اُسنے پیغمبرؐ کی وصیت کے معنی نہین سمجہے اور اُسنے خلاف وصیت پیغمبر کے عمل کیا ایک حیرت انگیز اگر بات نہین ہی تو کیا ہی۔ اور خلاف درایت کے تیرہ سو برس بعد تازہ معنی طبعزاد مصنف مخاطب کے ہم نہین جانتے کہ کیا وقعت رکہہ سکتے ہین۔

جب علی مرتضیٰ نے بموجب وصیت پیغمبرؐ کے قرآن جمع کرکے

روبرو صحابہ کے پیش کیا تو اُسوقت صحابہ نے علی مرتضی پر یہ اعتراض نہین کیا تہا کہ تم نے خلاف وصیت پیغمبر صلعم کے بغیر ہمارے شرکت کے یہ قرآن جمع کیا ہو - نہ اُنہون نے اُسکے لینے پر یہ عذر کیا تہا کہ اصل قرآن کے پرچے ہمکو کیون نہین دیے اور بطور خود تنہا تمام قرآن کیون مرتب کیا اور نہ علی مرتضی کے سامنے یہ کہا گیا کہ "وہ ہم ایک شخص کی راے پر کیسے اعتماد کرسکتے ہین"

بلکہ بجاے ان وساوس کے جو مصنف مخاطب کو پیش آئے ہین اُن صحابہ نے یہ جواب دیا ہو کہ ہمکو اُسکی حاجت نہین ہو ہم اُس سے مستغنی ہین بسبب اُسکے کہ جو ہمارے پاس ہو -

جو وسوسہ کہ مصنف مخاطب پیش کرتے ہین وہ وساوس اُن صحابہ کے دلونمین نہین تہے ورنہ وہ اُنکو ضرور روبرو علی مرتضی کے ظاہر کرتے اُنکے اُن امور کے پیش نہ کرنے سے یقین کرنا چاہیے کہ اُن صحابہ کو ہمین کچہ شبہہ نہین تہا کہ پیغمبرؐ نے تنہا علی مرتضی کو جمع کرنے قرآن کا حکم دیا ہو نہ وہ وصیت پیغمبرؐ کے یہ معنی سمجہتے تہے کہ "علی سب صحابہ کے ساتہہ ملکر قرآن جمع کرین یا وہ صحابہ جمع قرآن مین اپنی شرکت کا کوئی حق خاص سمجہتے ہون"

نہ اُنکو یہ شبہہ تہا کہ علی نے اُس حکم کی پوری تعمیل نہین کی یا علیؑ نے

اُنکی مخالفت کی۔ نہ اُنھون نے اصل قرآن کے پرچے علی مرتضیٰ سے طلب کیے۔ اور اُن کے نہ طلب کرنے سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ خود وہ اصل قرآن کے پرچے ہی بصورت کتاب کے جمع اور مرتب کیے ہوسے موجود تھے اور اُنکو کچہہ شبہہ نہ تھا کہ اُن اصل قرآن کے پرچون کے مطابق وہ قرآن بصورت کتاب لکھا ہوا اور مرتب اور جمع کیا ہوا ہی۔ نہ اُنکو علی مرتضیٰ ایک شخص کی راے پر بے اعتمادی تھی۔ اگر علی مرتضیٰ تن واحد کی راے پر اُنکو بے اعتمادی ہوتی تو بارہا جو علی مرتضیٰ سے مسائل قرآنی دریافت کیے ہین کبھی اُنسے دریافت نہ کرتے نہ کبھی اُنکی تنہا راے پر عمل کرتے۔

افسوس ہی کہ عین اُسوقت اور موقع پر مصنف مخاطب موجود نہ تھے ورنہ اُنھون نے جو جواب علی مرتضیٰ کے قرآن نہ لینے کا اپنی ذہانت طبع سے پیدا کیا ہی۔ مین قبول کرتا ہون کہ یہ جواب طبعی مصنف مخاطب کا اُن صحابہ کے جواب سے اعلیٰ اور برتر ہی اور دانائی مصنف مخاطب کی مافوق دانائی اُن صحابہ کے ظاہر ہوتی ہی۔

وہ اس قابل تھا کہ بجاے جواب صحابہ کے یہی جواب مصنف مخاطب کا علی مرتضیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا۔ یا جن وساوس سے یہ جواب وضع کیا گیا ہی وہ وساوس مصنف مخاطب اُن صحابہ کے دلمین ڈالتے اور اُن صحابہ کو اُنکی غلطی سے بچاتے۔

لیکن مین یقین دلاتا ہون کہ اُن وساوس کو جسپر یہ جواب مصنف مخاطب کا مبنی ہی یا اس جواب کو کہ جو نتیجہ اُن وساوس کا ہی نہ کسی کا دل قبول کرسکتا تہا نہ کسی کی زبان اُسکے اقرار پر یاری کرسکتی تہی۔

وہ زمانہ نہایت قریب زمانۂ وفات پیغمبرؐ سے تہا اور عہد پیغمبر لوگون کی نظرون مین چہایا ہوا تہا اور ہر قسم کے فضائل علی مرتضی کے جو پیغمبرؐ سے سنے تہے اور عمل علی مرتضی کے آنکہونسے دیکہے تہے وہ لوگون کے کانون اور دلون مین موجود تہے اور جس سے علانیہ کوئی انکار نہین کرسکتا تہا۔

مین یقین دلاتا ہون کہ وہ سب صحابہ علی مرتضی کو امام اور قابل جانشینی پیغمبرؐ کے دل مین جانتے تہے مگر خلافت فی الارض ایک ایسی دل خوش کن چیز تہی کہ جو اُنکے دل مین سوا اپنے علی مرتضی کے واسطے رنگ نہین جمنے دیتے تہے۔

اُسوقت کی پالسی یہ تہی کہ جسپر صحابہ عمل کرتے تہے کہ علی مرتضیٰ کی کسی فضیلت اور وصف سے علانیہ انکار بہی نہ کیا جاے اور دوسرے حیلہ سے اُنکے اُس سخن کو جس سے صحابہ کا منصوبہ خلافت غلط قرار پاجاے یا حق خلافت علی کے لیے حجت ہو جاے اُسکو ٹالدیا جاے۔

اُسوقت کی یہ حکمت عملی نہین تہی کہ علی مرتضی کی نسبت یہ کہا جاسکے

کہ وے اُنھون نے پیغمبر کی وصیت کو غلط سمجھا یا پیغمبر کی وصیت کی پوری تعمیل نہین کی یا اُس سے مخالفت کی۔

بہ حکمت عملی جسپر کہ مصنف مخاطب نے جواب ظاہر کیا ہی اُس زمانہ کے موافق بیشک ہی کہ زمانہ پیغمبر صلعم کو عرصہ دراز گذر گیا اور فضائل اور اوصاف علی کے لوگون کی آنکھون کے سامنے موجود نہین ہین اور جو کچھ فضائل اور اوصاف علی مرتضی کے کتابون مین مندرج ہین وہ اساطیر الاولین سمجھے جا سکتے ہین اور اُسپر ہی مخلوق خدا کو پورا علم اور عبور نہین ہی لیکن مین یہ امر ضرور قبول کرتا ہون کہ اُسی پالسی اولین نے اس دوسری پالسی کا دن دکھایا ہی۔

اُن اولین صحابہ نے علی مرتضی کے پیش کیے ہوے قرآن کے نہ لینے کا جو یہ جواب دیا ہی کہ "ہمکو اُسکی حاجت نہین ہی ہم اُس سے مستغنی ہین بسبب اُسکے کہ جو ہمارے پاس ہی"

یہ جواب بنظر حکمت عملی اُسوقت کے نہایت موزون تھا کہ جس مین نہ علی مرتضی کی کسی فضیلت اور وصف سے انکار تھا اور نہ اُنکے جمع اور مرتب کیے ہوے قرآن کا نہ لینا بظاہر معیوب ہوتا تھا۔ اور جو اندیشے اُس قرآن تفسیری کے لینے اور جاری کرنے سے لاحق تھے اُنسے محفوظی بہی ہوگئی اور ہر آیت قرآنی کی تاویل کرنیکا اپنی مرضی

کے موافق موقع بہی مل گیا۔ اور آئندہ نسلین مسلمانون کی جو صحابہ پر غلطی اور خطاؤن کا صحیح معنی آیات قرآنی مین تفسیر پیغمبری سے الزام لگاتین اُنسے بہی اپنے آپ کو بچا لیا اور مسلمانون مین اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوجانیکی پروانہ کرکے اور مذہب اسلام مین رخنہ ڈالکر مسلمانون کو حالت تنزل مین پہونچا دیا۔

جب نتیجہ مابعد واقعات پیغمبر سے ایسی حالت صحابہ کی ظاہر ہوتی ہی تو یقین کرنا چاہیے کہ پیغمبر اُن کے قلوب اُن کی نیتون اُن کے ارادون سے بخوبی آگاہ رہتے اور جسپر آگاہی بنظر حالت زمانہ کے ایک علیم اور خبیر کو لازمی ہی پیغمبر کی اُن پیشین گوئیون سے واضح ہی جنکو ہم چند موقعونپر اپنے رسالہ جات مین کتب معتمدۂ اہلسنت سے لکہہ آئے ہین اور جسکا مقصود یہ ہی کہ صحابہ بعد پیغمبر کے کیا کیا احداث کرین گے اور شرک کی طرف کس چال سے چلین گے۔

ایسی حالت مین کسی طرح سمجہہ مین نہین آسکتا ہی کہ پیغمبر جن صحابہ کی نسبت ایسا یقین رکہتے ہون اُنہین صحابہ کی نسبت پیغمبر جمع کرنے قرآن کا حکم دین۔

اس بنا پر یہ لازم آتا ہی کہ جمع کرنے قرآن کی وصیت سردار اہلبیت کو بشرکت اہلبیت کے کی جاے اور صحابہ کے لیئے یہ حکم دیا جاے

کہ تم قرآن اور اہلبیت پر تمسک کرو تا گمراہ نہو جاؤ۔ اگر جمعیت قرآن کی صحابہ کے لیے وصیت کی جاتی تو ہرگز ضرور نہین تہا کہ اُن کے واسطے تمسک اہلبیت کا حکم دیا جاتا۔

پہر اگر وصیت پیغمبرؐ کے یہ معنی لیے جائین کہ صحابہ جمع کرنے قرآن مین علی کے ساتہہ شریک ہون تو تعمیل وصیت پیغمبرؐ کی محال ہوگی جاتی ہی اسلیے کہ جب صیغہ جمع کا لحاظ نسبت صحابہ کی کیا جاتا ہی تو یہ لازم آتا ہی کہ کل صحابہ شریک جمعیت قرآن کے ہون اور کوئی وجہ نہین ہوسکتی کہ بعض صحابہ کے لیے شرکت جمعیت قرآن سمجہی جائے اور بعض صحابہ اُس سے مستثنے ہون۔

صحابہ کی جو تعریف اہلسنت کے یہان قرار دی گئی ہی اُسکے بموجب کل وہ مسلمان جو پیغمبر صلعم کے سامنے ایمان لائے داخل صحابہ ہوتے ہین اور عہد پیغمبر مین کہ جنہون نے پیغمبر کو دیکہا تہا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہوے تہے ہزارون تہے۔

یہ امر غیر ممکن تہا کہ کل صحابہ جن مین کہ اکثر ملک دور و دراز مین اور راہ صعب گذار مین تہے شریک جمع قرآن مین ہوسکین۔ یہ ظاہر ہی کہ اگر ایک صحابی بہی شریک نہو سکتا تو تعمیل وصیت پیغمبر کی ناجائز ہوتی کیا کسی کی سمجہہ مین یہ بات آسکتی ہی کہ پیغمبر جمع قرآن کی وصیت ایسی

شان سے کرینگے جو نا ممکن التعمیل ہو۔

اس بنا پر بھی یہی امر لازم آتا ہی کہ جمع قرآن کی وصیت سردار اہلبیت کے لیے اور اُسمین شرکت کا منشا بقیہ اہلبیت کے لیے تھا کہ جنکی تعداد مع علی مرتضی کے چار سے زیادہ نتھی اور سردار اہلبیت کے باقی تینون اہلبیت مطیع تھے اور وہ چارون اہلبیت اُسی ایک گھر مین تھے کہ جہان پیغمبر نے قرآن نوشتون اور حریر اور کاغذ وغیرہ پر چھوڑا تھا جسکو سردار اہلبیت نہایت آسانی سے بصورت کتاب جمع کر سکتا تھا اور دیگر اہلبیت اُسمین شریک ہو سکتے تھے اور اسکا نتیجہ ہی کہ صحابہ سے یہ کام متعلق نہین ہو سکتا تھا۔

انہین صحابہ کی نسبت مصنف مخاطب لکھتے ہین کہ "اُنکو تو منظور تھا کہ سب متفق ہو کر اس کام (جمع قرآن) کو کرین تاکہ کوئی غلطی باقی نرہے تمام صحابہ کو اُنھون نے اس کام مین شریک کیا تھا اور سب تحقیق کرتے تھے"۔

اور تفسیر صافی مین جو ایک طویل حدیث جناب امیر کی منقول ہی جسمین ایک زندیق کے مقابلہ مین قرآن کے متعلق بہت سے مطالب ارشاد فرمائے ہین اور اُسمین صحابہ کا جس طور پر قرآن جمع کرنیکا تذکرہ ہی اُسکو سند لائے ہین جسکا یہ ترجمہ کیا ہی کہ "تو پکارا

سنادی اُنکا کہ جسکے پاس قرآن مین سے کچہہ ہو وہ ہمارے پاس لاوے

حقیقت مین جن صحابہ کو کہ جنکی غرض متحد تہی یہ منظور تہا کہ وہ سب متفق ہو کر جمعیت قرآن کا کام کرین مگر خلاف وصیت پیغمبرؐ کے وہ جمع کرنا صحابہ کا قرآن کو اس غرض سے نہین تہا کہ کوئی غلطی باقی نرہے بلکہ وہ صحابہ کہ جنکی دوسری غرض تہی خود فضائل اور علم اور اوصاف علی مرتضیٰ کو جانتے تہے اور وسیلہ اُنکے علم کا جو تعلیم پیغمبرؐ سے حاصل ہوا تہا کسی پر مخفی نہین تہا اگر انکی یہ غرض ہوتی کہ قرآن مین کوئی غلطی باقی نرہے اور حسب معنی اور مراد مین ہر ایک آیت اُسکی نازل ہوئی ہر اُسی صحیح معنی اور مراد مین قائم رہے تو قرآن مجتمعۂ علی مرتضیٰؑ کے لینے پر عذر نہ کرتے اور نہایت خوشی سے کہ بغیر کسی تکلیف کے مجموعۂ قرآن اُنکو ملتا تہا نہایت شکر گزاری کے ساتہہ اُسکو لے لیتے لیکن اُنکی غرض خلاف اُس مجموعۂ قرآن کے تہی کہ جسنے ایسے عمدہ اور صحیح مجموعہ کو نہ لینے دیا۔

اور علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جو اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے تو کچہ اُرا

سنادی اُنکا کہ جسکے پاس قرآن مین سے کچہہ ہو وہ ہمارے پاس لائے

اس سے یہ نتیجہ نہین پیدا ہو سکتا کہ تمام صحابہ کو اُنہون نے اس کام (جمع قرآن) مین شریک کیا تہا اور سب سے تحقیق کرتے تہے

بلکہ اُس ذکر واقعہ سے یہ نتیجہ پیدا ہی کہ جن صحابہ نے جمع کرنے قرآن کا ارادہ کیا تہا وہ دوسرے صحابہ سے بسطوت خلافت (کہ جسپر منادی کا پکروانا اور ابن مسعود معزز صحابی کو اُنکے قرآن نہ دینے پر ایسے کوڑے لگوائے کہ جسکے سبب سے اُنکی جان جاتی رہی دلیل ہی) جس جس قدر جس جس کے پاس قرآن تہا طلب کرکے اپنے قبضہ مین کرنا چاہا ہی جسکے بعد وقت جمع کرنے قرآن کے بصورت کتاب واحدیہ اختیار باقی رہتا ہی کہ اُس جزو جزو قرآن سے جس جس قدر چاہین لین اور جس جس قدر کو چاہین چہوڑکر اُن اجزا کو نابود کردین۔

چنانچہ اُن روایات سے جو درایتاً ثابت ہوگئی ہین اور اتفاق سے کچہہ ہم ابہی اوپر لکہہ آئے ہین اور کچہہ دوسرے موقعونپر دوسری کتب معتمدۂ اہلسنت سے دکہایا گیا ہی۔

یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا ہی کہ بعض بعض اجزاء قرآن بعض بعض قرآنون سے نہین لیے گئے۔ جن اجزاء کو کہ وہ صحابی قرآن سمجہتے تہے اور جنکو مصنف مخاطب نے بہی اپنی تفسیر مین بتقلید علمای شیعہ تفسیر پیغمبری ظاہر کیا ہی۔

کیا کچہہ شبہہ ہوسکتا ہی کہ اس حالت مین بہی وہ تفسیر پیغمبری مثل قرآن اور حکم قرآن مین تہے جسکو وہ صحابہ اگر قرآن سمجہتے تہے تو کیا

بیجا کرتے تھے کہ وہ نص قرآنی کے برابر درجہ رکھتے تھے اور حدیث پیغمبرؐ کو جو نص قبول کیا جاتا ہی اُس سے کم رتبہ مین نہین ہو سکتی تھی۔

جب صحابہ کے قرآن بسطوت سلطانی طلب کیے گئے اور وقت ترتیب اور جمع کے بعض اجزا اُن قرآنون کے خارج کر کے اُن قرآنون کو نابود کر دیا گیا تو کیا اس ترکیب جمع قرآن سے یہ صحیح نتیجہ نکلتا ہی کہ صحابہ کو منظور یہ تھا کہ سب متفق ہو کر اس کام کو کرین تاکہ غلطی باقی نرہے اور تمام صحابہ کو انہون نے اس کام مین شریک کیا تھا اور سب سے تحقیق کرتے تھے۔

نہین۔ بلکہ یہ نتیجہ صریح پیدا ہوتا ہی کہ اُن صحابہ کو جنکی غرض متحد تھی منظور یہ تھا کہ جن جن دوسرے صحابہ کے پاس قرآن مین سے جو کچھ ہی اُسکو بسطوت سلطانی طلب کر کے جو چیز اُسمین مخالف اُنکی غرض اور سفر اُنکے حق کے ہی اُنکو وقت جمع قرآن بصورت کتاب واحد کے نہ لیکر تلف کر دین۔

ایسی حالت مین جس نوعیت سے کہ مصنف مخاطب نے یہ کہا ہی کہ "اُن صحابہ کو تو یہ منظور تھا کہ سب متفق ہو کر اس کام کو کرین تاکہ کوئی غلطی باقی نرہے تمام صحابہ کو انہون نے اس کام مین شریک کیا تھا اور سب سے تحقیق کرتے تھے" بالکل غلط ہی

اور علماے اہلسنت کا آیات اور سورتون قرآن کی بابت قرآن
موجودہ مین تحریف کا قائل ہونا اور قرار دینا ہی صرف نہین ہی بلکہ
مصنف مخاطب ترکیب اور صورت جمع قرآن مین بہی تحریف کرتے
ہین۔

قرآن موجودہ پر تحریف کا طعن شیعون کے اصول اور روایات
کے بموجب کسی طرح وارد نہین ہوتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب خیال
کرتے ہین شیعون کے یہان ایک بہی روایت معتمد ایسی ائمہ
معصومین سے منقول نہین ہی کہ جس سے اثبات تحریف لفظی قرآن
کا ہوسکے اور نہ کسی متاخر غیر معصوم نے اختراعی قول سے اسکو رد کیا ہی
ابن بابویہ قمی اور سید مرتضی علم الہدی کو جو مصنف مخاطب نے
متاخرین علماے شیعہ ظاہر کرکے یہ قرار دیا ہی کہ "وہ موجد اس مسئلہ
کے تہے کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی اور پورا قرآن یہی ہی جواب
موجود ہی"
اسکی حقیقت ہمنے دکہا دی ہی کہ وہ متقدمین علماے شیعہ
سے ہین مصنف جو انکو متاخرین علماے شیعہ سے قرار دیتے ہین
علانیہ غلط ہی اور مصنف مخاطب کے ذمہ باقی رہا ہی کہ ان دونون
علماے شیعہ سے ماقبل بتائین کہ کون علماے شیعہ ایسے تہے جو

تحریف لفظی قرآن کے قائل ہوے ہون۔

یہ بیان مصنف کا کہ "جن صحابہ نے قرآن موجودہ کو جمع کیا ہی وہ شیعون کے اعتقاد مین ثقہ نہ تہے بلکہ خائن تہے اور تمام صحابہ ارتداد مین اُنکے ساتہہ شریک تہے (معاذ اللہ منہا) حضرت علیؑ کو جرأت نہتی کہ اُنکی خیانت کو روک سکتے" جس حیثیت سے ظاہر کیا ہی صحیح نہین ہی شیعہ اُن صحابہ کو مرتد مطلق نہین جانتے ہین البتہ اُنکی نسبت کامل الایمان ہونیکا اعتقاد نہین رکہتے اور جس نوعیت سے کہ اُنکو غیر کامل الایمان سمجہتے ہین اُسی نوعیت سے اُنکا درجہ غیر ثقاہت اور خیانت مین مانتے ہین۔

قرآن موجودہ بذریعہ سطوت خلافت کے جمع کیا گیا ہی اور قرآن موجودہ کی جمعیت کی شان یہ ہوئی تہی کہ دیگر قرآؤن مین جو تفسیر پیغمبری تہی اور جسکو صحابہ مثل قرآن اور حکم قرآن مین سمجہتے تہے وہ نکالڈالا گیا اور اُسکو قرآن موجودہ مین شامل نہین کیا گیا ایسی حالت مین بمقابلہ سطوت خلافت کے علی مرتضیٰؑ کو ضرورت نہین تہی کہ تفسیر پیغمبری کے قرآن موجودہ مین شامل ہونے کے لیے تلوار کہینچتے اگر سیاست مدن علی مرتضیٰؑ کے ہاتہہ مین ہوتی تو وہ بیشک ایسا کر سکتے تہے کہ قہراً کسی مسئلۂ صحیح کی تعمیل کرائین

اور جیسے بوجہ باہم لڑنے کے انہوں نے سیاست مدن کے کسی غلط مسئلہ شریعت کے عمل کو بجبر ہدایت کرنیکے قہراً نہیں روک سکے تھے ویسے ہی قرآن موجودہ میں تفسیر پیغمبری کے نہ شامل کرنیکو یا اُسکے ترک کو جس سے غیر صحیح تاویل اور غلط مسائل قرار دینے کا موقع ہر ایک شخص کو حاصل ہوگیا روک نہیں سکتے تھے۔

البتہ بموجب وصیت پیغمبرؐ کے علی مرتضیٰ کا صرف یہ فرض تھا کہ قرآن کو بموجب تعلیم اور ہدایت اور تفسیر پیغمبری کے جمع کرتے چنانچہ ویسا ہی اُنہوں نے جمع کیا اور خلفا کے سامنے کہ جنکے ہاتھ مین خلافت تھی پیش کیا علی مرتضیٰ نے جسقدر اُنکا فرض تھا ادا کر دیا دیگر صحابہ نے جو اُسکو قبول نہ کیا اُسکی بابت وہ مشغول الذمہ ہیں۔ اور ثابت ہوا کہ وہ صحابہ کامل الایمان نہیں تھے ویسا ہی انہوں نے ایسا قرآن جمع کیا کہ بلحاظ نہ شامل ہونے تفسیر پیغمبری کے کامل نہیں سمجھا جا سکتا

قرآن موجودہ کے کمال مین یہ نقص رہا کہ ہر لفظ اور ہر آیت کے معنی اور مقصود کو ہر مسلمان اپنے ذہن اور مرضی کے موافق لگاتا ہے جسکے سبب سے مذہب اسلام مین صراط مستقیم چھوٹ کر سیکڑون راہین پڑ گئین اور باہم مسلمانون کی نوبت جنگ و جدال کی پہونچی اور قوت اُنکی منتشر ہوگئی۔

اگر وہ تفسیر پیغمبری جو مثل قرآن اور حکم قرآن مین تھی قرآن موجودہ مین شامل کی جاتی یا بموجب وصیت پیغمبر کے جو قرآن علی مرتضی نے جمع کیا تھا لے لیا جاتا یا وہ تفسیر پیغمبری قرآن مجمعہ علی مرتضی سے یا قرآن ابن مسعودؓ یا ابی بن کعب سے شامل قرآن موجودہ کی جاتی جس قدر کہ اُن مین تھی کہ وہ بھی تشریح مسئلہ امامت اور نام علی مرتضی کے لیے کسی قدر کافی تھی یا قرآن موجودہ کے معنی وہی لیے جاتے جو اہلبیت پیغمبر کہ جن مین علی مرتضی داخل ہین فرماتے کہ جنکے تمسک کے لیے پیغمبر حجۃ الوداع مین آخری وصیت تمام صحابہ سے فرما گئے تھے۔

تو کیا کچھ شبہہ ہو سکتا ہی کہ ایسا قرآن بمقابلہ قرآن موجودہ کے ایسا کامل ہوتا کہ جس سے وہ راستہ اختلاف مسلمانون کا بند ہو جاتا کہ جو رخنہ مذہب اسلام کے لیے ہوا ہی اور جسکے باعث سے باہم مسلمانون کی نوبت کشت و خون کی پہونچکر قوت مسلمانون کی تباہ اور برباد ہو گئی ہی۔

ایسا قرآن کامل نہ جمع کرنے سے بیشک اُن صحابہ سے خطا ہوئی کہ جنکی مرضی کے موافق وہ جمع ہوا اور ایسی خطا کا واقع ہونا اُنسے کچھ قابل تعجب کے نہین تھا کہ خود اہلسنت اُنکو معصوم قرار نہین دیتے ہین اور جب کسی کو کہ معصوم قرار نہ دیا جاسے اُس سے خطا کا سرزد ہونا

خارج امکان سے نہین ہی اور شیعہ اسی قسم کی اُنکی خطاؤن کے سبب سے اُنکو ناکامل الایمان مانتے ہین اور اسی اعتبار سے اُنکو غیر ثقہ اور خائن سمجھتے ہین۔

مگر غیر معصوم کو ایسا سمجھنا کچھ شیعون پر موقوف نہین ہی بلکہ خود علمائے اہلسنت بھی غیر معصوم فاسق اور فاجر کو مسلمان مانتے اور جانتے ہین اور اُسکے فسق و فجور کے باعث سے کہ جو مخالفت امور اسلامی مین اُس سے ظاہر ہوتی ہی تمام دیگر امور اسلامی سے اُسکے جو مطابق احکام شریعت کے صادر ہوتے ہین قطع نظر نہین کرتے۔ لیکن بمقابلہ ایسے شخص کے کہ جس سے کوئی خطا یا فسق و فجور سرزد نہو کم درجہ ہین ضرور ہی کہ رکھین۔

لیکن مصنف مخاطب افسوس ہی کہ شیعون سے یہ چاہتے ہین کہ غیر معصوم صحابہ کو جن سے خطا سرزد ہوئی اور خطا سرزد ہونے کا امکان تھا ایسا ثقہ اور غیر خائن مان لین کہ جیسے معصوم ہوتا ہی۔

یہ بات نہین ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "اتنا پتہ تو صاف صاف مل گیا کہ مسئلہ امامت اور اسماے ائمہ اور اسماے اعداے ائمہ انہین سے خارج کر دیے گئے اسکے سوا اور ارکان دین خدا جانے کیا کیا نکل گئے ہون گے"

بلکہ یہ بات ہی کہ مسئلہ امامت کی تصریح اور اسماے ائمہ اور اسماے اعداے ائمہ جو تفسیر پیغمبری سے ازروے بہ سبب ظاہر ہوتا تھا قرآن موجودہ مین شامل نہ کرنے کی حیثیت سے خود بخود خارج کردیے گئے جسکی حقیقت خود کتب اہلسنت اور روایات مسلمہ مصنف مخاطب سے ہم اوپر دکھا آئے ہین —

اور اسکے سوا دیگر ارکان دین خدا جو علماے اہلسنت نے اپنی اپنی راے سے خلاف تفسیر پیغمبری تاویل کر کرکے قائم کیے ہین وہ بھی سب معلوم ہوگئے ہین اور جنکا تعین وہ اختلاف ظاہر کرتا ہی جہان جہان ہر قسم کے مسائل مین سنی اور شیعہ کے درمیانین اختلاف ہی اور جسکا ذکر مفصل کتب فریقین مین موجود ہی اور جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہی کہ مذہب اہلبیت کیا رہا ہی اور مذہب غیر اہلبیت کیا ہوگیا ہی —

یہ احتمال مصنف کا کہ "شاید مسئلہ امامت کو اللہ نے بطور بدا منسوخ کردیا ہو اور حکم ناسخ اُس قرآن مین ہو جو ساقط ہوگیا"

مسئلہ بدا کی غلط فہمی کی وجہ سے ہی کسی قدر مسئلہ بدا کا بیان ہم پہلے ایک موقع پر کر آئے ہین — درحقیقت مسئلہ بدا قانون قدرت الٓہی کے مطابق ہی — ہم دیکھتے ہین کہ قانون قدرت الٓہی زمین سے قدرت

اوگاتا ہی اور کبھی وہ درخت ایک مدت تک وجود اور قائم رہتا ہی اور کبھی دوسرے قانون قدرت الٰہی کی وجہ سے کبھی جلد اور کبھی دیر مین فنا ہوتا ہی اور دوسرا درخت اُسی جگہ پیدا ہو جاتا ہی اور جب تک کوئی دوسرا درخت پیدا نہو جسکے مفید خلائق ہونیکا یقین ہو یا اگر کسی درخت کو قبل از وقت قطع کر دیا جائے اور اُسکی شاخ پہوٹکر درخت ہوجانے کی حالت پیدا نہ کرے اُسکا انتظار کیا جاتا ہی۔

یہ مثال مسئلہ بلا کی وجود امام سے متعلق ہو سکتی ہی جبتک امام زندہ رہے یا اپنے منصب کو ترک یا معطل کر دے۔

لیکن امر امامت کو اُس مسئلہ سے کچہ تعلق نہین ہی امر امامت کا ایسا مسئلہ ہی کہ جیسے کسی زمین سے جو قابلیت روئیدگی کی رکہتی ہو اُس سے روئیدگی کا نہونا محال ہی اسلیے مسئلہ امامت نہ منسوخ ہوا نہ ہو سکتا تھا اور نہ اُسکا حکم ناسخ قرآن مین تہا اور نہو سکتا تہا۔

قرآن موجودہ مین جو کچہ بموجب تفسیر پیغمبری کے تشریح تہی شامل ہونے سے مقصود قرآن البتہ ساقط ہوگیا جو اس امر کو شامل تہا کہ تہا کہ مسلمانون مین اختلاف اور تفرقہ پیدا نہو۔

مسئلہ امامت کے منسوخ نہو سکنے کی وجہ یہ ہی کہ مخلوق خدا کو چارہ نہین ہی بجز اسکے کہ ایک اعلیٰ درجہ کا مقام اُسکے لیے ایسا ہو کہ جو عدالت

کی نوعیت سے اُنکا انتظام اور اصلاح کر سکے اور وہ مقام اعلیٰ درجہ عدالت کا مخلوق کے انتظام کے لیے اسلیے ضروری ہی کہ انصاف اُس جگہ ختم ہو سکے۔ اسلیے ضرور ہی کہ ہر زمانہ مین ایک امام مفترض الطاعۃ مانا جاے۔

قرآن صرف سو علت پر محدود نہین ہی بلکہ احکام انتظامی جو مخلوق کے لیے ضروری ہین اُسمین شامل ہین۔ اسلیے ضرور ہی کہ کوئی امام ایسا مقرر کیا جاے کہ جو نفاذ اور تعمیل قرآن کی کرا سکے اور اسی موقع پر عقل یہ چاہتی ہی کہ وہ امام ایسا ہو کہ جو اپنے ہم عصر مخلوق مین سب سے زیادہ عادل ہو تاکہ اُسکی عدالت کے سبب سے اُسکے علم مین خواہ وہ انتظام اندرونی سلطنت سے تعلق رکھتا ہو خواہ بیرونی سلطنت کے جنگ اور صلح سے۔

اور اُسی عدالت پر نظر کرنے سے صاف نظر آتا ہی کہ ہر سلطنت مین عصمت مضمر ہی لازم ہی کہ رعایا کو یقین ہو کہ قانون بےخطا ہی اور جیسے کہ قانون بےخطا ہی ویسے ہی حکم امام بھی بےخطا ہی ورنہ حکم اور قانون چلایا نہین جا سکتا اگر ہر شخص عمل کرنیوالا یہ تردد کرے کہ حکم صحیح ہی یا نہین تو اندرون سلطنت بالقلب اُسپر کیونکر عمل کر سکتا ہی اور بیرون سلطنت دل سے کیونکر کوئی جنگ کرنے کے لیے جا سکتا ہی اور جنگ مین کیونکر کوئی کسی

کو قتل کر سکتا ہی۔

کیا کچھ شبہہ ہو سکتا ہی کہ جبتک قانون اور حکم امام پر بخطا ہونیکا یقین حاصل نہو جاے بغیر اسکے امام کو مفترض الطاعۃ مانا جا سکتا ہی۔ یہی معنی ہین "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کے۔

خدا قانون بخطا کا القا کرنیوالا ہی اور رسول بخطا اُس قانون کو لوگون پر پہونچانیوالا اور اولی الامر بخطا اُسکا تعمیل کرانیوالا کہ جسکے ہاتھہ مین کاروبار ہو اور دراصل اسی کاروبار کے چلانیکو امامت کہتے ہین اور اُسی کاروبار والیکو خدا نے اولی الامر کہا ہی جیسا کہ معنی لفظ امر سے ظاہر ہی جسکی مراد کار سے لی جاتی ہی مگر ضرور ہی کہ ایسی امامت تابع خلافت نہو اور نہ ایسا امام مطیع خلیفہ قرار دیا جاے ورنہ مخلوق خدا کو ضرر پہونچے گا کیونکہ امامت تابع خلافت ہونے سے دین کامل طور پر نہین چل سکتا ہی اور خلافت تابع امامت ہونے سے تعمیل دین کی صحیح طور پر ہو سکتی ہی۔

کچھہ شبہہ نہین ہی کہ ایسی امامت کی قابلیت سوا علی مرتضی اور دیگر ائمہ اہلبیت کے بمقابلہ اُنکے ہم عہد خلفا کے کسی کو نہین ہو سکتی تھی جسکی بنا اُسی وقت پڑی ہی کہ جسوقت پیغمبرؐ نے اول دعوت اسلام اپنے قریب تر کنبہ والونپر کی ہی اور جسوقت کہ پیغمبرؐ نے مبعوث ہو کر اظہار دعوت اسلام کا کیا اُسی وقت علی مرتضی نے کھڑے ہو کر پیغمبرؐ

کے امر تبلیغ رسالت کی نصرت اور اعانت کو اپنے ذمہ لیا اور جیسے کہ پیغمبر صلعم منجانب اللہ رسالت پر مبعوث ہوے ویسے ہی علی مرتضی منجانب اللہ امامت پر مبعوث ہوے جنکا کام امر تبلیغ رسالت کو تعمیل کرنا تھا اور یہ دونوں امر عین ایک ہی وقت پر ظہور مین آگئے۔

یہ معنی ہین امام منجانب اللہ کے امامت کے لیے جسکے تابع خلافت ہی۔ شرافت نسبی۔ قوت جسمانی۔ شجاعت۔ فصاحت۔ علم۔ عدالت ضروری ہین۔

یہ تمام اوصاف حسن اتفاق قدرتی سے اور لیاقت ذاتی بہ حیثیت کسب کے بوجہ تعلیم اور تربیت اور استمراری معیت پیغمبر ع کے اور خدمات اسلام کے بجالانے سے (جن مین محض مرضات اللہ کے سوا کہ جنکے بدلہ مین اپنا نفس بیچ ڈالا تھا اور کچھ مقصود نہ تھا) حاصل ہوکر علی مرتضی مین جمع ہوگئے تھے۔

مین پوچھتا ہون مجکو کوئی بتائے کہ ان اوصاف مین سے کونسا وصف ایسا ہی کہ جو بمقابلہ دوسرون کے علی مرتضی مین اعلی اور برتر نہین تھا اور کون امر مانع ہوا کہ اُنکی امامت کو برقرار نہ رکھا گیا کہ جو عہد پیغمبر سے چلی آتی تہی اور بعد پیغمبر اُنکو خلیفہ قبول نہ کیا گیا۔

یہی مسئلہ امامت کا جسکو مسئلہ بدا سے کوئی تعلق نہین اور نہ

یہ مسئلہ امامت کا منسوخ ہو سکتا تھا اور یہی مسئلہ امامت کا قرآن موجودہ مین اب بہی موجود ہی (دیکھو بحث امامت از صفحہ ۷۷ جلد دوم رسالہ روشنی)

البتہ مسئلہ امامت کی تشریح جو تفسیر پیغمبری مین تہی وہ قرآن موجودہ مین شامل نہونے سے بیشک ساقط ہو گئی۔

مصنف مخاطب بجاے اسکے کہ مسائل متنازعہ پر کوئی محققانہ راے لکہیں شیعونپر مطاعن قائم کرنیکی کوشش مین بطور طنز کے یہی فرض کرتے ہین "کیا عجب ہی کہ اُنہون نے (صحابۂ غیر ثقہ نے) قرآن مین کچہ بڑہا بہی دیا ہو جیسے اہل کتاب نے توریت انجیل وغیرہ مین بڑہا دیا" اور پہر خود ہی اُسپر تفریع کرکے اپنے قیاسات گذشتہ دور از کار کا اعادہ کرتے ہین جسکی بابت اس موقع پر ہمکو سوا اسکے اور کچہ کہنے کی ضرورت نہین ہی کہ مصنف نے یہ دعوی کیا تہا کہ وہ کتب مذہب شیعہ سے اُنپر اعتراض کرینگے لیکن کتب شیعہ سے اُنپر اعتراض تو امر محال تہا خود اپنی کتب سے بہی کوئی طعن اُنسے نہو سکا تب اُنہون نے یہ وتیرہ اختیار کیا ہی کہ محض وسوسہ اپنے دل مین لاکر شیعونپر الزام لگانے کے لیے یہ کہتے ہین کہ "کیا عجب ہی کہ اُنہون (صحابہ غیر ثقہ) نے قرآن مین کچہ بڑہا بہی دیا ہو"

اور جب اس تخیلہ کی کوئی بنیاد نہین تو اُسپر جو کچھہ تفریع کی گئی ہی وہ خود بے بنیاد ہی کہ جسکی کوئی حقیقت ہمکو دکھانیکی ضرورت نہین ہی۔

یہ فیصلہ مصنف مخاطب کا کہ جناب امیرؑ کو اپنی خلافت کے زمانہ مین بہی اصلی قرآن ظاہر کرنیکی جرأت نہین ہوئی۔ ائمہ کو بہی شاید خوف کی وجہ سے یہ موقع نہ ملا علی مرتضیٰ کی اور ائمہ معصومین کی حالت پر بے پروائی کرنیکی وجہ سے ہی۔

علی مرتضیٰ کا زمانہ خلافت کم مدت تک رہا اور جسوقت کہ زمانہ خلافت شروع ہوا تہا اُسوقت حالت خلافت کی نہایت ابتر ہو گئی تہی اور ایک فتنۂ عام پہیلا ہوا تہا جو حضرت عثمان کی جان لے چکا تہا۔ وہ وقت ایسا سخت اور مشکل تہا کہ سوا علی مرتضیٰؑ کے کسی کو جرأت خلافت قبول کرنیکی نہوئی نہو سکتی تہی۔ جب علی مرتضیٰؑ نے اُس پر فساد حالت خلافت کو قبول کیا تو قدم قدم پر فتنہ برپا ہو گئے جسکا اصلی باعث خلاف مرضی خدا اور سنت رسولؐ کے خلافت کو بے محل مقام حقہ پر قائم کرنا تہا۔

پیغمبرؐ نے جس کسی کو اپنے عہد مین کارپرداز مذہب اسلام قبول کر لیا تہا وہی مرضی خدا اور سنت رسول کی تہی برخلاف اُسکے بعد

پیغمبر دوسرونکو یکے بعد دیگرے خلفا قبول کیا گیا اسی بات سے ہر ایک شخص کو حصول خلافت کا حوصلہ ہوگیا تھا اور اُسی حوصلہ نے اُس تاریخ دوم خلیفہ (علی مرتضی) کو میدان جنگ جمل اور صفین کے دکھائے۔

جنگ جمل کی فتنہ پردازی کو علی مرتضی نے فرو کرکے کامیابی حاصل کی اور جنگ صفین مین بہی فتحیابی ہو ہی چکی تہی کہ عین معرکہ جنگ مین لشکر علی مرتضی کے ایک گروہ نے ایک نیا فتنہ برپا کیا جسکا نتیجہ جنگ کا بند ہوجانا لازمی تہا اگر اُسوقت جنگ بند نہ کی جاتی تو خود باہم لشکر علی مرتضی کے کشت وخون شروع ہوجاتا اور دشمن حملہ کرکے لشکر مطیع علی مرتضی کو قطعی تباہ کردیتا۔

ایسی حالت مین امام یا جو افسر اعلی اُسوقت فوج کا ہو اُسکا فرض ہر کہ وہ اپنے مطیع لشکر کو دشمنون کے ہاتہہ سے محفوظ رکہے اور ایسی تدبیر کرے کہ اُسکے مطیع لشکر کی قتل سے حفاظت ہوجاے تاکہ وہ پہر کسی دوسرے وقت پر کام آے۔

چنانچہ علی مرتضی نے اپنے اُسی محفوظ لشکر سے دوسرے وقت پر اُسی گروہ فتنہ پرداز لشکر کو تہ تیغ کرکے فتحیابی حاصل کی لیکن بمقابلہ معاویہ بن ابو سفیان علی مرتضی دوبارہ لشکر اور سامان جنگ مہیا کررہے تہے کہ وہ واقعہ ناگہانی پیش آیا جسکا نتیجہ علی مرتضی کا قتل خانۂ خدا مین

بحالت زمانہ کے ابن ملجم کے ہاتھہ سے ہوا- اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا تو ضرور علی مرتضیٰ شامی فتنہ کو فرو کردیتے-

جس شخص نے کہ عہد پیغمبر مین اپنی قوت بازو سے ہر جنگ و جدل مین دشمنون کو قتل کر کر کے دین اسلام کو جاری اور قائم کردیا اور عہد خلافت حضرت عمر مین بہی اُسی شخص کی راے پر عمل کرنے سے ملک شام اور ایران فتح ہوا- اور اپنے قلیل زمانہ خلافت مین بہی فتحمندیان حاصل کین کیا اُسکی نسبت یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ وہ بمقابلہ فتنہ شام کے کامیاب نہوسکتا؟ نہین- نہین- ہرگز نہین-

علی مرتضیٰ کا ہر فعل اور قول خواہ اُنکا زمانہ خلافت کا تہا یا نہ تہا بالکل مطابق قرآن کے رہا ہے از روے اُس تفسیر پیغمبری کے جسکی اُنکو تعلیم دی گئی تہی-

قبل اُنکے زمانہ خلافت کے جس مسئلہ اور جس معاملہ مین خلفاے ہم عہد اُنسے راے لیتے تہے جسکی بابت کتب اہلسنت مالامال ہین وہ ارشاد علی مرتضیٰ کا اُسی تفسیر پیغمبری کی رو سے ہوتا تہا اور اُسی کی بنا پر علی مرتضیٰ مسائل کو حل اور امور کو طے کرتے تہے اور اُنکو اپنے اُس قلیل زمانہ خلافت مین جو امور پیش آئے اُنکا ہر قول اور فعل مذہب اسلام مین سند لیا جاتا ہے اور یہانتک کہا جاتا ہے کہ وہ اگر علی مرتضیٰ کی

نظیر موجود نہوتی تو مذہب اسلام اس مسئلہ ہی سے خالی تہا کہ باغیون کے ساتھہ کیا عمل کرنا چاہیے" (دیکھو سیرۃ النعمان)

درحقیقت علی مرتضیٰؑ نے اگرچہ مسئلۂ بغاوت قرآن مین ہی لیکن اُسکے متعلق بہت تشریحین اپنے قول اور فعل سے کردین اور اچہی طرح سے بتا اور جتا دیا کہ امام کا کیا حق اور اختیار ہی اور قرآن موجودہ کو کہدیا کہ یہ قرآن صامت ہی اور سنا دیا کہ مین قرآن ناطق ہون۔ یہ تہی جرأت اجرا اُس قرآن تفسیری پیغمبری کی۔

کچہہ شبہہ نہین ہی کہ علانیہ طور پر بعد وفات پیغمبرؐ ہر زمانہ مین اپنے دم مرگ تک اُسی قرآن تفسیری کو اپنے زمانہ خلافت اور غیر خلافت مین جب جب موقع ہوا اور جب جب کسی نے دریافت کیا علی مرتضیٰ جاری کرتے رہے اور آئندہ اجرا کے لیے وہ قرآن تفسیری اور اپنا عمل اپنے گیارہ جانشینون کے لیے چہوڑ گئے جو یکے بعد دیگرے ہونیوالے تہے جسکو ہر زمانہ کا جانشین جاری کرتا رہا۔

بیشک ائمہ اہلبیت نے ایسا خوفناک زمانہ پایا تہا کہ ہر دم ہر قسم کا خوف لگا رہتا تہا مگر اُنہین انکی بخوبی آزمائش ہوگئی کہ وہ ذرا بہی مخوف نہین ہوے اور امر حق برابر کہتے رہے اور سچے دین کی ہدایت اور تعلیم دیتے رہے اور طریقہ علی مرتضیٰؑ پر جو عین طریقہ پیغمبرؐ کا

تہا عمل کرتے رہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے جو صلحنامہ ترک خلافت کی وکیا تہا جنگ کا بند کردینا اپنے دوستون کی حفاظت کے لیے کہ دشمن کے ہاتہہ سے قتل نہو جائین جیساکہ خود انکے ارشاد مین موجود ہی یہ طریقہ حفاظت کا وہی تہاکہ جو علی مرتضیٰ نے صفین مین جنگ کو بند کرکے اپنے دوست لشکر کو دشمنون کے ہاتہہ سے محفوظ رکہا تہا۔

کسی کو یہ شبہہ نہونا چاہیے کہ ترک خلافت سے حضرت معاویہ کے لیے حق خلافت پیدا ہوگیا نہین ترک سے انتقال لازم نہین آتا ہی کہ خلافت حق حضرت معاویہ کا سمجہا جاسکے۔ امام نے جب خلافت کو ترک کیا تو مستحق قبضہ اسپر وہی ہوسکتا تہا کہ جسکا اسپر حق تہا حضرت معاویہ نے جو اسپر قبضہ کیا اسکے وہ مستحق نہین تہے انکا قبضہ اسپر ناحق سمجہنا چاہیے۔

حضرت امام حسین نے شب عاشورہ جو اپنے ہمراہیون کے مقابلہ مین یہ خطبہ فرمایا تہا کہ وہ مین تم لوگونکو جس نیت اور ارادہ سے ساتہہ لایا تہا وہ صورت باقی نہین رہی ہی (یعنی امید فتح) اور مین دشمنون مین گہر گیا ہون اور یہ قوم سوا میرے کسی اور کی طلبگار نہین ہی مین تم لوگونکو اجازت دیتا ہون کہ شب تاریک ہی (تاکہ لوگون کو

ندامت دامنگیر نہو) جسطرف جسکا جی چاہے چلا جائے اُسپر کچھ لوگ چلے گئے اور جو لوگ بوجہ محبت رسول کے امام سے عشق رکہتے تہے اُنہون نے امام علیہ السلام کو تنہا دشمنون مین چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو اپنے ہمراہیون کو اختیار چلے جانیکا دیا وہ اُنکا فرض منصبی امامت کا تہا۔ جب اُنکو یقین ہو گیا کہ مین بہی قتل ہو جاؤنگا اور میرا ہمراہی بہی کوئی زندہ نہین رہیگا تو اُنپر لازم تہا کہ وہ اپنے ہمراہیون کی حفاظت کی تدبیر کرین اور اُنکے اسی بیان تدبیر حفاظت نے ثابت کر دیا کہ وہ امام برحق تہے اور امام برحق کا ہی درحقیقت یہ کام ہی کہ کون موقع دشمن سے جنگ کا ہی اور کون موقع دشمن کے ہاتہہ سے اپنے ہمراہیون کو محفوظ رکہنے کا۔ اور اسی بنا پر مذہب شیعہ مین مسئلہ جہاد قرار دیا گیا ہی۔ اور جبتک عصمت امام یعنی اُسکے بخطا ہونیکا یقین نہو کبہی کوئی ارشاد امام پر عمل نہین کر سکتا ہی اور اسی لیے اُن ائمہ کو جو معصوم تہے معصوم ماننا ضروری ہی۔

امام حسین علیہ السلام نے جو طریقہ حفاظت اپنے ہمراہیونکا اختیار کیا تہا درحقیقت یہ وہی طریقہ ہی کہ جو علی مرتضی نے جنگ صفین مین اور امام حسن نے وقت ترک خلافت بمقابلہ اہل شام کے اختیار کیا تہا۔

اگرچہ یہ تینوں واقعے بحسب اپنے موقع کے صورت جداگانہ رکھتے ہیں لیکن اصول اُن سب کا وہی ایک ہی کہ قتل ہو جانے سے ائمہ کے دوست اور ہمراہی محفوظ رہیں ۔

یہ اصول علی مرتضیٰ نے درحقیقت پیغمبرؐ سے سیکھا تھا مقام حدیبیہ پر جب پیغمبرؐ کو کفار کی جنگ سے اندیشہ شکست اور مغلوب ہونیکا ہوا کہ بغیر ارادۂ جنگ کے قلیل ہمراہیوں کے ساتھ بارادہ طواف خانہ کعبہ کے تشریف لائے تھے اور سامان کافی جنگ کا ہمراہ نہیں تھا اور اُسکے ساتھ اس بات کا اندیشہ بھی تھا کہ موجودہ ہمراہیوں میں سے لوگ وقت جنگ کے اپنی اپنی راہ اختیار کرینگے جسکا چند مرتبہ پیغمبرؐ کو تجربہ ہو چکا تھا اور اس اندیشہ پر مضمون تجدید بعیت اشارہ کر رہا ہی۔

مگر جو لوگ کہ وقت جنگ کے قائم رہنے والے تھے اُنکے خطرہ میں پڑنیکے اندیشہ نے پیغمبرؐ سے صلح کرائی اور اُسی تدبیر نے پیغمبرؐ کے سچے وفاداروں کو محفوظ رکھا اور وقت تحریر صلحنامہ کے پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰ کو بتا دیا تھا کہ تمکو بھی ایک ایسا ہی وقت آئیگا۔

شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ پیغمبرؐ نے بعض موقعوں پر ایسا بھی کیا ہی کہ جب قلیل ہمراہی اُنکے ساتھ تھے بمقابلہ کفار کے جنگ کی ہی۔ لیکن واضح رہے کہ جنگ کے لیے دو صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک دشمن کیطرف

جانا اور دوسرے دشمن کا اپنی طرف آنا۔ اول صورت کو حملہ اور دوسری صورت کو دفع کہتے ہین۔ اور بحالت دفاع کے جنگ پر مجبوری ہوتی ہی۔

پیغمبرؐ نے جہان کہین ایسی حالت مین اجازت جنگ کی دی ہی کہ جہان اُنکے ہمراہی قلیل تہے وہان صورت دفاع اور حملہ کفار کے روکنے کی ہی۔ اور مقام حدیبیہ مین پیغمبرؐ کا تشریف لیجانا گو دوسری نیت سے تہا مگر ظاہر صورت حملہ کی تہی اور جب حملہ کے وقت اندیشۂ شکست اور مغلوبی کا ہو تو اُس وقت مین قتل سے محفوظ رکہنے کے لیے اپنے ہمراہیون کے لیے کوئی تدبیر لازم ہوتی ہی۔

پیغمبرؐ کے تمام افعال اور اقوال حجت ہین جنسے تفسیر قرآن کی ہوتی ہی جو قرآن علی مرتضی نے مرتب کیا تہا وہ ہر قول اور فعل پیغمبرؐ کی رو سے تفسیر تہی اور اُسی کے بموجب علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت عمل کرتے رہے اور دوسرونکو بتاتے رہے جن لوگون نے کہ اُنسے لیا اُنکے پاس موجود ہی اور اُسی صراط مستقیم پر قائم ہین اور جن لوگونے کہ اُنسے نہین لیا وہ لوگ شاخ درشاخ راہو نمین حیران اور سرگردان ہین۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد دیکہو کہ جناب امیرؑ کو اصلی قرآن

کے ظاہر کرنیکی جرأت ہوئی یا نہین اپنی خلافت مین یا غیر کی خلافت مین اور ائمہ کو بہی خوف کی وجہ سے اُسکے جاری کرنیکا موقع ملیا نہین۔

شیعہ اسکے قائل نہین ہین کہ صحابہ نے قرآن مین تصرفات کیے البتہ بترتیب نزول قرآن موجودہ جمع نہین ہوا ہی جسکے خود علماے اہلسنت بہی قائل ہین اور تفسیر پیغمبری بیشک اُسمین شامل نہین رکہی گئی کہ جسکے بعض بعض حصہ کا وجود خود کتب اہلسنت مین موجود ہی اور جسکو وہ آیات منسوخ التلاوۃ یا وحی سواے قرآن کے قائل ہوے ہین جسکی تشریح ہم پہلے لکہہ آئے ہین۔

اصل قرآن ہین کہ جسمین کوئی تصرف نہین ہوا بیشک آجتک اُسیطرح موجود ہی جسطرح کہ جمع کیا گیا اور ائمہ اہلبیت برابر اسی قرآن موجودہ پر عمل کی ہدایت فرماتے رہے ہین لیکن از روے علم اور تفسیر پیغمبری کے ائمہ اہلبیت جو معنی اور منشا بتاتے رہے ہین اور اپنے آپکو اور غیرونکو جن جن آیات کا مصداق قرار دیتے رہے ہین شیعہ بنظر ارشاد پیغمبرؐ کے ارشادات ائمہ کو اُسی حیثیت سے آیات قرآنی کے معنی اور منشا اور مصداق کو قبول کرتے ہین جس حیثیت سے کہ اُنہون نے فرمایا ہی۔

مثل اہلسنت کے شیعون سے یہ نہین ہوسکتا کہ معانی اور

منشا اور مصداق آیات کو اپنی رائے سے قرار دیکر خلاف وصیت رسول کے صرف قرآن سے ظاہری تمسک کرین اور اہلبیت عترت رسول کو قطعی چھوڑ دین۔

مہاجرین اور انصار اور ازواج اور آیت غار اور بیعت رضوان کی نسبت شیعونکا یہ اعتقاد نہین ہی کہ "کیا عجب ہی کہ وہ آیات تصنیفات صحابہ سے ہون" لیکن جیسے مہاجر اور انصار اور صحابہ کے متعلق قرآن مین اگر ایسی آیتین موجود ہین کہ جنسے اُنکے اُسوقت کے افعال کی پسندیدگی پائی جاتی ہی تو ایسے آیات بہی موجود ہین کہ جن سے اُنکے افعال سے ناخوشی اور اُنکی مذمت بہی خصوص جہاد کے وقت میدان جنگ مین قائم نرہنے کے متعلق ثابت ہوتی ہی۔

ازواج رسول بیشک امہات المومنین ہین جسکا مقصود یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ کے اُنسے کوئی نکاح نہین کرسکتا جس سے اور کوئی شرف اُنکا اُس سے برتر پایا جاتا ہو۔ اُنکے متعلق بہی آیات عتاب اور غیر خوشنودی خدا کی موجود ہین۔

اور کچہہ شبہہ نہین ہی کہ اُنکی حالت اُنکے اختیار مین تہی اور وہ امور حسن اور قبیح کے عمل مین لانے کی مختار تہین۔ جس بی بی نے جیسا عمل کیا بیشک وہ اُسکی مستحق ہی کیا ازروے قرآن اور کیا ازروے

احادیث پیغمبرؐ کوئی بی بی اُنکی امت رسول کے لیے نمونہ قرار نہین پاسکتی اور نہ قرار پائی ہی۔

کیا علی مرتضی کی خلافت برحق مین بی بی عائشہ نے علم بغاوت بلند نہین کیا کیا میدان جنگ مین اونٹ پر سوار ہو کر گھر سے باہر خلاف نص صریح قرآنی کے نہین نکلین ۔کیا وہ اسمین مرتکب امر قبیح کی نہین ہوئین۔کیا وہ مستحق اُسکے نتیجہ کی نہین ہوسکتین ۔ ایسے امر کے عمل مین لانے سے کیا اہلسنت اپنے طرفدارونکو انہون نے شرمندہ نہین کیا ؟۔

اسیطرح آیت غار سے کوئی شرف حضرت ابوبکر کے لیے پیدا نہین ہوتا ہی اُسمین حضرت ابوبکر کے ساتھہ ہونیکا حکایتاً ذکر ہی۔

اور آیت بعیت رضوان سے جبتک کہ ایفاے عہد ظہور مین نہ آسے جیسے کہ خود اُسی آیت مین اُسکا اشارہ ہی کیا شرف کسی کو حاصل ہوسکتا ہی جبکہ بعد اُسکے نکث عہد بعیت جنگ خیبر اور حنین مین پیغمبرؐ کو چھوڑکر پیٹھہ دکھا گئے جسکا ذکر قرآن مین موجود ہی مصنف مخاطب نے بطرز نو اس موقع پر جن امور کا اعادہ کیا ہی سو اُنکی حقیقت ہم اوپر دکھا آئے ہین۔

آخر مین مصنف یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "جبتک جامعین قرآن کو

ثقہ نہ مانا جاے اُسوقت تک کیونکہ یہ مانا جاے کہ اُنہون نے قرآن مین کچہہ بڑہایا نہین وہ اپنی حکومت کے زمانہ مین سب کچہہ کر سکتے تہے۔"

مین مصنف مخاطب سے یہ پوچہتا ہون کہ کیا اُنکا یہ مقصود ہی کہ اُن جامعین قرآن کو معصوم مانا جاے اگر یہ مقصود ہی تو خود اہلسنت کا یہ اعتقاد ہی کہ وہ معصوم نہ تہے اور جو معصوم نہو اُس سے خطا کا وقوع ممکن ہی لیکن غیر معصوم سے یہ ضرور نہین ہی کہ تمام افعال اُسکے سرتا پا خطا ہون بلکہ ضرور ہی کہ کوئی فعل اُسکا خطا کا ہو اور کوئی فعل غیر خطا کا اور اُس سے فعل کے کسی حصہ مین خطا ہو اور کسی حصہ مین نہو۔ قرآن مین کچہہ بڑہانیکی اُنکو حاجت نہین تہی تفسیر پیغمبری کو قرآن سے خارج رکہنے سے اُنکی غرض حاصل ہوجاتی تہی تفسیر پیغمبری سے جو امور مشرح ہو گئے تہے اُنہین کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہین رہی تہی یعنی اور مقاصد آیات مین خود رائی کا اخفا یا تفسیر پیغمبری کے شامل نہ رکہنے سے قرآنمین حاصل ہوگیا اور اسیقدر اُنکو اپنی غرض کے لیے کافی تہا اُنہوننے اپنی حکومت کے زمانہ مین جو کچہہ کیا وہ کیا کم ہی جو مصنف مخاطب قرآنمین نہ بڑہانیکو خطا سے اُنکی برارت کے لیے دلیل لاتے ہین۔ قرآن مین کچہہ بڑہانا بنظر اُسکی فصاحت اور بلاغت کے غیر ممکن تہا اور ایک طرز بیان سے دوسرا طرز بیان خود بخود بتا دیتا کہ کچہہ بڑہایا گیا ہی وہ لوگ ایسے نادان نہین تہے کہ اپنی خطا کی خود اپنی خطا سے گرفت کرواتے

نام معاونین	[illegible]
عالیجناب نواب سید محمد علیخانصاحب بہادر گورنمنٹ پنشنر۔	سعہ ر
عالیجناب شیخ ولایت حسین صاحب تعلقدار دیوگاؤں	سے ر
عالیجناب سید آل احمد صاحب وکیل۔	سے ر
عالیجناب مولوی سید غلام حیدر خانصاحب بہادر سب جج۔	سعہ ر
عالیجناب نواب میر دوست علی خانصاحب بہادر بالقابہ رضوی سکنہ تعلقدار ضلع بلدرگ	عہ ر
عالیجناب سید عوض علی صاحب سابق ڈپٹی کلکٹر	سے ر
عالیجناب سید حیدر علی خانصاحب آنریری مجسٹریٹ	سے ر
عالیجناب حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل	سے ر
عالیجناب آغا صفدر علی بیگ صاحب قزلباش اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔	سے ر
عالیجناب سید حمزہ علی صاحب امین۔	سے ر
عالیجناب منشی محمد حسین خانصاحب الیکٹر پولیس	عہ
عالیجناب نواب مولوی زوار علیخانصاحب بہادر	للعہ ر
عالیجناب نواب برار علی خانصاحب بہادر۔	للعہ ر
عالیجناب نواب سید اسد اللہ خانصاحب بہادر	للعہ ر
عالیجناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب بہادر	سعہ ر
عالیجناب سید ہادی حسین صاحب وکیل اکبرپور	سعہ ر
عالیجناب سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار	سعہ ر
عالیجناب مرزا محمد حسین صاحب وکیل	سعہ ر

نام معاونین	[illegible]
عالیجناب قاضی سید نور الدین علی خان صاحب بہادر بالقابہ وزیر بھوپال۔	عہ
عالیجناب خواجہ محمد جعفر علیخانصاحب ضیا۔	سے ر
عالیجناب قاضی بندہ علیخانصاحب رجسٹرار	سے ر
عالیجناب مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش	سے ر
عالیجناب سید عابد علی صاحب آنریری مجسٹریٹ	سے ر
عالیجناب مولوی سید حشمت علی صاحب وکیل	سعہ ر
عالیجناب آغا قاسم حسین صاحب قزلباش انسپکٹر پولیس۔	سے ر
عالیجناب سید فدا حسین صاحب اوورسیر	سے ر
عالیجناب حکیم احمد مرزا صاحب نائب تحصیلدار	سے ر
عالیجناب حاجی مولوی سید ہاشم علی صاحب سپرنٹنڈنٹ کتبخانہ مرشدآباد۔	سے ر
عالیجناب سید نبی علی صاحب نائب تحصیلدار	سے ر
عالیجناب سید ابو حسین صاحب انسپکٹر	سے ر
عالیجناب سید ظہور حسین صاحب پنشنر منصف	سے ر
عالیجناب سید عابد حسین صاحب تعلقدار	سے ر
عالیجناب مولوی سید کاظم حسین صاحب کمشنر خیام	سے ر
عالیجناب مولوی سید نظیر حسین صاحب	سعہ ر
عالیجناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]	سے ر
عالیجناب سید [illegible] حسین [illegible]	سے ر
عالیجناب [illegible]	سعہ ر

نام معاونین	تعداد	نام معاونین	تعداد
عالیجناب سید محمد صاحب رئیس نگینہ	صہ/	عالیجناب سید فضل حسین صاحب نائب تحصیلدار	سے/
عالیجناب سید امیر کاظم صاحب ممبر بورڈ	صہ/	عالیجناب چودہری سربلند صاحب	سے/
عالیجناب نواب لدار علی خانصاحب بہادر	للعہ/	عالیجناب چودہری حسین بخش صاحب	سے/
عالیجناب حکیم سید عبد الحسین صاحب	للعہ/	عالیجناب حکیم مرزا محمد رضا خان صاحب بہادر	
عالیجناب شیخ سخاوت علی صاحب سب رجسٹرار	سے/	ثروستی نجف اشرف	عـه
عالیجناب مولوی وزیر حسن صاحب وکیل از چھپرہ یا	بخہ/ سے/	عالیجناب حکیم فضل علی صاحب عرف حکیم سید میرن صاحب	صہ/
عالیجناب بابو وزیر حسن صاحب از حسن گنج سارن			
عالیجناب خلیفہ سید محمد کاظم صاحب اڈیشنل جج	سے/	عالیجناب قاضی فقیر علی صاحب اہلکار پرمٹ	عـہ/
عالیجناب میر محمد حسین صاحب از حیدر آباد	سے/	العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر	
عالیجناب سید حسین صاحب قانون گو	سعہ/		

نام معاونین جنہوں نے جدید معاون بہم پہونچائے

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۱	عالیجناب شاہ علی مہدی صاحب رئیس سابق تحصیلدار نے	۲
۲	عالیجناب سید حفاظت علی صاحب حکیم مقیم حیدر آباد نے	۱
۳	عالیجناب سید حسین صاحب قانونگو نے	۳
۴	عالیجناب قبلہ مولوی سید علی حسین صاحب .... نے	۴

عبقات الانوار جلد اول حدیث ثقلین [illegible]

[illegible]



انی تارک فیکم الثقلین

نورٌ علیٰ نور



رسالہ روشنی

جلد ثالث سہ ماہی چہارم یعنی بابت ماہ اکتوبر نومبر و دسمبر

سنہ ۱۸۹۶ع

باہتمام

مرزا عبدالتقی قزلباش اڈیٹر



فیض محمدی پریس میں طبع ہوکر

دفتر رسالہ روشنی چوک لکھنؤ سے شایع ہوا



مجھے امید تھی کہ

جن بزرگواروں نے جلد ثالث کا چندہ نہین بھیجا ہے وہ سنہ ۹۷ع کے نمبر پہونچتے ہی روانہ فرماوینگے مگر افسوس ہے کہ بہت کم چندہ آیا جسکی رسید ذیل مین درج ہے اب یہ نمبر بذریعہ ویلو اکثر حضرات کیخدمتمین روانہ ہوتے ہین اگر واپس آئے تو جلد چہارم کا سلسلہ اونکی خدمت مین جاری نہوگا۔ اور جن حضرات کیخدمتمین ویلو روانہ نہین کیا گیا ہے اونکی بھی بڑی مہربانی ہو اگر وہ فوراً اپنا اپنا زرچندہ ارسال فرمادین

بقیہ رسید زر بابتہ سنہ ۹۶ع

نام معاونین	تعداد زر
عالیجناب مرزا محمد عباس علیخانصاحب بہادر بالقابہ	عہ/
عالیجناب سید نور الحسن صاحب اہلمد	سے/
عالیجناب منشی آغا حسین صاحب اردنہ نزول	سے/
عالیجناب مرزا عابد حسین خانصاحب	عا/
عالیجناب حکیم محمد امجد علیخانصاحب سابق ڈپٹی کلکٹر	سے/
عالیجناب حکیم محمد نیاز علیخانصاحب	سے/

نام معاونین جنہون نے جدید معاون بہم پہونچایے	تعداد
عالیجناب سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر پولیس	۱
عالیجناب منشی محمد حسن خانصاحب انسپکٹر پولیس	۱

زیادتی قرآن کے معنی و مراد اور اہلسنت کے اتہام کی تردید

مصنف مخاطب اب بیان سے ارادہ کرتے ہین کہ کتب شیعہ سے قرآن مین بڑہانیکا مضمون دکہائین اور اُس ارادہ کو یون ظاہر کرتے ہین کہ "قرآن مین کچہ بڑہا دینے کا احتمال محض فرضی نہین ہی بلکہ اقوال ائمہ سے یہ خبر ملتی ہی کہ محرفین نے اپنی طرف سے بہی بڑہایا ہی" لیکن مصنف اپنے ارادہ مین کامیاب نہین ہوسکتے ہین اور اُنہون نے اُسکے مفہوم کو متغیر کیا ہی۔

کتب شیعہ سے ہر قسم کی احادیث جو مقصود اور معانی قرآن کے بیان مین آئے ہین اگر اُن سب پر وہ نظر کرتے اور ارادۂ اعتراض کا اپنی طبیعت مین خواہ مخواہ پیدا نہ کرتے اور یہ امر بہی ذہن نشین رکہتے کہ ہر فرقہ مین احادیث بلفظہ منقول نہین ہوے ہین بلکہ بالمعنی سوا اُن چند حدیثون کے جو خاص طور پر باللفظ ثابت ہوئی ہین تو کسیطرح اُنکو جرأت کسی اعتراض کی نہوتی مگر اُنہون نے وہ چند حدیثین اعتراض کے لیے منتخب کی ہین کہ جسپر وہ بظاہر

اعتراض کرسکین چنانچہ وہ اول جو متواتر نہین ہین اور اخبار احاد سے ہین محض بغرض جہوٹا الزام تحریف قرآن قائم کرنیکے سند لائے ہین اُسکا ترجمہ یہ کیا ہی کہ ”تفسیر صافی مین تفسیر عیاشی سے امام باقرؑ سے منقول ہی کہ اُنہون سنے فرمایا کہ اگر نہوتا یہ امر کہ بڑہایا گیا ہی قرآن مین اور گہٹایا گیا ہی تو ہمارا حق کسی عقلمند پر چہپا نرہتا“

یہ ارشاد امام علیہ السلام کا اُس زمانہ کا ہی کہ خلافت عترت اور اہلبیت رسول سے نکل چکی تہی اور ائمہ اہلبیت اپنے حق خلافت سے محروم کردیے گئے تہے اور زمانہ خلافت بنی امیہ کا تہا۔

امام علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہی کہ ”اگر نہوتا یہ امر کہ بڑہایا گیا ہی قرآن مین اور گہٹایا گیا ہی تو ہمارا حق چہپا نرہتا“ اُسکے معنی اور مراد یہ ہی کہ علی مرتضیٰ اور عترت رسول کو جو تعلیم قرآن کی ارشاد رسولؐ سے ہوئی ہی خلاف اُسکے لوگوننے اپنی راے اور خواہش سے قرآن کے ایسے معنی بیان کیے جو درحقیقت وہ معنی اُسکے نہین ہیں جو ایسے معنی کہ اُن لوگوننے بیان کیے وہ قرآن مین بحیثیت بیان معنی کے بڑہایا گیا اور جو اصلی اور حقیقی معنی قرآن کے تہے اُسکو لوگون نے بیان نہین کیا اور اس اعتبار سے قرآن گہٹایا گیا۔

اس حدیث مین مصنف نے لفظ ”ذی حجی“ کا ترجمہ جو عقلمند

کا کیا ہی وہ ٹہیک نہین ہی بلکہ اُسکے معنی صاحب آہنگ اور قصد کے
ہین اور جب اختلاف کو طوالت ہو جاتی ہی تو بولا جاتا ہی کہ فلان نے
فلان پر حجت کی۔

مصنف مخاطب نے یہ اخیر فقرہ بہی اُس حدیث کا چھوڑ دیا ہی
کہ "ولو قد قام قائمنا فنطق صدقہ القرآن" ترجمہ۔ اور اگر
کبہی قائم ہوگا قائم ہمارا اور بات کریگا تصدیق کریگا اُسکی قرآن"
اس پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہی کہ "فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام
نے اگر نہوتا یہ امر کہ بڑہایا جاتا کتاب اللہ مین اور کم کیا جاتا نہ چھپا رہتا
حق ہمارا اوپر صاحب حجت کے (اختلاف کو طول نہوتا) اور اگر
کبہی قائم ہوگا قائم ہمارا اور بات کریگا تصدیق کریگا اُسکی قرآن"
اس حدیث مین کوئی لفظ ایسا نہین ہی جسکا یہ مقصود لیا جاسکے
کہ قرآن موجودہ مین لفظا کچہہ بڑہایا گیا ہی یا کچہہ کم کیا گیا ہی بلکہ جس
بلاغت سے امام علیہ السلام کا ارشاد منقول ہی اُسی اعتبار سے
دیکہا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ کتاب اللہ مین جو زیادتی اور
کمی کا بیان ہی وہ معنی اور مقصود سے علاقہ رکہتا ہی اور جسکی مراد یہ
ہوتی ہی کہ قرآن موجودہ کے معنی اور مقصود مین زیادتی کی جاتی ہی
اُس معنی اور مقصود سے جو پیغمبر نے بتائے اور جنکو علی مرتضیٰ نے

لکھہ لیا تہا اور اپنے مجتمعہ قرآن مین شامل کیا تہا اور جو معنی اور مقصود پیغمبرؐ نے فرماے تہے اور علی مرتضی کو بتلاے تہے اور جو ان کے قرآن مجتمعہ مین موجود تہے اُسکی کمی جاتی ہی اگر ایسا نہوتا تو ہمارا حق کسی حجت کرنیوالے پر پوشیدہ نرہتا اور محاورۂ عرب مین حجت کا لفظ اُسی وقت بولتے ہین کہ جب اختلاف کو طول ہو جاے اور ایک دوسرے کو حجت سے قائل کردے جس سے امام علیہ السلام کی غرض یہ ہی کہ اُس زیادتی اور کمی سے جو طوالت اختلاف کو ہو گئی ہی اگر وہ زیادتی اور کمی نہوتی تو وہ کتاب اللہ جسمین تفسیر پیغمبرؐ تہی ہمارے حق کے لیے حجت قاطع تہی۔

اور امامؑ کا یہ ارشاد کہ وہ اگر کبہی قائم ہوگا قائم ہمارا اور سخن کریگا تصدیق کریگا اُسکی قرآن الخ اسی پر دلالت کرتا ہی کہ کتاب اللہ مین زیادتی اور کمی معناً ہی اور جو اُسکے معنی مین اختلاف ہو گیا ہی اُس اختلاف کو وہ رفع کردیگا اس حیثیت سے کہ قرآن اُس قائم کے نطق کی تصدیق کریگا یعنی اُسکا نطق مطابق قرآن کے ہوگا اُسی معنی مین اور اُسی حیثیت سے جو پیغمبرؐ نے فرماے اور بتلاے تہے اور جسکو علی مرتضیٰؑ نے جمع کیا تہا اور جو علی مرتضی سے اور ائمہ اہلبیتؑ سے شیعون نے لیا ہی۔

اس حدیث مین قائم ہونے سے مراد یہ ہی کہ جب ہم ائمہ مین سے کسی کے ہاتھہ مین یا ائمہ کے کسی متبع کے جبکہ بذاتہ کوئی امام موجود یا حاضر نہو خلافت فی الارض اور سیاست مدن آجائیگی اُسوقت قرآن موجودہ کے مقاصد اور معنی کی زیادتی جو کی جاتی ہی اُسکے اصلی معنی اور مقاصد سے اور جو کمی کی جاتی ہی اُسکے اصلی مقاصد سے وہ کچہہ باقی نہ رہیگا اور اُس کمی اور زیادتی سے جو اختلاف ہی وہ رفع ہوجائیگا۔

چنانچہ زمانہ ائمہ کی موجودگی مین تو ایسا وقت نہین آیا لیکن اُنکی غیبت مین جبکہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے غائب ہوگئے تو اُنکے متبعین کے لیے ضرور ایسا وقت آیا جنکی سلطنت اور بادشاہت کا ذکر زمانہ کی تاریخ مین موجود ہی اور جن مین خود نسل ائمہ متمکن اُس خلافت اور سلطنت پر ہوئی ہی۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد اہل نظر جان سکتے ہین کہ اس حدیث پر استدلال مصنف مخاطب کا کیسا غلط ہی۔

پھر مصنف مخاطب تفسیر صافی مین احتجاج طبرسی سے جو ایک طویل روایت منقول ہوئی ہی اُسکا ذکر کرکے اُسکے بعض مقامات کو سند لاکر اعتراض کرتے ہین۔

یہ روایت وہی روایت ہی کہ ایک زندیق نے علی مرتضی سے

قرآن کے متعلق چند سوالات کیے تھے ہم مناسب جانتے ہین کہ
اُس روایت کو پورا ترجمہ کر دین جسکے بعض بعض مقام کو مصنف معترض
نے انتخاب کیا ہی اور درمیان ترجمہ کے مختصر تشریح مراد کی خطوط
ہلالی مین کر دین تاکہ استدلال اور اعتراض مصنف مخاطب کی
حقیقت ظاہر ہو جاے۔

خدمت علی مرتضی مین ایک زندیق آیا جو چند آیات قرآنی
سے کہ جو متشابہ اور محتاج تاویل تھین استدلال کرتا تھا اُسکے سوال
مین یہ امر بھی تھا کہ "مین پاتا ہون کہ خداوند عالم نے لغزشین اپنے
انبیا کی مشہور کین جیسا کہ فرماتا ہی "وعصی آدم ربہ فغوی"
ترجمہ "اور نافرمانی کی آدمؑ نے پروردگار اپنے کی اور بہک گیا"
اور حضرت نوح کی تکذیب جب اُنھوں نے یہ کہا تھا "ان ابنی من
اھلی" ترجمہ "تحقیق کہ بیٹا میرا میرے اہل سے ہی" اپنے قول
سے کی ہی "انہ لیس من اھلک" ترجمہ "تحقیق کہ وہ تیرے
اہل سے نہین ہی" اور حضرت ابراہیمؑ کی یون صفت بیان کی ہی
کہ "اُنھون نے ایک مرتبہ ستارہ کی ایک مرتبہ چاند کی ایک مرتبہ
آفتاب کی پرستش کی" اور حضرت یوسف کے باب مین فرمایا
ہی "ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ" ترجمہ

اور قصد کیا اُس (زلیخا) نے ساتھ اُس (یوسف) کے اگر نہ دیکھتا وہ دلیل پروردگار اپنے کی" اور حضرت موسیٰ کی تہجین (فرمائی) کی ہی اسطرح کہ کہا موسیٰ نے "رب ارنی انظر الیک" ترجمہ پروردگار میرے دکہادے مجکو کہ نظر کرون مین تیری طرف" فرمایا خدا نے "لن ترانی" ترجمہ "ہرگز نہ دیکہہ سکیگا تو مجکو" اور حضرت داؤد کے پاس جبرئیل و میکائیل کو بہیجا کہ وہ محراب کو پہاند کر اُن تک پہونچے الی آخر القصہ - اور حضرت یونس کو شکم ماہی مین حبس کیا جبکہ وہ حالت غضب مین گنہگار ہو کر چلے گئے تہے - اور حقتعالیٰ نے خطاے انبیا کو اور اُنکی لغزشونکو تو ظاہر کیا اور وہ لوگ کہ جو فریب خوردہ ہوے اور خلق خدا کو فتنہ مین ڈالا اور خود گمراہ ہوے اور اورونکو گمراہ کیا اُنکے اسماء سے کنایہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے "ویوم یعض الظالم علی یدیہ و یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا" ترجمہ "اور وہ دن کہ جسدن ظالم اپنے دونون ہاتہونکو کاٹیگا اور کہیگا ای کاش مین نے رسول کے ساتہہ راہ لی ہوتی" "لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا" ترجمہ "کاش مین نہ بناتا فلان شخص کو دوست" "لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجاءنی" ترجمہ - تحقیق کہ گمراہ کر دیا اُسی شخص نے مجکو ذکر سے بعد اسکے کہ آیا وہ ذکر

غلط اور قصد کیا اُس (یوسف) نے ساتھ اُس (زلیخا) کے صحیح

مجھ تک" پس یہ کونسا ظالم ہے کہ جسکا نام خدانے ذکر نہ کیا اور انبیا کے نام ذکر کر دیے۔ پہر زندیق نے کہا کہ مین پاتا ہون خداوند عالم کو کہ اُسنے بیان کیا فضیلت کو اپنے نبی کی تمام انبیا پر پہر اپنا ثنا مین اپنی کتاب مین تحقیر سے بہی خطاب کیا ہے جس سے اُنکا مرتبہ پست معلوم ہوتا ہے اور اُنکی تہجین اور سرزنش کی ہے اسطرح سے کہ کسی نبی سے اسطرح خطاب نہین کیا جیسے کہ فرماتا ہے " ولو شاء اللہ لجمعہم علی الھدی فلا تکونن من الجاھلین" ترجمہ " اور اگر چاہتا خداوند عالم تو ہر آئینہ جمع کرتا اُن سب کو ہدایت پر پس نہ ہو تو جاہلونسے" اور قول اُسکا " ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئاً قلیلا اذا لاذقناک ضعف الحیوۃ و ضعف الممات ثم لاتجد لک علینا نصیرا" ترجمہ " اگر نہوتا یہ امر کہ ہمنے ثابت رکہا تجہے ہر آئینہ قریب تہا کہ میلان کرے تو طرف اُنکے تہوڑا سا اُسوقت ہر آئینہ چکہاتے ہم تجہے دو چند حیات کی اور دو چند ممات کی پہر نہ پاتا تو اپنے لیے ہمارے اوپر کوئی مددگار" اور قول اُسکا " وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ" ترجمہ " اور چہپاتا ہے تو اپنے نفس مین اُس چیز کو جسکو خدا ظاہر کرنیوالا ہے اور ڈرتا ہے تو آدمیون

سے اور اسداحق ہو اس بات کے ساتھہ کہ ڈرے تو اُس سے" اور قول اُسکا " ما ادری ما یفعل بی ولا بکم" ترجمہ " نہین جانتا مین کہ کیا کیا جائیگا میرے ساتھہ اور تمہارے ساتھہ" اور فرماتا ہے کہ " وما فرطنا فی الکتاب من شئی" ترجمہ " اور نہین کم کیا ہم نے کتاب مین کچہہ" " وکل شئی احصینا لا فی امام مبین" ترجمہ " اور ہر چیز گہیر دی ہے ہمنے امام مبین مین" پس جبکہ اشیاء امام مین احصا کی گئین اور وہ وصی نبی ہین پس نبی اولی ہو یہ کہ بعید ہو اُس صفت سے جو اُنکے باب مین کہی ہے " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" ترجمہ " اور نہین جانتا مین کہ کیا کیا جائیگا میرے ساتھہ اور تمہارے ساتھہ" اور اُس زندیق نے اپنے تمام سوال مین یہ بھی کہا کہ مین پاتا ہون خدا کو کہ وہ کہتا ہے " فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء" ترجمہ " پس اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کرسکوگے یتیمون کے باب مین پس نکاح کرو اُن عورتون سے کہ جو پاکیزہ ہون تمہارے لیے" اور انصاف کو یتیمون مین نکاح نسوان سے کچہہ مشابہت نہین اور نہ جتنی عورتین ہین وہ سب یتیم ہین پس اسکے کیا معنی ہین ؟ —

پس فرمایا امیرالمومنین علیہ السلام نے " لیکن لغزشین انبیا

کی اور جو کچھ کہ خدا نے اپنی کتاب مین بیان کیا ہی اور کنایہ کا واقع
ہونا اُن لوگون کے نامون سے جنھون نے قطع برید کی بڑہکر اُس سے کہ جسکی
خبر انبیا کی بابت دی گئی ہی اور جنکے ظلم پر کتاب خدا شاہد ہی پس یہ امر
واضح تر دلائل سے ہی اور پر حکمت باہرہ اور قدرت قاہرہ اور عزت
ظاہرۂ خدا کے اسلیے کہ خدا نے جانا اس امر کو کہ براہان انبیا کے اُنکی
امت کے دلون مین بہت بڑے معلوم ہونگے اور بعض اُنمین سے
ایسے ہونگے کہ جو بعضے انبیا کو خدا قرار دینگے جیسے کہ نصاریٰ نے ابن
مریم کو خدا قرار دیا پس خدا نے اُن لغزشون کا بیان اسلیے کیا تاکہ دلالت
ہو اوپر تخلف اُنکے کے کمال سے ایسا کمال کہ جسکے ساتھ خدا متفرد
ہی کیا تو نے نہین سنا قول خدا صفت ذات عیسیٰ مین جو اُنکے اور
اُنکی مان کے باب مین فرمایا ”کانا یاکلان الطعام“ ترجمہ ”وہ
تہے وہ دونون کہاتے تہے وہ دونون کہانا“ مراد یہ ہی کہ جو کوئی
طعام کہائیگا اُسکے لیے سفل ضرور ہوگا اور جسکے لیے سفل ہوگا وہ
بعید ہی اُس مرتبہ سے جسکا نصاریٰ ابن مریم کے لیے دعوی کرتے
ہین اور (اُس امر مین) نہین کنایہ کیا اسماے انبیا سے از روے تجبر
اور تعزز کے (یعنی بزرگ قرار دینا اپنے آپ کو اور ننگ دکہانا قرار
دینا انبیا کو) بلکہ اہل بصیرت کے بتانیکے لیے تحقیق کہ کنایہ خطاکار لوگون

کے ناموں سے جو منافقین سے تھے قرآنمین یہ فعل حقتعالی کا نہین ہی بلکہ یہ فعل تغیر اور تبدیل کرنیوالونکا ہی جنھوننے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور دنیا کو دین کے عوض مین اختیار کیا (علی مرتضیٰؑ نے خطا کار لوگون کو منافقین سے ظاہر کیے جو یہ فرمایا ہی کہ اُنکا نام قرآنمین کنایہ سے ہی جس سے مراد یہ ہی کہ بتصریح نام اُنکا قرآنمین لیا نہین گیا اور اُسکو فعل خدائے تعالی نہین بتایا بلکہ یہ فعل تغیر اور تبدیل کرنیوالونکا بتایا ہی) یہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کا مطابق اُس حدیث کے ہی جو ترمذی کے باب القدر مین اور مشکوٰۃ کے باب التقدیر مین مندرج ہی اور جسکو خود مصنف مخاطب نے اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین لیا ہی اور جسکا ذکر ہم پہلے بہی کر آئے ہین[۱]۔

وہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے ہی اور جسمین یہ بیان ہی کہ وہ ایک روز رسول اللہؐ باہر نکلے اور اُنکے ہاتھ مین دو کتابین تہین پس فرمایا آیا جانتے ہو تم کہ کیا ہین یہ دو کتابین پس کہا ہم لوگوننے نہین ای رسول اللہؐ مگر یہ کہ خبر دین آپ ہمکو پس فرمایا کہ جو میرے داہنے ہاتھ مین ہی یہ کتاب ہی رب العالمین کیطرف سے بیچ اُسکے ہین نام اہل جنت کے اور نام اُنکے آبا کے اور اُنکے قبیلے کے اور اخیر پر جمع کیے ہوے ہین پس نہ زیادہ ہوگا اُسمین کوئی اور نہ کم ہوگا

---

[۱] جلد ہذا ص ۲۶۱ و تفسیر اکسیر اعظم معترض مخاطب جلد اول ص ۶۴۳۔

اُس سے کبھی پھر فرمایا جو میرے بائین ہاتھ مین ہی یہ کتاب ہی رب تعالیٰ کیطرف سے اسمین نام اہل دوزخ کے ہین اور اُنکے آباء کے اور اُنکے قبیلہ کے پھر جمع کیے ہوے ہین اخیر پر پس نہ زیادہ ہوگا اُسمین کوئی اور نہ کم ہوگا اُس سے کبھی پس کہا اصحاب آنحضرت صلعم نے کسواسطے عمل کرنا ہی ای رسول اللہ اگر ہی یہ امر کہ تحقیق فراغت کی گئی اس سے پس فرمایا کہ مضبوطی کرو عمل نیک کر نیکی اور نزدیکی ڈھونڈھو ہو واسطے کہ تحقیق صاحب جنت کا خاتمہ ہوتا ہی ساتھ عمل اہل جنت کے اگرچہ وہ کچھ ہی عمل کرے اور تحقیق کہ صاحب دوزخ کا خاتمہ ہوتا ہی ساتھ عمل اہل دوزخ کے اگرچہ وہ کچھ ہی عمل کرے۔ پھر فرمایا (عمل کیا) رسول صلعم نے ساتھ دونون ہاتھون اپنے کے اور پھنکدیا (ڈالدیا) اُن دونوںکو پھر پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ پروردگار تمہارا فارغ ہوچکا بندونسے ایک فریق جنت مین ہی اور ایک فریق دوزخ مین"

(علماے اہلسنت سے نے یہ بحث کی ہی کہ پیغمبر صلعم نے اپنے دونون ہاتھونکو پھنکدیا یا اُن دونون کتابونکو۔ وہ دونون کتابین پیغمبر صلعم کے دونون ہاتھونمین تھین اور جیسے وہ دونون کتابین مقدس تہین ویسے ہی پیغمبر صلعم کے دونون ہاتھ اور چونکہ وہ دونون کتابین پیغمبر صلعم کے ہاتھو مین تھین اگر پھنکدینا پیغمبر صلعم کے دونون ہاتھونکا سمجھا جائیگا تو پھنکدیا جا

اُن دونون کتابونکا بہی لازم آئیگا اور اگر پٹکدینا اُن دونون کتابونکا سمجہا جائیگا تو پٹکدیا جانا پیغمبرؐ کے دونون ہاتہونکا بہی لازم آئیگا)

اس حدیث صحیح سے ظاہر ہی کہ رب العالمین نے خطا کار اور منافقین کے نام کہ جو قابل دخول نار تہے بتا دیے تہے کہ جو ایک کتاب مین پیغمبرؐ کے پاس لکہے ہوے تہے اور اُس کتابکو پیغمبرؐ نے صحابہ کے سامنے ڈالدیا تہا تاکہ صحابہ اُسکو لین اور دیکہین اور یاد کرین اور جس سے مقصود یہ ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنے اس عمل کو منجملہ کار تبلیغ رسالت کے قرار دیا تہا اور یہ کتاب جسمین نام اہل جنت اور اہل نار کے تہے علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت کے پاس موجود تہی جسکو ہم پہلے دکہا آے پس علی مرتضی نے جو اُن لوگونکے نام نہ ظاہر کرنیکی نسبت فرمایا ہی کہ وہ فعل خدا کا نہین ہی تو کون امر اسمین غلط ہی اور وہ نام بتاے ہوے رب العالمین کے اور کتاب مین لکہے ہوے پاس پیغمبرؐ کے اور اُس کتاب پیش کی ہوئی روبرو صحابہ کے اور پہونچائی ہوئی اور بیت کے قرآن موجودہ مین نہین ہین حالانکہ بطور تفسیر کے اُنکا ہونا ضروری تہا مگر قرآن موجودہ کے جمع کرنیوالون نے جو اُن نامونکو داخل قرآن موجودہ نہین کیا بلکہ اُس کتاب کو نہین لیا تو اُسکی نسبت یہ ارشاد علی مرتضی کا بالکل صحیح ہی کہ یہ فعل تغیر اور تبدیل کرنیوالونکا ہی جنہونے

قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور دنیا کو دین کے عوض مین اختیار کیا۔ اور جسکے لیے قرآن موجودہ سے سند لاتے ہین وہ اور خدا نے تغیر دینے والونکے قصہ بہی بیان کر دیے ہین اپنے اس قول سے۔

"الذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا" ترجمہ "جو لوگ ایسے ہین کہ لکہتے ہین کتاب کو اپنے ہاتہونسے پہر کہتے ہین کہ یہ خدا کیطرفسے ہی تاکہ مول لین ساتہہ اسکے قیمت قلیل"

(مراد یہ ہی کہ وقت ترتیب اور جمع کرنے قرآن کے لوگونے آیات قرآنی کو اولٹ پلٹ کر دیا اور جو آیت جہان کی تہی وہان اسکو نہین رکہا جس سے قرآن موجودہ کے معنی آیات تبدیل اور متغیر ہوے جاتے ہین اور مضمون آیات کا بیربط اور خبط ہو گیا ہی جسکی مثال بحیث آیت ان خفتم الا تقسطوا اور فانکحوا ما طاب لکم مین ملیگی سوا اسکے ایسی تقدیم و تاخیر کا بیان تفسیر ابن عباس مین بہی موجود ہی قرآن موجودہ مین آیت اسطرح ہی۔

"واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ" ترجمہ "اور جسوقت ہمنے کہا تجکو کہ بیشک تیرے پروردگار نے گہیر لیا ہی آدمیونکو اور ہمنے نہین

الملعونۃ فی القراٰن ونخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا"	لیا خواب کو جو دکھایا تجکو مگر آزمائش لوگوںکے لیے اور درخت لعنت کیا

گیا ہی قراٰن مین اور ہم اُنکو ڈراتے ہین تو نہین زیادہ کرتا اُنکو مگر سرکشی بہت بڑی"

تفسیر ابن عباس مین اُس تقدیم و تاخیر کو اسطرح بیان کیا ہی۔

اذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰک والشجرۃ الملعونۃ فی القراٰن الا فتنۃ للناس ونخوفھم فلا یزیدھم الا طغیانا کبیرا"	ترجمہ" اور جسوقت ہمنے کہا تجکو بیشک تیرے پروردگار نے گھیر لیا ہی آدمیونکو اور ہمنے نہین کیا خواب کو جو دکھایا تجکو اور درخت لعنت کیا گیا بیچ قرآن کے مگر آزمائش لوگون کے لیے اور ہم اُنکو ڈراتے ہین تو

نہین زیادہ کرتا اُنکو مگر سرکشی بہت بڑی"

جس سے ظاہر ہی کہ معنی اور مراد آیت مین اولٹ پلٹ کرنی عبارت قرآن سے کسقدر انقلاب پیدا ہو گیا ہی اور ایسی اولٹ پلٹ کی ہوئی اور جا ان کی تہان لکھی ہوئی آیات کو جنکی مراد متغیر اور متبدل ہو گئی اور جنکا مضمون بیربط اور خبط ہو گیا ہی اُنکو اپنے ہاتھہ سے لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خدا کیطرف سے ہی حالانکہ اُس نوعیت سے

وہ خدا کی طرف سے نہین ہی)

اور اس قول سے کہ "ان منہم لفریق یلوون السنتہم بالکتاب"

ترجمہ وہ تحقیق کہ انمین سے ہر آئینہ ایسا فریق ہی جو پہیرتے ہین اپنی زبانون کو ساتہہ کتاب کے" (دیکھو اسی آیت مین تحریف معنوی سے صریح مراد ہی)

اور اس قول سے کہ "اذ یبیتون ما لا یرضی من القول"

ترجمہ جسوقت کہ شب مین کہتے ہین وہ بات کہ جو پسندیدۂ خدا نہین ہی" بعد فقد رسول کے اور وہ ایسی بات تہی کہ جس سے اپنے باطل کی کجی کو درست کرنا چاہتے تہے۔ (اس ارشاد سے صاف ظاہر ہی کہ لوگ معنی اور مراد بدلتے تہے جیسے کہ یہود اور نصاری مین بعد فقد حضرت موسی اور عیسی کے تغیرات توریت اور انجیل مین کیے گئے اور کلمات کو انکے مواضع سے تحریف کردیا آیت یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مقام پر مفسرین اہل سنت تحریف کے معنی تاویل کے لیکر تبدیل معنی اور مراد کے قائل ہوئے ہین وہی معنی تحریف کے اس مقام پر ارشاد علی مرتضی مین ہین کہ جو درحقیقت علماے اہلسنت نے علی مرتضی ہی سے وہ معنی سیکہے ہین۔)

اور اس قول سے "یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم"

ویابی اللہ الا ان یتم نورہ'' ترجمہ '' چاہتے ہین کہ بجھا دین نور خدا کو اپنے دہنون سے اور خدا انکار کرتا ہی مگر یہ کہ تمام کرے نور اپنا'' یعنی تحقیق اُن لوگون نے کتاب خدا مین ثابت کر دیا اُس چیز کو جسکو کہ اُسنے نہ کہا تہا۔ (اے خدا اُس چیز کا قائل نتہا) تاکہ خلق خدا پر تلبیس واقع ہو جاے پس خدا نے اُنکے قلوب کو نابینا کر دیا یہانتک کہ چہوڑا اُنہو ننے اُسی کتاب مین اُس چیز کو کہ جسنے دلالت کی اُنکے احداث اور تحریف پر (یعنی نئے معنی پیدا کرنے پر اور غلط تاویل کرنے پر) اور بیان کیا اُنکی تہمت اور تلبیس کو اور چہپانیکو اُس چیز کے کہ جانتے تہے اُسکو اُسی کتاب اسی لیے فرمایا ہی اُنکے لیے ''لما تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق'' ترجمہ '' کیون ملاتے ہو حق کو ساتہہ باطل کے اور چہپاتے ہو حق کو'' اور خدا نے اُنکی مثال بیان کی ہی ساتہہ اس قول اپنے کے ''فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض'' ترجمہ '' لیکن کف پس بیکار ہو جاتا ہی اور لیکن وہ چیز جو نفع دیتی ہی آدمیونکو پس ٹہرتی ہی زمین مین'' پس جہاگ اس مقام پر کلام ہی اُن ملحدین کا جنہو ننے اُس کلام کو قرآن مین ثابت کر دیا پس وہ کلام مضمحل ہو جاتا ہی اور باطل ہو جاتا ہی اور پراگندہ ہو جاتا ہی نزدیک تامل کے اور جو چیز کہ نافع ہی آدمیونکو اُسی قرآن سے پس تنزیل حقیقی ہی (تنزیل اصلی معنی

مین) کہ جسکے آگے سے اور پیچھے سے باطل نہین آسکتا اور قلوب اُسکو قبول کرتے
ہین۔ اور نہین ہی مراد اس مقام پر محل علم اور قرار علم ہی اور نہین ہی جائز ساتھ
عموم تقیہ (راز) کے تصریح کرنا ناموں کی اُن لوگون کے کہ جنہوں نے تبدیل کیا اور
نہین (جائز ہی) زیادہ کرنا بیچ آیات اُسکی کے (یعنی بیچ معنی آیات اُسکی
کے) اُس مقدار پر کہ جسکو اُنہوں نے از روے خود ثابت کیا ہی کتاب مین۔
اس لیے کہ اُسمین تقویت ہوگی بیچ اہل تعطیل اور کفر کی اور اُن ملتونکی کہ جو
ہمارے قبلہ سے منحرف ہین۔ اور باطل ہو جائیگا یہ علم ظاہر جسکے واسطے تحقیق
فروتنی کی موافق اور مخالف نے بسبب وقوع اصلاح کے اُنکے قبول حکم پر
اور اُنکی خوشنودی پر۔ اور اسواسطے کہ اہل باطل زمانۂ قدیم اور جدید مین اکثر ہین
از روے شمار کے اہل حق سے اور اسواسطے کہ صبر کرنا اوپر ولیان امر کے فرض
ہی بدلیل قول خداے عز و جل کے کہ جو اُسنے اپنے نبی ؐ کے لیے فرمایا۔
"فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل" ترجمہ "پس صبر کر جیسے
کہ صبر کیا اولوا العزم نے رسولون سے" اور مثل اُسکے ہی ایجاب اُسکا
اوپر اولیا اُسکے کے اور اہل طاعت اُسکے کے بدلیل قول خدا کے "
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة" ترجمہ "ہر آئینہ تحقیق کہ
واسطے تمہارے رسول اللہ کے برابری (پیروی) نیک ہی۔ پس فرمایا
علی مرتضی ؑ نے زندیق سے کہ) کافی ہی تیرے لیے جواب سے اس جگہ

پر جسقدر کہ سنا تونے اور تحقیق کہ شریعت تقیہ (راز) کے خطرہ مین ڈالتی ہی
تصریح کرنا اس سے زیادہ کے ساتھہ - پہر فرمایا امام علیہ السلام نے یہ جو تونے
ذکر کیا خطاب کا کہ جو دلالت کرتا ہی تہجین (فرومایگی) نبی اور انکی تحقیر اور سرزنش
پر باوصف اسکے کہ خدا نے انکی تفضیل کو تمام انبیا پر اپنی کتاب مین ظاہر
کیا ہی - پس تحقیق کہ خدا نے ہر نبی کا ایک دشمن مشرکین سے قرار دیا ہی
جیسا کہ اپنی کتاب مین فرمایا ہی وہ آیت یہ ہی - سورہ فرقان رکوع ۳ وکذلک
جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین - ترجمہ - اور اسیطرح گردانا ہم
نے واسطے ہر نبی کے دشمن گناہگاروںمین سے - لفظ مجرمین جو خدا نے
فرمایا ہی اسمین ہر قسم کے گناہگار شامل ہین مگر شرک گناہ عظیم ہی اور
جسقدر جلالت منزلت تہی ہمارے نبی کی انکے پروردگار کے نزدیک
اسیقدر زیادہ ہوئی محنت انکی انکے دشمن کے سبب سے کہ جس دشمن
کی حالت مخالفت اور نفاق سے ہر ایک اذیت و مشقت ان جنابکو
پہونچائی اسلیے وہ دشمن حضرت کی نبوت کو دفع کرتا تہا اور ان جناب کی
تکذیب کرتا تہا اور انکی ناخوشی کی باتونمین کوشش کرتا تہا اور جس چیز کو وہ
محکم کرتے تہے وہ اسکو توڑنیکا قصد کرتا تہا اور کوشش کرتا تہا وہ اور وہ
لوگ کہ جو اسکے کفر و عناد اور نفاق و الحاد مین میل کرتے تہے انکے
دعوی کے باطل کرنیمین اور انکی ملت کے بدلدینے مین اور انکی سنت کی

مخالفت کریمین اور وہ اپنے تمامی کید مین کوئی چیز نہین دیکھتا تہا بلیغ تر اس
سے کہ وہ نفرت دلائے لوگونکو اُنکے وصی کی دوستی سے اور اُنکو متوحش کردیوے
اور اُنحضرتسے اُنکو پہیر دیتا تہا اور اُنکی عداوت کی تحریص کرتا تہا اور وہ کتاب
کہ جسکو حضرت لائے تہے اُسکے تغیر کا قصد کرتا تہا اور اس امر کا قصد کرتا تہا
کہ جو اُس کتاب مین فضل اہل فضل کا اور کفر اہل کفر کا ہی وہ اُس کتاب سے
ساقط کردے (از روے معنی کے یا از روے تفسیر پیغمبری کے) اور جس
کسی سے کہ موافقت کی تہی اُسکی اُسکے ظلم اور بغاوت و شرک مین اور
ہر آئینہ خدا اُنکی ان باتونکو جانتا تہا پس فرماتا ہی وو ان الذین یلحدون
فی آیاتنا لایخفون علینا" ترجمہ وو بتحقیق وہ لوگ کہ جو الحاد کرتے ہین
ہماری آیات مین وہ ہمپر مخفی نہین رہتے" (اس آیت مین بہی اشارہ
تبدیل معنی کیطرف ہی) اور یہ بہی فرماتا ہی وو یریدون ان یبدلوا کلام
اللہ" ترجمہ وو چاہتے ہین کہ بدلدین کلام اللہ کو" (تبدیل سے مراد یہی
ہی کہ کلام کے معنی کچہہ سے کچہہ کردین) اور بتحقیق کہ حاضر کی گئی اُنکے پاس
کتاب درحالیکہ وہ کامل تہی اور مشتمل تہی تاویل اور تنزیل اور محکم اور متشابہ
اور ناسخ اور منسوخ پر اُسمین سے کوئی حرف ساقط نہین ہوا نہ الف نہ لام
(اس کتاب سے وہی کتاب مراد ہی کہ جو علی مرتضی نے جمع کرکے پیش
کی تہی اور جسکا مفصل ذکر پہلے ہوچکا ہی) پس جب وہ واقف ہوے اس

امر پر کہ خدا نے اسماء اہل حق اور باطل کو بیان کیا ہے دیہ مطلق وہ روایت
معتمد کتب اہلسنت ہی ہے جسکو ہمنے ابھی نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے دو کتابین
رب العالمین کیطرف سے پیش کی ہین جسمین اسماء اہل جنت اور نار کے تھے[1]
اور یہ کہ اگر ظاہر ہوتا یہ تو جو کچھ کہ انہوں نے باندہا ہے وہ ٹوٹ جائیگا کہا انہوں نے
کہ ہمین اس کتاب کی کچھ حاجت نہین ہے ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے اُسکی
وجہ سے ہم اس سے مستغنی ہین اور اسی واسطے کہا ہے خداوند عالم نے
فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون
ترجمہ پس پہینکدیا انہوں نے اسکو پس پشت اپنے اور مول لی بعوض اُسکے
قیمت قلیل پس کیا بُری چیز ہے وہ جسے وہ مول لیتے ہین پہر انکو پیش آیا
اضطرار بسبب ورود ایسے مسائل کے جنکی تاویل وہ نہ جانتے تہے طرف
جمع اُسکی کے اور تالیف اُسکی کے اور تضمین اُسکی کے از روے خود جس سے
قائم ہون ستون انکے کفر کے پس پکارا منادی انکا جس کسی کے پاس کچھ
قرآن سے ہو ہمارے پاس لے آئے (یہ مطابق ہے اُس روایت کے جو
تفسیر اتقان جزو اول صفحہ ۶۰ مین ہے کہ پیش آئے عمر اور انہوں نے کہا کہ جس
کسی نے کچھ سیکہا ہو پیغمبرؐ سے قرآن سے پس لے آئے) اور انہوں نے
تالیف اور نظم قرآن کو بعض ایسے لوگوں کے سپرد کیا کہ جو دشمنی اولیاء خدا مین

---

[1] دیکھو جلد ہذا صفحہ ۴۴۳ —

اُنکے موافق تھے پس اُنہین بعض نے تالیف کیا قرآن کو بنا بر اُنکے اختیار کے (یعنی تفسیر پیغمبری کو چھوڑ دیا) اور تامل دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ اُنکی تمیز مختل تھی اور اس امر پر کہ وہ اُنہون نے افترا کیا۔ قرآن سے اسقدر باقی رہا کہ جسکو وہ سمجھے کہ یہ اُنکے حق مین نافع ہی حالانکہ وہ بھی اُنکے لیے مضر ہی اور اُسمین وہ چیزین زائد کردین (غلط معنی و مراد ظاہر کردی) جسکی بدنمائی اور نفرت ظاہر ہی اور خداوند عالم جانتا تھا کہ یہ بات ظاہر ہوگی اسی سے اُسنے فرمایا ہی " ذلك مبلغهم من العلم " ترجمہ " یہ مقدار ہی اُنکے علم کی " اور کھل گیا اہل بصیرت پر اُنکا عیب اور اُنکا افترا ایسا کہ جو اُنسے کتاب مین ظاہر ہوا تحقیر نبی صلعم سے کہ وہ قرأت کی ملحدین سے ہی اور اسیواسطے حقتعالیٰ نے فرمایا ہی " یقولون منکرا من القول وزورا " ترجمہ " کہتے ہین بری بات اور کذب " اور ذکر کرتا ہی وہ بزرگتر ہی ذکر اُسکا واسطے نبی اپنے کے اُس چیز کا کہ جو اُنکا دشمن اُسکی کتاب مین بعد اُنکے حادث کریگا (وہ خدا ذکر کرتا ہی) اپنے اس قول سے " وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته " ترجمہ " اور نہین بھیجا ہمنے پہلے تجھسے کوئی رسول ورنہ نبی مگر جسوقت کہ آرزو کی اُسنے ڈالدیا شیطان نے بیچ آرزو اُسکی کے پس نسخ کرتا ہی اللہ جو کچھہ کہ ڈالتا ہی شیطان پھر محکم کرتا ہی اللہ آیات اپنے کو "

ریہ وہی مقام ہی کہ جسکا ذکر ہمنے بحث نسخ مین لکھا ہی اور اس آیت سے ظاہر ہی کہ شیطان تلاوت نبی مین کچہ کا کچہ کر دیتا ہی جس سے یہ مراد ہی کہ لوگ براہ شیطنت کچہ کی کچہ تاویل کرتے ہین چنانچہ علی مرتضی فرماتے ہین) یعنی تحقیق بات یہ ہی کہ کوئی نبی ایسا نہین کہ جسنے آرزو کی ہو جدائی کی اُس حالت سے کہ جسکو دیکھتا ہی وہ اپنی قوم کے نفاق اور اُنکی نافرمانی سے اور منتقل ہو جانا اُنسے طرف دار اقامت کے مگر شیطان کہ جو اُنکی عداوت سے پیش آتا ہی وقت گم ہونے اُس نبی ؑ کے ڈالدیتا ہی کتاب مین جسکو اُسکے پروردگار نے اُسپر نازل کیا ہی مذمت اُس نبی کی اور قدح اُسمین اور طعن اُس نبیؑ پر پس خدا اُسکو قلوب مومنین سے نسخ کر دیتا ہی پس اُسکو کوئی قبول نہین کرتا ہی اور نہ التفات کرتا ہی سوا قلوب منافقین اور جاہلین کے اور خدا اپنی آیات کو محکم کرتا ہی اسطرح کہ محفوظ رکھتا ہی اپنے اولیا کو ضلال اور ظلم اور مشایعت اہل کفر اور طغیان سے ایسے کہ جنکے لیے خدا نے یہ بھی پسند نہین کیا کہ وہ مثل چوپاؤن کے ہون یہانتک کہ فرمایا ”بل ہم اضل سبیلا“ ترجمہ ”بلکہ وہ زیادہ تر گمراہ ہین“ (اس تمام فقرہ سے جسمین معنی نسخ کے بیان فرمائے ہین اچھی طرح ظاہر ہی کہ لوگ تحریف معنوی کرتے ہین جسکو خدا نسخ کر دیتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہی کہ علی مرتضیؑ کے ارشاد مین ہر جگہ کم و زیادتی سے

سلہ صفحہ ۶۶ - جلد ہذا -

مراد اُسی تحریف معنوی سے ہی- پہر علی مرتضیٰ نے زندیق سے خطاب کرکے فرمایا) پس سمجہ تو اسکو اور عمل کر تو اسپر اور فرمایا جناب امیرالمومنین نے اسی حدیث مین بعد بیان فرمانے تاویل بعضی متشابہات کے جزاین نیست کہ قرار دیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب مین یہ امور کہ جنکو سوا اُسکے اور اُسکے انبیا کے اور حجج کے جو زمین پر ہین اور کوئی نہین جانتا صرف اسیلیے کہ وہ جانتا تہا کہ بدل دینے والے اُسکی کتاب مین کیا کیا احداث کرینگے اسما ے حجج خدا کو کتاب خدا سے ساقط کردینے سے (تفسیر پیغمبری در کتاب اسماے اہل جنت کے بموجب) اور اس امر کو امت پر مشتبہ کردینے سے تاکہ وہ اُنکی اعانت کرین اُنکے باطل پر پس خدا نے اُسی کتاب مین رموز ثابت رکہے اور اُنکے قلوب و ابصار کو نابینا کردیا اسلیے کہ ان امور کے ترک مین اور اُنکے سوا کے ترک مین خطاب دلالت کرنیوالا ہی اُنکے احداث پر اور قرار دیا اُن اہل کتاب کو کہ جو اُس کتاب کے ساتہہ قائم رہنے والے ہین اور اُسکے ظاہر اور باطن پر عمل کرنیوالے ہین اُس شجرہ سے کہ جسکی اصل ثابت ہی اور فرع اُسکی آسمان مین ہی اپنے پروردگار کے حکم سے وہ ہر وقت اپنا میوہ لیتا رہتا ہی (اسی علم کے مانند اُن لوگون کے لیے کہ جو تحمل کرسکتے ہین وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہتا ہی) اور اعدا کو اُسکے اہل شجرۂ ملعونہ قرار دیا کہ جنہون نے یہ قصد کیا کہ نور خدا کو اپنے دہنون سے بجہا دین پس خدا نے انکا

کیا مگر یہ امر کہ تمام کرے اپنے نور کو اور اگر جانتے منافقین خدا لعنت کرے انپر جو کچھ ضرر انپر ہی ان آیات کے چھوڑ دینے مین کہ جنکی تاویل مین نے تیرے لیے بیان کی تو انکو بہی ساقط کر دیتے ساتھ اُن چیزون کے کہ جنکو انہونے ساقط کر دیا ہی (اس ارشاد کی یہ مراد ہی کہ جیسے اونہون نے تفسیر پیغمبری کو ساقط کر دیا ہی ویسے ہی اُن آیات کو بہی ساقط کر دیتے کہ جن آیات کی یہ تفسیر پیغمبری بیان کی گئی اگر انکو معلوم ہوتا کہ اُن آیات کی تفسیر پیغمبری یون ہی) لیکن خدا تبارک اسمہ کا حکم ہو چکا ہی کہ حجت خلق پر اُسکی قبول رہے جیسا کہ فرماتا ہی ''فللہ الحجۃ البالغۃ'' ترجمہ ''خاص خدا کے لیے حجت بالغہ ہی'' خدا نے انکی آنکھونکو ڈہک دیا اور انکے قلوب پر پردے ڈالدیے کہ اُسکے تامل سے انکو انکی حالت پر چھوڑ دیا اور وہ حجاب مین رکھے گئے تاکید ملتبس سے اُسکے ابطال مین پس جو سعید ہین وہ اس امر پر متنبہ ہو جاتے ہین اور بدبخت اُس سے نابینا رہتے ہین ''ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور'' ترجمہ ''اور جسکے لیے خدا نے نور نہ قرار دیا ہو اُسکے لیے کوئی نور نہین ہی'' پہر خدا جل ذکرہ نے بسبب اپنی وسعت رحمت اور مہربانی کے جو ساتھہ اپنی خلق کے ہی اور بسبب علم اُس چیز کے کہ جسکو بدلدینے والے احداث کرینگے تغیر اُسکی کتاب سے تقسیم کیا حقتعالیٰ نے اپنے کلام کو تین قسم پر ایک قسم اُسکی ایسی قرار دی کہ جسکو عالم اور جاہل سب

پہچانتے ہون اور ایک قسم ایسی کہ نہ پہچان سکے اُسکو مگر جسکا ذہن صاف
ہو حس لطیف ہو اور تمیز صحیح ہو ؎ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ؎
ترجمہ ؎ پس جس کسیکا کہ کھولدیا اللہ نے سینہ اُسکا واسطے اسلام کے ؎
اور ایک قسم ایسی کہ جسکو نہ پہچانین مگر اللہ اور اُسکے امین جو علم مین راسخ
ہین اور یہ امر صرف اسلیے کیا تاآنکہ نہ دعوی کرسکین اہل باطل غالبون
مین سے اوپر میراث پیغمبر خدا کے علم کتاب سے۔ اُس چیز کا کہ نہین قرار
دیا خدا نے اُنکے لیے اور تاکہ کھینچ لائے اُنکو طرف قبول حکم اُس شخص کے
کہ جو والیان امر اُنکے ہین پس ڈھونڈھا تکبر اُن لوگونے اُسکی طاعت سے
ازروے عزت بنا نیکے اور ازروے افترا کے اوپر اللہ عزوجل کے اور
ازروے فریب کہا جانیکے بسبب کثرت مددگارون اور بعداوتون
کے جو دشمن خداے عزوجل اسمہ اور اُسکے رسول کے تہے اور لیکن وہ
قسم جسکو عالم اور جاہل نے جان لیا وہ فضیلت تہی رسولخدا صلعم کی
کتاب خدا سے پس وہ ہی قول اللہ عزوجل کا ؎ ومن یطع الرسول
فقد اطاع اللہ ؎ ترجمہ ؎ جو شخص اطاعت کرے رسول کی پس تحقیق
کہ اُسنے اطاعت کی خدا کی ؎ اور قول اُس خدا کا ؎ ان اللہ وملئکتہ
یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ؎
ترجمہ ؎ تحقیق اللہ اور اُسکے ملائکہ درود بہیجتے ہین نبی پر اے جو لوگو کہ ایمان

لائے ہو درود بھیجو اُسپر اور سلام کرو تم سلام کرنا۔ اور واسطے اس آیت کے ظاہر ہی اور باطن ہی پس ظاہر قول اُسکا ہی "صلوا علیہ" اور باطن قول اُسکا ہی "وسلموا تسلیما" ای تسلیم کرو جسکو وصی کیا اُس نبی سنے اور استخلاف کیا اُس نبی سنے اُسکا اوپر تمہارے فضیلت اُسکی ور جو کچھ کہ عہد کیا اُس نبی سنے اُسکی طرف از روے تسلیم کے اور یہ اُس قسم سے ہی کہ جسکو مین نے تجھے بتایا تحقیق کہ نہین جانتا ہی تاویل اُسکی کوئی مگروہ شخص کہ حس اُسکی لطیف ہوا اور ذہن اُسکا صاف ہوا اور تمیز اُسکی صحیح ہو اور ایسے ہی قول اُس (خدا) کا "سلام علیٰ الیاسین" ترجمہ "سلام ہو اوپر آل یاسین کے" اسواسطے کہ تحقیق اسنے نام رکھا نبی کا ساتھ اس نام کے جیسے کہ فرمایا "یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین" ترجمہ "یٰس قسم قرآن حکمت والے کی تحقیق کہ تو مرسلین مین سے ہی" ہر آئینہ جانا خدا نے اُسکو اس طور سے کہ تحقیق کہ وہ ساقط کردینگے قول اُسکا "سلام علیٰ ال محمد[۱]" جیسے کہ ساقط کردیا اُنہون سنے سوا اُسکے کو (یہ بیان بطور تمثیل کے ہی اور ساقط کرنے سے مراد تفسیر پیغمبری ملسے ہی یعنی جیسے اور تفسیر پیغمبری کو ساقط کردیا ویسے ہی اسکو بھی ساقط کردیتے)

---

[۱] لفظ "ال" غلطی کتابت سے اُس تفسیر صافی مین رہ گیا ہی جس سے مین ترجمہ کررہا ہون ۱۲ منہ

اور ہمیشہ رسول اسکی تالیف کرتے تھے انکی ور قربت دیتے تھے انکو اور بٹھلاتے تھے انکو اپنے داہنے اور بائین یہانتک کہ اذن دیا اللہ عزوجل نے انکے دور کرنے مین اپنے اس قول سے "واھجرھم ھجرا جمیلا" ترجمہ "جدائی کر انسے اچھی جدائی" اور ساتھ اپنے اس قول کے "فما للذین کفروا قبلک مھطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع کل امرء منھم ان یدخل جنۃ نعیم کلا انا خلقناھم مما یعلمون" ترجمہ "پس کیا ہوا ہے اُن لوگونکو جنہوں نے کفر کیا طرف تیرے دوڑنے والے ہین جلدی کرکے جانب راست اور جانب چپ سے گروہ گروہ ہوکر کیا طمع رکھتا ہے ہر مرد انمین سے یہ کہ داخل کیا جاے جنت نعیم مین ہرگز ایسا نہین ہے تحقیق کہ خلق کیا ہمنے اُنکو اُس چیز سے کہ جانتے ہین وہ" فرمایا (علی مرتضی نے زندیق سے) اور لیکن ظاہر کرنا تیرا اوپر اچھے نہونے قول اُس خدا کے "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء" ترجمہ "پس اگر تم ڈرو یہ کہ نہ انصاف کرسکو تم یتیمونمین پس نکاح کرو تم جو کہ اچھی لگین تمکو عورتونسے" یہ امر کہ انصاف کرنا یتیمونمین نکاح عورتونسے شباہت نہین رکھتا اور نہ تمام عورتین یتیم ہوتی ہین پس یہ بھی وہی امر ہے کہ جسکا ذکر مین نے پہلے کیا کہ منافقین نے قرآن سے اسقاط کیا ہے اور درمیانمین اُس قول کے کہ جو یتامی کے باب مین ہے اور درمیانمین نکاح

نسوان کے۔ اسقدر خطاب و قصہ ہین کہ جو ثلث قرآن سے زیادہ ہین ج
(اس موقع پر ساقط کردینے قرآنسے یہ مراد ہی کہ اس موقع سے جہان یہ دو آیتین
غیر متعلق ایک جگہ قرآن موجودہ مین ہین اُنکے درمیانسے بقدر ایک ثلث
قرآن کے جسمین خطاب اور قصہ ہین ساقط کردیا گیا ہی وقت ترتیب اور
جمع قرآن کے اور اس کا ہر کوئی قائل ہی کہ قرآن موجودہ کی ترتیب مطابق
ترتیب نزول کے نہین ہی۔ اس ارشاد علی مرتضی کی یہ غرض نہین ہی کہ
وہ ثلث قرآن جو درمیان ان دو آیتون غیر متعلق کے قرآن مین تہا وہ قرآن
موجودہ مین کسی جگہ نہین ہی اور کلیۃً قرآن موجودہ سے ساقط کردیا گیا
ہی) اور یہ امر اور جو اسکے متشابہ باتین ہین اُن چیزونسے ہین کہ جنمین حادثہ
منافقین کے اہل نظر اور تامل کے لیے ظاہر ہوے ہین اور اُسکے سبب
سے معطل لوگونے اور اہل ملل مخالف اسلام نے راہ قدح کی قرآن مین پائی
ہی اور اگر مین بیان کرون تیرے لیے کل وہ جو ساقط کیا گیا ہی اور محرف
کیا گیا ہی اور بدلدیا گیا ہی اُس چیز سے کہ جو اُسی قسم کی ہی ہر آئینہ کلام طولانی
ہو جاے اور وہ چیز کہ جسکے اظہار کو تقیہ (راز) منع کرتا ہی ظاہر ہو جاے اور
وہ مناقب اولیا ہین اور مثالب اعدا ہین (الٰہی رای بموجب تفسیر پیغمبری
کے جو حکم قرآن رکھتے تہے اور مثل قرآن کے تہے) ختم ہوا ترجمہ کل روایت
کا۔

اس تمام روایت مین جسمین ارشاد علی مرتضی منقول ہی کوئی لفظ صحیح ایسا نہین ہی کہ جسمین علی مرتضی نے یہ فرمایا ہو کہ قرآن موجودہ مین کوئی لفظ یا کوئی آیت کسی نے اپنی طرف سے بڑہا دی ہی یا گرا دی ہی جب اُنکے ارشادات کو تامل اور تعمق سے دیکہا جاتا ہی تو منشا اُنکا جہانتک ہی وہ تحریف معنوی کے متعلق ہی۔

یعنی لوگون نے معنی اور تاویل آیات کو ایسا ظاہر اور بیان کیا ہی جسکی وجہ سے اصل معنی اور مقصود آیات قرآنی کے تبدیل اور متغیر ہو کر گہٹ بڑہ جاتے ہین اور جو پیغمبر صلعم نے انکو تفسیر ہر آیت کی بتا دی اور لکہوا دی تہی اُسکے خلاف اصل معنی اور تاویل سے آیات قرآنی کم اور زیادہ ہو جاتی ہین چنانچہ تمام الفاظ اس روایت کے اسی امر پر دلالت کرتے ہین یہانتک کہ شروع روایت مین جہان زندیق کا خدمت علی مرتضی مین آنا مذکور ہی وہان صاف لکہا ہی کہ وہ چند آیات قرآنی سے جو متشابہ اور محتاج تاویل تہین استدلال کرتا تہا۔

جس سے یہ نتیجہ بخوبی نکلتا ہی کہ علی مرتضی نے اُسکو اصلی معنی اُن آیات متشابہ اور محتاج تاویل کے اور اُسکی کیفیت اور حقیقت دوسری آیات قرآنی سے بتائی ہین اور اُسکو سمجہا دیا ہی کہ معنی آیات قرآنی کے لوگون نے غلط قرار دیے ہین اور اُنکی بنیاد اور منشا کو سمجہا نہین ہی۔

اور درمیان اس روایت کے جہان ذکر رموز فرمایا ہی وہان راوی نے یہہ ظاہر کر دیا ہی کہ "اُن علیہ السلام نے اس حدیث مین پہر فرمایا بعد بیان کرنے تاویل بعض متشابہات کے"

جس سے کچہہ شبہہ نہین رہتا کہ اُن علیہ السلام نے جو کچہہ ارشاد فرمایا ہی وہ متعلق تحریف معنوی کے ہی نہ تحریف لفظی کے۔ اور اُن علیہ السلام نے جو کچہہ اور جس نوعیت اور حیثیت سے ارشاد فرمایا ہی اُسکی وقعت اور خوبی خود اُنکے کلام مین ایسی موجود ہی کہ جو کسی دوسرے سے اُس زندیق کے سوالات کے جواب مین غیر ممکن تہی مگر چشم روشن اور دل بینا چاہیے۔

جو سوالات کہ اُس زندیق نے کیے ہین وہ سوالات اگر مشتہر کیے جائین تو اسوقت بہی کسی عالم سے روے زمین کے جسنے کہ علی مرتضیٰؑ کے اس ارشاد کو نہ دیکہا ہو اُنکا جواب ایسا مسکت اور مسکن اور سچا جیسا کہ علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی محال ہی۔

مصنف مخاطب بہی اپنی طرفسے زندیق کے اعتراضات کا کوئی جواب نہین دیسکے نہ انبیا کی لغزشونکی شہرت دینے کا نہ خطا کار ونکے اسما کے کنایہ کرنے اور صاف صاف نام نہ ظاہر کرنیکا اور نہ مسلمانونکے پیغمبرؐ کی تہجین کا جس سے ظاہر ہوتا کہ علی مرتضی نے جو جواب دیا ہی اُس سے مصنف مخاطب کا جواب عمدہ ہی۔

البتہ مصنف نے آئندہ موقع پر نا انصافی یتامی و نکاح نسوان کی آیات
کے متعلق جواب دیا ہی جسکی حقیقت آئندہ اسی موقع پر ظاہر ہوگی۔ ایسے ہی
علی مرتضی نے جو اپنے بیانمین استدلالاً بعض دیگر آیات قرآنی کی تفسیر فرمائی
ہی اُسکے خلاف پر کچہ تفسیر اپنی طرف سے لکھتے یا اپنے ہم داستانونکی کوئی تفسیر
نقل کرتے۔

صاحب تفسیر صافی نے جیسی کہ یہ حدیث ہی ویسے ہی دیگر احادیث
علی مرتضی اور دیگر ائمہ ہدی کو اسمقام پر نقل کیا ہی اُن سب پر یکجائی نظر کرنے
سے صاف ظاہر ہو جاتا ہی کہ علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت کا مقصود قرآن کی
تحریف معنوی سے ہی نہ تحریف لفظی سے۔

مگر مصنف مخاطب کے ہم داستانون نے جیسے اپنی خواہش کے بموجب
آیات قرآنی کی تاویلین غلط کی ہین اور اُنکے منشا او رمقصود کو بدلا ہی ویسے
ہی مصنف مخاطب بعض مقامات پر مفہوم حدیث علی مرتضی کو جو دقیق
اور بلیغ تر ہی کیا از روے الفاظ کے اور کیا از روے معنی کے اُسکو عمداً تبدیل
اور تغیر کرکے غلط استنباط تحریف لفظی قرآنکا کرتے ہین۔

جہان علی مرتضی نے تحریف کرنیوالونکے مصداق پر اس آیت کو
تلاوت کرکے۔ آیت

یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم۔ ترجمہ۔ چاہتے ہین وہ یہ کہ بجہا دین

نور اللہ کو اپنے دہنونسے" یہ تفسیر فرمائی ہی۔

"یعنی انہم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقلہ اللہ لیلبسوا علی الخلیقۃ" جسکا ترجمہ مصنف مخاطب یہ کرتے ہین "یعنی انہوننے لکھدیا کتاب مین ایسا کلام جو اللہ نے نہین فرمایا تاکہ شبہہ ڈالدین مخلوق مین"

مصنف مخاطب نے لفظ "اثبتوا" کا ترجمہ جو (لکھدیا) کیا ہی وہ صحیح نہین ہی۔ مصنف نے یہ غلط ترجمہ صرف اس غرض سے کیا ہی کہ تحریف لفظی ثابت ہوجاے ہان اگر بجاے "اثبتوا" کے "کتبوا" یا "اکتبوا" ہوتا تو جو ترجمہ کہ مصنف مخاطب نے کیا ہی البتہ وہ صحیح ہوتا صحیح ترجمہ اسکا یہ ہی (ثابت کردیا) جسکو بلاتکلف اردو دان سمجھ سکتے ہین۔ اس صحیح ترجمہ سے تحریف معنوی ثابت ہوگی نہ تحریف لفظی اور لفظ "ایسا کلام" بھی مصنف مخاطب نے ترجمہ مین صحیح نہین لکھا ہی پورا صحیح ترجمہ یہ ہی کہ "ان لوگوننے ثابت کردیا کتاب مین ایسی بات کو یا ایسے معنی کو جسکو اللہ نے نہین کہا یعنی اللہ اسکا قائل نہین ہی تاکہ شبہہ ڈالدین مخلوق مین"

علی مرتضی کے اس ارشاد کے یہ معنی ہین کہ ان تحریف معنوی کرنیوالوننے ایسی بات یا معنی ظاہر کیے کتاب مین کہ اللہ جسکا قائل نہین تاکہ شبہہ ڈالدین مخلوق مین۔

شبہ مخلوق مین اُسی وقت پڑسکتا ہی کہ جب کسی کلام متشابہ کے اصلی معنی کے خلاف دوسرے معنی بیان کیے جائین اور جب وہ کلام متشابہ نہوگا اور محکم ہوگا اور الفاظ اُس کلام کے غیر متشابہ ہونگے تو نہ اُسکے کوئی دوسرے معنی بیان کیے جاسکتے ہین اور نہ مخلوق کو اُس سے شبہہ ہوسکتا ہی۔

اور جس آیت کی علی مرتضی سنے یہ تفسیر فرمائی ہی اُسکا ترجمہ بلا خلاف یہ ہی "چاہتے ہین وہ لوگ یہ کہ بجھا دین نور اللہ کو اپنے مُنہ سے" معنی اس آیت کے خود اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ تحریف معنوی اُسمین مقصود ہی مُنہ سے نور خدا کے بجھا دینے کا ارادہ اُسی وقت سمجھا جاسکتا ہی کہ جب کوئی شخص مُنہ سے غلط معنی بیان کرے مُنہ سے نور خدا کے بجھا دینے کا مصداق اُسوقت نہین ہوسکیگا کہ جب کوئی شخص کسی کلام سے کسی لفظ کو نکالدیوے اور بجاے اُسکے دوسرا لفظ لکھدیوے۔ یہ کیونکر سمجھ مین آسکتا ہی کہ خود جس آیت مین تحریف معنوی سے مقصود ہو علی مرتضی اُسکی تفسیر تحریف لفظی سے فرمائین۔

پھر جہان علی مرتضی سنے یہ آیت پڑھکر۔ آیت

"فاما الزبد فیذہب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض"	ترجمہ جو مصنف سنے لکھا ہی "جو جھاگ ہی (باطل) وہ فنا ہوجاتا ہی بیکار اور جو نفع دینے والا ہی (حق

مثل پانی کے) وہ ٹہرتا ہی زمین مین" یہ تفسیر فرمائی ہی۔

"فاما الزبد فی ھذا الموضع کلام الملحدین اثبتوہ فی القرآن"	ترجمہ جو مصنف نے کیا ہی "پس جھاگ اس موضع مین ملحدون کا

کلام ہی جو اُنہون نے بنا دیا ہی قرآن مین"

مصنف معترض نے اس تفسیر مین جو لفظ (اثبتوا) آیا ہی اُسکا ترجمہ اس جگہ (بنا دیا ہی) کیا ہی اور پہلے اسی لفظ کا ترجمہ (لکھدیا) کیا تہا اگر (بنا دیا) بمراد (بناوٹ کے) سمجہا جاے تو ہمکو کچہ اُسپر عذر نہین ہی جو صریح تحریف معنوی پر دلالت کرنیوالا ہوگا نہ تحریف لفظی پر۔

پہر جناب علی مرتضی نے یہ فرمایا ہی۔

"ولیس یسوغ مع عموم التقیۃ التصریح باسماء المبدلین و لا الزیادۃ فی ایاتہ علی ما اثبتوہ من تلقاءھم فی الکتاب"	ترجمہ جو مصنف نے لکھا ہی "اور ممکن نہین ہی عموم تقیہ کے وقت مین تصریح اُنکے نامون کی جنہون نے قرآن مین تبدیل کی اور اُسکی زیادتی کی

قرآن کی آیتون مین جو اُنہون نے اپنی طرف سے لکھدی ہین"

اس ترجمہ مین بہی مصنف نے "اثبتوا" کا ترجمہ (لکھدین) غلط کیا ہی اس جگہ بہی یا تو ثابت کردین اور یا بنا دین بمعنی بناوٹ کے ترجمہ ہونا چاہیے تہا اور صحیح ترجمہ کل عبارت عربی کا یہ ہوتا ہی "اور

نہین جائز ہی باوصف عموم مسئلہ رازداری کے یا وقت رازداری کے تصریح نام تبدیل کرنیوالونکی اور نہین جائز ہی زیادتی آیات اُسکے کی (ای بیچ معنی آیات اُسکی کے) اُس مقدار پر کہ جسکو اُنہوننے از روے خود کتاب مین ثابت کیا ہی‘‘

یہ سچ ہی کہ مقصود اُس ارشاد علی مرتضیٰ کا بیشک یہ ہی کہ تقیہ (راز) کی وجہ سے یہ ممکن نہین ہی کہ جو لوگ قرآنین تبدیل کرنیوالے ہین اُنکے نام قرآنین (اُسوقت) ظاہر کیے جائین جیسا کہ مصنف مخاطب نے مقصود قرار دیا ہی۔

لیکن مصنف مخاطب نے دوسرے فقرۂ علی مرتضیٰ کا جو یہ مقصود ظاہر کیا ہی کہ ’’یہ ممکن نہین یا وہ آیتین بتادی جائین جو اُنہوننے اپنی طرف سے بڑہادی ہین‘‘ اُسکی نسبت اظہار مقصود مصنف مخاطب کا صحیح نہین ہی بلکہ مقصود اُس ارشاد علی مرتضیٰ کا یہ ہی کہ ’’جائز نہین ہی آیات اُسکی مین اسقدر یا اُسطرح جسکو اُن لوگوننے اپنی طرفسے کتاب مین از روے بیان معنی کے ثابت کیا ہی‘‘

یہ امر کہ تبدیل کرنیوالے جو معنی آیات کے اپنی طرفسے بیان کرتے ہین اُس سے زیادتی کیونکر لازم آجاتی ہی اُس مقام پر آسانی سے معلوم ہوجائیگا جہان مصنف مخاطب نے آیات نا انصافی یتامی اور نکاح نسوان کا

ربط اور اُسکے معنی بیان کیے ہین اور جسکے متعلق عنقریب ہم بحث کرینگے

اس جگہ ہمکو صرف اسقدر کہنا کافی ہی کہ اگر مسئلہ رازداری کا درمیان مین نہین تہا تو خدا نے بجاے اظہار نام خطاکارون کے کنایہ کیون کیا ہی اگر یہ کہا جاے کہ خدا کی اُسمین کچہہ مصلحت تہی تو ہم یہ کہین گے کہ اُسی مصلحت کا نام علی مرتضیٰؑ نے تقیہ (رازداری) بتایا ہی۔

اس طویل حدیث مین جناب امیرؑ نے بیشک جا بجا یہ تصریح کی ہی کہ قرآنمین زیادتی ہوئی ہی لیکن آیات قرآنی کے معنی ثابت کرنے مین تبدیل کرنیوالونکی طرفسے خواہ وقت ترتیب و جمع قرآن کے آیات قرآنی کے اولٹ پلٹ کرنے اور کہین سے کہین لکہدینے مین جس سے مضمون اور مطلب خبط اور بے ربط ہوگیا اور اُسکے معنی بنانے اور درست کرنے مین وہ زیادتی کی گئی خواہ کسی آیت کے معنی بنانے اور غلط تاویل کرنے مین اپنی خواہش کے بموجب وہ زیادتی کی گئی۔

علی مرتضیٰؑ نے کہین یہ تصریح نہین کی کہ قرآنمین لفظون اور آیات کی زیادتی کی گئی ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کا غلط استنباط ہی اور بیشک اس آیت کا ہی۔

؎ الذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ ؎	ترجمہ ؎ ایسے لوگ جو لکہتے ہین کتاب اپنے ہاتھونسے اور کہدیتے ہین کہ وہ

اللہ کی طرف سے ہی"

مصداق اُنہین لوگونکو بتایا ہی جنھونسنے قرآن مین بڑہا دیا ہی۔ اُس حیثیت سے نہین جو مصنف مخاطب کا مقصود ہی بلکہ اس حیثیت سے کہ آیات قرآنی کو اولٹ پلٹ کرا ور کہین سے کہین اپنے ہاتہہ سے لکھا جس سے مضمون خبط اور بے ربط ہو گیا اور پہر اُسکے معنی درست کرنے سے قرآن کو زائد کیا جسکی ایک۔۔ مثال تفسیر ابن عباس سے ہم دکھا آئے ہین۔

اسطرح اولٹ پلٹ آیات کو کرکے اور کہین سے کہین آیات داخل خارج کرکے لوگ کتاب کو اپنے ہاتہہ سے لکھتے ہین اور اُسکی آیات کے معنی اپنی طرف سے قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خدا کیطرف سے ہی۔

پہر جہان علی مرتضی نے یہ فرمایا ہی۔

"وزادوا فیہ ما ظہر تناکرہ وتنافرہ" } جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہی "اور بڑہا دیا قرآن مین وہ مضمون کہ ظاہر ہی برائی اُسکی اور قابل نفرت ہونا اُسکا"

اس ترجمہ مین جو لفظ "مضمون" مصنف نے لکھا ہی وہ خلاف مقصود ارشاد علی مرتضی کے ہی بجاے اُسکے لفظ "معنی اور مراد" ہونا چاہیے اور اس حالت مین ترجمہ یہ ہوگا کہ "بڑہا دیا اُن لوگون نے قرآن مین اُس چیز (یعنی اور مراد) کو کہ ظاہر ہی برائی اُسکی اور قابل نفرت ہونا اُسکا"

جس سے مراد یہ ہی کہ تبدیل کرنیوالون اور تغیر کرنیوالونے جو معنی اور مراد آیات قرآنی کی بجاے اُسکے اصلی معنی اور مراد کے بڑہاے ہین کہ ظاہر ہی برائی اُسکی اور قابل نفرت ہونا اُسکا۔

ارشاد علی مرتضیٰ سے تحریف لفظی اپنی دانست مین مصنف مخاطب ثابت کرنیکے بعد اُس آیت کیطرف متوجہ ہوے ہین جو نا انصافی یتیمون اور نکاح نسوان سے متعلق ہی اور جسکی نسبت زندیق نے اعتراض کیا تہا کہ وہ نا انصافی یتیمون کو نکاح عورتونسے کچہ مشابہت نہین ہی اور نہ تمام عورتین یتیم ہوتی ہین۔"

اور جسکی نسبت علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ ان دونون فقرونکے درمیان سے ایک ثلث قرآن گرا یا گیا ہی اور اُس ساقط کر دینے کی مراد ہم بیان کر آے ہین کہ قرآن موجودہ مین وہ ثلث اس مقام پر نہین ہی یعنی وہ ثلث قرآن اس جگہ سے ساقط کرکے دوسری جگہ شامل کیا گیا ہی۔[۱]

مجکو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اول مین پوری وہ آیت لکہون جو نا انصافی یتیمون اور نکاح عورتونکے بارہ مین ہی پہر اعتراض جو مصنف مخاطب نے علی مرتضیٰ پر کیا ہی اُسکو اور اُسکی حقیقت دکہاؤن تاکہ کیفیت اعتراض کی خود بخود ظاہر ہو جاے۔ آیت

[۱] دیکہو جلد ہذا صفحہ ۴۰۰ و ۴۶۰۔

"وآتوا الیتامی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لکم عن شئ منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا"

ترجمہ "اور یتیمون کا مال اُنکو دو اور نہ بدلدو بُرا بعوض اچھے کے اور نہ کہا جاؤ اُنکا مال اپنے مال مین ملاکر بیشک وہ بڑا گناہ ہی۔ اور اگر تمکو ڈر ہو کہ یتیمون کے حق مین انصاف نہ کروگے تو نکاح کرو تم عورتون سے جو تمہین اچھی لگین دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمکو ڈر ہو کہ (انمین) عدل نہ کروگے تو پھر (تمہارے لیے) ایک ہی ہی یا وہ جنکے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوچکے ہین یہ اُس سے زیادہ نزدیک ہی کہ عیال داری نہ کرسکو تم اور دیدو عورتونکو اُنکا مہر خوشی بخوشی پھر اگر اپنے جی کی خوشی سے وہ تمکو اُسمین سے کچھ چھوڑ دین تو اُسکو کھاؤ رچتا پچتا"

آیت اول الذکر سے صاف ظاہر ہی کہ وہ یتیمونکے متعلق ہی اور اُسکا تعلق نکاح عورتونسے نہین ہی جسمین خدا یہ حکم دیتا ہی کہ "یتیمونکا مال اُنکو دیدو اور اچھے کے عوض بُرا نہ بدلدو اور اُنکا مال اپنے مال مین ملاکر نہ کہا جاؤ"

اور یہ حکم سراسر موافق اخلاق کے ہی اور اس آیت مین جو یتیمونکا ذکر ہی

انھین لڑکے اور لڑکیان دونون شامل ہین جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اور کسی نے انکار کیا ہی۔

بعد اس حکم کے قرآن موجودہ مین دوسری آیت کا شروع یہ ہی کہ وہ اگر تمکو ڈر ہو کہ یتیمونکے حق مین انصاف نکروگے تو نکاح کرو تم عورتونسے جو تمھین اچھی لگین الخ

اگر یہ شروع آیت کا اسیطرح اس محل پر سمجھا جاے جیسا کہ قرآن موجودہ مین ہی تو صاف اُسکے معنی یہی ہونگے کہ جن یتیمونکے متعلق آیت اول الذکر مین حکم تھا اور خدا نے اُنکے ساتھ انصاف کرنیکا حکم دیا تھا اُنہین یتیمونکے متعلق یہ حکم ہی کہ اگر تمکو نا انصافی کا یتیمونکے بارہ مین خوف ہو پس نکاح کرو تم اُن عورتون سے جو تمھین اچھی لگین۔ اور جسکا صاف یہ مقصود ہوگا کہ اُنہین یتیمونمین سے نکاح کرو تم جنکے ساتھ نا انصافی کا خوف ہو جسمین لڑکے یتیم شامل رہتے ہین۔

اور اگر اس جگہ صرف لڑکیون یتیم سے خلاف مضمون صریح کے مراد لی جاے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ خدا نے یتیم عورتونکی حفاظت کے لیے تو یہ تدبیر فرمائی جنکے ساتھ نا انصافی کا خوف ہو اُنکو اپنی جورو بنالو تاکہ اُنکی جورو بن جانے سے اُنکی محبت تمھارے دلونمین پیدا ہو جاے اور اُنکے مالونکے ساتھ وہی ہمدردی ہو جاے جو تمکو اپنے اموال کے ساتھ ہی۔

لیکن یتیمونمین جو لڑکے شامل تھے اور اُنکی نسبت نا انصافی کا خوف

تھا اُنکی حفاظت کے لیے خدا نے کوئی تدبیر نہ کی۔

جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہو کہ یہ قانون خدا ناقص اور بیرحمی کا ہی جسمین خدا نے لڑکون یتیم کی حفاظت کے لیے خوف ناانصافی سے کوئی قاعدہ یا تدبیر ظاہر نہین فرمائی۔ یا یہ قبول کیا جاے کہ لڑکیونکی خاطرداری خدا کو منظور تہی اور لڑکونکی خاطرداری کی کچھ پروا خدا کو بمقابلہ لڑکیون کے نہین ہو۔

ہم اس بات کو قبول کرتے ہین کہ عرب مین بزمانۂ جاہلیت اور دوسری قومونمین بہی پہلے لڑکیون اور عورتون کی نہایت بیعزتی اور بیوقاری تہی اور مرد اُنکی کچھ حقیقت نہین جانتے تہے اور مذہب اسلام نے عزت اور وقار لڑکیون اور عورتونکا قائم کیا ہو۔

اور دوسری قومونمین بہی کہ جو مہذب ہوگئی ہین وہی عزت اور وقار لڑکیون اور عورتونکا ہم آجکل دیکہتے ہین۔ مگر لڑکیون اور عورتون کی اس عزت اور وقار کے قرار پا جانے سے مذہب اسلام مین یا دوسری مہذب قومونمین یہ لازم نہین آتا ہو کہ لڑکون اور مردونمین وہ بیعزتی اور بیوقاری اور اُنکا بے حقیقت جاننا بجاے لڑکیون اور عورتون کے قائم کیا جاے اور اُنکو مورد ناانصافی بناکر اُنکو محل ناانصافی مین چہوڑا جاے اور اُنکے حق مین کوئی تدبیر اُنکو ناانصافی سے بچانیکے لیے نہ کیجاے جسکو نہ خدا قبول کرسکتا تہا نہ کوئی مہذب قوم قبول کرسکتی ہو۔

جب اس آیت کا حکم نکاح یتیم عورتوں کے ساتھ سمجھا جاتا ہی تو یہ لازم آتا ہی کہ غیر یتیم عورتوں کے نکاح کا حکم اس آیت سے متعلق نہین ہی اگرچہ بعض دیگر آیات قرآنی خاص خاص شان کی ایسی موجود ہین کہ جنکا سوا یتیم لڑکیونکی دوسری عورتوں کے نکاح سے تعلق ہی لیکن کوئی دوسری آیت سوا اس آیت کے ایسی نہین ہی کہ جسمین دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہو۔

اور چونکہ یہ آیت متعلق یتیم لڑکیوں کے نکاح سے ہی اسلیے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ یتیم لڑکیونکا ہیوڑا ایک شخص بذریعہ نکاح کے اپنے گھر مین بھر سکتا ہی اور یہ امر قرین قیاس ہی ہی کہ جب چند لڑکیاں یتیم شریک کسی مال کی ہون اور انپر ناانصافی کا خوف ہو تو ایک شخص کہ جسکو ناانصافی کا خوف ہی وہ ایک لڑکی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ لڑکی ناانصافی کے خوف سے محفوظ رہ سکتی ہی مگر دوسری لڑکیاں ویسی ہی حالت خوف ناانصافی مین رہین گی۔ اسلیے بنظر ضرورت خاص کے ان یتیم لڑکیون شریک مال کی نسبت یہ حکم دیا گیا کہ وہی یک شخص جسکو خوف ناانصافی کا ہو وہ دو تین تین چار چار سے نکاح کر سکتا ہی مگر درحقیقت اس تدبیر سے خوف ناانصافی ان یتیم لڑکیون کے حق مین زائل نہین ہو سکتا بلکہ بحیلہ نکاح کل مال کے ساتھ مین ناانصافی کا دروازہ کھلتا ہی اور ایسی نالائق تدبیر کی خداے پاک و مہربان کے ساتھ نسبت

قرآن موجودہ مین ہونا میرا دل تو نہین قبول کرتا جس کسی مسلمان کا دل چاہے قبول کر لے۔

کیا قانون خدا ایسا ہی ہو سکتا ہے کہ جسمین ایسے قواعد معین ہون اور اُسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ ” باطل نہ اُسکے آگے سے آسکتا ہے نہ اُسکے پیچھے سے “ اور کیا ان معنی کا قبول کرنا آسان ہے بمقابلہ اُس تفسیر کے کہ جو علی مرتضیٰ نے فرمائی۔ اُنہون نے یہی تو فرمایا ہے ” وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی “ کے (اور اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ انصاف کرسکو تم یتیمو نمین) اور ” فانکحوا ما طاب لکم من النساء “ کے (پس نکاح کرو تم عورتونسے جو تمہین اچھی لگین) درمیان سے ایک ثلث قرآن ساقط کر دیا گیا ہے اور جسکی مراد یہ نہین ہے کہ وہ ثلث قرآن قرآن موجودہ مین دوسرے موقعونپر نہین ہے۔ اور خود علماے اہلسنت قائل ہوے ہین کہ ” ترتیب قرآن موجودہ موافق ترتیب نزول کے نہین ہے “

اور جب قرآن موجودہ موافق ترتیب نزول کے نہین ہے اور کسی جگہ کی آیت کہین اور کسی جگہ کی آیت کہین لکھدی گئی ہے تو صریح ہے کہ اُنکے درمیان سے جو مطابق ترتیب نزول کے نہین حصۂ قرآن ہر اُس جگہ سے ساقط کر دیا گیا ہے۔

علماے اہلسنت محض اسی امر کے قائل نہین ہوے ہین کہ قرآن موجودہ موافق ترتیب نزول کے جمع نہین کیا گیا جس سے ساقط کرنا قرآنکا اُس کے

محل ترتیب سے لازم آتا ہی بلکہ عموما ساقط ہو جانے اور نقصان قرآن کے قائل ہوے ہین۔

چنانچہ تفسیر اتقان[1] مین ابن سیرین سے روایت ہی کہ "اُسنے جو مصحف اپنے لیے لکھا تہا اُسمین ناسخ اور منسوخ سب تہا" اور یہ قبول کیا گیا ہی کہ "قرآن موجودہ مین آیات منسوخہ کا کچہ حصہ نہین ہی" اور یہ ظاہر ہی کہ آیات منسوخہ کے موجود ہونے سے بہی بہت کچہ ادراک اور نفع مسائل اور معانی قرآن پر ہوتا اُن آیات منسوخہ کے شامل نہونے سے بیشک یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ قرآن موجودہ سے کچہ ساقط کیا گیا اور قرآن موجودہ کم ہی۔

اور صرف آیات منسوخہ کے نہ شامل ہونیکے علماے اہلسنت قائل نہین ہوے ہین بلکہ بغیر تخصیص آیات منسوخہ کے اس تعمیم کے ساتہ بہی قرآن کے ساقط اور کم ہو جانیکا اقرار کیا ہی۔

حضرت[2] ابن عمر فرماتے ہین کہ "کوئی نہین کہسکتا کہ لیا گیا قرآن کل اور نہین جانا جاتا کہ کل کیا تہا تحقیق کہ جاتا رہا اُس سے قرآن کثیر لیکن کہا جاسکتا ہی کہ لیا گیا اُس سے جو کچہ کہ ظاہر مین ہی"

اور بی بی عائشہ فرماتی ہین کہ "سورۃ احزاب کی زمانہ نبی صلعم مین دوسو آیتین پڑہی جاتی تہین لیکن جب عثمان نے قرآن لکہوائے ہم

[1] جزو اول صفحہ ۶۱ [2] تفسیر اتقان جزو اول صفحہ ۲۶۔

قادر نہین ہین اُسپر (اس لئے) اُسکے پڑہنے پر بسبب موجود نہونے اُن آیات کے) مگر جو کچہہ کہ اب ہی"

اور ابی بن کعب سے یہ روایت ہی کہ "راوی سے ابی بن کعب نے کہا کسقدر شمار کی جاتی ہی سورۃ احزاب؟ راوی نے کہا کہ بہتر اور تہتر آیتین ابی بن کعب نے کہا تحقیق کہ وہ سورۃ بقر کی برابری کرتی تہی ہم اُسمین آیت رجم پڑہتے تہے اور آیت رجم یہ بتائی ہی۔ آیت

"اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم"	ترجمہ "جسوقت زنا کرے بڈہا اور بڈہیا پس پتہر مارو اُن دونونکو البتہ عذاب ہی خدا کی طرف سے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہی۔

اور اس آیت رجم کو سہل کی خالہ نے بہی کہا ہی کہ "پڑہوایا مجکو رسول خدا صلعم نے" اور حمیدہ یونس کی بیٹی نے یہ کہا ہی کہ "میرے سامنے پڑہا ابی نے جبکہ وہ اسّی برس کا تہا مصحف عائشہ مین"

"ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول"	ترجمہ "تحقیق کہ اللہ اور اُسکے فرشتے درود بہیجتے ہین اوپر نبی صلعم کے اے وہ لوگو کہ ایمان لائے ہو درود بہیجو اُسپر اور سلام کرو سلام کرنا کرکے اور اوپر

اُن لوگونکے کہ پہلی صفونمین نماز پڑھتے ہین'' حمیدہ کہتی ہین کہ '' یہ قبل اسکے تھا کہ تغیر کرین عثمان مصاحف کو''

عطا ابن یسار اور ابو واقد سے روایت ہی کہ پیغمبر ؐ پر وحی نازل ہوئی اور اُنہونسے کہا کہ '' خدا فرماتا ہی —

'' انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن ادم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیہما الثالث ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب''	ترجمہ '' تحقیق کہ اوتارا ہمنے مال واسطے قائم رکھنے نماز کے اور دینے زکوٰۃ کے اور اگر ابن آدم کے لیے ایک جنگل ہو ہر آئینہ دوست رکھے یہ کہ ہو دوسرا اور جب دوسرا ہو تو تیسرے کو چاہتا ہی اور نہین بہرتا ہی خوخل بن آدم کا مگر مٹی سے اور

توبہ قبول کرتا ہی اسکی جو کوئی توبہ کرے''

اور اُبی بن کعب سے روایت ہی کہ پیغمبر ؐ نے پڑھا لم یکن الذین اور اُسکے بقیہ سے —

'' لو ان ابن ادم سال وادیا من مال فاعطیہ سال ثانیا و ان سال ثانیا فاعطیہ سال ثالثا	ترجمہ '' اگر ابن آدم چاہے ایک جنگل مال سے بس دیا جاے اُسکو مانگیگا دوسرا اور دوسرا دیا جاے تو مانگیگا

ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علیٰ من تاب وان ذات الدین عند اللہ الحنیفیۃ غیر الیھودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ"

تیسرا اور نہین بہرتا ہی خوخل ابن آدم کا مگر مٹی سے توبہ قبول کرتا ہی اسد اُسکی جوکوئی توبہ کرے اور تحقیق کہ ذات دین کی نزدیک خدا کے حنیفیۃ ہی نہ یہودیۃ اور نہ نصرانیۃ اور جو کوئی کہ عمل کریگا نیکی کا نہ انکار کریگا اُسکا"

ابوموسی اشعری سے روایت ہی کہ "نازل ہوئی ایک سورۃ مثل برارت کے پہر وہ اوٹہ گئی (بہول گئی) اور یاد رہ گیا اُس سے یہ۔

"ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم ولوان لابن ادم وادیین من مال لتمنیٰ وادیا ثالثا ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علیٰ من تاب"

ترجمہ "تحقیق کہ اسد قریب ہی کہ مدد کرے اس دین کی ساتھ ایسی قومون کے کہ نہ کچہ بہرہ ہو واسطے اُنکے اور اگر ابن آدم کے لیے ہون دو جنگل مال سے ہر آئینہ آرزو کریگا تیسرے جنگل کی اور نہین بہرتا ہی خوخل ابن آدم کا مگر مٹی سے توبہ قبول کرتا ہی اسد اُسکی جوکوئی توبہ کرے"

ابوموسیٰ شعری کہتے ہین کہ "ہم ایک سورۃ پڑہتے تہے جو مشابہ تہی ساتہ ایک کے سورتون مسبحات سے بہول گئے ہم اُسکو یہ مین نے یاد رکہا ہی

"یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا ما لا تفعلون فتکتب شہادۃ فی اعناقکم فتسألون عنہا یوم القیمۃ"

ترجمہ:- اے وہ لوگو کہ ایمان لائے ہو نہ کہو تم جو کرو تم پس لکھی جاتی ہے گواہی تمہاری گردنوں میں پس پوچھے جاؤ گے اُس سے دن قیامت کے"

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم پڑھتے تھے۔

"لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم"

ترجمہ:- نہ رغبت کرو اپنے آباء سے بیشک اُنھوں نے کفر کیا تمہارے ساتھ"

پھر زید بن ثابت سے کہا کہ اسیطرح ہے اُسنے کہا کہ ہاں۔

حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عوف سے فرمایا کہ نہیں پاتا ہے تو اُسمیں جو کچھ کہ ہمپر نازل ہوا ہے

"ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ"

ترجمہ:- اگر جہاد کرو تم جیسے کہ جہاد کیا تم نے پہلی مرتبہ"

پس تحقیق نہیں پاتے ہیں ہم اُسکو اُسنے کہا کہ ساقط کی گئی وہ اُسمیں جو کچھ کہ ساقط کیا گیا قرآن سے"

مسلمہ بن مخلد انصاری نے اپنے ہمسروں سے جنکے نام لکھے ہوے ہیں کہا کہ:- یہ دو آیتیں قرآن کی مصحف میں کیوں نہیں لکھی گئیں کوئی اُنکو بتا نہیں سکا۔

"ان الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا ابشروا انتم المفلحون"

ترجمہ "تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لاے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا مین ساتھہ مالون اپنے کے اور نفسون اپنے کے مگر یہ کہ ان کو بشارت دیے جائین کہ تم فلاح پانیوالے ہو"

"والذین آووهم ونصروهم وجادلوا عنهم القوم الذی غضب الله علیهم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون"

ترجمہ "اور جن لوگون نے کہ جگہ دی انکو اور نصرت کی انکی اور جدال کیا ایسی قوم سے کہ غضب اللہ کا ہے اُسپر یہ لوگ ہین کہ نہین جانتا ہے نفس جو کچھہ کہ پوشیدہ رکھا گیا اُنکے واسطے خنکی چشم سے جزا ہے اُسکی کہ کرتے تھے عمل"

ان روایات اور دیگر روایات معتمدہ کتب اہلسنت سے جنکو ہم پہلے ایک موقع کے اوپر دکھا آے ہین کم ہونا اور ساقط ہونا اور متغیر ہونا قرآن موجودہ کا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے بلکہ ساقط اور تغیر کے الفاظ ہی ان روایات مین موجود ہین کہ جو حدیث علی مرتضی مین منقول ہوے ہین کچھہ شبہہ نہین کہ اصحاب رسول نقصان اور ساقط ہوجانے اور تغیر قرآن کے قائل ہوچکے ہین یہانتک کہ بی بی عائشہ زوجہ رسول اور دیگر معلم مسلمان یا عوزتین اُس عہد کی۔

کیا ایسی حالت مین ارشاد علی مرتضی کا نعوذ باللہ [illegible] کہ جس شان سے انہون نے فرمایا اور جسکی مراد مین سے ظاہر [illegible] پر بیشک [illegible] الزام آتا ہے کچھ دشوار ہی نہین — [illegible] کو ایک جگہ قبول نہ کرنے سے خدا اور اُسکے قرآن پر الزام آتا ہے [illegible] دشوار ہے

اسی دشواری کی وجہ سے علماے[1] اہلسنت [illegible] بجائے اسکے کہ اس موقع سے ساقط کر دیے قرآن [illegible] کے معنی بیان کرنے اور اُسکی تفسیر کرنیکے وقت مجبور ہوے ہین [illegible] کرین اور ایسا زیادہ کرین کہ جو معنی آیت موجودہ کے ہین اُس سے دوسرے معنی نئے پیدا اور معنی موجودہ متغیر اور متبدل ہو جائین —

اور اُسکی تقلید سے مصنف مخاطب علی مرتضی پر طعن کر کے کہتے ہین کہ کاش وہ زندیق کسی اور صحابی سے اس آیت کو پوچھتا تو وہ کہہ دیتا کہ اللہ یہ فرماتا ہے کہ یتیم لڑکیونسے اُسی صورت مین نکاح کرو جبکہ اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ اُنکے حقوق ادا کرسکوگے اور اگر تمہاری دوسری بیبیان اسکے سوا ہون تو ایسی صورت مین اُس یتیمہ کے حقوق دوسری بیبیون کے برابر رکھوگے اُسکی حق تلفی نکروگے اور اگر تمکو یہ خوف ہو لیتیم الخ ایضاً

[1] تفسیر کبیر ۳۳ طعن کے الفاظ ہم آئندہ لکھینگے —

ساتھہ نکاح کرنے مین اُنکے حقوق تمسے ادا نہونگے تو دوسری عورتین نکاح کے لیے پسند کرلو یتیم لڑکیونسے نکاح نکرو اسلیے کہ اُنکا باپ نہین جو اُنکے حق کے لیے کوشش کرتا اور خود وہ صغیرسن ہین اپنے لیے کوشش نہین کرسکتین ۔

جس پر دمت مصنف مخاطب نے اپنی طرفسے علی مرتضیٰ پر اعتراض کرنیکے لیے یہ راے ظاہر کی ہے وہ پردہ صاحب تفسیر کبیر اوٹھا چکے ہین اور اُنہوننے یہ ایک روایت جو عروہ سے نقل کی گئی ہے لکھی ہے ۔

روی عن عروۃ انہ قال قلت لعائشۃ ما معنی قول اللہ و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فقالت یا ابن اختی ھی الیتیمۃ تکون فی حجر ولیھا فیرغب فی مالھا وجمالھا الا انہ یرید ان ینکحھا بادنی من صداقھا ثم اذا تزوج بھا عاملھا معاملۃ رد یۃ لعلمہ بانہ لیس لھا من یذب عنھا ویدفع شر ذلک الزوج عنھا فقال تعالی و ان خفتم ان	ترجمہ۔ روایت کی گئی ہے عروہ سے کہ اُنہوننے بی بی عائشہ سے کہا کہ یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ ”ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی“ یعنی اگر ڈر ہو تمکو یہ کہ نا انصافی کروگے تم یتیمون میں اسکے کیا معنی ہین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یتیم لڑکی اپنے ولی کی حفاظت مین ہوتی ہے اور وہ اُسکے مال وجمال کی لالچ کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تھوڑے سے مہر پر اُس سے نکاح کرلے اور پھر جب نکاح کرلیتا ہے تو بدسلوکی سے پیش آتا

تظلموا الیتامی عند نکاحھن فانکحوا من غیرھن ما طاب لکم من النساء" ہی اور اُسکا کوئی سرپرست ایسا نہین ہوتا کہ اُسکی حمایت کرے اور اُسکے خصم کی بدسلوکی سے اُسکو بچاے اسنئیے خدا نے فرمایا کہ اگر تمکو ڈر ہو کہ نکاح کر لینے سے یتیم لڑکیون پر ظلم کروگے تو اور عورتون سے نکاح کرو"

اس آیت کی تاویل یا اُسکے معنی کا بیان یا اُسکی تفسیر جو مصنف مخاطب اور دیگر علماے اہلسنت نے کی ہی اُسکی بنیاد اس روایت پر ہی جو بصیغۂ مجہول عروہ سے لی گئی ہی اور جسمین بی بی عائشہ مفسرہ نے اپنی طرف سے اور اپنی راے سے تفسیر اور بیان کیا ہی جیسا کہ خود اس روایت سے ظاہر ہی کہ بی بی عائشہ نے پیغمبر صلعم سے کچھہ نہین سنا تہا۔

اس آیت کا ترجمہ جو ہمنے کیا ہی اور اُس سے جو کچھہ کہ اُسکے معنی صاف اور صحیح ہین وہ علانیہ ظاہر ہوتے ہین اُس سے جب کلام مصنف مخاطب اور دیگر علماے اہلسنت اور تفسیر مرویہ بی بی عائشہ کا مقابلہ کیا جاتا ہی تو بلا تامل ظاہر ہو جاتا ہی کہ اس معنی کے احداث کرنے مین اور اُس سے ایک قاعدۂ جدید اور اُسکو حکم خدا بنانے مین کسقدر قرآن موجودہ مین زیادہ کرنا پڑتا ہی۔

آیت موجودہ مین جیسا کہ بی بی عائشہ فرماتی ہین نہ تو یہ ہی کہ یتیمہ

لڑکی کے مال وجمال پر اُسکا ولی لالچ کرتا ہو اور نہ یہ ہو کہ وہ چاہتا ہو کہ تھوڑے
مہر پر اُس سے نکاح کر لے اور نہ یہ ہو کہ جب نکاح کر لیتا ہو تو بدسلوکی سے
پیش آتا ہو اور نہ یہ ہو کہ تم ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کرو۔ آیت میں
کوئی اشارہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے پر نہیں اور ممانعت کا نہیں ہے اور
نہ یہ حکم ہو کہ سوا اُنکے دوسری عورتوں سے نکاح کرو جیسی کہ [illegible]
تفسیر فرمائی ہو۔

اگر اُس معنی کا مراد ہونا اس آیت [illegible] نازل ہوتی تو آیت میں وہ الفاظ زائد
بھی ہوتے جو خود اُنہیں نے فرماتے ہیں اور جنکا ہونا ضروری تھا اور وہ
الفاظ زائد یہ ہیں کہ "عند نکاحھن" "وقت اُنکے نکاح کے" اور "
من غیرھن" "غیر اُن یتیم لڑکیوں کے"

یعنی اگر خوف ہو تمکو کہ انصاف نکروگے تم یتیم لڑکیوں کے
بارہ میں (وقت اُنکے نکاح کے) پس نکاح کرو تم (غیر اُن یتیم لڑکیوں سے)
جو کہ اچھی لگیں تمکو عورتوں سے۔

یہ بھی ظاہر ہو کہ اس آیت میں نہ صریح کوئی لفظ ہو نہ کوئی ایسا لفظ ہو
جو اس مضمون اور مراد پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ مصنف مخاطب اور علمائے
اہلسنت کہتے ہیں کہ یتیم لڑکیوں سے اُسی صورت میں نکاح کرو جب کہ
اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ اُنکے حقوق ادا کر سکوگے اور اگر تمہاری دوسری

بیبیاں اسکے سوا ہوں تو ایسی صورتمیں اُس یتیمہ سے حقوق دوسری بیبیوں کے برابر رکھوگے اُسکی حق تلفی نکروگے اور اگر تمکو یہ خوف ہو کہ یتیم لڑکیونکے ساتھ نکاح کرنے میں اُنکے حقوق تمسے ادا نہونگے تو دوسری عورتیں نکاح کے لیے پسند کرلو یتیم لڑکیونسے نکاح نہ کرو اسلیے کہ اُنکا باپ نہیں جو اُنکی حق کے لیے کوشش کرتا اور خود وہ صغیرسن ہیں اپنے لیے کوشش نہیں کرسکتیں۔

جو معنی اور مراد اس آیت کی مصنف مخاطب یا علماے اہلسنت نے ظاہر کیے ہیں اگر یہ آیت اُسی معنی اور مراد مین نازل ہوتی تو ضرور تہا کہ کم سے کم اُسکے یہ الفاظ ہوتے۔

"ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی (عن نکاحهن) فلا تنکحوهن و انکحوا (من غیرهن) ما طاب لکم من النساء"	ترجمہ۔ اگر تمکو ڈر ہو کہ یتیم لڑکیونکے ساتھ انصاف نکروگے وقت نکاح اُنکے تو اُنسے نکاح نکرو اور اُنکے سوا اور عورتوں سے جو پسند ہوں نکاح کرو"

اور یہ مشکل جو پیش آتی ہے کہ لفظ "یتامی" مین یتیم لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں اور معنی اُسکے صرف یتیم لڑکیونسے مخصوص کیے جاتے ہیں وہ ان الفاظ کے زائد کرنے سے بہی رفع نہیں ہوسکتی جبتک کہ لفظ "یتامی" کے ساتھ لفظ "من النساء" نہ بڑہایا جاے۔

اس آیت کے جو معنی بی بی عائشہ اور مصنف مخاطب اور علمای اہلسنت بتلاتے ہین چارہ نہین ہی بجز اسکے کہ اُنمین مضمون اور الفاظ زائد کیے جائین خواہ وہ زائد یہ لفظ ہون "یُعنی نکاحھن فلا تنکحوھن" "وقت نکاح اُنکے پس نہ نکاح کرو اُنسے (ای اُن یتیم لڑکیونسے) اور "ھن غیرھن" اور "سوا اُنکے" (ای نکاح کرو تم سوا اُن یتیم لڑکیونکے جو اچھی لگین تمکو) خواہ کوئی دوسرے الفاظ زائد ہون ہم مضمون اسکے مگر بغیر الفاظ زائد کیے ہوے وہ معنی کسیطرح قرار نہین پاسکتے ہین کہ جو بی بی عائشہ یا علماے اہلسنت یا مصنف مخاطب نے بیان کیے ہین اور وہ خود بھی کسی شان سے کہین اُن زائد الفاظ کے لکھنے پر اور مضمون بڑھانے پر مجبور ہوے ہین۔

اس مضمون اور الفاظ زائد کو تفسیر نہین کہسکتے تفسیر وہ ہوتی ہی کہ جسمین کسی اجمال کی تفصیل ہو تفسیر اُسکو نہین کہتے ہین کہ اصل متن کا مضمون تبدیل ہو کر دوسرا مضمون پیدا ہو جاے اور اصل متن کے تبدیل مضمون کے لیے اور دوسرے معنی پیدا کرنیکے لیے الفاظ زائد کیے جائین۔

مصنف اور علماے اہلسنت نے اسی آیت کے معنی بتلاتے ہین جو الفاظ اور عبارت زائد ظاہر کی ہی وہ ایک واقعہ نظیری ہی علی مرتضی کی تصدیق اُس ارشاد کا کہ تحریف معنوی کے وقت کسطرح تبدل و تغیر

کرنیوالے قرآن مین زیادتی کرتے ہین۔ بڑی خیر ہوئی کہ اُس زندیق نے علی مرتضیٰ
سے اس آیت کو پوچھا ورنہ امت رسول مین وہی تفسیر باقی رہتی کہ جو بی بی
عائشہ نے اپنی راے سے فرمائی ہی اور جو رتبہ تحریف کا رکھتی ہی۔

مصنف مخاطب نے علی مرتضیٰ پر اس موقع پر یہ طعن کی ہی کہ "افسوس
ہی کہ جناب امیرؑ نے ایک زندیق مخالف اسلام کے مقابلہ مین تحریف قرآن کی
آڑ مین پناہ لی اور اس آیت کے ربط دینے سے عاجز ہو گئے کیا یہی نائب
رسول اور امام مفترض الطاعت تھے جو قرآن کو آنا بھی نہین سمجھتے تھے؟

جو حقیقت حدیث جناب امیرؑ کی دکھائی گئی ہی اُس سے ظاہر ہی کہ جناب
امیرؑ نے زندیق کے مقابلہ مین تحریف لفظی قرآن کی آڑ مین پناہ نہین لی اس
موقع پر جو اُنکا ارشاد ہی اُسکا نتیجہ یہی ہی کہ آیت۔

"ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ" (ترجمہ "اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ انصاف
کرسکو تم یتیمون کے بارہ مین") اور جگہہ کی ہے
اور آیت
"فانکحوا ما طاب لکم من النساء" (ترجمہ "پس نکاح کرو تم جو اچھی لگین تمکو
عورتون سے") اور جگہہ کی ہے۔

اور ترتیب قرآن کے وقت جمع کرنیوالون نے ان دونون آیتون
کو ایک جگہ لکھدیا ہی جسکو انھون نے اپنے ہاتھہ سے لکھا ہی اور کہتے ہین کہ یہ

خدا کیطرف سے ہی حالانکہ وہ اس نوعیت سے خدا کیطرف سے نہین ہی

البتہ بی بی عائشہ نے اپنی تفسیر مین تحریف قرآن کرکے حصار تحریف کا دروازہ کھولدیا ہی جسکے اندر علماے اہلسنت اور مصنف مخاطب گھس پڑے ہین۔

علی مرتضی نے گو غلط ترتیب سے جمع کرنیوالون پر الزام لگایا ہی لیکن خدا کو اور قرآن کو اس الزام سے بچایا ہی کہ جو خدا پر بیرحمی اور قرآن پر نقص کا الزام آتا ہی اگر موجودہ حالت پر اس آیت کے معنی لیے جائین

علی مرتضی نے الزام تحریف اور تبدیل معنوی آیت کا زائد عبارت اور الفاظ کرنے سے اپنے آپکو مورد نہین بنایا ورنہ وہ اپنے آپکو مورد ایسے الزام کا خلاف حقیقت اور خلاف اپنے علم کے بنا سکتے تھے اور نہ وہ محض اپنی رائے سے ایسی تفسیر کرسکتے تھے جیسے کہ بی بی عائشہ نے اپنے آپکو مورد الزام بنایا ہی اور اپنی رائے سے تفسیر فرمائی ہی اور علماے اہلسنت اور مصنف مخاطب اُسکی تائید کرتے چلے آتے ہین اور پھر کوئی الفاظ اور عبارت زیادہ کرکے آیت کے مقصود کے بنانیکے لیے تحریف لفظی اور معنوی قرآن کی آڑ مین پناہ لیتا ہی۔

علی مرتضی اس آیت کے ربط دینے سے عاجز نہین ہوگئے بلکہ وہ خلاف اپنے علم اور حقیقت کے متغیر اور متبدل کرنیوالونکے بیربط فعل

کے ربط کیطرف توجہ ہی نہین کر سکتے تھے اُنکے ارشاد کو تحریف کوئی تعلق نہین ہی بلکہ اُنکا ارشاد معجزہ ہی کہ جیسا اُنھون نے تغیر اور تبدیل کرنیوالونکی نسبت زیادہ کرنیکا قرآن مین فرمایا تھا وہ اس آیت کے متعلق اُن لوگون کی بابت ثابت ہوگیا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ نائب رسول ورامام مفترض الطاعۃ ایسے ہی ہوتے ہین اور قرآنکو ایسا ہی سمجھتے ہین جیسا کہ انکا سمجھنا اُنکے بتانیسے ظاہر ہی جسمین متغیر اور متبدل کرنیوالونکے قول و فعل ظاہر کرنے مین کچھہ باک نہین کیا۔

نائب رسول ورامام مفترض الطاعۃ اور قرآنکے سمجھنے والے ایسے نہین ہوتے ہین کہ جہان قرآن کے معنی اُنکی سمجھ مین نہ آئین وہ علیؑ مرتضیٰ اور اہلبیت اور عترت رسول سے تو نہ پوچھین اور ترتیب قرآنین وقت جمع کرنے اُسکے جو دخل اور فصل ہوا ہو اُسکو چھپاکر اپنے راے سے ایسے معنی اور مقصود قرآنکا بیان کرین کہ جو حقیقی معنی اُسکے نہون اور اُس اپنی راے سے بیان کرنے مین عبارت اور الفاظ قرآنین زیادہ کرنے پر دوسرے معنی قرار دینے کے لیے مستعد ہوجائین اور خلاف ترتیب نزول کے آیات قرآنی مین فصل کرکے اُسکو بے ربط اور خبط کردین۔

اس مقام پر مسلمانونکو اختیار ہی کہ اس آیت کی تفسیر چاہین وہ قبول کرین کہ جو روایت بی بی عائشہؓ اور عروہ سے صیغہ مجہول مین منسوب کی گئی ہی اور چاہین اُس حدیث کو قبول کرین جو علی مرتضی نے فرمائی ہی۔

علی مرتضی پر طعن مین مصنف مخاطب یہ بہی ترقی کرتے ہین کہ "بالفرض اگر اس موقع سے ایک ثلث قرآن ساقط ہو گیا تب بہی تو حالت موجودہ مین بہت اچہا ربط پیدا ہو گیا تہا مگر جناب امیر علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آیا آخر تحریف کرنیوالے بہی تو ایسے کامل تہے جو خدا کے کلام مین اپنا کلام ملاتے تہے بہلا اُنکے تصرف سے کلام بے ربط کیسے ہو سکتا تہا"۔

مگر ایسی راے کسی پہلو سے صحیح نہین ہی۔ حالت موجودہ مین ہرگز ربط پیدا نہین ہوتا ہی جیسا کہ اُس آیت کے ترجمہ سے ظاہر ہی۔ زندیق کا اعتراض قطعی اُسپر وارد ہوتا ہی اور وہ خرابی اور نقص لازم آتا ہی جسکو ہم تصریح سے بیان کر آئے ہین۔

اُس آیت کے اولٹ پلٹ اور کہین کے کسی جگہ لکہدینے سے تحریف کرنیوالونکی کاملیت ہرگز ظاہر نہین ہوتی بلکہ اُنکے اُس فعل سے جو نقص لازم آتا ہی وہ اُنکو آئینہ دکہاتا ہی کہ جو اُنکی کاملیت پر داغ لگاتا ہی البتہ اُن بے ربط کرنیوالونسے اُن لوگونکا زیادہ کامل ہونا پایا جاتا ہی

کہ جو الفاظ اور عبارت اُس آیت مین زیادہ کرکے اور اُسکے معنی کو متبدل اور متغیر کرکے دوسرے معنی پیدا کرتے ہین اور خدا کے کلام مین اپنا کلام ملاتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

اسی موقع پر بنظر اُس اشارہ کے جو ارشاد علی مرتضیٰ مین ہی مین مصنف مخاطب کے کاملین سے بہتر ربط دکھاتا ہون کہ ٹکڑا آیت "و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ" ٹکڑا کس آیت کا ہی اور جب آیت کا یہ ٹکڑا ہی اُسی آیت کے درمیان خط ہلالی مین مین اس ٹکڑے آیت کو لکھتا ہون۔ اور آیت "فانکحوا ما طاب لکم" کس جگہ کی ہی اور اُسکو بھی خط ہلالی مین لکھدونگا جس سے اہل نظر کو زیادہ اطمینان ہوگا اُس ربط پر جو مین دکھاتا ہون۔ آیت۔

[1] "ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا و اٰتوا	ترجمہ "اور فتویٰ چاہتے ہین تجھسے وہ لوگ بیچ عورتون کے (اور کتنی عورتون کے ساتھ نکاح کرسکتے ہین اور اُنکے مہر کے بارہ مین) کہہ تو اے پیغمبر اللہ فتویٰ دیتا ہی تمکو اُن عورتون کے بارہ مین (پس نکاح کرو تم جو کچھ اچھی

[1] پارہ ۵ ۔ رکوع ۱۶ ۔ سورۂ نساء۔

النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا) ویتامی علیکم فی لکتاب فی یتامی لنساء التی لا توتوهن ما کتب لهن وترغبون ان تنکحوهن والمستضعفین من الولدان وان تقوموا للیتامی بالقسط وما تفعلوا من خیر (وان خفتم الا تقسطوا فی للیتمی فان الله کان بہ علیما"

لگین تمکو عورتونسے دو دو اور تین تین اور چار چار اور اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ عدل کرسکوگے تم پس ایک یا جنکے مالک ہوے داہنے ہاتھ تمہارے یہ زیادہ نزدیک ہی کہ عیال داری نہ کرسکو تم اور دو تم عورتونکو مہر انکے خوش خوش پس اگر خوشی سے دین وہ تمکو کچھہ اسمین سے اپنے آپ پس کہاؤ تم اسکو خوشگوار پچتا ہوا) اور جو کچھہ کہ پڑہا جاتا ہی تمپر بیچ کتاب کے بارہ مین یتیم عورتونکے ایسی کہ نہین دیتے ہو تم انکو جو کچھہ کہ لکھا گیا ہی واسطے انکے اور رغبت کرتے ہو تم یہ کہ نکاح کرو تم انسے اور ناتوان لڑکونکے بارہ مین (یہ عطف ہی یتیم لڑکیونپر یعنی جو کچھہ پڑہا جاتا ہی تمپر بیچ کتاب کے بارہ مین یتیم عورتونکے اور ناتوان لڑکونکے) اور یہ کہ قائم رہو تم واسطے یتیمونکے ساتھہ انصاف کے اور جو کچھہ کہ کرسکو تم نکوئی سے (اور اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ انصاف کرسکو تم بیچ یتیمونکے) پس تحقیق کہ خدا ہی ساتھہ اُس خیر کے جاننے والا" کہ وہ تمہارے حسن اخلاق اور بداخلاقی کی تمکو جزا اور سزا دیگا۔

دیکھو اس ترتیب و در ربط سے وہ خرابی اور نقص رفع ہوتا ہی جو حالت موجودہ قرآنمین "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ" کو "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" سے ربط دینے مین پیدا ہوتا ہی جسکو ہم اوپر بیان کرآئے ہین۔

اور یہ دونون فقرے آیت کے جس آیت کے درمیان ہمنے شامل کیے ہین اُنمین شامل ہونے سے کوئی خرابی اور نقص پیدا نہین ہوتا نہ لفظو نمین نہ معنی مین نہ اپنی طرفسے کسی لفظ اور عبارت کے زیادہ کرنیکی ضرورت ہوتی ہی اور نہ کوئی دوسرے معنی پیدا ہوتے ہین اور نہ کسی دوسرے معنی بنانیکی حاجت ہوتی ہی۔

بلکہ جس آیت مین کہ یہ فقرے آیت کے شامل کیے جاتے ہین اُنکے شمول کیوجہ سے اُس آیت کی حالت موجودہ کے مضمون اور مراد مین جو نقص ہی وہ بھی رفع ہوجاتا ہی اور وہ نقص یہ ہی کہ وہ آیت موجودہ اس طرح پر ہی۔

"ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلیٰ علیکم	ترجمہ۔ اور فتوی پوچھتے ہین تجہسے وہ لوگ عورتونکے بارہ مین کہہ تو اے پیغمبر

[۱] اور اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ انصاف کرسکوگے تم یتیمونکے حق مین [۲] پس نکاح کرو تم جو اچھی لگین تمکو عورتونسے۔

فی الکتاب فی یتامی النساء التی
لا تؤتونھن ما کتب لھن ان
تنکحوھن والمستضعفین من
الولدان وان تقوموا للیتامی
بالقسط وما تفعلوا من خیر
فان اللہ کان بہ علیما"

فتوی دیتا ہی تمکو اسبیچ اُنکے (اس مقام
پر چاہیے کہ عورتونکے باب مین جو کچھہ
فتوی ہو وہ بیان کیا جاوے جیسا کہ
ہمنے آیت اجازت نکاح چند عورتونکے
ساتھہ اس جگہ لکھی ہی مگر آیت موجودہ
مین وہ فتوی تو بیان نہین کیا گیا اور
حرف عطف کے ساتھہ یہ کہا گیا ہی) اور جو کچھہ پڑھا جاتا ہی تمپر یتیم عورتونکے
بارہ مین ایسی کہ نہین دیتے ہو تم اُنکو جو کچھہ لکھا گیا اُنکے لیے اور رغبت رکھتے
ہو تم یہ کہ نکاح کرو تم اُنسے (بغیر بیان فتوی کے عورتونکے بارہ مین حرف عطف
کے ساتھہ ایک دوسرا ایسا بیان یتیم عورتونکی بابت کہ جو قرآن مین پہلے
نازل ہو چکا ہو شروع ہونا کسقدر بے محل او بے ربط اور مضمون کو مختل کرنیوالا
باعث نقص قرآن ہی) اور نا توان لڑکون سے اور یہ کہ قائم رہو تم یتیمون
کے لیے ساتھہ انصاف کے اور جو کچھہ کہ کرو تم نکوئی سے پس تحقیق کہ اللہ
ہی ساتھہ اُسکے جاننے والا"

اس فقرہ آیت حالت موجودہ مین یتیمونکے ساتھہ انصاف کے
ساتھہ قائم رہنے کا بیان تو موجود ہی لیکن یتیمون کے ساتھہ حالت نا انصافی
کا بیان متروک ہی جس سے اس موقع پر ایک قسم کا نقصان لازم آتا ہی۔

اور ٹکڑے آیت "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی[1]" کے شامل ہونے سے یتیمونکے بارہ مین نا انصافی کرنیکی حالت بہی بیان ہوجاتی ہی اور اخیر کو جو خدا فرماتا ہی کہ "تحقیق اللہ ہوگا ساتہہ اُسکے جاننے والا" اُسکی فصاحت اور بلاغت اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ اس موقع پر انصاف اور نا انصافی یتیمونکے ساتہہ دونونکا بیان ہی۔

خدا نے جو اپنے آپکو اس موقع پر جاننے والا ظاہر کیا اُسکے یہی معنی ہوسکتے ہین کہ اگر یتیمونکے ساتہہ انصاف کروگے تو بہی خدا اُسکو جانیگا اور تمکو جزا دیگا اور اگر تم یتیمونکے ساتہہ نا انصافی کروگے تو بہی خدا اُسکو جانیگا اور تمکو سزا دیگا اگر اس موقع پر صرف یتیمونکے ساتہہ انصاف کا ذکر ہوتا تو خدا اس موقع پر اپنی صفت "علیم" کی نظاہر فرماتا جو فعل حسن اور قبیح کے علم کو شامل ہوتی ہی اس صفت علیم کے اظہار مین فعل حسن اور قبیح کے علم کا خود اشارہ موجود ہی اگر اس آیت مین صرف ذکر انصاف کا یتیمونکے ساتہہ ہوتا تو خدا ایسے الفاظ فرماتا کہ خدا تمکو جزا دینے والا ہی اور تمہارے ساتہہ مہربانی کرنیوالا ہی۔

اس میرے ربط اور ترتیب سے لفظ "یتامی" کی جو تخصیص یتیم لڑکیون کے ساتہہ بی بی عائشہ اور علماے اہلسنت اور مصنف مخاطب کو کرنی

---

[1] ترجمہ "اگر خوف ہو تمکو یہ کہ نہ انصاف کرسکوگے تم یتیمونکے بارہ مین۔"

پڑی ہی اُس تخصیص کی ضرورت نہین رہتی اور مضمون آیت کا اس صورت مین جیسا کہ مین نے اُسکی ترتیب ظاہر کی ہی لفظ ”یتامیٰ“ حاوی لڑکون اور لڑکیون دونون کے لیے ہوتا ہی۔

مین نے جس ترتیب سے ربط ان آیتونکا ظاہر کیا ہی اُس سے نقصان ہر آیت کا رفع ہوتا ہی مگر مجکو خدا اُس الزام سے بچاے اور اُس گناہ مین ماخوذ نہ کرے کہ جو اُس آیت کا مصداق ہوے ”جو لوگ کہ لکھتے ہین کتاب کو اپنے ہاتھ سے (خلاف اُسکی ترتیب کے اور جس سے معنی اور مضمون بگڑ اور خبط ہو جاتا ہی) پہر کہتے ہین کہ یہ نزدیک خدا سے ہی“

مین اس آیت کے مصداق ہونے سے اپنی محفوظی اسواسطے چاہتا ہون کہ مجھ مین وہ جرأت نہین ہی کہ جو مصنف مخاطب کو اور اُنکو کہ جنکی وہ تقلید کرتے ہین تہی۔ اور اگر مین نے یہ ربط آیات صحیح دکہایا ہی اور علم الٰہی مین موافق ترتیب کے ہی تو مجکو ثواب اور دوسرے مسلمانونکو فائدہ ہوگا اور کم سے کم مصنف مخاطب جان لین گے کہ جنکو اُنہونے کاملین فرض کیا ہی وہ درحقیقت کامل نہین تہے اور زمانہ اسوقت مین بہی اصلی کاملین سے خالی نہین ہی۔

پہر مصنف مخاطب نے خاتمہ پر جو یہ کہا ہی کہ ”زندیق نے جتنے اعتراض قرآن پر کیے جناب امیر سے ایک بہی جواب نہ دیا گیا“ محض غلط

ہی جسنے وہ پوری روایت اسی لیے نقل کر دی ہی جس سے غیر صحیح ہونا بیان مصنف مخاطب کا خود بخود ظاہر ہو جائیگا اور سوال کے جواب میں علی مرتضی نے یہ ہرگز نہیں فرمایا ہی کہ "بہ ایں قرآن میں تحریف ہو گئی ہی"

بلکہ زندیق کے جواب دینے کہ منشاء زندیق جہاں کہیں ایسا موقع تھا او جسکے متعلق انکو علم حقیقی تھا صرف اسی جگہ آپ نے قرآن کی تحریف کا اسی حیثیت سے فرمایا ہی کہ جسکا تعلق ادلٹ پلٹ کر دینے آیات اور ایک جگہ سے دوسری جگہ شامل کر دینے سے تھا جس سے معنی خبط اور مضمون مربوط ہو جائے یا جہاں کہیں مقصود آیات از روے غلط تاویل کے احداث کیے گئے تھے لفظی تحریف جیسا کہ مصنف مخاطب کی غرض ہی علی مرتضی کے ارشاد سے مطلق مستنبط نہیں ہوتی ہی۔

ایسا جواب اپنی عیب پوشی کے لیے عجیب حیلہ کہ جہاں مخالفین نے طعن کیا اور جواب نہ بنا وہیں تحریف بتادی اُسوقت ہوسکتا ہی؟ کہ جب علی مرتضی کو علم حقیقی ماخوذ علم پیغمبری سے نہوتا درحقیقت علی مرتضی نے اپنے ارشاد میں اُس عیب پوشی کو کھولا ہی کہ جو لوگوں نے اپنی عیب پوشی کے لیے ترتیب قرآنمیں حیلہ کیا ہی۔

اور علی مرتضی کی وہ شان تھی کہ جب کسی مخالف یا موافق کو کسی چیز کا علم نہوتا تھا تو علی مرتضی سے پوچھتے پھرتے تھے اور انسے جواب ہر طعن

اور ہر مسئلہ کا لیتے تھے ہان غیر علی مرتضی اور غیر عترت رسول کے کچھ لوگون کی ایسی عادت تھی کہ جب کوئی امر اُنکو معلوم نہوتا تھا اور اُسمین علی مرتضی یا عترت رسول سے دریافت کرنا نامناسب اور خلاف مصلحت سمجھتے تھے تو اپنی خواہش کے موافق اپنی راے سے جو جی مین آتا تھا کہدیتے تھے اور کچھ پروا اسکی نہین کرتے تھے کہ وہ خلاف حقیقت اور مخالف شریعت رسول ہی کیون نہین جسکی سیکڑون نظیرین خود کتب اہلسنت مین موجود ہین اور جنمین سے کسیقدر ہم موقع موقع سے پہلے دکھا آے ہین —

علی مرتضی کو اس امر کی حاجت ہی نہین ہوتی تھی کہ وہ اپنی راے سے کچھ کہین اُنکو بموجب تعلیم پیغمبرؐ کے ہر امر کی حقیقت اور حالت معلوم تھی اور کوئی چیز ایسی نتھی جسکے متعلق اُنکا علم ماخوذ علم پیغمبری سے نہو اور نہ اُنکی ایسی خصلت تھی کہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے کوئی امر ظاہر یا اختیار کرین اُنکی تعلیم اور تربیت روز پیدائش سے پیغمبرؐ کے ہاتھ مین رہی اور پیغمبرؐ نے اپنی خصلتونکو اُنمین کوٹ کوٹکر بھر دیا تھا —

پھر مصنف مخاطب اپنے عندیہ مین لطیفہ سمجھکر یہ سناتے ہین کہ " اللہ کو قرآن مین آل محمدؐ پر سلام کہنا منظور تھا مگر اللہ جانتا تھا کہ سلام علی آل محمدؐ " کہیگا تو تحریف کرنیوالے اُسکو نکال ڈالین گے اسلیے اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کا نام " یٰسین " رکھا اور " سلام علی آل یٰسین " فرمایا "

اور تفسیر صافی سے اُسکی سند لاتے ہین۔

"وفی الاحتجاج عن امیر المومنین قال ان اللہ سمی النبی بھذا الاسم حیث قال یٰس والقرآن الحکیم لعلمہ انھم یسقطون سلام علی ال محمد کما اسقطوا غیرھا"

ترجمہ جو مصنف مخاطب نے کیا ہی "اور احتجاج مین امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا ہی کہ اللہ نے اپنے نبی کا نام یس رکہا چنانچہ فرمایا "یٰس والقرآن الحکیم" اسلیے کہ اللہ جانتا تہا کہ اگر سلام علی ال محمد کہیگا تو وہ نکالڈالین گے جیسے اور آیتین نکالڈالین"

اُسپر مصنف مخاطب یہ طعن کرتے ہین کہ "محرفین کا خوف اللہ پر بہی ایسا غالب تہا کہ اُسنے پیغمبر کا نام بدلکر آل پیغمبر پر سلام کہا تاکہ محرفین کی سمجہ مین نہ آے اور سمجہ جاتے تو ضرور نکالڈالتے پس جس اللہ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا تہا اُسکو ایسی مجبوری پیش تہی تو اب قرآن کی حفاظت کی کیا صورت تہی"

مصنف نے اس روایت کے ترجمہ مین اگرچہ کچہ اور بہی گڑبڑ کی ہی مگر لفظ "آیتو نکا" بالکل غلط لکہا ہی اور صرف اُسکا ترجمہ ہی غلط نہین کیا بلکہ اصل عبارت عربی مین جو سب سے اخیر مین ہی بجاے ضمیر

مذکر کے ضمیر مؤنث لکھی ہی اور اُسوجہ سے وہ ضمیر آیت کیطرف کسیطرح نہین پہر سکتی۔

صحیح ترجمہ اُسکا یہ ہی کہ "احتجاج مین منقول ہی امیر المومنین سے کہ فرمایا اُنہوں نے کہ نام رکہا خدا نے نبی کا ساتہہ اس (یس) نام کے جسطرح کہ فرمایا خدا نے "یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین" "یس قسم ہی قرآن حکمت والے کی تحقیق کہ تو ہر آئینہ مرسلین سے ہی" ہر آئینہ جانا خدا نے تحقیق اُن لوگونکو ساقط کردینگے سلام علی آل محمدؐ جیسے کہ ساقط کیا اُن لوگوں نے غیر اُسکے کو"

اُس حدیث علی مرتضیٰ مین بہی جو بمقابلہ زندیق کے فرمائی ہی اور جسکا پورا ترجمہ ہم اوپر لکہہ آئے ہین یہ ارشاد علی مرتضیٰ کا موجود ہی اور ایسے ہی قول اُس خدا کا "سلام علی الیاسین" تحقیق کہ اسنے نام رکہا نبی کا ساتہہ اس نام کے جسطرح کہ فرمایا "یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین" ہر آئینہ جانا اُسنے یہ کہ تحقیق وہ لوگ ساقط کردینگے قول اُسکا "سلام علی آل محمد" جیسے کہ ساقط کیا اُنہوں نے غیر اُسکے کو۔

اسمین کچہہ کلام نہین ہوسکتا کہ قرآن مین جو "یس" کے لفظ سے خدا نے خطاب کیا ہی اُس سے مراد پیغمبر خدا صلعم سے ہی اور اُس لفظ کے

ساتھہ آنحضرت صلعم کو موسوم کیا گیا ہی جیسا کہ اکثر علماے اہلسنت نے قبول کیا ہی مگر کچھہ علمانے یہ بھی کہا ہی کہ "یٰس" نام خدا کا ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ وہ نام پیغمبر کا نہین یا اُس لفظ سے مراد آنحضرت صلعم نہین ہی اور بعض نے عموماً یہ کہا ہی کہ حروف مقطعات اسماے قرآن ہین اور بعض نے یہ کہا ہی کہ وہ نام سورتونکے ہین جس سے ان علما کی کوشش یہ پائی جاتی ہی کہ آنحضرت صلعم کا نام جسطور پر خدا نے اس موقع پر لیا ہی اُس طور سے وہ نام دوسرے معنی اور مراد پیدا کرنے سے ساقط ہو جاے گو وہ کوشش اُنکی پوری نہوئی لیکن اُنکا تہیہ ظاہر ہو گیا اور جب لوگون نے پیغمبر کے نام کی نسبت دریغ نہین کیا تو اُنکے آل کی نسبت دریغ نہ کرنا کچھہ محل شبہہ نہین ہو سکتا"

سورۂ صافات مین یہ آیت ہی۔ آیت

"سلام علیٰ الیاسین" { ترجمہ "سلام ہو اوپر الیاسین کے"

لفظ "الیاسین" جو اس آیت مین آیا ہی اُسکی قرارت مین اختلاف ہوا ہی بعضون نے اُسکو "اِلیَاسین" پڑھا ہی اور بعضون نے اُسکو "آل یٰس" پڑھا ہی۔[۱] قرآن موجودہ مین یہ آیت تحت ذکر حضرت الیاس کے ہی آیت سلام مین جو لفظ "الیاسین" آیا ہی اُسکی جیسے قرارت مین اختلاف

---

[۱] تفسیر اتقان بحث متشابہ۔

ہوا ہی ویسے ہی اُسکی مراد مین اختلاف ہوا ہی۔

اکثر علماے اہلسنت نے یہ کہا ہی کہ "الیاسین" سے مراد حضرت الیاس سے ہی اور چونکہ لفظ "الیاسین" جمع الیاس کی معلوم ہوتی ہی اس لیے بعض علماے اہلسنت نے یہ بھی کہا ہی کہ بحالت جمع ہونیکے حضرت الیاس کی پیروی کرنیوالے بھی اُسمین شامل ہین۔

جن علماے اہلسنت نے "آل یٰسین" پڑھا ہی اُس قرات کے موافق بعض علماے اہلسنت یہ کہتے ہین کہ "یٰسین" حضرت الیاس کے باپ کا نام تھا۔ لیکن سفیان ثوری نے منصور سے اُسنے مجاہد سے روایت کی ہی کہ "عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ یٰسین سے مراد رسولخدا صلعم سے ہی اور آل یٰسین اہلبیت ہین اُنکے"

اور سدی نے بھی روایت کی ہی کہ "مراد اس سے محمدؐ اور آل محمدؐ ہین چنانچہ ابن حجر نے صواعق مین فخرالدین رازی سے نقل کیا ہی کہ "اہلبیت رسول حضرت رسول اللہ سے پانچ چیزونمین مساوی ہین ایک سلام مین کہ خدا نے رسول کے لیے فرمایا ہی "السلام علیک ایھا النبی" اور اہلبیت کے بارہ مین فرمایا "سلام علیٰ آل یٰسین"

اسمین شبہہ نہین ہی کہ وہ آیت کہ جسمین لفظ "یٰس" آیا ہی اور آیت

---

[1] دیکھو رسالۂ روشنی جلد۲ صفحہ ۴۲۶۔

سلام ؑ مین لفظ "الیاسین" ہی منجملہ آیات متشابہات کے ہین اگر یہ آیات محکم ہوتین تو اُسکے معنی مین اختلاف نہو سکتا۔ اور علی مرتضی نے بہی تعالیم زندیق کے ان دونون آیتونکا ذکر آیات متشابہات کے ذکر مین کیا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ آیات متشابہات کی تاویل اور تفسیر ایک امر ضروری ہی۔ علی مرتضی ور دیگر ائمہ اہلبیت نے ان دونون آیات کی یہی مراد بیان کی ہی کہ "یس" سے مراد آنحضرت صلعم ہین اور "ال یٰسین" سے مراد ہم اہلبیت ہین۔ اور تفسیر علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت ضرور تفسیر پیغمبری ہی تفسیر پیغمبری کو نہ قبول کرنا اور قرآن سے اسکو نکالڈالنا مثل اسی کے ہی کہ جیسے اصل قرآنکو نکالڈالا جاوے اور ہم پہلے خود کتب اہلسنت سے دکہا آے ہین کہ بعض آیات مین نام علی مرتضی کا قرآن ابن مسعود مین موجود تہا جسکو ہم تفسیر پیغمبری کہتے ہین لیکن اُس تفسیر پیغمبری کو قرآن موجود سے نکال ڈالا گیا۔

بس اس جگہ جو علی مرتضی نے یہ فرمایا ہی کہ "اسیجانتا تہا اگر سلام علی ال محمد کہے گا تو وہ ساقط کر دینگے جیسے کہ ساقط کردیا اُنہونے غیر اسکے کو" اس غیر کے ساقط کردینے سے مراد اُسی قسم تفسیر پیغمبری کے ساقط کردینے سے ہی جو ہمنے کتب اہلسنت سے دکہائی ہی۔

اور اگر مصنف مخاطب کی یہی خوشی ہی کہ نفس آیات قرآنی کے ساقط

کردینے کی مراد لین تو اپنے بیان کی روایات نقصان اور اسقاط قرآن کی دیکہ لین جنکو ابہی لکہہ آئے ہین۔

قرآن مین جو حروف مقطعات نازل ہوے ہین وہ بمعنی نہین ہین بلکہ وہ علامات ہین کسی احکام اور اخبار کی مگر خدا کا راز اور اسرار[۱] ہین درمیان خدا اور اُسکے پیغمبر کے اور خدا نے چاہا ہی کہ اُس بہید پر کوئی آگاہ نہو اور بنظر اُس تعلیم و تربیت کے جو پیغمبر نے علی مرتضی کو دی کہ جس سے دوسرے لوگ ہدایت پائین ان اسباب کو قبول کرتا ہی کہ علی مرتضی اور دیگر ائمہ اہلبیت اُس بہید سے آگاہ ہوتے چلے آے۔

پہر خدا نے جو قرآن مین خطا کارون اور ظالمون اور منافقون کے نام سے کنایہ کیا اور صاف صاف نام اُنکے نہین لیے گئے جیسا کہ قرآن موجودہ مین ہی کہ کاٹ کہائیگا ظالم اپنے ہاتہونکو۔ حالانکہ لفظ ظالم پر الف نام موجود ہی جس سے یہ مراد ہی کہ خدا اُس ظالم کو پہچانتا تہا یا وہ خدا کے ذہن مین تہا یا خدا کے علم مین مخصوص تہا مگر خدا نے اس موقع پر نام اُسکا ظاہر نہین کیا۔

پہر ایک جگہ خدا حکایت قول کسی اپنے دشمن کی کرتا ہی یعنی ای واے ہو مجہکو کاش نہ پکڑتا مین فلانے کو دوست۔ اس موقع پر خدا نے نہ اُسیکا

---

[۱] تفسیر اتقان بحث متشابہ۔

نام تہا یا کہ جسکے مقولہ کی حکایت کی گئی ہی اور نہ اُسی کا نام بتایا کہ جسکے ساتہہ اُسنے دوستی رکہی اور بجاے نام کے لفظ "فلان" بولا گیا۔

اب مین یہ پوچہتا ہون کہ خدا نے جو ان موقعون پر اپنا راز نبی سے کہا اور اُسکو علانیہ ظاہر نہین کیا اور نہ خفا کارون اور ظالمون اور منافقون کے نام لیے تو آیا خدا کو اُنکا یا کسی کا خوف تہا۔ نہین۔

قرآن محاورۂ انسانی پر نازل ہوا ہی اور جسقدر مصلحتین اور ضرورتین انسان کے لیے لازمی ہوتی ہین وہ پیش نظر رکہی گئی ہین کہ پیغمبر کا درمیان تہا اور پیغمبر ہی ایک کار خاص اور عظیم پر مامور کیے گئے تہے بنظر مصلحت وقت کے جس تدبیر کی ضرورت پیغمبر کو ہوتی تہی خدا وہی طریقہ اختیار کرتا تہا اور اُسی طریقہ سے آیات قرآنی نازل ہوتی تہین۔

اور ہمارے اس سخن کی تائید اُس مقام سے ہو جاتی ہی کہ جہان جزو ثانی تفسیر اتقان مین ناسخ اور منسوخ پر بحث کی گئی ہی اور جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کسیوقت مین بنظر مصلحت وقت کے ایک طرح کا حکم ہوتا تہا اور دوسرے وقت بنظر مصلحت وقت کے دوسری طرح کا حکم دیا جاتا تہا اور اُس سے اطمینان ہو جاتا ہی کہ خدا بنظر مصلحت وقت کے پیغمبر کے لیے تدبیر اختیار کرتا تہا۔

بس خدا نے اپنا کلام بذریعہ حروف مقطعات کے نازل کرکے

پیغمبر کو اپنا رازدار بنایا اور اپنے اُس راز کو علانیہ ظاہر نہین کیا یہ بہی اُسکی مصلحت تہی اور ایسے ہی اُسنے جو قرآن مین خطاکارون اور ظالمون اور منافقون کے نام کا کنایہ کیا اور پیغمبر کو علیحدہ کتاب مین لکھوا دیے اور وہ کتاب پیغمبر سے روبروصحابہ کے پیش کروائے یہ بہی اُسکی مصلحت تہی اور ایسے ہی اُسنے جو اپنے پیغمبر کا نام یٰسین رکھا اور اُسکی آل پر بلفظ "آل یٰسین" سلام بہیجا یہ بہی اُسکی مصلحت تہی۔

مصلحت کا لفظ اس موقع پر جو مین استعمال کر رہا ہون اُس سے میری مراد یہ نہین ہی کہ جیسے خدا نے کوئی فعل کیا ہو اور انسان کو اُسکی کنہ کا ادراک نہو سکے اُسپر انسان کہدیتا ہی کہ وہ خدا کی مصلحت ہی۔ نہین۔ مین نے جو لفظ "مصلحت" کا استعمال کیا ہی اُس سے میری مراد مصلحت وقت اور مصلحت زمانہ ہی اور اُس مصلحت کی کُنہ کو خدا تو جاننے والا تہا ہی مگر اُسکی وجہ اُسکے بندے جو اُسوقت موجود تہے ضرور جانتے تہے اور تاریخی حالات جو اُس عہد کے لکہے ہوے چلے آتے ہین اُس سے ہر زمانہ کے مسلمان جانتے رہے ہین جس کسی نے کہ اُسپر غور کیا وہ مصلحت اُسوقت کی درحقیقت مصلحت قومی اور مصلحت ملکی تہی کہ جو خدا نے اپنے پیغمبر کے لیے بنظر حالت قوم اور ملک کے اختیار کی اور ایسی مصلحت کا اختیار کرنا لازم تہا جس سے معلوم ہو گیا کہ خدا بڑی حکمت والا ہی اور اُسکی تقلید سے تمام سلطنتین مہذب

اور تعلیم یافتہ اُسی قسم کی پالسی اختیار کرتی چلی آتی ہین ۔

مصنف کا یہ خیال بالکل غلط اور بےموقع ہی کہ "محرفین کا خوف اسپر بہی ایسا غالب تہا کہ اُسنے پیغمبر کا نام بدلکر آل پیغمبر پر سلام کہا تاکہ محرفین کی سمجھ مین نہ آسے اور سمجھ جاتے تو ضرور نکالڈالتے "۔

نہین۔ یہ فعل خدا کا بنظر مصلحت ملکی اور قومی کے تہا کہ جو مناسب حال پیغمبرؐ کے تہی اور اسی قسم کی تدبیرون اور طریقون اور مصلحتونکے اختیار کرنے سے اطمینان ہوا کہ لوگ قرآنکو محفوظ رکہین گے اور اُسی اطمینان پر خدا نے قرآنکی حفاظت کا وعدہ کیا ۔

یہ خیال مصنف مخاطب کا کہ "جس اللہ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا تہا اُسکو ایسی مجبوری پیش تہی تو اب قرآنکی حفاظت کی کیا صورت تہی" غیر صحیح اور محض تخیلہ ہی ۔ خدا بڑا حکیم اور اپنے بندونکو حکمت سکہانے والا ہی اگر وہ انسانونکی عادت اور خصلت کا جسکا وہ علم رکہنے والا ہی لحاظ نہ کرتا اور بغیر کسی تدبیر حفاظت کے وعدہ حفاظت کا کرلیتا تو ضرور وہ نادان سمجہا جاتا ۔

صاحب تفسیر صافی اُس حدیث علی مرتضی کی نقل کے بعد جو زندیق کے سوالات کے متعلق ہی اور اُس سے پہلے جو متعدد اخبار نقل کیے ہین اپنا اجتہاد ظاہر کرنیکے لیے تمہید شروع کرتے ہین اُسکو مصنف مخاطب نے

اُنکے اجتہاد کا تصور کرکے اُنکی تمہید اجتہاد کو اس غرض سے نقل کرتے ہین کہ وہ
عالم شیعہ تحریف لفظی کا قائل ہوگیا ہی حالانکہ تمہید سے کوئی نتیجہ نکالنا صحیح نہین
ہوسکتا خود اُس عالم نے اخیر تک جو کچھ بیان کیا ہی اُس سے اُنکے اجتہاد کا
نتیجہ نکل سکتا ہی۔

لیکن مصنف مخاطب نے اپنی غلط فہمی سے جو تمہید سے نتیجہ تصور
کیا ہی اُسکی تصدیق ہی نہین ہوسکتی ہی اور اسی لیے ہم بمقابلہ ہر ایک فقرۂ
منقولہ مصنف مخاطب کے خط ہلالی مین شرح قول اُس عالم شیعہ کی کیے دیتے
ہین تاکہ ظاہر ہو جاے کہ اُس عالم شیعہ کا درحقیقت ویسا مقصود نہین ہی
اور ترجمۂ قول عالم شیعہ مین مصنف مخاطب نے جو نقص کیا ہی اُسکو بھی ہم
درمیان ترجمہ کے دکھا دینگے۔

اُس عبارت تمہیدی عالم شیعہ کا مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین کہ
"حاصل ان (مجموع) خبرونکا اور اُنکے سوا اور روایتونکا جو طریقہ اہلبیت سے
ہین یہ ہی کہ بیشک جو قرآن ہمارے سامنے ہی (اسی بظاہر ہمارے سامنے ہی
لفظ بین اظہرنا کا یہی منشا ہی) نہین ہی پورا قرآن اُسیطرح جیسے کہ نازل
ہوا ہی محمدؐ پر (شرح - بیشک جو قرآن ہمارے سامنے بظاہر ہی یہ پورا قرآن
اُسیطرح نہین ہی جیسے کہ نازل ہوا ہی محمدؐ پر جسطرح پر پیغمبرؐ نے اُسکی تفسیر فرمائی
جو حکم مین قرآن کے اور مثل قرآن کے تھی اور جسکو علی مرتضیٰؑ نے اپنے اُتم

سے لکہہ لیا تہا اور جو اُنکے مصحف مرتبہ اور مجتمعہ مین شامل تہی اور نہ اُس ترتیب
سے ہی کہ جس ترتیب سے نازل ہوا تہا چنانچہ تفسیر اتقان جلد اول صفحہ ۶
و ۶۵ بحث جمع و ترتیب قرآن مین مندرج ہی کہ قرآن لکہا گیا عہد رسول مین
اور غیر مجموع تہا ایک جگہ قرآن تین دفعہ جمع کیا گیا ایک بحضور نبی پہر عہد حضرت
ابوبکر مین باصرار حضرت عمر بعد لڑائی اہل یمامہ کے تیسری مرتبہ عہد عثمان مین
اور عکرمہ نے کہا ہی کہ انس و جن جمع ہو جائین تو بہی ترتیب نزول پر تالیف
کی طاقت نہوگی اور یہ جمع کرنا قرآنکا توفیقی اور اجتہادی ہی اور علی نے مصحف
ترتیب نزول پر جمع کیا تہا اور اُسکی سورتونکی ترتیب بہی بیان کی گئی ہی جس
سے ظاہر ہی کہ قرآن پورا اُسیطرح نہین ہی جیسے کہ نازل ہوا ہی محمد پر بلکہ اسمین
ایسا ہی ہی جو اُس مضمونکے مخالف ہی جو اسنے نازل کیا تہا اور اُسمین وہ
بہی ہی جو بدلا گیا ہی اور تحریف کیا گیا ہی یعنی اللہ نے جو نازل کیا تہا اُسکو
اولٹ پلٹ کر دیا گیا ہی اور کہین کی آیت کہین لکہدی گئی ہی جس سے مضمون
خلاف ہو گیا ہی جو اللہ نے نازل کیا تہا اور اسیکو فاضل شیعہ نے کہا ہی کہ وہ
بدلا گیا ہی اور تحریف کیا گیا ہی اور بیشک خلاف کر دی گئی ہین اُسمین
سے بہت چیزین اُسمین سے علی کا نام ہی بہت جگہ اور اُسمین سے لفظ
آل محمد کا ہی بہت جگہ اور اُسمین سے منافقین کے نام ہین اپنے مقامونپر
اور اُس محذوف مین اسکے سوا اور مطالب بہی تہے سو اس جگہ حذف

کردینے سے مراد اُسی تفسیر پیغمبری کی بابت ہی کہ جو مثل قرآن کے اور حکم قرآن (تنزیل) تھی اور ایسا حذف کتب اہلسنت سے جو مصحف ابن مسعود اور اُبی بن کعب مین تہا ہم پہلے ہی دکہلا آئے ہین ۔ اسکے بعد وہ عالم شیعہ کہتے ہین) اور وہ نہین ہی اُس ترتیب پر جو اللہ اور رسول کے نزدیک پسندیدہ تہی) اور یہی قول ہی علی بن ابراہیم کا (صحیح ترجمہ ۔ اور اسیوجہ سے کہا علی بن ابراہیم نے)

پہر مصنف مخاطب نے تمہید عالم شیعہ کو قطع کرکے یہ کہا ہی کہ " ائمہ نے صاف صاف خبر دی ہی کہ قرآن موجودہ مین بعض آیتین خلاف ما انزل اللہ بہی ہین یعنی اُنمین ایسی تحریف ہوئی ہی کہ جو اللہ کا مقصود تہا اسکے خلاف معنی پیدا ہوگئے"

اسکو ہم قبول کرتے ہین کہ تبدیل مقصود کرکے قرآنمین تحریف معنوی کی گئی ہی مگر مصنف مخاطب خلاف اپنے اس بیان کے مثال دیکر تحریف لفظی کے قائل ہونیکا غلط استنباط کرکے جو الزام لگانا چاہتے ہین وہ صحیح نہین ہی جیساکہ وہ فرماتے ہین " مثلا اللہ کے نزدیک یہ امت سب اُمتونمین بدتر شریر تہی اور محرفین نے قرآن کی آیت یون بنا دی " کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ ہو تم بہتر امت کے جو ظاہر کی گئی ہی آدمیون مین

(واسطے آدمیون کے) حکم کرتے ہو نیکی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر"

یہ مصنف [illegible] صاحب تفسیر صافی کی اُسی تمہید کا ذکر کرتے ہوئے پہلے مسئلہ کی تائید میں لکھتے ہیں کہ تفسیر صافی میں لکھا ہی علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی [illegible] قرآن [illegible] خلاف اُس مضمون کے ہی جو [illegible] نازل کیا [illegible] اللہ کا یہ قول ہی (صحیح ترجمہ - اور لیکن جو [illegible] ہی خلاف اُسکے ہی جو [illegible] نازل کیا ہی پس وہ قول خدا کا یہ ہی)

"وکنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله"	ترجمہ "ہو تم بہتر امت کہ ظاہر کی گئی ہی واسطے لوگون کے حکم کرتے ہو تم ساتھ نیکی کے اور نہی کرتے ہو تم

بدی سے اور ایمان لاتے ہو تم ساتھ خدا کے"

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے جو اس آیت کو پڑھتا تھا کہ بہتر امت ہین قتل کرتے ہین امیر المومنین اور حسین بن علی کو تب اُنسے پوچھا گیا کہ ای ابن رسول اللہ یہ آیت کسطرح نازل ہوئی ہی تو اُنہون نے فرمایا کہ بیشک نازل ہوا ہی۔

"خیر ائمة اخرجت للناس"	ترجمہ "بہتر ہین ائمہ کہ ظاہر کیے گئے

ہین واسطے لوگون کے"

اسکے معنی مصنف مخاطب یہ بیان کرتے ہین کہ وہ یعنی اصل تنزیل مین لفظ (ائمہ) تھا جو امام کی جمع ہی پس معنی یہ ہوے کہ تم اچھے امام ہو الخ اور اس صورتمین یہ امت کی تعریف نہ ہی بلکہ خاص ائمہ کی تعریف ہو گئی"

اس موقع پر مصنف مخاطب نے جو کچھ اعتراض کیا ہی اُسکی حقیقت ظاہر ہونیکے لیے مجکو یہ بہتر معلوم ہوتا ہی کہ مین پہلے اس آیت کے معنی پر بحث کرون جسکی تفسیر امام علیہ السلام نے فرمائی ہی جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ اس آیت کے معنی کیا ہین اور کیا ہو سکتے ہین اور امام علیہ السلام نے جو تفسیر فرمائی ہی وہ صحیح ہی اور مصنف مخاطب نے جو استدلال الزام تحریف لفظی قائم کرنیکے لیے کیا ہی وہ کسیطرح ٹہیک نہین ہو سکتا۔

ترجمہ اس آیت کا یہ ہی "ہو تم بہتر (امت) گروہ کے ظاہر کیے گئی واسطے لوگونکے حکم کرتے ہو تم ساتھہ نیکی کے اور نہی کرتے ہو تم بدی سے اور ایمان لاتے ہو تم ساتھہ خدا کے"

اس آیت مین جو یہ لفظ آیا ہی کہ "ہو تم خیر امت کے" (بہتر گروہ کے) اسکے معنی پر غور کرنا چاہیے کہ جن لوگونکو خیر امت کہا ہی وہ کل امت ہی یا بعض امت آیا اسمین تعمیم ہی یا تخصیص اگر اسمین تعمیم ہی اور مراد کل امت سے ہی تو معنی کنتم خیر امۃ کے یہ ہونگے کہ تم بہتر امت ہو لیکن اُس امت کی صفت خدا نے یہ بیان کی ہی کہ "وہ خیر امت ظاہر کی گئی ہی

واسطے لوگونکے امر کرتے ہین ساتھہ معروف کے اور منع کرتے ہین منکر سے"

تو اسپر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ آیا کل امت ایسی ہی ہی اور یہ اوصاف کل امت کے ہر فرد بشر پر صادق آسکتے ہین اسکا جواب ضرور نفی مین ملیگا اور جب کل امت ایسی نہین ہوسکتی تو کل امت کے لیے خیر امتہ نہین کہا جاسکتا اور کل امت کے لیے خیر امت کا لفظ صادق نہ آنیکی طرف امام علیہ السلام نے اپنی حدیث مین اشارہ فرمایا ہی جسکا مقصود یہی کہ کیا خیر امت ایسی ہی ہوتی ہی کہ علی بن ابیطالب کو کہ بعد پیغمبر جو افضل الناس اور بہترین امت سے تھے اور حسین بن علیؑ کو کہ جو جگر گوشۂ رسول تھے وہ خیر امت قتل کرے جو ضد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہی۔

اگر مذہب اسلام مین قتل علی مرتضی اور حسینؑ بن علیؑ کا روا کہا جاے تو کل امت خیر امت قرار پاسکتی ہی اسلیے کہ اسی حالت مین قاتلان علیؑ مرتضی اور حسین بن علی خیر امت سمجھے جاسکتے ہین۔

اس بنا پر کل امت خیر امت قرار نہین پاسکتی اور ضرور ہی کہ لفظ خیر امت مین تعمیم قبول نہ کیجاے اور مراد اُسکی بعض امت سے سمجھی جاے چنانچہ خیر امت کی تخصیص خود روایات کتب اہلسنت مین ہوئی ہی۔

ابن عباس اور سدی یہ کہتے ہین کہ وہ خیر امت کا خطاب خاصتہً

مہاجرین کے لیے ہی"

اور عکرمہ کا یہ قول ہی کہ وہ ابن مسعود اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ کے باب میں نازل ہوئی ہی۔

اور ضحاک نے یہ کہا ہی کہ اُس سے ارادہ کیا گیا ہی رسولخدا سے خاصکر۔

جہان یہ روایتین اور رائین قبول کی گئی ہین وہان امام علیہ السلام نے اگر یہ فرمایا کہ نازل ہوا ہی خیر ائمۃ جسکی مراد یہ ہی کہ خیر امت ائمہ ہین اور لفظ امت مراد و معنی ائمہ مین نازل ہوا ہی اور پڑہنے والے نے جو لفظ امت بمعنی عام امت کے پڑہا تہا اُسکو سمجہایا ہی کہ بمعنی ائمہ کے پڑہنا چاہیے تو اُس سے کسطرح تحریف لفظی قرآن کی مقصود ہوسکتی ہی جسپر مصنف مخاطب نے بہت زور مارا ہی۔

کیا خیر امۃ سے مراد مہاجرین یا اُن لوگونسے ہی جنکے نام عکرمہ نے لیے یا خاص پیغمبرؐ سے لی جاے اور خیر امت کی جگہ از روے معنی و مراد کے وہ لوگ سمجھے جائین تو اُس سے تحریف لفظی قرار پا سکتی ہی؟ نہین۔ ہرگز نہین۔ اور ضحاک نے خیر امت سے جو مراد مخصوص پیغمبر سے لی اور امام نے ائمہ اہلبیت سے تو اسمین کیا قباحت لازم آتی ہی کہ ائمہ اہلبیت جزو بدن پیغمبرؐ کے ہین اور وارث اُنکے علم کے۔

اب مین دو آیتون قرآنسے جو اس آیت سے آگے پیچہے ہین دکہاتا ہون

کہ خیر امت سے مراد کل امت سے نہین ہی بلکہ بعض امت سے ہی اور وہ بعض امت علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت ہین اول آیت یہ ہی۔

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون"

ترجمہ "اور چاہیے کہ ہو تم مین سے ایک گروہ کہ بلائین وہ طرف خیر کے اور امر کرین ساتھہ معروف کے اور نہی کرین منکر سے اور یہی لوگ فلاح پانیوالے ہین"

اس آیت سے ظاہر ہی کہ خدا نے "منکم" مین خطاب تمام اُن لوگون کی نسبت کیا ہی کہ جو مسلمان عہد پیغمبرؐ مین موجود تھے اور جسپر اطلاق امت پیغمبرؐ کا تھا اُن کل مسلمانون امت پیغمبر مین سے خدا ایک گروہ کی تخصیص کرتا ہی کہ جو بلائین طرف خیر کے پس صریح ہی کہ اس ارشاد خداوندی سے وہی گروہ خیر امت قرار پا سکتا ہی جو خیر کیطرف کو بلاے اور آیت کنتم خیر امۃ مین مراد خیر امت سے اُسی گروہ سے ہو سکتی ہی کہ جنکو خیر کیطرف بلانیوالا منجملہ تمام مسلمانون عہد پیغمبرؐ کے اس آیت مین فرمایا گیا ہی جب اس آیت مین امت (ایک گروہ) کو خیر کیطرف بلانیوالا منجملہ تمام مسلمانون عہد پیغمبر کے قرار دے لیا گیا ہی اور اُسکی تعریف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھہ کی گئی ہی تب لفظ خیر امت بولکر اُسکی تعریف امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر سے آیت "کنتم خیر امۃ" مین کی گئی ہے۔

اس آیت مین جب پہلے خدا یہ فرما چکا کہ "چاہیے ہو تم مین سے ایک گروہ کہ بلائین وہ طرف نیکی کے" تو پھر جو لوگ کہ اس گروہ کے سوا رہے یعنی گروہ غیر خیر است انکو ہدایت اور پند کرتا ہے۔ آیت

"ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءہم البینات واولئک لہم عذاب عظیم"

ترجمہ "اور نہو تم مانند ان لوگون کے کہ متفرق ہوگئے (اشارہ ہے طرف یہود و نصاریٰ کے کہ ہر ایک چند فرقہ ہوگئے اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا دشمن ہوگیا) اور اختلاف کیا انہونے (دین مین) بعد اسکے کہ آئین انکے پاس دلیلین روشن یہ لوگ ہین کہ واسطے انکے عذاب ہے بڑا"

یہ آیت صریح ان لوگونکی شان مین ہے جو است رسول آخر الزمان مین خیر امت سے جدائی اور اختلاف کرنیوالے ہین۔ اور ادنی غور سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ جو مصداق اس آیت کے ہوسکتے ہین کون ہین مگر اسقدر ہم کہے ہوے بغیر نہین رہ سکتے کہ اصل خیر امت سے جو اختلاف کرنیوالے ہوے ہین اور جنہونے انکی تائید کی وہ سب مصداق اسکے ہین جنکے لیے پند اس آیت مین کی گئی ہے اور جنکی مثال امم سابق سے دیگئی ہے۔

جب خدا تمام امت کی حالت کو بتا چکا جنمین ایک گروہ خیر کیطرف

بلاشبہ الااور ہونیوالے گروہ جدائی اور اختلاف کرنیوالا اوسکے ساتہہ ہی دونون گروہ کی کیفیت فرماتا ہی۔ آیت

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون واما الذین ابیضت وجوہہم ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون تلک آیات اللہ نتلوہا علیک بالحق وما اللہ یرید ظلما للعالمین وللہ ما فی السموات وما فی الارض والی اللہ ترجع الامور۔

ترجمہ جس دن کہ سفید ہونگے منہہ اور کالے ہونگے منہہ پس لیکن جن لوگون کے کہ کالے ہونگے منہہ آیا کفر کیا تم نے بعد ایمان اپنے کے (کفر بعد ایمانکا مضمون بہت ہی لحاظ کے قابل ہی) پس چکہو تم عذاب کو بسبب اسکے کہ تہے تم کفر کرتے اور لیکن جو لوگ کہ نورانی ہونگے چہرے اونکے پس بیچ رحمت خدا کے ہونگے اور اوسمین ہمیشہ رہینگے یہ ہین نشانیان خدا کی کہ پڑہتے ہین ہم اونکو اوپر تیرے ساتہہ حق کے اور خدا نہین چاہتا ہی ظلم واسطے جہان کے لوگونکے اور خاص خدا کے لیے ہی جو کچہہ کہ آسمانون اور زمین مین ہی اور طرف خدا کے پہیرے جائینگے سب امور۔

اس آیت مین جو ذکر کفر کا بعد ایمان کے ہوا ہی علماے اہلسنت نے چند قول لیے ہین کہ وہ کن لوگونسے مراد ہی حسن کا یہ قول لیا ہی کہ مراد منافقو نسے

ہی۔ اور علی سے یہ قول لیا ہی کہ اہل بدع اور اہوا سے مراد ہی اور اسی کے مثل قتادہ سے ہی کہ وہ اہل ارتداد سے مراد لیتے ہین اور پیغمبرؐ کی وہ حدیث روایت کی گئی ہی جسمین پیغمبرؐ نے قسم کہاکے فرمایا ہی کہ "میرے اصحاب حوض پر وارد کیے جائینگے اور کہا جائیگا کہ تو نہین جانتا ہی جو کچہہ احداث کیا اُنہون نے بعد ایمان اپنے کے پہر گئے اپنی ایڑیون پر قہقری پہر" ذکر کیا اسکا ثعلبی نے اپنی تفسیر مین۔

اس آیت کے ساتہ آیت "کنتم خیر امتہ" زیر بحث ہی اور آیت زیر بحث سے ماقبل کی جو آیت ہمنے نقل کی اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ مسلمانون عہد پیغمبر مین دو گروہ ضرور بتلائے گئے ہین ایک خیر امت اور ایک غیر خیر امت یعنی ایک خاص اور ایک عام اور اُن دونون گروہون کی جو کچہہ حالت اور کیفیت ہی وہ اس آیت مین علانیہ مذکور ہوئی ہی اور اس آیت کے بعد ہی آیت "کنتم خیر امتہ" ہی تو پہر کیونکر سمجہا جاسکتا ہی کہ خیر امت سے مراد کل امت ہی بلکہ صریح ہی کہ خیر امت سے مراد بعض امت ہی اور وہ بعض امت جسکی تخصیص خیر امت کے ساتہہ ہی سوا علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت کے کوئی نہین ہوسکتا اور جو لوگ کہ اُنکے پیرو اور فرمانبردار ہین وہ اُنکے زیر سایہ ہین۔

اسی موقع پر امام علیہ السلام نے خیر امت کی تفسیر خیر ائمہ کے ساتہہ

فرمائی ہی جو کوئی بلا تعصب اسکے نظر کریگا وہ یقین کرسکتا ہی کہ وہ تفسیر نہایت سچی ہی۔

نکتہ ۱۱ جو آیت ہمنے نقل کی ہی اسمین پہلے گروہ خیر امت کا ذکر ہی پہر غیر خیر امت کے لیے ہدایت اور نصیحت ہی اُسکے بعد خدا نے اول نورانی چہرے والونکا اور پہر کالے منہ والونکا ذکر کیا ہی جس سے صاف یہ مراد ہی کہ جو گروہ خیر امت اول الذکر ہی وہ نورانی چہرے والے ہین اور جو گروہ غیر خیر امت ہی اُنکا روز قیامت کالا منہہ ہونیوالا ہی۔

لیکن خدا نے پہر اس ترتیب کو چہوڑدیا اور عذاب کے لیے پہلے کالے منہ والونکا ذکر کیا یعنی اُس گروہ کا جسنے تفرقہ ڈالا خیر امت کو چہوڑ کر اُس سے جدائی اختیار کی دین خدا مین اختلاف کیا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے جو صفت خیر امت کی تہی عدول کیا اُسکی وجہ یہ ہی کہ بعد پیغمبر جس گروہ نے تفرقہ ڈالا خیر امت کو چہوڑ کر اُس سے جدائی اختیار کی کہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالا تہا ایسے گروہ سے جدائی کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عدول تہا جسکا وہ فرقہ بادی ہوا اسلیے خدا نے عذاب کے لیے اُسکا پہلے ذکر کیا تاکہ لوگونکو عبرت ہو اور اُسکو پیش نظر رکہکر مرتکب عدول امر خدا کے نہون۔

لیکن خوف عدول سے وہ گروہ جو خیر امت کو چہوڑ کر جدائی کرنیوالا اور دین مین اختلاف ڈالنے والا ہوگا مجبور ہی کہ اصلی اور باطنی معنی قرآن کے جو خیر امت

بیان کرے اور تحریف معنوی سے آگاہ کرے اُسکو تحریف لفظی قرار دے تاکہ اُسکے اصلی اور باطنی معنی قبول نہو سکین۔

آیت زیر بحث "کنتم خیر امة" سے ایک آیت کے بعد یہ آیت ہی

آیت

"لیسوا سواء من اھل الکتٰب امة قائمة یتلون ایات اللہ اٰناء الیل وھم یسجدون ۝ یومنون باللہ والیوم الاٰخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئك من الصالحین و ما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ علیم بالمتقین"	ترجمہ "برابر نہین ہین وہ اہل کتاب مین سے ایک گروہ کے کہ قائم ہو (حق پر یا دین پر) پڑھتے ہین وہ آیات اللہ کو وقتون اور ساعتون رات کے اور وہ سجدہ کرتے ہین ایمان لاتے ہین ساتھ اللہ کے اور دن قیامت کے اور امر کرتے ہین ساتھ معروف کے اور منع کرتے ہین منکر سے جلدی کرتے ہین نیکیون (امور خیر) مین اور یہی لوگ صالحین مین سے ہین اور جو کچھ کرتے ہین وہ کوئی کار نیک سے پس ہرگز ناشکری نہ کرینگے وہ اُسکی اور خدا جاننے والا ہی متقیون کو"

اس آیت مین جو لفظ "اہل کتاب" آیا ہی اُسکی تعمیم کے سبب سے ہر اہل کتاب اُسمین داخل سمجھا جا سکتا ہی اور کوئی وجہ نہین ہی کہ اہل قرآن

اُنمین داخل نہون بلکہ یہ مضمون اس آیت کا کہ "وہ پڑہتے ہین وہ آیات خداوندی اور ساعتون رات کے اور سجدہ کرتے ہین" اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اس موقع پر اہل کتاب سے مراد تخصیص کے ساتھ اہل قرآن سے ہی۔ اہل کتاب سے مراد عام لی جاے یا خاص کہ بحالت عام مراد لینے کے بہی اہل قرآن اُنمین داخل ہونگے۔

ہر حالت مین اس آیت سے ظاہر ہی کہ دو گروہ ہین ایک وہ کہ جن کے اوصاف اس آیت مین بیان ہوے ہین اور ایک گروہ وہ کہ جو ان اوصاف کے خلاف ہی یعنی جسمین یہ اوصاف نہین پاے جاتے۔

یہ امر کہ اس آیت مین دو گروہ کا ذکر ہی اس ارشاد خدا سے صریح ظاہر ہوتا ہی کہ "وہ نہین ہین وہ لوگ برابر ایسے گروہ کے جسکے اوصاف اس آیت مین بیان کیے جسکا یہ مقصد ہی کہ ایک گروہ ایسا نہین ہی اور ایک گروہ ایسا ہی"

لیکن ہر گروہ اہل کتاب کل یا کل گروہ اہل قرآن مصداق لفظ امت (گروہ) کا نہین ہوسکتا اسلیے کہ ہر فرد بشر کل امت (گروہ) پر وہ اوصاف جو اس آیت مین مذکور ہوے ہین صادق نہین آسکتے ہین اسلیے چارہ نہین ہی بجز اسکے کہ جزو امت سے مراد لیجاے چنانچہ اہلسنت کے یہان بہی علما نے اُس امت کو بالتخصیص قرار دیا ہی نہ بالتعمیم۔

ابن عباس اور قتادہ اور ربیع کا یہ قول ہے کہ وہ وہ گروہ ہے جو ثابت ہو امر
اللہ پر اور حسن اور مجاہد اور جریج کا یہ مقولہ ہے کہ وہ گروہ عادل ہو اور سعدی نے
یہ کہا ہے کہ وہ گروہ قائم ہو ساتھ طاعت اللہ کے اور زجاج نے اس تقدیر
پر پھر دسا کیا ہے "ذو امۃ قائمۃ" ای ذو طریقۃ مستقیمۃ صاحب
طریقۃ مستقیمۃ۔

اس مقام پر یہ امر قابل غور کے ہے کہ ان علما نے لفظ امت سے جو مراد
لی تو کیا وہ قابل اعتراض کے ہو سکتی ہے۔ اسیطرح امام علیہ السلام نے جو لفظ
امت کی مراد ائمہ سے لی تو کیونکر اُسپر اعتراض کیا جا سکتا ہے خصوص جبکہ دیگر
علما نے وہ وصف بیان کیا ہے جو ائمہ کو شامل ہے۔

اس آیت میں جو اوصاف امت کے بیان ہوے ہیں منجملہ اُن کے
ایک یہ صفت بھی ہے کہ وہ جلدی کرتے ہیں امور خیر میں جس سے خیر امت
اُنکو کہنا لازم آتا ہے اور آیت خیر امت میں جو اوصاف امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر اور ایمان بخدا کے بیان ہوے ہیں وہ اس آیت میں بھی
بیان ہوے ہیں جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عہد پیغمبر میں ایک گروہ خیر امت کا
تھا اور ایک گروہ غیر خیر امت کا۔

پھر اس آیت میں خدا نے اُس امت (گروہ) کے اوصاف
بیان کرکے اُس گروہ کو صالحین میں سے قرار دیا ہے اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے

کہ خدا نے قرآن مین لفظ "صالحین" کا کس قسم کے لوگون کے واسطے استعمال کیا ہی۔ رسالہ روشنی جلد دوم صفحہ ۱۴۱ مین ہم متعدد آیات قرآنی سے دکھا چکے ہین کہ لفظ صالحین خدا نے انبیا کے لیے بولا ہی جس سے یہ ظاہر ہی کہ وہ لفظ عام لوگون کے لیے نہین بولا گیا ہی بلکہ خاص لوگون کے لیے۔

اس آیت مین جس امت (گروہ) کو خدا نے صالحین سے قرار دیا وہ کیونکر سمجھا جاسکتا ہی کہ عام امت سے مراد ہی بلکہ استعمال لفظ صالحین سے صریح ظاہر ہوتا ہی کہ وہ امت (گروہ) خاص ایسا ہی جو مثل اور ہمرتبہ انبیا کے ہو۔

مثل اور ہمرتبہ انبیا کے کہنے کی مجکو اس وجہ سے جرأت ہوئی ہی کہ قرآن مین خدا نے صالح المومنین کے لقب سے علی مرتضی کو پکارا ہی اور علمائے جید اہلسنت نے قبول کیا ہی کہ "صالح المومنین" سے مراد علی بن ابیطالب ہین (دیکھو رسالہ روشنی جلد۲ صفحہ ۱۳۹)

کیا اس تحقیق کے بعد کچھ شبہہ رہ سکتا ہی کہ لفظ امت (گروہ) کا جو ان آیات مین آیا ہی اُس سے مراد ائمہ اہلبیت سے نہین ہی اور تفسیر امام علیہ السلام نے فرمائی ہی وہ سچی نہین ہی جسکے یہ معنی بیشک ہین کہ اللہ کا مقصود اس آیت کے نازل کرنے مین تخصیص کے ساتھ جزو امت سے تھا اور خلاف ما انزل اللہ کے لوگون نے مقصود اسکا کل امت اور ہر فرد امت

است سے سمجھ لیا۔

امام علیہ السلام نے ہرگز یہ نہیں فرمایا ہی کہ محرفین نے قرآن کی آیت مین لفظ "خیر امۃ" کی جگہ لفظ "خیر امت" لکھدیا ہی نہ کوئی لفظ ارشاد امام علیہ السلام مین ایسا ہی کہ اصل تنزیل مین لفظ ائمہ کا تھا۔ بلکہ مراد ارشاد امام کی یہ ہی کہ یہ آیت اُس معنی مین نازل ہوئی ہی جیسا کہ اُنھوں نے تفسیراً فرمایا ہی۔

مصنف مخاطب نے تحریف لفظی کے لیے جو کچھ استدلال کیا ہی وہ صریح خلاف ارشاد امام علیہ السلام کی ہی مگر یہ استنباط مصنف مخاطب کا اخبار ائمہ سے بالکل صحیح ہی "ائمہ نے صاف صاف خبر دی ہی کہ قرآن موجودہ مین بعض آیتین خلاف ما انزل اللہ ہی ہین یعنی اُنہین ایسی تحریف ہوئی ہی کہ جو اللہ کا مقصود تھا اُس کے خلاف معنی پیدا ہو گئے"

اخبار ائمہ سے ایسا استنباط کرنے پر مصنف مخاطب ہی مجبور تہے کہ یہی تفسیر صافی مین جس سے حدیث تفسیری خیر امت کے اعتراض کے لیے لی گئی ہی تحت تفسیر آیت "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" کے (ترجمہ "اور چاہیے کہ ہو تمسے ایک گروہ (امت) کہ بلائین طرف خیر کے اور امر کرینگے ساتھ معروف کے")

ایک حدیث اُنہین امام (جعفر صادق علیہ السلام) کی منقول کی

ہی جو کافی مین ہی جسمین امام علیہ السلام نے امت (گروہ) سے ائمہ مراد لیئے ہین دیگر آیات قرآنی سے ایسا استدلال فرمایا ہی کہ جس سے صحت تفسیر امام علیہ السلام پر یقین ہو جاتا ہی اور کوئی اعتراض اور وسوسہ باقی نہین رہتا اُس ارشاد امام علیہ السلام کا ترجمہ یہ ہی۔

"امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آیا واجب ہی وہ اوپر جمیع امت کے فرمایا نہین عرض کیا گیا کیون نہین فرمایا بیشک وہ (واجب ہی) اوپر قوی (جو قوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی رکھتا ہو) اور مطاع (جسکی اطاعت لازم ہی) اور عالم کے جو معروف کو منکر سے جانتا ہو نہ اوپر ایسے ضعیفون کے کہ نہ ہدایت کر سکین رہ کی ایک طرف سے دوسری طرف کو (طرف حق کے باطل سے) اور دلیل ہی اُسپر کتاب اللہ تعالیٰ قول اُسکا۔

"ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" (ترجمہ ابھی اوپر لکھا گیا ہی) پس یہ خاص ہی

(دیکھو وقت بیان کرنے معنی لفظ "امت" کے جو آیت قرآن سورہ ... مین ہی وہی لفظ "امت" امام علیہ السلام نے تلاوت فرمایا ہی جس کا نتیجہ ہی کہ اصل تنزیل مین لفظ "امت" ہی مگر مراد اُس سے ہی اور باعتبار مضمون آیت کے امام علیہ السلام نے صاف فرمایا کہ مراد امت

سے خاص ہے نہ عام جس سے یہ استنباط کسیطرح نہیں ہو سکتا کہ اصل میں بجائے
مین لفظ "ائمہ" تہا اور اُسکی جگہ لفظ "امت" بنا دیا گیا ہے۔)

امام علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ یہ خاص ہے نہ عام اُسکی سند کے لیے
فرماتے ہین کہ "جیسے فرمایا اللہ تعالے نے۔

"ومن قوم موسی امة یھدون بالحق و بہ یعدلون"	ترجمہ "اور قوم موسی سے ایک امت (گروہ) ہدایت کرتی ہے ساتھ حق کے اور ساتھ اُسکے عدل کرتی ہے"

اور نہ کہا خدا نے امت موسی اور نہ کل قوم حالانکہ وہ آج کے دن مین (گروہ) مختلف ہین"

پہر امام علیہ السلام یہ استدلال فرماتے ہین کہ "لفظ "امت" ایک اور اُس سے زائد کے لیے آتا ہے جیسے کہ کہا اللہ سبحانہ نے۔

"ان ابراہیم کان امة قانتا للہ"	ترجمہ "تحقیق کہ ابراہیم تہا امت فرمانبردار واسطے اللہ کے"

یہ استدلال امام علیہ السلام کا ایسا مسکت ہے کہ جس سے کچہ شبہہ بابت مراد عام اور کل امت کے نہ لینے پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس آیت اور اُس استدلال سے یہ پایا جاتا ہے کہ خدا نے جیسے کہ حضرت ابراہیم تنہا کی نسبت لفظ امت بولا ہے ویسے ہی اُنکی ذریت آل محمد پہر امام اہلبیت کی نسبت

لفظ امت بولا ہی اور جیسے تنہا حضرت ابراہیم کی نسبت لفظ امت بولا گیا ہی ویسے ہی ضحاک نے خیر امت سے مراد تنہا آنحضرت صلعم سے لی ہی۔

اس حدیث امام علیہ السلام سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ مقصود امام علیہ السلام کا لفظی تحریف بہ نسبت لفظ امت کے ہرگز نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ لفظ امت کے معنی اس آیت مین ائمہ ہین اور لفظ امت کا اطلاق جو اس آیت مین ہی انہین پر صادق آتا ہی۔

کافی مین ایک اور حدیث بھی انہین امام علیہ السلام سے منقول ہوئی ہی جسمین یہ فرمایا ہی کہ امت سے مراد ائمہ ہین جس سے کسیطرح یہ استنباط نہین ہوسکتا کہ بجاے لفظ ائمہ کے لفظ امت قرآن موجودہ مین بنا دیا گیا ہی اُس حدیث کا ترجمہ[۱۵] یہ ہی۔

"پوچھا گیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے مطلب قول اللہ عزوجل کا آیت "وممن خلقنا امة یهدون بالحق و به یعدلون" ترجمہ "اور اُن لوگونمین سے کہ پیدا کی ہمنے ایک امت (گروہ) ہدایت کرتے ہین ساتھہ حق کے اور ساتھہ اُسکے عدل کرتے ہین" فرمایا کہ وہ ائمہ ہین"

جس سے صاف ظاہر ہی کہ لفظ امت کی مراد ائمہ سے بیان فرمائی ہی جس سے تحریف لفظی کا استنباط کسیطرح روا نہین ہوسکتا جب

۱۵ اصول کافی کتاب الحجہ صفحہ ۲۶۲۔

خود آیات قرآنی سے جنمین لفظ امت آیا ہی صاف ظاہر ہوتا ہی کہ وہ لفظ خاص کے لیے ہی نہ عام کے لیے اور اخبار امام مین اُسی بنا پر مراد اُسکی ائمہ سے از روے تفسیر بیان ہوئی ہی تو کیونکر یہ سمجھا جا سکتا ہی کہ عالم شیعہ صاحب تفسیر صافی قائل تحریف لفظی کا ہو گیا ہی—

اور اگر فرض کیا جاے کہ نسبت مقصود آیات اور مراد اخبار ائمہ اہلبیت کے کوئی عالم شیعہ کوئی اجتہاد کرے تو اُسکی ہر زمانہ مین بموجب اصول مذہب شیعہ کے پابندی نہین ہو سکتی بلکہ ہر زمانہ مین تازہ اجتہاد ہوتا رہتا ہی جسپر عمل کیا جاتا ہی—

لیکن درحقیقت مصنف مخاطب نے جیسے مراد آیات قرآنی کو اور احادیث ائمہ اہلبیت کو نہین سمجھا ویسے ہی قول تمہیدی اُس عالم شیعہ کو نہین سمجھا یا غلط الزام تحریف لفظی قرآن کا شیعونپر قرار دینے کے لیے ہر ایک خبر سے عمداً غلط استنباط کیا ہی اور جیسے کہ وہ بیان مصنف مخاطب کا خلاف اصلیت اور حقیقت کے ہی ویسے ہی یہ کہنا اُنکا کہ اسی آیت (کنتم خیر امتہ) سے مذہب شیعہ کی جڑ اُکھڑتی ہی غلط ہی جو حقیقت اُس آیت کی اور اُسکی تفسیر کی جو امام علیہ السلام نے فرمائی ہمنے دکھائی ہی اُسی سے مذہب شیعہ کی بنیاد قائم اور مضبوط ہوئی ہی جس سے معنوی تحریف کرنے [illegible] بھی عمارت منہدم ہو جاتی ہی—

یہ اعتراض مصنف مخاطب کا کہ "شیعونکی روایتونکے بموجب ائمہ ہمیشہ تقیہ کی حالت مین رہے انکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نصیب ہی نہین ہوا" یعنی مسئلہ تقیہ کی غلط فہمی کے سبب سے ہی۔

مسئلہ تقیہ مسئلہ رازداری ہی کہ جسکو خدا اور اُسکا رسول اور تمام انبیا اور تمام مخلوق خدا عمل مین لائی اور لاتی رہتی ہی جسکو ہم تفصیل اور اجمال سے پہلے چند موقع پر لکھا آے ہین اور بی بی عائشہ کے ارشاد مین اُسکا وجود موجود ہی جہان اُنھوننے تفسیر آیت "یا ایھا الرسول بلغ" الخ کی فرمائی ہی۔

وہ فرماتی ہین کہ "جو کوئی بات کہے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چھپایا کچھ اُس چیز سے کہ نازل ہوا اوپر اُنکے پس تحقیق کہ وہ جھوٹا ہی"

عون الباری شرح بخاری مین اس قول کی یہ شرح کی گئی ہی کہ "پہنچا تو ای پیغمبر جو کچھ کہ نازل ہوا تیری طرف کافۃ الناس کے جہر کے ساتھ بغیر نگہبانی اور چشم داشت کے کسی سے اور بغیر خوف ناخوشی کے"

جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ تبلیغ رسالت مین کتمان کسی چیز کا پیغمبر کو نہین کرنا چاہیے تہا اور نہ کرتے تہے اور پیغمبر نے جو اس موقع پر تامل کیا تہا وہ بوجہ تقیہ کے نہ تہا۔

یہ مسئلہ رازداری جیسا کہ عہد پیغمبر اور خصوص ابتداے عہد پیغمبر مین باعث قیام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہوا ویسے ہی عہد ائمہ مین جنسے لاکہون

اور کروڑون مخلوق خدا نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قبول کیا ہی اور زیادہ سچائی ائمہ اہلبیت سے اُسکے قبول کرنے مین اسی سے ظاہر ہوتی ہی کہ سلطنت اور حکومت ظاہری اُنکے ہاتھہ مین نہین رہی تھی جن لوگون نے کہ اُنکو دین مین قوی اور مطاع اور عالم قبول کیا البتہ اُنہین پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ائمہ کو نصیب ہوا۔

بمقابلہ ائمہ اہلبیت کے جن لوگون نے سلطنت اور حکومت مسلمانون پر حاصل کی اور خلاف مرضی خدا اور رسول کے امر معروف اور نہی منکر اپنی طرف سے قرار دیکر اُسکا حصہ لیا جسکو اصطلاح شرع مین ظلم کہتے ہین ایسا نصیب باعث فخر ہرگز نہین ہو سکتا۔

مگر اُسی فخر کی بشاشت قلب مین مصنف مخاطب کے پائی جاتی ہی اور اُسی بشاشت کے جوش نے مصنف مخاطب سے ائمہ اہلبیت کی نسبت کہلوایا ہی کہ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نصیب ہی نہین ہوا"

لیکن علی مرتضی اور ائمہ اہلبیت ویسی سلطنت اور حکومت اور دنیا کو بکری کی چھینک کی رینٹ کے برابر جانتے تھے جسکا جی چاہے اُسپر رغبت اور اُسکے حصول پر فخر اور اُس فخر سے بشاشت حاصل کرے۔

علی بن ابراہیم نے ہرگز ایسی آیتون کا ذکر نہین کیا جنکو اُنکے نزدیک محرفین نے خلاف ما انزل اللہ بنا دیا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ مصنف

مخاطب سے اُس تفسیر کے سمجھنے مین جو ائمہ اہلبیت نے فرمائی ہی غلط فہمی ہوئی ہی یا عمداً یا ارادہ الزام کے اُس غلط کہنے پر مصنف مخاطب کو اُنکی طبیعت نے مجبور کیا ہی جسکا نمونہ ابہی ایک آیت کی بحث مین ظاہر ہو چکا ہی۔ اور اگر تحریف لفظی کا الزام مصنف مخاطب کو شیعو نپر لگانا منظور تہا تو اس زمانہ کے اُنکے کسی مجتہد کا قول صاف دکہانا لازم تہا۔

مصنف مخاطب شیعو نپر اُنکے تحریف خلاف ما انزل اللہ کے قائل ہونیکے الزام سے اپنے نزدیک فراغت پاکر یہ کہتے ہین کہ "وہ اسکے بعد وہ آیتین لکہی ہین جنمین سے محرفین نے کچہہ حذف کر دیا ہی"

مگر مصنف مخاطب یہ نہین سمجہتے کہ شیعہ جس حذف کے قائل ہین وہ تفسیر پیغمبری ہی جسکو اپنے اپنے قرآن مین بعض بعض صحابہ نے لکہہ لیا تہا کہ جواب قرآن موجودہ مین نہین ہی اور جسکا نشان خود کتب اہلسنت مین موجود ہی جیسا کہ ہم پہلے دکہا آئے ہین۔

مگر مصنف مخاطب اور جنکے وہ ہمداستان ہین اُس حذف کو اصل قرآن جانتے ہین چنانچہ چند اخبار اُنکے بیان کیے ہم ابہی لکہہ آئے ہین کہ جو حصۂ کثیر قرآن کے حذف ہو جانے پر شہادت دیتے ہین پہلے مصنف مخاطب کو اُن اخبار کی خبر لینی تہی مگر مصنف مخاطب نے اپنے نزدیک اُنپر پردہ ڈالکر شیعو نکی کتاب سے اس آیت کو لکہا ہی۔ آیت

"یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ"	ترجمہ "ای رسول پہونچا دے جو تجہپر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہی علی کے باب مین اور اگر تو نہ کرے تو تو نے اُسکی

رسالت نہ پہونچائی"

اس سے مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین کہ "اس آیت مین بھی "فی علی" کا لفظ تہا جو اب قرآن موجودہ مین نہین"

اُس روایت مین جس سے یہ تفسیر مصنف مخاطب نے نقل کی ہی ہرگز امام علیہ السلام کے ارشاد مین کوئی لفظ ایسا نہین ہی جس سے صراحۃً یا کنایۃً یہ پایا جاسکے کہ امام علیہ السلام نے یہ ظاہر کیا ہی کہ "فی علی" کا لفظ آیت مین تہا اور اگر ایسا ہوتا تو مصنف مخاطب ضرور اُس قول امام کو نقل کرتے کلام امام علیہ السلام مین لفظ "فی علی" بطور تفسیر کے ہی کہ جو پیغمبر خدا سے اُنکو پہونچی تہی اور جسکو پیغمبر خدا نے ظاہر کیا تہا کہ یہ آیت علی کے باب مین ہی اور ہم دکہا آے ہین کہ ابن مسعود "محمد رسول اللہ" مین اس آیت مین "ان علیا مولی المومنین" (بجاے فی علی) پڑہتے تہے۔ (تفسیر علامہ سیوطی۔ مفتاح النجا۔ مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی)

اس تفسیر سے کہ "یہ آیت علی کے باب مین نازل ہوئی ہی" یہ تفسیر کہ "علی مولا ے مومنین ہی" زیادہ صاف اور صریح ہی۔ اور بعض علماے اہلسنت نے "فی علی"

کے مطلب کو اور زیادہ تصریح سے بیان کیا ہی اُنکے اقوال نقل کرنے سے پہلے اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضرور ہی کہ مصنف مخاطب نے جسقدر اس آیت کو نقل کیا ہی اُسکے آگے یہ فقرہ آیت مین ہی۔

یعنی واللہ یعصمک من الناس ترجمہ۔ اور اللہ نگاہ رکھیگا تجکو لوگونسے

اس کل آیت کے متعلق مفسرین اہلسنت کے چند قول ہین جنمین سے بعض کو ہم اس جگہ لکھتے ہین۔

بعض نے حسن سے یہ لیا ہی کہ "تحقیق اللہ تعالی نے مبعوث کیا نبی کو ساتھہ رسالت اُنکی کے۔ تنگ ہوگئے ساتھہ اُسکے نبی کے ہاتھہ اور تھے نبی کہ ہیبت کرتے تھے قریش کی پس نازل کی اللہ نے ساتھہ اس آیت کے وہ ہیبت"

اور بی بی عائشہ اور دوسروں سے یہ لیا گیا ہی کہ "چاہتا تھا خدا ساتھہ اُسکے دور کرنا توہم کا کہ تحقیق نبی نے چھپایا تھا کچہہ وحی سے بسبب تقیہ کے" (جسکا یہ مقصود ہی کہ نبی تقیہ (کتمان راز) کرتے تھے مگر یہ موقع اُسکا نہین تھا)

عیاشی نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ سے یہ لیا ہی کہ اُن دونو نے کہا کہ۔

"امر کیا اللہ نے محمد صلعم کو یہ کہ نصب کرے بن علی کو واسطے لوگونکے

پس خبر دے دہ (پیغمبرؐ) اُنکو ساتھہ ولایت (علیؑ) کے پس خوف کرتے تہے رسول اللہ یہ کہ کہین گے لوگ بلند کیا ابن عم اپنے کو اور طعنہ کرینگے اُس امر مین اوپر پیغمبر کے پس وحی کی اللہ نے اوپر پیغمبر کے اس آیت کی پس قائم کیا پیغمبر نے ولایت علی کو دن غدیر خم کے"

اور یہ خبر بعینہٖ ابو المحمد نے حاکم ابو القاسم حسکانی سے کتاب شواہد التنزیل مین لی ہی اور اُسمین ابن عباس سے بہی یہ روایت ہی کہ " نازل ہوئی یہ آیت علی کے باب مین (اسمین وہی لفظ ہی جو امام علیہ السلام نے فرمایا ہی) پس پکڑا رسول اللہ نے اپنے ہاتہہ سے علی کو اور فرمایا کہ مین جسکا مولی ہون علی اُسکا مولی ہی خداوندا دوست رکہہ اُسکو جو دوست رکہے علی کو اور دشمن رکہہ اُسکو جو دشمن رکہے علی کو"

اور یہی خبر بعینہٖ ثعلبی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس سے لی ہی کہ اُسمین بہی نازل ہونا اس آیت کا علی کے باب مین منقول ہی۔

ایسی حالت مین مصنف مخاطب جو یہ استنباط کرتے ہین کہ " لفظ فی علی آیت مین تہا اور قرآن موجودہ مین نہین ہی" تحریف لفظی کے لیے شیعون پر کچہہ بہی حجت نہین ہوسکتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ آیت علیؑ کے باب مین نازل ہوئی تہی اور پیغمبر خدا نے اُس امر نصب علیؑ کو اپنے قول اور فعل سے دکہا دیا اور جو تفسیر اور معنی آیت قرآن کے اور بموجب

اُسکے فعل علی پیغمبر کا ثابت ہو لازم ہی کہ تمام امت رسول اُسکو قبول کرے اور اُسکے قبول کرنے سے جو جھگڑا درمیان شیعہ اور سنی کے ہی وہ طی ہوتا ہی لیکن جن لوگوں کی آنکھ کے سامنے پردہ تعصب کا ہی وہ اُس پردہ کو اوٹھا کر اُس پارٹی کی حالت کو نہیں دیکھ سکتے کہ جنہوں نے بعد پیغمبر کے اُس آیت کے معنی اور تفسیر پیغمبری اور پیغمبر کے عمل پر پردہ ڈالا ہی۔

پھر مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ "جو قرآن علیؑ نے جمع کیا تھا اُسمین مہاجرین اور انصار کی برائیان مذکور تھین"

اور تفسیر صافی سے ایک روایت دکھلاتے ہین کہ "ابو بکر نے جب علیؑ کے قرآن کو واپس کر دیا تو عمر نے زید بن ثابت کو بلایا اور یہ کہا بیشک علیؑ لاے تھے ہمارے پاس قرآن اُسمین برائیان[1] تھین مہاجرین اور انصار کی اور بیشک ہمنے یہ ارادہ کیا ہی کہ جمع کر دے تو ہمارے لیے قرآن اور نکالدے اُس سے وہ حصہ جسمین مہاجرین اور انصار کی فضیحت اور ہتک ہی"

مصنف مخاطب اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "قرآن علیؑ مین مہاجرین اور انصار کی مذمت تھی اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ قرآن موجودہ مین جو مہاجرین و انصار کی تعریف ہی وہ محرفین کی بنائی ہوئی ہی"

اس روایت سے یہ بیشک واضح ہوتا ہی کہ قرآن علی مین مہاجرین

---

[1] برائیان فضائح کا ترجمہ کیا گیا ہی۔

اور انصار کی مذمت نہین بلکہ فضائح (رسوائی) ہتی اور جسکے نکال ڈالنے کو
حضرت عمر نے زید بن ثابت سے کہا۔

مگر اس روایت سے یہ ظاہر نہین ہوتا ہی کہ قرآن علی مین مہاجرین اور
انصار کی بہلائیان بہین تہین اور نہ اس روایت سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہی
کہ "قرآن موجودہ مین جو مہاجرین اور انصار کی بہلائیان مذکور ہین وہ محرفین
کی بنائی ہوئی ہین"۔

درحقیقت مہاجرین اور انصار کی حالت ایسی تہی کہ کسی وقت وہ
اچہا کام کر لیتے تہے اور کسی وقت بُرا۔ جب وہ کام اچہا کرتے تہے تب خدا
کی طرف سے اُنکی نیکنامی نازل ہوتی تہی اور جب وہ بُرا کام کرتے تہے تب خدا
اُنکو رسوا کرتا تہا۔

چنانچہ قرآن موجودہ مین بہی یہ دونون امر مہاجر اور انصار کے لیے
موجود ہین مگر کنایہ سے اور بغیر اظہار کسی کے نام کے اور منافق بہی نہین مہاجر
اور انصار مین تہے اسلیے کہ منافق اُسی کو کہتے ہین کہ جو بظاہر مسلمان ہو اور
دل مین مطلق ایمان نہ رکہتا ہو یا ناقص الایمان ہو یا فسق و فجور اُس درجہ پر
کرے کہ جس سے اُسکا ایمان مشتبہ ہو جاے (اقسام نفاق جو علماے اہلسنت
نے قبول کیے ہین ہم پہلے بتا آے ہین) بہرحال منافق بہی اُنہین مسلمانون مین
تہے جو مہاجر اور انصار کے لقب سے بولے جاتے تہے۔

اب مین قرآن موجودہ سے رسوائی مہاجر اور انصار کی بطور نمونہ کے دکھاتا ہون "(سورۂ انفال) اور تحقیق ایک فرقہ مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنیوالا ہی جھگڑتے ہین تجھسے (ای پیغمبر) حق بات (جہاد) مین بعد اسکے کہ ظاہر ہوگیا ہی (ای واجب ہوگیا ہی) گویا کہ وہ گسیٹے جاتے ہین طرف موت کے اور وہ دیکھتے ہین۔ یاد کرو جسوقت کہ فریاد کرتے تھے تم پروردگار اپنے سے پس قبول کیا واسطے تمہارے بیشک مین مدد کرنیوالا ہون ایک ہزار فرشتون ردیف وار سے (یعنی مسلمانونمین اضطراب ہوگیا تھا اور کھلبلی پڑگئی تھی اور اسوقت خدا کو پکارتے تھے) اور یاد کرو تم جسوقت کہ تم تھوڑے تھے کمزور زمین مین اور خوف کرتے تھے کہ اوچک لیجائینگے تمکو لوگ پس جگہ دی تمکو اور قوت دی تمکو ساتھ مدد اپنی کے (اس مین صرف مہاجرین کی حالت کا بیان ہی) ای نبی کفایت کرتا ہی تجکو اللہ اور جو کوئی کہ پیروی کرے تیری مومنین سے (جس سے پایا جاتا ہی کہ کچھ مومنین سے پیروی کرنیوالے نہین بھی تھے) تم چاہتے ہو مال دنیا اور اللہ چاہتا ہی آخرت (یہ وہی آیت ہی جسمین مفسرین اور علما نے قیدیونکے قتل اور فدیہ کی بحث کی ہی)"

سورۂ توبہ

مفسرین نے اس سورہ کے متعدد نام بیان کیے ہین منجملہ اسکے ایک

فاضحہ بہی ہی جسکے یہ معنی ہین کہ یہ آیت فضیحت (رسوائی) کرنیوالی ہی۔

صاحب[۱] تفسیر اتقان نے بخاری کی روایت سے یہ لکھا ہی کہ "ابن عباس نے سورۂ توبہ کو فاضحہ کہا ہی" اور انکا قول اور دوسری روایت سے حضرت عمر کا یہ قول لکھا ہی کہ "جبتک یہ سورۃ نازل نہین ہوچکی ہمکو یہ گمان تہا کہ کوئی نہین بچے گا جسکا ذکر اسمین نہ کیا جاے اور اسیواسطے اسکا نام فاضحہ (رسوائی کرنیوالی) رکہا گیا ہی"

اس سورہ مین خدا فرماتا ہی کہ "ای وہ لوگو کہ ایمان للے ہو نہ پکڑو اپنے باپون اور بہائیونکو دوست اگر دوست رکہین وہ کفر کو اوپر ایمان کے اور جو شخص کہ دوست رکہے انکو تمسے پس وہ ظالم ہی"

خدا اپنی نصرت کا مواطن کثیرہ اور دن حنین کا ذکر کرکے فرماتا ہی کہ "تنگ ہوئی تہی اوپر تمہارے زمین ای مسلمانو باوجود کشادہ ہونیکے پہر پہیری تمنے جسوقت کہ پیچہے ہٹنے والے تہے"

بلاشبہ اذن چاہتے ہین تجہسے (جہاد کا) جو لوگ کہ نہین ایمان لاے ساتہہ اسکے اور دن آخرت کے (بالیقین) اور شک مین ہین دل انکے پس وہ اپنے شک مین متردد ہین اور اگر ارادہ کرتے وہ خروج کا البتہ تیار کرتے سامان کو لیکن مکروہ جانا اسنے اوٹہنا انکا پس بندکیا انکو اور کہا گیا

---

[۱] نوع ۱۷ معرفت اسماے سور صفحہ ۵۷۔

کہ بیٹھو تم ساتھ بیٹھنے والونکے اگر نکلتے وہ تو نہ بڑہاتے مگر بدی کو زیادہ کرتے اور
ہر آئینہ گھوڑے دوڑاتے درمیان تمہارے (فساد کے) اور چاہتے وہ تم مین
فتنہ۔ اور درمیان تمہارے سننے والے ہین واسطے اُنکے (اے جاسوس ہین)
اور ہر آئینہ فتنہ طلب کیا ہی اُنہون نے پہلے سے اور پلٹ دیا اُنہون نے تیرے
کام کو یہانتک کہ آیا حق اور ظاہر ہوا کام خدا کا درحالیکہ وہ ناخوش ہونیوالے
ہین۔ بعض اُنمین سے وہ شخص ہی کہ کہتا ہی اذن دے تو مجھکو (لڑائی مین نہ
جاؤنمین) خبردار ہو کہ فتنہ مین پڑے ہین وہ (کہ بیٹھ رہے) اگر تجھکو نیکی
(فتح) ملتی ہی بُری لگتی ہی اُنکو۔ اور اگر تجھکو مصیبت پہونچتی ہی کہتے ہین وہ
کہ ہمنے اپنا کام پہلے سے کر لیا (دوراندیشی سے لڑائی مین نہ گئے) کہہ اے پیغمبر
خرچ کرو تم رغبت سے یا ناخوشی سے ہرگز نہ قبول کیا جائیگا تحقیق کہ تم قوم
فاسق ہو۔ اور نہین بجالاتے ہین نماز کو مگر کاہلی سے اور نہین خرچ کرتے
ہین مگر درحالیکہ کراہت کرنیوالے ہین۔ اُنمین سے وہ بہی ہین کہ الزام
لگاتے ہین تجھکو صدقات مین پس اگر دیے جائین اُنکو اُسمین سے راضی
ہوتے ہین اور اگر نہ دیے جائین وہ اُسمین سے غصہ ہوتے ہین۔ کچھ لوگ
اُنمین سے ایسے ہین کہ ایذا دیتے ہین نبی کو اور کہتے ہین کہ خوب سننے والا
ہی۔ اور جو لوگ کہ ایذا دیتے ہین رسول کو واسطے اُنکے عذاب دردناک ہی
قسمین کہاتے ہین خدا کی تاکہ راضی کرین تمکو۔ خوف کرتے ہین منافق یہ کہ

نازل ہو اُنپر کوئی سورہ کہ خبر دے اُنکو جو کچھ کہ اُنکے دلو نمین ہی کہ تو اے پیغمبر
ٹھٹھا کرو تم تحقیق کہ اللہ ظاہر کرنیوالا ہی اُس چیز کو کہ ڈرتے ہو تم اور اگر
پوچھے تو اُنسے تو البتہ کہین نگے کہ ہم کھیل کرتے اور بازی کرتے ہین۔
(یہ آیت اُن بارہ شخصون کے حق مین ہی کہ پہاڑ کی گھاٹی پر کھڑے ہوکر
مشورہ کیا تھا کہ رسولخدا کو مار ڈالو اور یہ کہا تھا کہ اگر وہ دریافت کر جاینگے
تو ہم کہینگے کہ آپس مین ہم ہنستے تھے۔ یہ واقعہ اُسوقت کا ہی کہ جب جنگ
تبوک سے پیغمبر خدا صلعم پہرتے تھے اور حضرت حذیفہ نے بموجب فرمودہ
پیغمبر کے اُن لوگونکی سواریونکے مُنہ پر جاکر مارا وہ ایک طرف کو ہو گئے اور
پیغمبر کے دریافت پر حذیفہ نے سب کے نام بتلاے اور عرض کی کہ آپ
کیون نہین بہیجتے وہانکو کہ ہم جاکر اُنکو قتل کرین حضرت نے فرمایا کہ مجکو یہ امر
مکروہ معلوم ہوتا ہی عرب کہین گے کہ محمد صلعم اپنے اصحاب کو خود قتل کرتا
ہی۔ اہلسنت کی کتابونمین ایسا ہی لکھا ہی) نہ عذر کرو تم تحقیق کہ کفر کیا
تمنے بعد ایمان اپنے کے۔ منافقین اور منافقات بعض اُنکا بعض سے ہی
امر کرتے ہین ساتھ منکر کے اور نہی کرتے ہین معروف سے کفر کیا اُنہونے
بعد اسلام اپنے کے۔ قصد کیا اُنہونے اُس چیز کا کہ نہ پایا اُنہونے (پیغمبر
اور مہاجرین کا مدینہ سے نکالدینا اور ابن اُبی کو اپنا سردار مقرر کردینا مقصود
تہا) جو لوگ کہ الزام لگاتے ہین رغبت کرنیوالونکو مومنین مین سے صدقات

مین اور ایسے لوگونکو کہ نہین پاتے ہین مگر طاقت اپنی پس ٹھٹھا کرتے ہین وہ
اُنسے اور ٹھٹھا کرتا ہی اللہ اُنسے اور واسطے اُنکے عذاب دردناک ہی بخشش مانگ
تو اُنکے لیے یا نہ مانگ اور اگر تو بخشش چاہے اُنکے لیے ستر مرتبہ ہرگز بخشش
نہین دیگا اُنکے لیے خدا خوش ہوے پیچھے رہ جانیوالے ساتھ جگہ بیٹھے رہنے
اپنی کے خلاف پیغمبر خدا کے اور کراہت کی یہ کہ جہاد کرین وہ ساتھ
مالون اپنے کے اور نفسون اپنے کے راہ خدا مین۔ اور کہا کہ باہر نہ نکلو گرمی
مین۔ کہدے تو کہ نار جہنم زیادہ گرم ہی۔ اگر سمجھتے وہ پس ہنسین گے تھوڑا اور
روئین گے بہت۔ پس اگر پھیرے تجکو خدا طرف ایک گروہ کے اُنہین سے
پس اذن چاہین گے تجسے خروج کا (کسی جہاد مین) پس کہدے تو کہ کبھی
نہ نکلو تم میرے ساتھ اور کبھی نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے بیشک
تم راضی ہو گئی اوّل بیٹھنے پر پس بیٹھے رہو پیچھے رہ جانیوالونکے ساتھ۔ اور نہ
نماز پڑھ کبھی تو اُنہین سے کسی پر جبکہ مر جاوے اور اُسکی قبر پر نہ کھڑا ہو۔
اور جسوقت کہ نازل کی جاے کوئی سورۃ یہ کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے
اور جہاد کرو تم اُسکے رسول کے ساتھ ہو کر اذن چاہا تجسے صاحبان مال نے
اُنہین سے اور کہا اُنہون نے کہ چھوڑ جا ہمکو کہ ہون ہم ساتھ بیٹھے رہنے والون
کے راضی ہوے اس بات پر کہ ہون وہ ساتھ پیچھے رہ جانیوالونکے
اور بیٹھے رہے جو لوگ اُنہون نے جھوٹ کہا خدا اور رسول سے (کہ ہم ایمان

لاے ہین) بیشک اُنکے لیے کوئی راہ نہین ہی۔ ایسے لوگونکے لیے کہ اذن چاہتے ہین تجہسے (بیٹہہ رہنے کا) درحالیکہ وہ غنی ہین۔ راضی ہوے کہ ہوین ہمراہ پیچہے رہ جانیوالونکے۔ خدا نے مُہر اُنکے دلونپر کردی ہی۔ عذر کرینگے وہ طرف تمہارے جسوقت کہ پہروگے تم طرف اُنکے کہدے تو اے پیغمبر نہ عذر کرو تم ہرگز باور نہ کرینگے ہم واسطے تمہارے تحقیق کہ ہمکو خبر دی ہی اللہ نے تمہارے اخبار سے۔ قریب ہی کہ قسم کہائینگے خدا کی تمہارے واسطے جسوقت کہ پہرو تم طرف اُنکے تاکہ مُنہ پہیر لو تم اُنسے پس مُنہ پہیر لو اُنسے بیشک وہ ناپاک ہین۔ قسم کہاتے ہین وہ تمسے تاکہ راضی ہوجاو تم اُنسے پس اگر راضی ہو تم اُنسے پس بیشک اللہ نہین راضی ہوتا ہی قوم فاسق سے۔ اُن لوگون مین سے کہ گرد تمہارے ہین اعراب سے اور اہل مدینہ سے خوگر ہوے ہین نفاق سے نہین جانتا ہی تو اُنکو ہم جانتے ہین اُنکو قریب ہی کہ عذاب کرین ہم اُنکو دو مرتبہ۔ اور پہر پہیرے جائینگے طرف عذاب بزرگ کے۔ دوسرونے اعتراف کیا اپنے گناہونکا اور ملا دیا اُنہونے عمل صالح کو اور دوسرے عمل بدکو۔ اور آخر والے امیدوار کیے گئے ہین واسطے امر اللہ کے۔ یا عذاب کرے اُنکو یا توبہ اُنکی قبول کرے۔ اور جن لوگونے کہ بنایا مسجد کو واسطے ضرر اور کفر کے تفرقہ ڈالنے کے درمیان مومنین کے ہمیشہ رہیگی بنیاد اُنکی جو بنائی اُنہونے شک کی اپنے دلونین مگر یہ کہ پارہ پارہ کیے جائین

دل اُنکے۔ نہین روا ہی واسطے اہل مدینہ کے اور جو کوئی گرد اُنکے ہی اعراب سے یہ کہ پیچھے رہجائین رسول اللہ سے اور نہ رغبت کرین ساتھ نفسون اپنے کے نفس اُسکے سے "

سورۂ محمد

۲۰ پس جسوقت کہ نازل ہو سورہ محکمہ اور ذکر ہو بیچ اُسکے قتال کا دیکھے تو اُن لوگونکو کہ اُنکے دلونمین مرض ہی نظر کرتے ہین طرف تیرے اُس شخص کی سی کہ غش کیا گیا ہو اوپر اُسکے موت سے "

سورۂ آل عمران

۲۰ حال یہ ہی کہ نہین جانا ہی خدا نے اُن لوگونکو کہ جہاد کیا ہی تم مین سے اور نہین جانا ہی صبر کرنیوا لونکو اور تحقیق تھے تم آرزو کرتے ستے تھے تم موت کی قبل اسکے کہ ملاقات کرو اُس سے پس تحقیق کہ دیکھا تمنے اُسکو درحالیکہ تم نظر کر رہے تھے (ای بہائی برادر تمہارے جنگ مین مرے ہوے پڑے تھے اور تمنے اپنی آرزو پوری نہ کی۔)

۲۰ اور نہین ہی محمد پیغمبر تحقیق کہ گذرے ہین پہلے اُس سے پیغمبر پس کیا اگر مرجاے یا قتل ہو جاے پھر جاؤگے تم اوپر ایڑیون اپنی کے اور جو کوئی کہ پھر جاے اوپر دونون ایڑیون اپنی کے پس ہرگز نہ ضرر دیگا وہ خدا کو کچھ "

(یہ آیات متعلق جنگ احد کے ہین)

کیا اسمین کچھ شبہ ہو سکتا ہی کہ قرآن موجودہ مہاجرین اور انصار کی رسوائی سے مالامال نہین ہی۔ یہانتک کہ ایک سورہ مین اُسکے (سورۂ برائت) مہاجرین اور انصار کی فضیحتی اور رسوائی اسقدر نازل ہوئی کہ ابن عباس اور خود حضرت عمر کو اندیشہ ہو گیا تہا کہ کوئی مہاجر اور انصار اُس فضیحتی سے نہ بچ سکیگا اور اُن دونون بزرگوار ونّنے اُس سورہ کا سورۂ فاضحہ یعنی رسوا کرنیوالی نام رکہدیا۔

جب قرآن موجودہ مین رسوائی مہاجرین اور انصار کی اسدرجہ پر موجود ہی تو قرآن مرتبہ علی مرتضی مین اُس فضیحتی اور رسوائی کا ہونا غیر ممکن تہا اور اگر مہاجرین اور انصار کی رسوائی کا مندرج ہونا کسی کتاب کی صحت پر شبہہ ڈال سکتا ہی تو جیسے علی مرتضی کا مجمتعہ قرآن مشتبہ یا باطل خیال کیا جاسکتا ہی تو ویسے ہی قرآن موجودہ۔

مگر حضرت عمر نے جو قرآن علی لاسے تہے اور اُس کی نسبت یہ کہا کہ اُسمین رسوائی مہاجرین اور انصار کی ہی اور زید بن ثابت کو ایسے قرآن کی تالیف کا حکم دیا کہ جس سے رسوائی اور ہتک مہاجرین اور انصار کو ساقط کردیا جاسے اور پہر قرآن موجودہ جس تالیف پر کہ جمع ہی اُسکو قبول کرلیا حالانکہ اُسمین بہی فضیحت اور رسوائی اور ہتک مہاجرین اور انصار کی موجود ہی۔

وجہ اُسکی یہ ہی کہ قرآن مجتمعہ اور مرتبہ علی مرتضیٰ مین از روے تفسیر پیغمبری کے تمام وہ واقعات اور مقامات کہ جنسے رسوائی اور ہتک مہاجرین اور اور انصار کی ظاہر ہوتی تہی مع تفصیل اُنکے ناموں کے لکہی ہوئی تہی (دیکہو وہ روایات معتمد کتب اہلسنت کی کہ پیغمبرؐ نے کتاب اسماے اہل دوزخ کی پیش کر دی تہی جسکو ہم اوپر لکہہ آئے ہین[۱])

حضرت عمر ایسے مرتب قرآن علی مرتضیٰ کو کسی طرح پسند نہین کر سکتے تہے اور وہ مجبور تہے کہ زید بن ثابت سے ایسا قرآن تالیف کرائین کہ جسمین وہ تفسیر اور تشریح پیغمبری ساقط اور حذف ہو لیکن وہ اسپر بہی مجبور تہے کہ اصل متن قرآن مین جو رسوائی اور ہتک مہاجرین اور انصار کی بلا تشریح واقعات اور مقامات اور تفصیل اسماء کے کنایۃً مذکور تہے اُسکو قائم اور برقرار رکہوائین اور تخصیص کے ساقط اور حذف ہو جانے سے مہاجرین اور انصار کی تفصیلی رسوائی سے فائدہ حاصل کرین۔

اور اُنہون نے اُسوقت یہ ضرور سمجہہ لیا تہا کہ آئندہ زمانہ مین آئندہ نسلین کسی کی رسوائی کا قرآن موجود سے استنباط نہ کر سکین گی اور اصل متن قرآن مین بغیر تشریح اور تفصیل نام کے خطا کار لوگونکی طرف کنایہ باقی رہنے سے درحقیقت زندیق کو موقع اعتراض کا تہا اور جسکے جواب مین علی مرتضیٰؑ

---

[۱] صفحہ ۲۶۱ جلد ہذا۔

نے فرمایا ہے وہ تحقیقی ہے کہ کنایہ خدا کا رسولون کے نامون سے جو منافقین سے تہے قرآن مین یہ فعل حقتعالی کا ... فعل تغیر اور تبدیل کرنیوالونکا ہی جنہون نے قرآن کو ایک [illegible] ... دین کے عوض مین اختیار کیا اور تاکہ خلق خدا پر یہ باتین واضح ہوجاوین پس خدا نے انکے قلوب کو نابینا کردیا یہانتک کہ چہوڑا انہون نے اُسی کتاب مین اُس چیز کو کہ جسنے دلالت کی اُنکے احداث اور تحریف پر اور بیان کیا انکی تہمت اور تلبیس کو اور چہپانیکو اُس چیز کے کہ جانتے تہے اُسکو اُسی کتاب سے اور پس جب وہ واقف ہوے اس امر پر کہ خدا نے اسماے اہل حق اور باطل کو بیان کیا ہی اور یہ کہ اگر یہ ظاہر ہوگا تو جو کچہہ کہ انہون نے باندہا ہی وہ ٹوٹ جائیگا کہا اُنہون نے کہ ہمین اس کتاب کی کچہہ حاجت نہین ہی — اور کہ قرآن نے اسقدر باقی رہا کہ جسکو وہ سمجہے کہ یہ اُنکے حق مین نافع ہی حالانکہ وہ ہی اُنکے لیے مضر ہی — اور اس امر کو امت پر مشتبہ کردین تاکہ وہ اُنکی اعانت کرین اُنکے باطل پر پس خدا نے اُسی کتاب پر رموز ثابت رکہے ""

یہ تمام فقرات ارشاد علی مرتضی کے ایسے سچے اور ٹہیک ہین کہ قرآن موجودہ جنکی صداقت پر شہادت دے رہا ہی —

علی مرتضی کی اُس حدیث مین جو ذکر تقیہ (راز) کا اس موقع پر ہی — اُسکی تصدیق بہی اصل قرآن موجودہ کرتا ہی — رسوائی مہاجرین و انصار

کی آیات کا ترجمہ جو ہمنے دکہایا اُس سے ظاہر ہی کہ خطا کارونکے نام کی تفصیل یا
اُن واقعات اور مقامات کی عموماً تشریح نہین ہی جہان جہان اور جس جس وقت
جو جو خطائین اُنسے وقوع مین آئین۔

تامل کرنا چاہیے کہ خدانے کنایہ اور رموز سے کیون اُنکا ذکر کیا اور کس
مصلحت سے اُسوقت اپنے اس راز اور بہید کو چہپایا اور دوسرے وقت
بذریعہ کتابون رب العالمین کے پیغمبر نے اُس راز خداوندی کو ظاہر کیا
اس تحقیق کے بعد یقین ہوجاتا ہی کہ جو روایت تفسیر صافی سے مصنف
مخاطب نے لی ہی کہ علی مرتضی کے مجتمعہ قرآنمین مہاجرین اور انصار کی رسوائی
تہی اور حضرت عمر نے زید بن ثابت سے ایسا قرآن تالیف کرایا جسمین
سے وہ رسوائی (جو قرآن مجتمعہ علی مرتضی مین تہی) ساقط ہوجاے۔ وہ
روایت صحیح ہی اور اُس روایت سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ "قرآن موجودہ مین جو
مہاجرین وانصار کی تعریف ہی وہ محرفین کی بنائی ہوئی ہی" جیسا کہ مصنف
مخاطب نے استنباط کیا ہی۔

پہر مصنف مخاطب ایک اور روایت سے تحریف کی خبر سمجہتے ہین
اور لکہتے ہین کہ "اول سورہ نحل کی اس آیت کو سمجہ لیجیے اللہ قسم توڑنے
والون اور بدعہدونکی مذمت مین فرماتا ہی۔

"تتخذون ایمانکم دخلا بینکم | "تم اپنی قسمونکو آپسمین دہوکا دینے والے

ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ" بتاتے ہو جب کوئی قوم کسی قوم سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے"۔

مصنف مخاطب اس آیت کے یہ معنی بتلاتے ہین کہ " تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک قوم کے ساتھ عہد و پیمان کر لیتے ہو اور جب دوسری قوم غالب تمکو مل جاتی ہے تو پہلی قوم کے ساتھ جو عہد کر چکے تھے اُسکو توڑ کر دوسری قوم کے ساتھ ہو جاتے ہو۔ اس آیت مین جو لفظ (اربیٰ) ہے اُسکے معنی غالب اور بڑھا ہوا ہین اور لفظ امت کے معنی قوم اور جماعت کے ہین"۔

اس آیت مین اور مصنف مخاطب کے اُسکے معنی بیان کرنے مین جو لفظ عہد و پیمان اور امت کا آیا ہے اُسکی مراد بالتعمیم ہے یا بالتخصیص آیا کسی خاص عہد و پیمان سے اور خاص جماعت سے مقصود ہے یا کیا غور طلب ہے اور اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ آیات قرآنی کے نزول کی شان کہین عام ہے اور مراد اس سے خاص ہے اور کہین شان اُسکی خاص ہے اور مراد عام ہے۔

جس آیت پر مصنف مخاطب بحث کرنا چاہتے ہین ہم اسی آیت کے ماقبل فقرات قرآنی سے دکہا دینگے کہ اس آیت مین مراد پیمان اور قسم سے پیمان اور قسم خاص ہے نہ عام جسمین قسم توڑنیوالون اور بدعہدونکی مذمت کی گئی ہے اور ہم لفظ امت کی نسبت ابھی دکہا آے ہین کہ اُسکا اطلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہے۔

مگر مصنف مخاطب نے جو ٹکڑا آیت کا لکھا ہی اُسکے بعد کا ٹکڑا چھوڑ دیا ہی جسکو ہم اسوجہ سے لکھتے ہین کہ امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد مین اسکا بھی ذکر کیا ہی اور وہ ٹکڑا یہ ہی۔

"انما یبلوکم اللہ بہ" ترجمہ "سوا اسکے نہین ہی کہ ہر آئینہ آزمائیگا تمکو اللہ ساتھ اُسکے"

تحت مین اس کل فقرہ آیت کے (جسکو مصنف مخاطب نے اور ہمنے لکھا ہی) تفسیر صافی مین ایک روایت لکھی گئی ہی مصنف مخاطب اُسکو نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "کافی مین اور تفسیر قمی مین امام صادق ؑ سے روایت ہی کہ اُنہوننے یون پڑھا۔ ان تکون ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم یعنی (کہ ہوئین ائمہ جو زیادہ پاک ہون تمہارے ائمہ سے) تو امام سے کسی نے کہا کہ ہم تو یون پڑھتے ہین (ھی اربی من امۃ) تو امام نے فرمایا کہ اربی کیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر ہاتھ کو ڈالدیا"

اس تفسیر سے جو امام علیہ السلام نے فرمائی مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ "اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ قرآن موجودہ مین جو یہ لفظ ہین (امۃ ھی اربی من امۃ) اسکو امام نے غلط بتایا بلکہ اربی کے لفظ پر تعجب کے ساتھ طعن کیا اور یون پڑھا (ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم۔)

مصنف مخاطب نے اس روایت کو پورا نقل نہین کیا اس غرض سے کہ لوگونکی نگاہ مین اُنکے استدلال کو تحریف لفظی کے لیے وقعت ہو اگر وہ اس روایت کو پورا نقل کرتے تو اُنکے استدلال کی بیوقعتی خود اُسی روایت سے ظاہر ہو جاتی۔

بقیہ اس روایت کا یہ ہی۔

"قال انما یبلوکم الله به یعنی بعلی یختبرکم بعد نبوتها"	ترجمہ ربعد اسکے کہ اشارہ کیا ساتھ ہاتھ اپنے کے اور ڈالدیا اُس ہاتھ

کو فرمایا امام نے بیشک آزمائیگا اللہ تمکو ساتھ اُسکے (یہ آیت کے الفاظ تھے) یعنی ساتھ علی کے آگاہ کرتا ہی تمکو بعد ثبوت اُس (پیمان اور قسم) کے"

اس کل روایت سے صاف ظاہر ہی کہ امام علیہ السلام نے اس آیت کے معنی اور مراد بیان کر کے تفسیر فرمائی ہی اور الفاظ آیات کو اپنے بیان مین ذکر کیا ہی اور جیسے کہ دوسرے الفاظ آیات کو ذکر کر کے اُسکے معنی اور مراد بیان کی ہی ویسے ہی لفظ امت کے اور اربی کے معنی اور مراد انکے اور ازکی سے ظاہر فرمائی ہی۔

صاحب تفسیر صافی نے اس روایت کو جہان نقل کیا ہی اُس سے پہلے یہی ظاہر کیا ہی کہ وہ جوامع مین امام صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ نازل ہوئین یہ آیات بیچ ولایت علی اور بیعت کے جو اُنکے لیے لی گئی

جسوقت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ سلام کرو تم علیؑ پر ساتھ امیر المومنین ہونیکے"۔

• جس سے کچھ شبہہ نہین رہتا کہ امام علیہ السلام نے اُن آیات کو بارۂ علیؑ مین نازل ہونا فرمایا اور الفاظ آیات کے معنی اور مراد بیان کیے۔ امام علیہ السلام کے ارشاد مین کوئی ایسا لفظ نہین کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ قرآن مین لفظی تحریف کی گئی ہی اور خدا نے لفظ ائمہ اور اَرکی نازل کیا تھا اور تحریف کے وقت لفظ امّۃ اور اربیٰ لکھدیا گیا۔

اب مین اُن کل آیات کو لکھتا ہون جنمین کا ایک جزو درمیانی مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور جو اُن آیات کی تفسیر مین اختلاف مسلمانونکا ہی وہ بھی ظاہر کرونگا تا کہ آسانی سے معلوم ہو جاے کہ اُن آیات کی صحیح تفسیر کیا ہو سکتی ہی اور اُن آیات مین کس بیان اور قسم کا ذکر ہی اور امت کس جماعت عہد کرنیوالونسے مقصود ہی۔

"ویوم نبعث فی کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم وجئنا بک شہیداً علی ہؤلاء ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئ وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین ان اللہ یامر بالعدل والاحسان

ترجمہ "اور جسدن کہ اوٹھائینگے ہم بیچ ہر امت کے گواہ کو اوپر اُنکے نفسون اُن کے سے (اُنہین کی قوم سے) اور لاوینگے ہم تجکو گواہ اوپر اُنکے (اس مضمون آیت سے ظاہر ہی کہ کچھ لوگ ہر ایک امت پر گواہ کہڑے

وایتاء ذی القربی وینھی عن
الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم
لعلکم تذکرون ۔ واوفوا بعھد
اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا
الایمان بعد توکیدھا وقد
جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ
یعلم ما تفعلون ۔ ولا تکونوا کالتی
نقضت غزلھا من بعد قوۃ
انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا
بینکم ان تکون امۃ ھی اربی
من امۃ انما یبلوکم اللہ بہ ولیبین
لکم یوم القیمۃ ما کنتم فیہ تختلفون
ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ
ولکن یضل من یشاء ویھدی
من یشاء ولتسئلن عما کنتم
تعملون ولا تتخذوا ایمانکم دخلا
بینکم فتزل قدم بعد ثبوتھا و

کیے جائینگے اور ضرور ہی کہ وہ ہادیان
دین ہوں اور جنسے مراد انبیا اور انکے خلفا
انبیا سے ہو سکتی ہی اور اُن گواہوں پر
پیغمبر آخر الزمان گواہ ہونگے چنانچہ سورہ
بقرہ میں یہ مضمون زیادہ صاف ہی
لتکونوا شھداء علی الناس ویکون
الرسول علیکم شھیدا" یعنی تاکہ
ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے اور ہو رسول
اوپر تمہارے گواہ) پھر خدا فرماتا ہی
اور نازل کیا ہمنے اوپر تیرے کتاب
کو بیان کرنیوالا واسطے ہر شی کے
(مفصل یا مجمل توحید نبوت امامت
اور ہدایت کرنیوالا اور رحمت اور
بشارت دینے والی واسطے مسلمانوں
کے بیشک اللہ امر کرتا ہی ساتھ عدل
اور احسان کے اور دینے حق قرابتوں
کے اور منع کرتا ہی خدا فحش سے اور

تذوقوا السوء بما صددتم عن
سبیل الله ولکم عذاب عظیم۔
ولا تشتروا بعهد الله ثمنا قلیلا انما
عند الله هو خیر لکم ان کنتم تعلمو
ن ما عندکم ینفد وما عند الله باق
ولنجزین الذین صبروا اجرهم
باحسن ما کانوا یعملون من
عمل صالحا من ذکر او انثی وهو
مومن فلنحیینه حیوة طیبة و
لنجزینهم اجرهم باحسن ما کانوا
یعملون۔ فاذا قرأت القرآن
فاستعذ بالله من الشیطان
الرجیم انه لیس له سلطان
علی الذین امنوا وعلی ربهم
یتوکلون انما سلطانه علی الذین
یتولونه والذین هم به مشرکون

منکر اور بغاوت (سرکشی) الہی بغاوت
ضرر تمہیں ہو وہ دائم کی) سے نصیحت
کرتا ہے تمکو تاکہ تم نصیحت پکڑو اور پورا
کرو تم عہد خدا کو جس وقت کہ عہد کرو
تم (دیکھو بیان خاص اُس عہد و پیمان
کا ذکر ہے جو خدا کے ساتھہ کیا جاے
اور وہ عہد و پیمان خاص ہے نہ عام
اور اسی عہد و پیمان کے لیے آئندہ
حکم سمجہا جاتا ہے) اور نہ توڑو تم پیمان
کو بعد سخت کرنے اُنکے کے درحالیکہ
بیشک کیا ہے تمنے اسد کو اوپر اپنے
کفیل بیشک اسد جانتا ہے جو کچہہ
کرتے ہو تم اور نہو تم مانند اُس عورت
کے کہ توڑا اُسنے تاگے کاتے ہوے
اپنے کو بعد مضبوطی کے ریزہ ریزہ
کرکے (جب وہ بٹنے سے مضبوط
ہوگیا۔ قبیلہ قریش میں ایک عورت ایسی تہی کہ تاگے بٹوا کر توڑ ڈالتی تہی

اور ضائع کرتی تہی - اب وہ فقرہ آیت ہی جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا
ہی) پکڑتے ہو تم قسمون اپنی کو از روے دغل اور خیانت کے درمیان
اپنے (اُسی پیمان اور قسمون سے مراد ہی اور ہو سکتی ہی جسکا اوپر ذکر ہوا
نہ غیر اُسکے سے) بسبب اسکے کہ ہو ایک جماعت افزونتر دوسری جماعت
سے بیشک آزمائیگا اللہ تمکو ساتھ اُسکے (اُسی عہد کے توڑنے اور نہ
توڑنے پر) تاکہ بیان کرے تمہارے واسطے دن قیامت کے اُس
چیز کو کہ تہے تم اختلاف کرتے (ذکر اختلاف بہت غور کے قابل ہی جو
اس امر کی خبر دیتا ہی کہ نکث پیمان اور سوگند کرکے اختلاف کرنے لگے اور
دو گروہ ہو گئے چنانچہ خدا اُسی کے ساتھ فرماتا ہی) اور اگر چاہتا خدا ہر آئینہ
کرتا تمکو ایک گروہ (ایک مذہب پر) اور لیکن گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی
اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی (ای جو چاہے ضلالت اختیار کرے
اور جو چاہے ہدایت قبول کرے) اور البتہ سوال کیے جاؤگے تم اُس
چیز سے کہ تہے تم عمل کرتے (اس مضمون آیت سے ظاہر ہو گیا کہ ایک
عہد خدا کے توڑنیوالے ہین اور ایک عہد خدا کے نہ توڑنیوالے ہین)
اور نہ پکڑو تم قسمون اپنی کو فریب اور دغا بازی درمیان اپنے پس پہسل
جائیگا قدم بعد ثابت ہونے اُسکے کے اور چکہو تم بُرائی کو بسبب اسکے کہ
روکا تمنے راہ خدا سے اور تمہارے واسطے عذاب بڑا ہی (ای اُسی عہد خدا

کے توڑنیکے سبب سے) اور نہ خرید کرو تم ساتھہ عہد خدا کے (دیکھو اس جگہ
بہر تخصیص سے عہد خدا کا ذکر ہی) قیمت تھوڑی بیشک نزدیک خدا کے
وہ بہتر ہی واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے۔ اور جو کچھہ نزدیک تمہارے ہی
تمام ہو جائیگا اور جو کچھہ خدا کے پاس ہی وہ باقی رہیگا اور البتہ جزا دینگے ہم
اُن لوگونکو کہ صبر کیا ہی اُنھونے اجر اُنکا ساتھہ نیک تر کے کہ تھے وہ عمل کرتے
جو کوئی عمل کرے صالح مرد سے ہو یا عورت سے اور وہ مومن ہی بس ہر آئینہ
زندگانی دینگے ہم اُسکو زندگانی پاکیزہ اور ہر آئینہ جزا دینگے ہم اُنکو اجر اُنکا ساتھہ
نیک تر اُسکے کہ تھے وہ عمل کرتے۔ پس جب وقت کہ پڑہے تو قرآن کو پس پناہ
مانگ تو ساتھہ اللہ کے شیطان راندہ ہوے سے تحقیق نہین ہی واسطے
اُس شیطان کے غلبہ اوپر اُن لوگونکے کہ ایمان لاے ہین اور اوپر پروردگار
اپنے کے توکل کرتے ہین سوا اسکے نہین کہ غلبہ اُسکا اوپر اُن لوگونکے ہی
کہ جو پیروی کرتے ہین اُسکی اور ایسے لوگونکے کہ جو ساتھہ اُسکے شریک
ہوتے ہین"

ان آیات کے تعلق علماے اسلام کے چار قول ہین اس امر کی
بابت کہ عہد اور ایمان (پیمان اور قسم) کا ذکر جو ان آیات مین ہی وہ
کون عہد اور قسم ہی اور وہ کون لوگ ہین کہ جنسے وہ عہد و قسم ہوئی اور
جنھونے وہ عہد و قسم کی۔

ایک قول تو یہی ہی جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہی کہ "جب ایک قوم ایک قوم سے عہد و قسم کرے اور پہر ایک قوم ایسی آئے کہ جو اُس سے غالب اور قوی ہو تو اُس سے عہد کرکے اُس عہد اور قسم کو توڑنا نہین چاہیے جو پہلے ایک قوم سے عہد اور قسم ہوگئی ہی"

دوسرا قول یہ ہی کہ "یہ آیت اُن لوگونکے بارہ مین نازل ہوئی ہی کہ جنہونے نبی سے اسلام پر بعیت کی اُن مسلمانونکے لیے خدا نے فرمایا ہی کہ تمکو نہین چاہیے کہ قلت مسلمانونکی اور کثرت مشرکین سے نقض بعیت کرو بعد تاکید یعنی ثابت ہوجانے اور سخت ہوجانے اُسکے"

تیسرا قول یہ ہی کہ "یہ آیت اُن لوگونکے بارہ مین نازل ہوئی ہی کہ جنہونے بعیت کی رسول سے اوپر نصرت اسلام کے اور اہل اسلام کے پس ممانعت کی گئی ہی اسکے نقض سے"

چوتھا قول یہ ہی جیساکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "یہ آیتین نازل ہوئی ہین باب مین ولایت علی کے اور بعیت مین جو اُنکے لیے لی گئی اور اُس فرمودہ رسول مین کہ سلام کرو علی کو ساتھہ امیرالمومنین ہونیکے"

قول دوم اور سوم اور چہارم ایک نوع کے ہین کہ جنمین عہد اور قسم کا تعلق امور مذہب اسلام سے ہی۔ بعضونے توحید اور رسالت

سے اُسکو متعلق کیا ہی بعضوں نے مذہب اسلام اور مسلمانوں سے بعض

ولایت اور امارت مذہب اسلام سے۔

پیغمبر اپنے قول اور فعل سے جس جس امر کی بابت جن جن لوگوں سے وقتاً فوقتاً آہستہ آہستہ عہد اور قسم لیتے گئے وہ سب ایک قسم کے ہیں جنکا تعلق دین سے ہی وہ دین کہ جسکو دنیا شامل ہی۔ دین اسلام نجات اُخروی سے بہی متعلق ہی اور معاشرت زندگانی سے بہی۔ دین اسلام اصلاح باطنی بہی کرنیوالا ہی اور اصلاح ظاہری بہی۔

اس بنا پر ان تینوں قول اخیر کی نوعیت سے قول اول کی نوعیت مختلف ہی اُسکی نسبت یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ قول اُن آیات قرآنی کے موافق ہی یا خلاف اور جب اُن آیات پر خیال کیا جاتا ہی تو اُسکے خلاف ہونے پر کچھہ شبہہ باقی نہیں رہتا ہی۔

اُن پوری آیات قرآنی کو جو متعلق اس بحث کے ہیں اور جنکو ہمنے نقل کیا ہی پیش نظر رکھنا چاہیے جنسے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اول خدا قیامت کا ذکر کرتا ہی خوف دلانیکے لیے اور فرماتا ہی کہ وہ ہر امت پر ہم گواہ کھڑے کرینگے جو اُسکی قوم سے ہونگے اور اُن گواہوں پر پیغمبر خدا کو گواہ لائیگا!!!

جس سے ظاہر ہی کہ کچھہ لوگ ہر امت سے اُس اُمت پر اور اُسی

اُست مین سے گواہ ہونگے۔

پیغمبر آخرالزمان کی امت کے سوا جو دیگر امتین ہین اُنکی نسبت ہم قبول کرلیتے ہین کہ اُن امتونکے انبیا اپنی اپنی امتونپر گواہ ہونگے مگر یہ بہی ہم کہتے ہین کہ کسی کسی امت مین سوا اُسکے نبی کے صالح اور ہادی لوگ بہی گذرے ہین جنکو نبی یا رسول قرار نہین دیا گیا ایسے لوگونکو ہم وصی انبیا یا قائم مقام یا نائب اُنکا کہتے ہین ایسے لوگ بہی ضرور اُس امت پر گواہ ہونگے۔

لیکن اس آیت مین ذکر ہر امت کا ہی اسلیے ضرور ہی کہ ایسے گواہ امت پیغمبر آخرالزمان پر بہی ہون اور اُن گواہونپر پیغمبر آخرالزمان گواہ بلائے جائین۔

اور سورۂ بقر کی آیت سے جسکو ہم اوپر لکھہ آئے ہین نہایت صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اسی امت سے کچہہ گواہ ایسے ہونے چاہیین کہ جو لوگونپر گواہ ہون اور اُن گواہونپر رسول گواہ ہون۔

اب ہمکو کوئی بتلائے کہ وہ لوگ جو اس امت کے لوگونپر گواہ ہونگے اور جنپر پیغمبر گواہ ہونگے وہ کون لوگ ہین؟۔

مین یقین دلاتا ہون کہ ایسے لوگ جو امت کے لوگونپر گواہ ہون اور اُنپر پیغمبرؐ گواہ ہون۔ نہین ہوسکتے مگر وہی لوگ کہ جو ٹہیک ٹہیک

اور شریعت محمدی سے آگاہ اور علم پیغمبری سے واقف ہون ایسے درجہ پر
کہ جو ٹھیک ٹھیک دین اسلام کو امت پر چلا سکین ایسے ہی لوگونکی خدا
امت پر گواہی لیگا کہ امت نے خدا اور رسول کے احکام کے بموجب عمل
کیا یا نہین اور جو کچھہ وہ گواہی دینگے اُسپر پیغمبر آخر الزمان کی گواہی یجائیگی
کہ یہ سچ کہتے ہین یا نہین ایسے لوگونکی صفت جو امت کے لوگونپر گواہ ہون
اور پیغمبر اُنپر گواہ ہو سوا ائمہ اہلبیت کے کہ جنکے بدنونمین خون پیغمبر کا اور جنکے
سینونمین علم پیغمبر کا تہا اور کوئی نہین ہو سکتا۔

ان گواہونکے ذکر کے ساتہہ ہی خدا فرماتا ہی کہ وہ نازل کی ہمنے تجہپر کتاب
جو بیان کرنیوالی ہی ہر چیز کی"

اس بیانسے خدا کے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ خدا اُس چیز کا ذکر کرتا ہی کہ جس
کی بابت گواہی لینا اُسکو مقصود ہی اور ذکر کتاب اس صفت کے ساتہہ
ہی کہ ہر چیز کا اُسمین بیان ہی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ وہ شہادت
اس امر کی بابت لی جائیگی کہ ہر چیز جو اُس کتاب مین بیان ہوئی ہی اُسپر
امت کے لوگونے عمل کیا یا نہین۔

اس بیانکے ساتہہ کہ وہ کتاب ہر چیز کی بیان کرنیوالی ہی اور جس
بیان پر عمل ہونا چاہیے خدا اس کتاب کے بیان ہر چیز کو ہدایت
اور رحمت اور بشارت پر مسلمانونکے لیے محدود کرتا ہی اور جنکو اوصاف کتاب

اور اُسکے بیانکا قرار دیا ہی۔

غور کرنا چاہیے کہ اس مقام پر خدانے جو تین لفظونکے ساتھ اوصاف اُس کتاب اور اُسکے بیان کے ظاہر فرماے اُسکے لیے کوئی وجہ ہونی چاہیے ورنہ عام طور پر صرف ہر ایک لفظ کافی تھا۔ کتاب اور اُسکے بیانکے جو وصف ہدایت اور رحمت اور بشارت بیان کرکے خدانے اُنکو مسلمانونکے لیے قرار دیا اور یہ نہ کہا کہ مومنین کے لیے۔ بہت ہی غور کے قابل ہی۔

یقین کرنا چاہیے کہ ان تینون چیزونسے جبتک کوئی مستفید نہین ہوگا وہ مسلمان جسکے معنی فرمانبردار کے ہین نہین سمجھا جائیگا۔

اب مین یہ بتاتا ہون کہ ہدایت اور رحمت اور بشارت تین صفتین کتاب اور بیان کتاب کی مسلمانونکے لیے کیون خدانے بیان کی ہین اور یاد رکھنا چاہیے کہ ان تینون صفتونسے جبتک کوئی شخص مستفید نہین ہوگا کامل مسلمان نہین ہو سکتا۔

ہدایت کا وصف توحید کے لیے ہی یعنی کتاب اور اُسکا بیان انسان کو خدا وحدہ لاشریک کے حق ہونیکی اور غیر ایسے خدا کے دوسرے معبودون کے باطل ہونیکی ہدایت کرتا ہی جسکے متعلق خاص دیگر آیات قرآنی موجود ہین۔

رحمت کا لفظ رسالت پیغمبر آخر الزمان کے قبول کرنیکے واسطے

خدا نے فرمایا ہی جیسا کہ خدا قرآن مین پیغمبرؐ کے لیے دوسری جگہ فرماتا ہی

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

کتاب اور اُسکے بیان کی جو صفت رحمت خدا نے فرمائی ہی اُس سے مراد یہ ہی کہ پیغمبر آخر زمان کی رسالت قبول کرنا جسکا بیان قرآن مین ہی اُمت کے اخلاق درست کردیگا وہ رحمت ہی اور اُسکا بیان کتاب مین ہی۔

تیسری صفت بشارت ہی جسکے معنی خوشخبری اور مژدہ کے ہین غور کرنا چاہیے کہ یہ وصف کتاب اور اُسکے بیان کا مسلمانون کے لیے اس موقع پر کس حالت مین قرار پاسکتا ہی۔ خود معنی لفظ بشارت کے بتاتے ہین کہ کوئی خوشخبری اور مژدہ آئندہ کے لیے قرآن مین ہی۔

کتاب اور اُسکے بیان کے اوصاف مین ہدایت توحید اور رحمت رسالت کا جب ذکر ہو چکا تو یہ ترتیب دلالت کرتی ہی کہ کتاب اور اُسکا بیان بشارت کرنیوالی ہو کسی ایسے شخص کی کہ جو بعد رسول اُنکی نیابت کو اور منصب امامت کو انجام دے اور پیغمبرؐ کی شریعت کو چلاے اور امت پیغمبرؐ کے لوگونپر تعمیل احکام خدا اور رسول کی کرلے۔ جیسے پیغمبر آخر الزمان کی بشارت کتب آسمانی ماسبق مین تھی۔

جو مسلمان کہ اس بشارت کو قرآن سے مسلمانون کے لیے نکالتے ہین

اور اُس بشارت سے جو وصف قرآن خدا قرار دیتا ہی مستفید ہوئے ہین وہی عامل بیان ہر شئی کتاب کے قرار پا سکتے ہین۔

اور مسلمانونمین سوا فرقہ شیعہ کے کوئی اور فرقہ ایسا نہین ہی کہ کتاب اور اُسکے بیان ہر شئے سے مستفید ہدایت اور رحمت اور بشارت اوصاف قرآنی کا ہوا ہو۔ کوئی فرقہ ایسا ہی کہ جسنے صرف ہدایت توحید سے فائدہ اوٹھایا کوئی فرقہ ایسا ہی کہ جو رحمت رسالت سے فائدہ مند ہوا۔ بشارت کسی کی جو قرآن دیتا ہی اور اس موقع پر جو خدا نے اُسکو وصف کتاب فرمایا ہی اُسکو فرقۂ شیعہ ہی قبول کرتا ہی اور کوئی نہین اور جسنے بشارت قرآنی کو قبول نہین کیا ضرور وہ ایک وصف قرآن سے منکر ہی۔

یقین کرنا چاہیے کہ یہی لوگ جنکی قرآن بشارت دینے والا ہی گواہ ہین امت کے لوگونپر کہ جنپر پیغمبرؐ گواہ ہوگا جیسا کہ شروع آیت مین خدا نے فرمایا ہی اور پہر خدا نے وصف قرآن مین اُنکی خبر دی اور وہ ائمہ اہلبیت ہین اور اُنکے امام ہونیکی بیان کتاب کا بشارت دینے والا ہی۔

کتاب اور اُسکے بیان کی جب خدا یہ تینون وصف ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانونکے لیے بیان کرچکا تب پہر خدا اُن تینون وصفونکی سچائی اور حقیت کا بیان تین امر کے ساتھ اُسی ترتیب سے کرتا ہی کہ جس ترتیب سے اوصاف بیان کیے ہین اسطرح سے کہ وہ بیشک اللہ

امر کرتا ہی ساتھہ عدل کے اور احسان کے اور ایتاء ذی القربیٰ (دینے قریبون کے)"

امر عدل متعلق توحید کے ہی ابن عباس و عطانے کہا ہی کہ عدل وہی توحید ہی اور امر احسان (نکوئی) متعلق رحمت رسالت کے ہی اور ابن عباس اور عطانے اُسکو داے فرائض سمجھا ہی۔ امر ایتاء ذی القربیٰ متعلق بشارت نیابت رسول اور امامت امت کے ہی جسکی مراد یہ ہی کہ قریب رسول کو ہمنے اُسکی نیابت اور اُمت رسول پر امامت دی۔

پہر خدا اُسی ترتیب سے اُن تینون امرونکے مخالف امورسے نہی فرماتا ہی اور کہتا ہی کہ " اللہ منع کرتا ہی فواحش سے اور منکر سے اور بغی سے" شرک اور کفر سے بدتر زیادہ کوئی عمل قبیح اور فحش نہین ہی اُس سے منع کیا گیا ہی بمقابلہ ہدایت توحید کے۔ اور منکر اُسکو کہتے ہین جو خلاف مکارم اخلاق ہو اور اُس سے ممانعت کی گئی ہی بمقابلہ رحمت رسالت کے جو مکارم اخلاق سے مملو ہی۔ اور بغی (سرکشی) سے ممانعت کی گئی ہی بمقابلہ بشارت نائب رسول اور امام امت رسول کے۔

بغاوت سے ممانعت جبکہ فحش اور منکر سے ممانعت ہو چکی تہی صاف اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ وہ اُسی سرکشی سے ممانعت ہی کہ جو نائب رسول اور امام امت رسول سے کیجاے اور ممانعت بغاوت بشارت

وجود امام پر آگاہ کرتی ہی۔

جب خدا توحید کو کہ جسکے ساتھ عدل لازمی ہی اور رسالت اور امامت کو بیان فرما چکا تب اُسکے ساتھ ہی یہ فرماتا ہی کہ "وہ اور پند کرتا ہی تمکو کاش یاد رکھو تم" یعنی ان تینون امرونکو بُھلا ندینا۔

بیان کتاب کے لیے جو ایک صفت بشارت خدا نے فرمائی ہی اُسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ بیان کتاب کا بشارت (مژدہ) دینے والا ہی ثواب و جنت کا لیکن بیان کتاب کا عذاب اور جہنم کو بھی ظاہر کرنیوالا ہی اور یہ بیان اُسکا بشارت سے متعلق نہین ہوسکتا اسلیے کہ اس جگہ وہ بشارت بالتخصیص مسلمانونکے لیے بیان کی گئی ہی۔

اور جب ہدایت کے متعلق عدل اور رحمت کے متعلق احسان اور بشارت کے متعلق ایتاء ذی القربی بولا گیا ہی اور نہی مین بمقابلہ عدل کے فواحش اور بمقابلہ احسان کے منکر اور بمقابلہ ایتاء ذی القربی کے بغی کہا گیا ہی تو اس مقام پر وصف بشارت سے جو کتاب اور اُسکے بیان کے لیے ظاہر کیا گیا ہی مژدۂ ثواب اور جنت سے کسیطرح مراد نہین ہوسکتی۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا ہی کہ "وہ اس آیت مین جمع ہوگیا ہی جو کچھ کہ کتاب اللہ مین خیر اور شر کے لیے ہی"

اور قتادہ نے کہا ہی کہ "امر کیا ہی اللہ نے ساتھہ مکارم اخلاق کے اور نہی کی ہی تنگی اخلاق سے"

اور کچھہ شبہہ نہین کہ خدا نے پہلے مجمل تعریف کتاب کی یہ بیان کی ہی کہ وہ بیان کرنیوالی ہر چیز کی ہی جسکا مقصود یہ ہی کہ اسمین بیان ہر امر مشکل کا اور ہر چیز کا کہ جسکی حاجت ہو امور شرع سے یعنی اسمین ہر امر بیان کیا گیا ہی کہ جسکی احتیاج خلق کو ہو۔

اور پہر اُس کتاب کے بیانکی یہ تفصیل کی ہی کہ اُسکے بیان مین ہدایت اور رحمت اور بشارت ہی اور پہر اُسکی توثیق امر بالعدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ سے اور نہی فحشاء اور منکر اور بغی سے فرمائی ہی۔ اور جسکی مراد کی مین نے شرح کی اُس سے ظاہر ہی کہ درحقیقت کتاب خدا کے بیانمین کوئی امر کہ جسکی احتیاج مخلوق خدا کو ہو چھوٹتا نہین۔

لیکن اُس کتاب اور اُسکے بیان پر عمل کرنیکا معاملہ حقیقت مین اُس عہد سے پورا ہوسکتا ہی کہ جو درمیان خدا اور اُسکے بندونکے ہوا اور وہ عہد کیا ہی کہ خدا کی طرف سے ایسی کتاب کا نزول اور بندونکی جانب سے اُسکا قبول اور اُسپر عمل کا عہد بعیت پیغمبر سے کرنا۔

چنانچہ اُسی آیت کے اتصال مین خدا فرماتا ہی کہ "پورا کرو تم عہد اللہ کو جسوقت کہ عہد کرو تم اور نہ توڑو تم قسمونکو بعد مضبوط کرنے اُنکے کے

درحالیکہ تحقیق کیا تمنے اللہ کو اوپر اپنے کفیل بیشک اللہ جانتا ہی جو کچھ کہ تم کرتے ہو"۔

اس سے ظاہر ہی کہ خدا اُس عہد کے پورا کرنیکا حکم دیتا ہی کہ جو خدا کے ساتھہ مسلمانوں نے کیا تھا اور اُنہیں قسمونکے توڑنیکی نہی فرماتا ہی اور وہ عہد خدا کے ساتھہ کتاب اور بیان کتاب پر ہی جسکا ذکر خدا نے پہلے کیا اور اسمین بشارت امام بوجہ ذی القربی ہونیکے اور اُس سے بغاوت کی ممانعت داخل ہی۔

جو عہد کہ درمیان اس آیت کے مذکور ہی اُسکا تعلق اُس عام عہد سے قرار نہین پا سکتا کہ جو ایک قوم دوسری قوم سے اپنے ذاتی امور کے لیے کرے۔

اسی جگہ سے بنیاد اُس معنی اور مراد کی منہدم ہوتی ہی کہ جو مصنف مخاطبہ نے اور بعض دیگر علماے اہلسنت نے مراد عہد و قسم سے باہم دو قومونکی لی ہی۔

اور اسی مضمونکی ایک اور آیت سورۂ رعد مین ہی۔ آیت

والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون	ترجمہ "اور جو لوگ کہ توڑتے ہین عہد خدا کو بعد مضبوط کرنے اُسکے کے اور قطع کرتے ہین اُس چیز کو کہ حکم

فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار"	کیا ہی خدا نے ساتھ اُسکے یہ کہ ملائی جاے (دوستی کی جاۓ) اور فساد

کرتے ہین بیچ زمین کے یہ لوگ ہین کہ واسطے اُنکے لعنت ہی اور واسطے اُنکے بُرا گھر (دوزخ) ہی۔

اس آیت مین بہی نقض اُسی عہد کا ذکر ہی جو خدا کے ساتھ کیا جاے اور اُس عہد کی تصریح کی گئی ہی دوستی اور ملاپ سے اور اُس دوستی اور ملاپ کا پہلا درجہ یہ ہی کہ علی مرتضی اور آل پیغمبر صؐ سے دوستی اور ملاپ رکہو جسکا قطع کرنا نہین چاہیے اور جسکے قطع کرنیکا نتیجہ فساد فی الارض ہی جیسا مضمون اس آیت کا حاوی ہی۔

اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ خدا سے کوئی عہد نہین ہو سکتا اور باہم دو قومین جو عہد اپنے امور ذاتی کے لیے کرین وہی عہد خدا ہو سکتا ہی لیکن یہ شبہہ رفع ہو جاتا ہی جب ان آیتونکو بمقابلہ اُس شبہہ کے پڑہا جاے۔

۱؎ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربی والیتمی والمساکین وقولوا للناس حسنا	ترجمہ:۔ اور جسوقت کہ لیا ہمنے پیمان بنی اسرائیل کا کہ نہ پرستش کرو تم مگر خدا کی اور ساتھ والدین کے نیکی کرنا اور ذی القربی اور یتیمون اور مسکینون کے

۱؎ سورۂ بقر پارہ اول۔

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ثم تولیتم الا قلیلاً منکم وانتم معرضون واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشہدون

اور کہو تم واسطے لوگوں کے نیک اور قائم رکھو تم نماز کو اور دو زکوٰۃ پھر پھر گئے تم مگر تھوڑے تم مین سے اور تم روگردانی کرنیوالے ہو اور جسوقت کہ لیا ہمنے عہد تمہارا کہ نہ گراؤ تم خون اپنے (خونریزی نکرو) اور نہ نکالو تم اپنے نفسوں کو (اپنے لوگوں کو اپنے شہروں سے) پھر اقرار کیا تمنے اور تم گواہی دیتے ہو۔

اس آیت سے ظاہر ہی کہ خدا نے خبر دی ہی اُس عہد کی کہ جو بنی اسرائیل سے خدا نے لیا تھا دین کے کاموں کے لیے وہ دین کہ جسکو دنیا شامل ہی اور وہ عہد ایسا نہین ہی کہ جو باہم دو قوموں کے ہو۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا

ترجمہ۔ اور جسوقت کہ لیا خدا نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ کہ دون مین تمکو کتاب اور حکمت (شریعت) سے پھر آیا تمہارے پاس رسول تصدیق کرنیوالا واسطے اُسکے جو تمہارے ساتھ تھا تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اُسکے اور البتہ نصرت کرو تم

سورۂ آل عمران پارہ ۳۔

وانا معکم من الشاھدین فمن تولّٰی بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون	اُسکی کہا (خدا نے) آیا اقرار کیا تمنے اور لیا تمنے اوپر اُسکے عہد میرے کو کہا

اُنہوننے اقرار کیا ہم نے کہا (خدا نے) پس گواہ رہو تم اور مین ہمراہ تمہارے گواہونمین سے ہون پس جو کوئی کہ مُنہ پھیرے بعد اسکے پس وہی فاسق ہین۔

اس آیت سے ظاہر ہی کہ خدا نبیونسے بہی عہد لیتا ہی اور اُنکی اُمتونسے بہی کتاب اور شریعت پر اور اُس اپنے عہد پر اُنکو بہی گواہ کرتا ہی اور اپنے آپ بہی گواہ ہوتا ہی جس عہد کا اس آیت مین ذکر ہی اُسکا تعلق اُس عہد سے کسیطرح نہین ہوسکتا جو درمیان دو قومونکے ہو۔

[۱] واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ؏	ترجمہ [۱] اور جسوقت کہ لیا اسنے عہد اُن لوگونکا کہ کتاب دی گئی اُنکو (یعنی کسی امت کو پیغمبر کی معرفت) تاکہ بیان کرین وہ اُسکو لوگونکے لیے اور نہ چپائین وہ اُسکو پس ڈالدیا

اُنہوننے اُس کتاب کو پس پشت اپنے اور مول لیا اُنہوننے ساتہہ اُسکے مول تہوڑا پس بُری ہی وہ چیز کہ خرید کرتے ہین ؏

اس آیت سے ظاہر ہی کہ خدا میثاق اُن لوگونسے لیتا ہی کہ جنکو

---

[۱] سورۂ آل عمران۔

کتاب دیتا ہی بذریعہ اپنے پیغمبر کے اور یہ عہد ایسا ہی کہ جو درمیان خدا اور کسی قوم کے ہو نہ ایسا کہ جو درمیان دو قوموں کے ہو۔

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل و بعثنا منہم اثنی عشر نقیبا[1]"	ترجمہ " اور البتہ تحقیق لیا خدا نے عہد بنی اسرائیل کا اور برانگیختہ کیے ہمنے انمین سے بارہ سردار"

اس آیت سے بہی ظاہر ہی کہ عہد مین ایک طرف خدا تہا اور ایک طرف بنی اسرائیل۔ اور یہ بہی ظاہر ہوتا ہی کہ خدا نے ذکر میثاق کے ساتہ بارہ سردارونکے برانگیختہ کرنیکا ذکر کیا ہی جس سے یہ مستنبط ہوتا ہی کہ وہ میثاق خدا نے اُن بارہ سردارونکے واسطے لیا تہا۔ (جن آیات کے مضمونپر ہم بحث کر رہے ہین اُنکے مضمون سے عہد خدا کا بارہ سردار (سید) کی امامت کے لیے ثابت کر رہے ہین۔

لقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل وارسلنا الیہم رسلا[2]"	ترجمہ " ہر آئینہ تحقیق لیا ہمنے پیمان بنی اسرائیل کا اور بہیجے ہمنے طرف اُنکے پیغمبرونکو"

اس آیت سے بہی میثاق خدا بنی اسرائیل کے ساتہ پیغمبرون کے لیے ظاہر ہی نہ میثاق قوم کا باہم قوم کے۔

---

[1] سورۂ مائدہ پارہ ۶ [2] سورۂ مائدہ۔

سورۂ اعراف پارۂ ۹ مین خدا کچہہ لوگون پر خلاف کتاب حق کا الزام لگا کر فرماتا ہی۔

الم یوخذ علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق ودرسوا ما فیہ۔	ترجمہ۔ آیا نہین لیا اوپر انکے میثاق کتاب کا اور یہہ کہ نہ کہین وہ اوپر خدا کے مگر حق اور پڑہا اُنہون نے جو کچہہ کہ بیچ کتاب کے ہی۔

اس آیت سے ظاہر ہی کہ میثاق کتاب کی بابت لیا گیا کہ جو کچہہ اُس مین ہی اُسکو حق کہنا چاہیے۔

ان آیات سے ظاہر ہی کہ خدا اپنے انبیا اور اُنکی اُمتون سے اپنی کتابون منزلا اور اُنکے بیان پر عہد لیتا ہی جسکو اُس عہد سے کچہہ تعلق نہین ہی کہ جو ایک قوم دوسری قوم سے باہم عہد کرے۔

ان آیات مین اس امر کا بہی ذکر ہی کہ جو لوگ اُس عہد خدا کو توڑ ڈالین وہ کس رتبہ پر سرفراز ہونیوالے ہین۔

ان آیات مین جس عہد خدا اور اُسکے نقض کا ذکر ہی ویسے ہی آیت زیر بحث مین اُسی عہد خدا اور اُسکے نقض کا ذکر ہی جو خدا نے اپنی کتاب منزل پر امت رسول آخر الزمان سے لیا جسمین بیان توحید اور رسالت اور امامت کا ہی۔

پہلے تو خدا نے اپنے اُس عہد کے وفا کا حکم دیا اور اُسکے نقض کو منع کیا جیسا کہ آیت مین موجود ہی اور اُسکو ہم ظاہر کر آئے ہین۔ پھر خدا اُس نقض کی مثال دیتا ہی اور فرماتا ہی کہ "اور نہو تم مانند اُس عورت کے کہ توڑ ڈالا اُسنے تاگون اپنے کو بعد قوت کے ریزہ ریزہ کر کے"

ریزہ ریزہ کر کے توڑنا ترجمہ ہی "انکاث" کا جو نکث عہد بیعت مین بولا جاتا ہی۔

یہ ظاہر ہی کہ قرآن اپنی بلاغت مین بےمثل ہی اور اُسمین جو ایک رشتہ توڑنیوالی عورت کی مثال دی گئی ہی اُس موقع پر کہ جہان عہد خدا کے توڑنیکا جو توحید اور رسالت اور امامت کے متعلق ہی فن بلاغت کی روسے جب اُس مثال پر نظر کی جاتی ہی تو امت رسول آخرالزمان مین ایک بی بی صاحبہ ایسی پائی جاتی ہین جنھون نے عہد خدا امامت کے متعلق بمقابلہ علی مرتضیٰ کے خروج کر کے توڑ ڈالا۔

اسی مثال نقض اور نکث عہد اسکے متصل وہ ٹکڑا آیت کا ہی جسپر مصنف مخاطب نے بحث شروع کی ہی اور خدا فرماتا ہی کہ "نہ کرو تم قسمون اپنی کو فریب اور دغابازی درمیان اپنے اسطرح کہ ہو ایک گروہ وہ افزون ایک گروہ سے" اور جسکے معنی امام علیہ السلام نے یہ فرمائے ہین کہ "ہین ائمہ وہ پاکیزہ اماموں تمہارے سے"

اس ٹکڑے آیت مین جو ایمان (قسمونکا) ذکر ہی اُسکا تعلق بسلسلۂ آیت اُسی عہد سے ہو سکتا ہی جسکو آیت مین عہد اللہ کہا گیا ہی اور وہ عہد خدا کا مسلمانون سے اوپر کتاب کے ہی اور اُسکے بیان پر جسمین بشارت امام کی ہی اور جسکی تشریح اوپر کی گئی۔

اس حالت مین اس ٹکڑے آیت مین جو قسم کا ذکر ہی وہ متعلق اُس عہد کے نہین ہو سکتی جو ایک گروہ دوسرے گروہ سے اپنے امور ذاتیات مین کرے بلکہ امت سے مراد اس موقع پر بلحاظ عہد اللہ کے ضرور ہی کہ ائمہ سے قرار پاوے اور اس بنا پر امام علیہ السلام کی تفسیر کے بموجب معنی اس ٹکڑے آیت کے یہ ہوتے ہین کہ ''ای خدا سے عہد کرنیوالو اُسکی کتاب اور بیان کتاب پر بگڑتے ہو تم قسمون اپنی کو فریب اور دغا بازی سے اسطور پر کہ ہین ائمہ وہ پاکیزہ تر تمہارے ائمہ سے''

جسکی مراد یہ ہوتی ہی کہ جن ائمہ کی بشارت کتاب مین ہی اور وہ تمہارے امام ہین اور خدا نے تمسے انکی امامت پر عہد لے لیا ہی اب تم اپنی قسمونکو اس فریب اور دغا بازی سے توڑے ڈالتے ہو کہ اُن ائمہ سے دوسرے ائمہ پاکیزہ تر ہین۔

اب غور کرنا چاہیے کہ از روے تفسیر کے جو معنی اور مراد امام علیہ السلام نے بیان کیے وہ بلحاظ مقصود کل آیت کے مطابق قرآن کے ہین اور اُنہین

کوئی تحریف لازم آتی ہے؟ یا جو معنی کہ مصنف مخاطب نے بتقلید بعض علمائے اہلسنت کے ظاہر کیے ہیں اور عہد اور قسم کو درمیان دو گروہوں کے بابت امور ذاتیات کے قرار دیا ہے وہ خلاف الفاظ صریح آیت قرآنی کے ہیں اور وہ مستلزم تحریف معنوی قرآن کے ہیں۔؟

ہمنے پوری روایت ارشاد امام علیہ السلام کی لکھدی ہے اُسمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ امام علیہ السلام نے الفاظ "امۃ ھی اربی من امۃ" کو غلط بتایا ہو جیسا کہ مصنف مخاطب نے کہا ہے یا یہ فرمایا ہو کہ الفاظ جو وہ تحریفی ہیں۔ "اربی" کے لفظ پر تعجب کے ساتھ طعن کیا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب کا استنباط ہے۔ بلکہ امام علیہ السلام کا مخاطب اُس مراد کو جو امام علیہ السلام نے فرمائی جب نہیں سمجھا اور اُسنے "ھی اربی من امۃ" پڑھا تو امام علیہ السلام نے پوچھا کہ "اربی (فزونی) کیا" اور ہاتھ سے اشارہ کرکے پھر ہاتھ کو ڈالدیا جس سے یہ مقصود ہے کہ فزونتر ہوا سکے کیا معنی ہیں کس چیز میں فزونتر ہونا اور خود امام علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے کہ پاکیزہ تر ہو۔ اس قول اور فعل امام علیہ السلام کی یہ مراد ہے کہ فزونتر پاکیزگی میں۔ اور اُسکے ساتھ ہی امام نے "انما یبلوکم بہ" کی (سوا اسکے نہیں ہے کہ آزمائیگا اللہ تمکو ساتھ اُسکے) یہ تفسیر فرمائی "یعنی ساتھ علیؑ کے آگاہ کرتا ہے تمکو بعد نبوت اُسکے پاس"

[illegible] ظاہر ہو جاتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام جو حسنی امت اور اربیٰ کی جو مراد ہے [illegible] بیشتر آیت سابقہ واقعہ کے بالکل مشابہ [illegible] اس کے ساتھ ہی خدا فرماتا ہے کہ ہم یوں کرتے کہ ظاہر کرے تمہارے واسطے دن قیامت کے جو کچھ کہ تھے تم آپس میں اختلاف کرتے ۔

یہ ارشاد خداوندی حقیقت میں تنبیہ اور تحذیر ہے مخالفت رسول سے یعنی اے مومنین [illegible] پیغمبر نے جو عہد بیعت لے لیا اس سے تمنے اختلاف کیا اور تم اس سے مخالف ہو گئے اور پھر آگے [illegible] اس سے یہ ارشاد کرتا ہے اور اگر چاہتا اللہ ہر آئینہ کرتا تمکو امت واحد لیکن گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے (یعنی اپنے فعل اور اختیار سے گمراہ ہو جاتا ہے) اور ہدایت کرتا ہے جس کسی کو چاہتا ہے (یعنی اپنے فعل اور اختیار سے ہدایت پاتا ہے) چنانچہ فرماتا ہے کہ ہر آئینہ پوچھے جاؤ گے تم اس چیز سے کہ تھے تم عمل کرتے ۔ بعد اس کے پھر خدا تاکید سے تصریح کرتا ہے کہ مت پکڑو تم قسموں اپنی کو فریب اور دغا بازی درمیان اپنے (یعنی امارت میں کہ علی کے واسطے عہد لیا گیا ہے اسکو نہ توڑو) جیسا کہ فرماتا ہے پس پھسل جاوے قدم بعد ثبوت اسکے اور چکھو تم برائی کو بسبب اسکے کہ باز رکھا تمنے راہ خدا سے جسکی یہ مراد ہے کہ صراط مستقیم سے تمہارا قدم پھسل گیا اور خلاف عہد علی مرتضیٰ کے امیر المومنین بعد پیغمبر قبول نہ کرنے سے جو خونریزیاں مسلمانوں میں ہو کر قوت کم ہو گئی اور دیگر ائمہ اہلبیت کو جنکی بشارت امت قرآن دیتا تھا انکے نہ قبول کرنے

سے روک دیا راہ خدا پر چلنے کو جسکے سبب یہ برائی تمہارے حق مین ہوئی کہ سلطنت مذہب اسلام کی اُس شان سے باقی نہین رہی جو اُس حالت مین باقی رہتی کہ جب کل مسلمان بعد پیغمبر علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیتؑ کو امیر المومنین قبول رکہتے۔

بعد ذکر پہسل جانے قدم اور چکہنے برائی کے بسبب باز رکہنے کے راہ خدا سے خدا فرماتا ہی" اور واسطے تمہارے عذاب بڑا ہی" اور پہر خدا تاکید سے منع فرماتا ہی" اور نہ مول لو تم ساتہہ عہد اللہ کے قیمت تہوڑی"

اس جگہ پہر خدا نے اُس عہد کو جسکا کہ ذکر ہو رہا ہی اپنا عہد فرمایا نہ کوئی ایسا عہد کہ جو کسی دو قومون کے باہم ہو اور جسکی مراد یہ ہی کہ جو عہد خدا کے ساتہہ کیا ہی اور جو بیعت رسولؐ کے ساتہہ کی ہی جسمین بیعت امیر المومنین ہونے علی مرتضیٰ کی بہی شامل ہی اُسکو قیمت قلیل کے ساتہہ تبدیل نہ کرو اور پہر اُس تبدیل نہ کرنے اور نہ فروخت کرنیکی خوبی کو جتاتا ہی" سوا اسکے نہین ہی کہ نزدیک اللہ کے جو ہی یعنی عہد اللہ کا نہ توڑنا وہ بہتر ہی واسطے تمہارے اگر تم جانو اُسکو جو کچہہ کہ تمہارے پاس ہی کہ وہ کم اور فنا ہو جائیگا اور جو کچہہ نزدیک خدا کے ہی وہ باقی رہنے والا ہی" یعنی اگر تم اُس عہد خدا کو توڑ دوگے تو سلطنت مذہب اسلام کی بعد پیغمبر علی مرتضیٰ کو امیر المومنین نہ قبول رکہنے سے آہستہ آہستہ ضعیف ہو جائیگی اور اگر عہد خدا کو نہ توڑ دوگے

اورعلی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت کو بعد پیغمبر قبول کرتے رہوگے تو سلطنت اسلام وسیع اور قوی ہوکر ہمیشہ کو باقی رہیگی جس سے تمکو فائدہ زیادہ ہوگا۔

جب خدا عہد اسکے توڑنیوالونکا ذکر کرچکا تو پہر اُن لوگونکا ذکر کرتا ہی کہ جنکے واسطے عہد لیا گیا تہا اور اُنکے لیے یہ فرماتا ہی کہ اور ہر آئینہ جزا دینگے ہم اُنکو کہ جنہوننے صبر کیا اُنکے اجر کا نیک تر اُس سے کہ تہے وہ عمل کرتے عمل صالح سے وہ اول صبر کرنیوالے مردونمین سے کون تہے "علی مرتضیٰ" جنکو صالح المومنین خدانے دوسری جگہ فرمایا ہی اور عورتون مین سے فاطمہ بنت رسول اللہ زوجہ علی مرتضیٰ تہین۔ اور پہر اُن دونونکی اولاد ائمہ اہلبیت جب خدا یہ فرما چکا کہ ہر آئینہ جزا دینگے ہم اُن لوگونکو کہ جنہوننے صبر کیا اُنکے اجر کی بہتر اُس سے کہ تہے وہ عمل کرتے عمل صالح سے تو اُسکے ساتھہ ہی یہ ارشاد کیا کہ "مرد سے ہو یا عورت سے"

چونکہ اول صبر کرنیوالونمین عہد خدا کے توڑے جانے پر ایک عورت بہی تہین اسلیے خدا نے اپنے کلام بلیغ مین اُسکو بہی ظاہر کردیا۔ اور خدا جب ذکر اُن عمل صالح کرنیوالونکا مرد ہو یا عورت کرچکا تو پہر یہ فرماتا ہی "اور وہ مومن ہو" عہد پیغمبر مین ایسا مومن مرد اور عورت سے سوا علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے کوئی نہین ہو سکتا تہا کہ جنہون نے ایک چشم زدن کفر خفیا نہ کیا ہو اور ابتدا سے پیدائش اور تعلیم ایمان پر پائی ہو

اور اسی اعتبار سے خدا اُنکی حالت زندگانی کو بیان کرتا ہی "پس ہر آئینہ زندگانی دینگے ہم اُسکو زندگانی پاکیزہ" حیات طیبہ کی مراد ابن عباس اور سعید بن جبیر اور عطا نے رزق حلال سے لی ہی اور حسن اور وہب نے حیات طیبہ کی مراد قناعت اور رضا سے لی ہی اور پیغمبرؐ سے اُسکی روایت کی گئی ہی۔

رزق حلال اور قناعت اور رضا پر جیسا کہ علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہما اور اُنکی اولاد ائمہ اہلبیت نے اپنی زندگانی کو بسر کیا کوئی نہین کہہ سکتا کہ اُنسے بہتر کسی نے بسر کیا ہو۔ اسی آیت مین جو ذکر صبر کرنیوالونکا آیا ہی بیشک یہی لوگ اُسکے مصداق ہو سکتے ہین۔

اور پھر خدا اُنہین کے لیے اصرار کرتا ہی "اور ہر آئینہ جزا دینگے ہم اُنکو اُنکے اجر کا بہتر اُس سے کہ تھے عمل کرتے"

شروع آیات مین خدا نے ذکر نازل کرنے کتاب کا اور اُسکے بیان کا کیا تھا جسمین بشارت امامت علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت کی تھی اور جسپر خدا نے عہد اور پیغمبرؐ نے بیعت لی اور اُسکے وفا اور نقض کی ہدایت اور ممانعت اور اُسکے متعلق جو نصائح اور مصالح تھے اور اُسپر عمل کرنے اور نہ کرنیوالون اور اُنکی حالت بیان ہو چکی تب خدا اُسی کتاب کے لیے فرماتا ہی کہ "پس جسوقت کہ پڑھے تو قرآنکو پس پناہ مانگ تو ساتھ اللہ کے

شیطان راندے ہوے سے تحقیق کہ نہین ہی واسطے اُس (شیطان)
کے غلبہ اوپر اُن لوگونکے کہ ایمان لائے ہین وہ اور اوپر رب اپنے کے
توکل کرتے ہین سوا اسکے نہین ہی کہ غلبہ اُسکا اوپر اُن لوگونکے ہی کہ جو پیروی
کرتے ہین اُسکی اور ایسے لوگونکے کہ جو ساتھہ اُسکے شریک ہوتے ہین"

اس اخیر آیت مین خدا نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ کتاب جو بیان کرنیوالی
بشارت امامت کی ہی اور عہد اللہ پر وفا کرنے اور نہ توڑنیکے لیے جو
اُس امامت پر لیا گیا ہی جب پڑہو تب خدا کے ساتھہ پناہ مانگو شیطان
راندے ہوے سے۔

اور یہ بھی خدا نے جتا دیا کہ وہ کن لوگونپر غلبہ پاتا ہی اور کن پر نہین پاتا
اور غرض اس سے صرف اسقدر ہی کہ ان آیات قرآنی مین جو کچھہ ہمنے
ہدایت اور نصیحت کی ہی اُسپر عمل کرو اور وساوس شیطانی کو دل پر
نہ آنے دو۔

یہ ہین وہ آیات جنکو امام علیہ السلام نے بارۂ علیؑ مین اور اُس
بعیت کے کہ جو پیغمبرؐ نے علیؑ کے امیر المومنین ہونیکے لیے لی تہی فرمایا ہی
اور جنمین سے ایک ٹکڑے آیت کی تفسیر ان تکون امة ھی اربی من امة
کی فرمائی ہی۔

ان تمام آیات کی حقیقت جو کچھہ ہمنے بیان کی ہی خود اُن آیات کے

مضمون سے ظاہر ہوتا ہی کہ امام علیہ السلام نے جو کچھ اُن آیات کی نسبت فرمایا ہی وہ صحیح ہی اور جو کچھ تفسیر ٹکڑے آیت کی کی ہی وہ ٹھیک ہی اور اعتراض مصنف مخاطب کا اُسپر قطعی غلط ہی۔ راقم

دہی خاص شیعہ

تمّت بالخیر والعافیہ

اعلان واجب الاذعان

ہمارے بزرگ خاندان قبلہ وکعبہ جناب عموی مرزا عابد علی بیگ خان بہادر رٹائرڈ سب جج دام ظلہ العالی کو جو ہمارے رسالہ "روشنی" کے مسودات کو اپنے نورانی حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات سے مزین کرکے درست فرماتے ہین عالیجناب عمدۃ الاطیاب آلبحر الکامل والبحر الذی لیس لہ ساحل زبدۃ المتورعین قدوۃ المتفقہین الذی ہو بین العلماء کالبدر بین نجوم السماء النور الشعشانی والعالم الربانی السند المستند والفقیہ المعتمد سرکار شیخ محمد بن العلامۃ المرحوم جناب شیخ زین العابدین المازندرانی اعلی اللہ مقامہ نے خطاب "محقق مراد آبادی" عطا فرمایا ہی اور سند تحریری آگرہ آباد سے حقیر کے پاس روانہ کی ہی جسکی بعینہ نقل واسطے آگاہی مومنین معاذ مین "رسالہ روشنی" کے ذیل مین درج کی جاتی ہی

بسم اللہ ولہ الحمد

مخفی و مستور نماناد - کہ افضل علوم و احسن معارف معرفت
اصول دین و مذہب ست باقامت برہان و دلیل نہ از طریقۂ
اتباع و تقلید - و از جملہ اصول مذہب امامت و خلافت ست
کہ از قدیم الایام بین المسلمین محل اختلاف ست و غالب علمای
اعلام و فقہاے کرام در اثبات امامت و خلافت کتابہا نگاشتند
و رسالہا نوشتند - خاصتہً علماے ہند و فضلاے اودہ شکر
اللہ مساعیہم و جزاہم اللہ عن الاسلام خیرا کہ در اثبات این مدعا
شائبۂ شبہہ باقی نگذاشتند و باستدلالات عقلیہ و نقلیہ
زنگ شک و ارتیاب را از قلوب موحدین انصاف ربودند
و درین ایام سعادت فرجام کہ احقر وارد مراد آباد شدم ملاقات
نمودم با جناب جلالت مآب اُستاد فن مناظرہ و کلام و مـ
ـتکلمین اہل اسلام **مرزا عابد علی صاحب** رنا[؟]
الصدور دام فضلہ و بقاہ کہ در تحقیق مسئلۂ خلافت مجاہدہ
نمودہ و مناظرہ بسیار فرمودہ و بزبان اردو رسالہا نوشتہ و کتابہا

تحریر کردہ چون از صحبتہاے ایشان در مجالس متعددہ مستفیض
شدم و در تحقیق مسئلۂ خلافت و امامت ایشان را ذہن رسا و فکر تحقیق
فاضل یافتم لہذا این احقر ایشان را مخاطب بخطاب محقق مرادآبادی
نمودم و ملقب باین لقب گردانیدم مستدعی از مومنین اخیار و شیعیان
حضرت حیدر کرار و ائمہ اطہار علیہم السلام آنکہ جناب را باین لقب
مبارک شناسند و باین خطاب مخاطب سازند کہ مورد خوشنودی
ائمہ معصومین خواہد بود — وکان ذلک فی اوائل شہر جمادی
الثانیہ سنہ ۱۳۱۲ھ — حررہ الاحقر الجانی محمد بن
شیخ زین العابدین المازندرانی قدس سرہ

مہر

محمد بن زین العابدین

گزارش

معاونین سے قوی امید ہے کہ یہ نمبر پہنچتے ہی پیشگی زر چندہ
سالانہ بابت سنہ [illegible] بنظر اعانت جلد ارسال فرمائینگے —
نیازمند اہلبیت [illegible] عبد التقی ڈپٹی رسالہ